نام کتاب : صراط الجنان فی تفسیر القرآن (جلد ہشتم)

مصنف : شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی

پہلی بار : رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ، جون 2016ء تعداد: 5000 (پانچ ہزار)

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ، کراچی

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

شاخ		پتہ	فون
❁……**باب المدینہ** (کراچی)	:	شہید مسجد، کھارادر، باب المدینہ کراچی	021-34250168
❁……**مرکزالاولیاء** (لاہور)	:	داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ	042-37311679
❁……**سردار آباد** (فیصل آباد)	:	امین پور بازار	041-2632625
❁……**کشمیر**	:	چوک شہیداں، میرپور	058274-37212
❁……**زم زم نگر** (حیدرآباد)	:	فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن	022-2620122
❁……**مدینۃ الاولیاء** (ملتان)	:	نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ	061-4511192
❁……**اوکاڑہ**	:	کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال	044-2550767
❁……**راولپنڈی**	:	فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ	051-5553765
❁……**خان پور**	:	دُرانی چوک، نہر کنارہ	068-5571686
❁……**نواب شاہ**	:	چکرا بازار، نزد MCB	024-44362145
❁……**سکھر**	:	فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ	071-5619195
❁……**گوجرانوالہ**	:	فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہ	055-4225653
❁……**پشاور**	:	فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر	

E.mail: ilmia@dawateislami.net

www.dawateislami.net

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر ’’صِرَاطُ الْجِنَان فِیۡ تَفۡسِیۡرِ الْقُرۡاٰن‘‘ کا مطالعہ کرنے کی نیتیں

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ : ’’نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ‘‘ مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔
(المعجم الکبیر للطبرانی ٦/١٨٥ حدیث: ٥٩٤٢)

دو مَدَنی پھول

بغیر اچھّی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
جتنی اچھّی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(1) ہر بار تعَوُّذ و (2) تَسْمِیَہ سے آغاز کروں گا۔ (3) رضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (4) باوضو اور (5) قبلہ رُو مطالعہ کروں گا۔ (6) قرآنی آیات کی درست مخارج کے ساتھ تلاوت کروں گا۔ (7) ہر آیت کی تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر قرآنِ کریم سمجھنے کی کوشش کرونگا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دوں گا۔ (8) اپنی طرف سے تفسیر کرنے کے بجائے علمائے حَقّہ کی لکھی گئی تفاسیر پڑھ کر اپنے آپ کو ’’اپنی رائے سے تفسیر کرنے‘‘ کی وعید سے بچاؤں گا۔ (9) جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ کروں گا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہوں گا۔ (10) اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کروں گا اور بد عقیدگی سے خود بھی بچوں گا اور دوسرے اسلامی بھائیوں کو بھی بچانے کی کوشش کروں گا۔ (11) جن پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا انعام ہوا ان کی پیروی کرتے ہوئے رضائے الٰہی پانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ (12) جن قوموں پر عتاب ہوا ان سے عبرت لیتے ہوئے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈروں گا۔ (13) شانِ رسالت میں نازل ہونے والی آیات پڑھ کر اس کا خوب چرچا کر کے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی محبت و عقیدت میں مزید اضافہ کروں گا۔ (14) جہاں جہاں ’’اللّٰہ‘‘ کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور (15) جہاں جہاں ’’سرکار‘‘ کا اِسْمِ مبارَک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پڑھوں گا۔ (16) شرعی مسائل سیکھوں گا۔ (17) اگر کوئی بات سمجھ نہ آئی تو علمائے کرام سے پوچھ لوں گا۔ (18) دوسروں کو یہ تفسیر پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (19) اس کے مطالعہ کا ثواب آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔ (20) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ (ناشرین و مصنف وغیرہ کو کتابوں کی اغلاط صرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

(شیخ طریقت امیر اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے صراط الجنان کی پہلی جلد پر دیئے گئے تاثرات)

کچھ صراط الجنان کے بارے میں......

١٤٢٢ھ (2002ء) کی بات ہے جب مفتیٔ دعوتِ اسلامی الحاج محمد فاروق مَدَنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی ''چل مدینہ'' کے قافلے میں ہمارے ساتھ تھے اور اِس سفرِ حج میں مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ بے حد کم گو، انتہائی سنجیدہ اور کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنے والی اِس نہایت پرہیزگار شخصیت کی عَظمت میرے دل میں گھر کر گئی۔ مکّۃُ المکرَّمہ زَادَہَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً میں ہمارا مشورہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کے ترجمۂ کنز الایمان کی ایک آسان سی تفسیر ہونی چاہئے جس سے کم پڑھے لکھے عوام بھی فائدہ اٹھا سکیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ مفتیٔ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی اِس بابَرَکت خدمت کے لئے بخوشی آمادہ ہوگئے۔ مُجوَّزہ تفسیر کا نام **صِراطُ الْجِنان** (یعنی جنّتوں کا راستہ) طے ہوا۔ تبرُّکاً مکّۃُ المکرَّمہ زَادَہَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً ہی میں اِس عظیم کام کا آغاز کر دیا گیا، افسوس! مفتیٔ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی کی زندگی نے ان کا ساتھ نہ دیا، 6 پاروں پر کام کر کے وہ (بروز جمعہ ۱۸ محرم الحرام ١٤٢٧ھ) پردہ فرما گئے۔

اللّٰہ ربُّ العزّت کی اُن پر رَحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِیْن بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

چونکہ یہ کام انتہائی اہم تھا لہٰذا مَدَنی مرکز کی درخواست پر شیخ الحدیثِ والتَّفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو صالح **محمد قاسم** قادری مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی نے اس کام کا از سرِ نو آغاز کیا۔ اگرچہ اس نئے مواد میں مفتیٔ دعوتِ اسلامی کے کئے گئے کام کو شامل نہ کیا جا سکا مگر چونکہ بُنیاد انہی نے رکھی تھی اور آغاز بھی مکّۃُ المکرَّمہ زَادَہَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً کی پُر بہار

فَضاؤں میں ہوا تھا اور ''صِراطُ الْجِنان'' نام بھی وہیں طے کیا گیا تھا لہٰذا حُصولِ بَرَکت کیلئے یہی نام باقی رکھا گیا ہے۔
کنز الایمان اگرچہ اپنے دور کے اعتبار سے نہایت فَصیح ترجمہ ہے تاہم اس کے بے شمار الفاظ ایسے ہیں جو اَب ہمارے یہاں رائج نہ رہنے کے سبب عوام کی فہم سے بالاتر ہیں لہٰذا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ترجمۂ قرآن کنز الایمان شریف کو مِن وعَن باقی رکھتے ہوئے اِسی سے روشنی لیکر دورِ حاضر کے تقاضے کے مطابق حضرتِ علامہ مفتی محمد قاسم صاحِب مدّ ظلہٗ نے مَاشَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک اور ترجَمے کا بھی اضافہ فرمایا، اس کا نام **کنزُ الْعِرفان** رکھا ہے۔ اِس کام میں دعوتِ اسلامی کی میری عزیز اور پیاری مجلس **المدینۃُ العلمیہ** کے **مَدَنی عُلَما** نے بھی حصّہ لیا بالخصوص مولانا **ذُوالقرنَین** مَدَنی سلّمہُ الغنی نے خوب معاونت فرمائی اور اس طرح صِراطُ الجنان کی **3 پاروں** پر مشتمل پہلی جلد (دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں، چھٹی اور ساتویں جلد کے بعد اب پارہ نمبر 22، 23 اور 24 پر مبنی آٹھویں جلد) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ الحاج مفتی محمد قاسم صاحِب مدّظلہٗ سمیت اِس کَنْزُ الْاِیْمَانِ فِیْ تَرْجَمَةِ الْقُرْاٰنِ وَ صِرَاطُ الْجِنَانِ فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰنِ کے مبارَک کام میں اپنا اپنا حصّہ ملانے والوں کو دنیا و آخرت کی خوب خوب بھلائیاں عنایت فرمائے اور تمام عاشقانِ رسول کیلئے یہ تفسیر نفع بخش بنائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صَلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ
20-04-2013

چار مفید چیزوں پر مشتمل لفظی ترجمہ
لفظ بہ لفظ ترجمہ
مکمل بامحاورہ ترجمہ
مختصر حواشی
آیات کے عنوانات
معرفۃ القرآن
علیٰ
کنز العرفان
جلد اوّل
پارہ 1 .. تا .. 5
DAWAT-E-ISLAMI

پارہ نمبر...... 22

وَ مَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَاۤ اَجْرَهَا مَرَّتَیْنِۙ وَ اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِیْمًا ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو تم میں فرماں بردار رہے **اللہ** اور رسول کی اور اچھا کام کرے ہم اسے اوروں سے دُونا ثواب دیں گے اور ہم نے اس کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جو تم میں **اللہ** اور اس کے رسول کی فرمانبردار رہے اور اچھے عمل کرے تو ہم اسے دوسروں سے دگنا ثواب دیں گے اور ہم نے اس کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔

﴾وَ مَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ: اور جو تم میں اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبردار رہے۔﴿ یعنی اے میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَزواجِ مُطہّرات! تم میں سے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فرمانبردار رہے تو اسے ہم دوسروں سے دگنا ثواب دیں گے کہ اگر اوروں کو ایک نیکی پر دس گُنا ثواب دیا جائے گا تو تمہیں بیس گنا کیونکہ تمام جہان کی عورتوں میں تمہیں شرف وفضیلت حاصل ہے اور تمہارے عمل میں بھی دو جہتیں ہیں ایک نیک کام کرنا، دوسری رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رضا جوئی، قناعت اور اچھے طرزِ زندگی کے ساتھ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خوش کرنا اور ہم نے اس زوجۂ مُطَہَّرہ کے لئے جنت میں عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔[1]

اَزواجِ مُطہّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ کا مقام

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مُطہّرات کو عام عورتوں پر بڑی فضیلت حاصل ہے اور انہیں ان کے نیک عمل پر دگنا اجر وثواب دیا جاتا ہے۔ حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی

1 ......ابو سعود، الاحزاب، تحت الآية: ۳۱، ۳۱۹/٤.

رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فرمان کا خلاصہ ہے کہ چار قسم کے لوگ ایسے ہیں جنہیں دگنا اجر دیا جاتا ہے، ان میں سے ایک رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَزواجِ مُطَہَّرات بھی ہیں۔ [1]

عزت کی روزی درحقیقت جنت کی نعمتیں ہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حقیقی طور پر عزت کی روزی جنت کی نعمتیں ہیں۔لہٰذا جو مسلمان اس روزی کو پانا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

اور قیامت قائم کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ اللہ ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو بدلہ دے، ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کثرت سے نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے کرم سے بخشش و مغفرت اور جنت کی نعمتیں نصیب فرمائے، اٰمین۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اے نبی کی بیبیو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے ہاں اچھی بات کہو۔

---

1 ......مجمع الزوائد، کتاب النکاح، باب فی الذی یعتق امَتہ ثمّ یتزوّجها، ٤/٤٧٧، الحدیث: ٧٣٥١.

2 ......حج: ٥٠.

3 ......سبا: ٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی کی بیویو! تم اورعورتوں جیسی نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو تو بات کرنے میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا مریض آدمی کچھ لالچ کرے اور تم اچھی بات کہو۔

﴿ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ: اے نبی کی بیویو! تم اورعورتوں جیسی نہیں ہو۔﴾ یعنی اے میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بیویو! تم فضیلت اور شرف میں اورعورتوں جیسی نہیں ہو کیونکہ تم سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَزواج اور تمام مومنوں کی مائیں ہو اور تمہیں میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے خاص قرب حاصل ہے اور جب تمہاری قدر اتنی اعلیٰ اور تمہارا رتبہ اتنا عظیم ہے تو یہ بات تمہاری شان کے لائق نہیں کہ تم دنیا کی زینت اور آرائش کا مطالبہ کرو۔ [1]

حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''اس سے مراد یہ ہے کہ (اے میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مُطَہَّرات!) میری بارگاہ میں تمہاری قدر دوسری نیک خواتین کی قدر جیسی نہیں ہے بلکہ تم میری بارگاہ میں زیادہ عزت والی ہو اور میرے نزدیک تمہارا ثواب زیادہ ہے۔ [2]

اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ اور زہد و قناعت

حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ چاہتے تو انتہائی شاہانہ زندگی گزار سکتے تھے اور اپنی ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کو دنیا کی تمام راحتیں اور آسائشیں فراہم کر سکتے تھے، لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دنیا، اس کی نعمتوں اور آسائشوں کی طرف رغبت نہ رکھتے تھے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمادیا تھا کہ میں دنیا سے نہیں ہوں اور دنیا مجھ سے نہیں ہے۔ [3] اس لئے آپ کے ساتھ انتہائی قرب رکھنے والوں کی شان کے لائق بھی یہی تھا کہ وہ بھی دنیا کی طرف راغب نہ ہوں، پھر ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ نے دنیا سے بے رغبتی اور زہد و قناعت کا کیسا شاندار مظاہرہ فرمایا اس کا اندازہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے درجِ ذیل دو واقعات

---

1 ......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۲، ۷/۱۶۹، تفسیر کبیر، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۲، ۹/۱۶۷، صاوی، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۲، ۵/۱۶۳۷، ملتقطاً۔

2 ......خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۲، ۳/۴۹۸۔

3 ...... کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، ۲/۸۰، الحدیث: ۶۱۲۵، الجزء الثالث۔

سے لگایا جا سکتا ہے،

(1)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس بیت المال سے 80,000 درہم آئے تو آپ نے اپنی کنیز کو وہ درہم تقسیم کرنے کا حکم دیا، کنیز نے ایک ہی مجلس میں وہ سارے درہم تقسیم کر دیئے، جب وہ فارغ ہوئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اس سے کوئی چیز مانگی جس سے وہ روزہ افطار کر لیں تو کنیز کو گھر میں کوئی ایسی چیز نہ ملی جس سے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا روزہ افطار کر لیتیں۔[1]

(2)......حضرت ابو سعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک شخص اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اس وقت آپ اپنا نقاب سی رہی تھیں، اس نے عرض کی: اے اُمُّ المؤمنین! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، کیا اللّٰہ تعالیٰ نے مال ودولت کی فراوانی نہیں فرما دی؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: ''چھوڑو (ان باتوں کو، میرے نزدیک) وہ نئے کپڑوں کا حقدار نہیں جو پرانے کپڑے استعمال نہ کرے۔''[2]

اللّٰہ تعالیٰ ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے زہد و قناعت کا صدقہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو بھی زہد و قناعت اور دنیا سے بے رغبتی کی دولت نصیب فرمائے، اٰمین۔

﴿ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ: اگر تم اللّٰہ سے ڈرتی ہو۔﴾ آیت کے اس حصے میں ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کو ایک ادب کی تعلیم دی گئی ہے کہ اگر تم اللّٰہ تعالیٰ کے حکم کی اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رضا کی مخالفت کرنے سے ڈرتی ہو تو جب کسی ضرورت کی بنا پر غیر مرد سے پسِ پردہ گفتگو کرنی پڑ جائے تو اس وقت ایسا انداز اختیار کرو جس سے لہجہ میں نزاکت نہ آنے پائے اور بات میں نرمی نہ ہو بلکہ انتہائی سادگی سے بات کی جائے اور اگر دین واسلام کی اور نیکی کی تعلیم اور وعظ ونصیحت کی بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو بھی نرم اور نازک لہجے میں نہ ہو۔[3]

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ امت کی مائیں ہیں اور کوئی شخص اپنی ماں کے بارے میں بری اور شہوانی سوچ رکھنے کا تصور تک نہیں کر سکتا، اس کے باوجود ازواجِ مُطَہَّرات

1......صاوی، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٢٩، ١٦٣٦/٥.

2......طبقات الکبری، ذکر ازواج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، عائشۃ بنت ابی بکر، ٥٨/٨.

3......ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٣٢، ٣١٩/٤-٣٢٠، مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٣٢، ص ٩٤٠، جمل، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٣٢، ١٧٠/٦، ملتقطاً.

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ کو بات کرتے وقت نرم لہجہ اپنانے سے منع کیا گیا تاکہ جولوگ منافق ہیں وہ کوئی لالچ نہ کرسکیں کیونکہ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہوتا جس کی بنا پران کی طرف سے کسی برے لالچ کا اندیشہ تھا اس لئے نرم لہجہ اپنانے سے منع کرکے یہ ذریعہ ہی بند کر دیا گیا۔[1] اس سے واضح ہوا کہ جب ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ کیلئے یہ حکم ہے تو بقیہ کیلئے یہ حکم کس قدر زیادہ ہوگا کہ دوسروں کیلئے تو فتنوں کے مَواقع اور زیادہ ہیں۔

عفت و پارسائی کی حفاظت کرنے والی خواتین کی شان کے لائق کام

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنی عفت اور پارسائی کی حفاظت کرنے والی خواتین کی شان کے لائق یہی ہے کہ جب انہیں کسی ضرورت، مجبوری اور حاجت کی وجہ سے کسی غیر مرد کے ساتھ بات کرنی پڑ جائے تو ان کے لہجے میں نزاکت نہ ہو اور آواز میں بھی نرمی اور لچک نہ ہو بلکہ ان کے لہجے میں اَجْنَبِیَّت ہو اور آواز میں بیگانگی ظاہر ہو، تاکہ سامنے والا کوئی بُرا لالچ نہ کرسکے اور اس کے دل میں شہوت پیدا نہ ہو اور جب سیّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زیرِ سایہ زندگی گزارنے والی امت کی ماؤں اور عفت و عصمت کی سب سے زیادہ محافظ مقدس خواتین کو یہ حکم ہے کہ وہ نازک لہجے اور نرم انداز سے بات نہ کریں تاکہ شہوت پرستوں کو لالچ کا کوئی موقع نہ ملے تو دیگر عورتوں کے لئے جو حکم ہوگا اس کا اندازہ ہر عقل مند انسان آسانی کے ساتھ لگا سکتا ہے۔

پاکیزہ معاشرے کے قیام میں دینِ اسلام کا کردار

دینِ اسلام کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے پاکیزہ معاشرے کے قیام کے لئے نیز جو چیزیں اس راہ میں بڑی رکاوٹ ہیں، انہیں ختم کرنے کے لئے انتہائی احسن اور مُؤثّر اقدامات کئے ہیں۔ فحاشی، عُریانی اور بے حیائی پاکیزہ معاشرے کے لئے زہرِ قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں، دینِ اسلام نے جہاں ان چیزوں کو ختم کرنے پر زور دیا وہیں ان ذرائع اور اسباب کو ختم کرنے کی طرف بھی توجہ کی جن سے فحاشی، عریانی اور بے حیائی پھیل سکتی ہے، جیسے عورتوں کا نرم و نازک لہجے میں بات کرنا مردوں کے دل میں شہوت کا بیج بونے میں انتہائی کارگر ہے اور فحاشی و بے حیائی کی طرف مائل کرنے والی عورتیں ابتدا میں اسی چیز کا سہارا لیتی ہیں، اس لئے اسلام نے اس ذریعے کو ہی بند کرنے کا فرما دیا تاکہ معاشرہ پاکیزہ رہے اور اس کی بنیادیں مضبوط ہوں۔ افسوس ہمارے معاشرے میں آزادی، روشن خیالی اور معاشی ترقی کے نام پر عورتوں کو غیر

---

1 ……صاوی، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٣٢، ٥/١٦٣٧، ملخصاً۔

مردوں کے ساتھ باتیں کرنے کے نت نئے مواقع فراہم کئے جا رہے ہیں اور عورتوں کو نازک لہجے اور نرم انداز سے بات کرنے کی با قاعدہ تربیت دے کر تعلیم، طب، سفر، تجارت، میڈیا اور ٹیلی کام وغیرہ کے مختلف شعبوں میں تعینات کیا جاتا ہے حتّٰی کہ دُنْیَوی شعبہ جات میں عوامی رہنمائی اور خدمت کا شاید ہی کوئی ایسا شعبہ ہو جہاں تربیت یافتہ عورت موجود نہ ہو اور اس کا نتیجہ سب کے سامنے ہے اور ایسی عورتیں اچھی طرح جانتی ہیں کہ انہیں دوسری عورتوں کے مقابلے میں شہوت پرست مردوں سے کتنا واسطہ پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کو عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے اور دینِ اسلام کی فطرت سے ہم آہنگ تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

نقصان سے بچنے کیلئے ان کے اسباب اور ذرائع کا خاتمہ ضروری ہے

اس آیت سے ایک اہم بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ کسی بھی طرح کے نقصان جیسے نیک اعمال کی بربادی، معاشرتی اَقدار کی تباہی، جان اور مال وغیرہ کی ہلاکت سے بچنے کے لئے ان اسباب اور ذرائع کو ختم کرنا انتہائی اہمیت کا حامل ہے جو نقصان کی وجہ بنتے ہیں، لہٰذا نیک اعمال کو بچانے کے لئے گناہوں سے بچنا ہوگا، معاشرتی اقدار کی حفاظت کے لئے فحاشی، عریانی، بے حیائی اور ان کے ذرائع کو ختم کرنا ہوگا۔ اگر غور کریں تو نقصان سے بچنے کے لئے اس کے ذرائع اور اسباب کو ختم کرنے کی سینکڑوں مثالیں ہمارے سامنے آسکتی ہیں اور دینِ اسلام کے احکام کی حکمتیں بھی ہم پر واضح ہوسکتی ہیں۔

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۚ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے

اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے پہلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اے نبی کے گھر والو! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب صاف ستھرا کر دے۔

﴿وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔﴾ یعنی اے میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواج! تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور اپنی رہائش گاہوں میں سکونت پذیر رہو (اور شرعی ضرورت کے بغیر گھروں سے باہر نہ نکلو۔) یاد رہے کہ اس آیت میں خطاب اگرچہ ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کو ہے لیکن اس حکم میں دیگر عورتیں بھی داخل ہیں۔ [1]

ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ اور گھر سے باہر نکلنا

ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ نے اس حکم پر کس حد تک عمل کیا، اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ امام محمد بن سیرین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: مجھے بتایا گیا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زوجہ مطہرہ حضرت سودہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے کہا گیا: آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ نہ حج کرتی ہیں اور نہ عمرہ کرتی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے حج بھی کیا ہے اور عمرہ بھی کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں گھر میں رہوں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں دوبارہ گھر سے نہیں نکلوں گی۔ راوی کا بیان ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! وہ اپنے دروازے سے باہر نہ آئیں یہاں تک کہ وہاں سے آپ کا جنازہ ہی نکالا گیا۔ [2]

اللہ تعالیٰ ہماری ماں کے درجات بلند فرمائے اور مسلمان خواتین کو ان کی سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

عورت، چار دیواری اور اسلام

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو یہ حکم ارشاد فرمایا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں ٹھہری رہا کریں اور شرعی ضرورت وحاجت کے بغیر اپنے گھر سے باہر نہ نکلیں اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عورتوں کے اس عمل کی فضیلت بھی بیان فرمائی

1 ......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٣٣، ١٧٠/٧.

2 ......در منثور، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٣٣، ٥٩٩/٦-٦٠٠.

ہے، چنانچہ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ عورتیں رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مرد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد میں شریک ہو کر فضیلت لے گئے اور ہمارا تو کوئی ایسا عمل نہیں جسے بجا لا کر ہم مجاہدین کا درجہ پا سکیں؟ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان سے ارشاد فرمایا: ’’تم میں سے جو اپنے گھر میں ٹھہری رہے وہ ان مجاہدین کا درجہ پائے گی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ (1)

اس روایت سے ہمارے معاشرے کی ان عورتوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو بلاضرورتِ شرعی گھروں سے باہر نکلتی اور گھومتی پھرتی ہیں اور بازاروں کی رونق بنی رہتی ہیں۔ اگر یہ عورتیں گھروں میں رہیں تو ان کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین کی طرح ثواب ملے۔

یادرہے کہ دینِ اسلام میں عورت کو گھر میں ٹھہری رہنے کا جو حکم دیا گیا اس سے مقصود یہ ہرگز نہیں کہ دینِ اسلام عورتوں کے لئے یہ چاہتا ہے کہ جس طرح پرندے پنجروں میں اور جانور باڑے میں زندگی بسر کرتے ہیں اسی طرح عورت بھی پرندوں اور جانوروں کی طرح زندگی بسر کرے، بلکہ اسے یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ اس میں اس کی عزت وعصمت کا تَحَفُّظ زیادہ ہے۔ اسے آسان انداز میں یوں سمجھئے کہ جس کے پاس قیمتی ترین ہیرا ہو وہ اسے لے کر سرِ عام بازاروں میں نہیں گھومتا بلکہ اسے مضبوط سے مضبوط لاکر میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے تا کہ اس کی یہ دولت محفوظ رہے اور کوئی لٹیرا اسے لوٹنے کی کوشش نہ کرے اور اس کا یہ عمل عقلِ سلیم رکھنے والوں کی نظر میں بہت اچھا اور قابلِ تعریف ہے اور اس کی بجائے اگر وہ شخص اپنا قیمتی ترین ہیرا لے کر سرِ عام بازاروں میں گھومنا شروع کر دے اور لوگوں کی نظر اس ہیرے پر آسانی سے پڑتی رہے تو عین ممکن ہے کہ اسے دیکھ کر کسی کی نیت خراب ہو جائے اور وہ اسے لوٹنے کی کوشش کرے اور ایسے شخص کو جاہل اور بیوقوف جیسے خطابات سے نوازا جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قیمتی ہیرے کا زیادہ تحفظ اسے مضبوط لاکر کے اندر رکھنے میں ہے نہ کہ اسے لے کر سرِ عام گھومنے میں اور اسی طرح عورت کی عصمت کا زیادہ تحفظ اس کا گھر کے اندر رہنے میں ہے نہ کہ غیر مردوں کے سامنے آنے اور ان کے درمیان گھومنے میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خود کو دانشور کہلانے والے وہ لوگ حقیقت میں دانش وحکمت سے نہایت دور ہیں جو دینِ اسلام کے اس حکم کے بنیادی مقصد کو پسِ پُشت ڈال کر اور

1 ......مسند البزار، مسند ابی حمزة انس بن مالك رضی اللّٰہ عنه، ١٣/٣٣٩، الحديث: ٦٩٦٢.

کافروں کے طرزِ زندگی سے مرعوب ومغلوب ہو کر غلامانہ ذہنیت سے اعتراضات کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ لوگوں کی نظر میں اسلام کے احکام کی قدر ختم ہو جائے، عورت اسلامی احکام کو اپنے حق میں سزا تصور کرے اور وہ اپنی عصمت جیسی قیمتی ترین دولت تک لٹیروں کے ہاتھ پہنچنے کی ہر رکاوٹ دور کر دے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسلامی احکام کے مقاصد سمجھنے، ان پر عمل کرنے، عورت کی عفت وعصمت کے دشمنوں کے عزائم کو سمجھنے اور ان سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى: اور بے پردہ نہ رہو جیسے پہلی جاہلیت کی بے پردگی۔﴾ یعنی جس طرح پہلی جاہلیت کی عورتیں بے پردہ رہا کرتی تھیں اس طرح تم بے پردگی کا مظاہرہ نہ کرو۔

اگلی اور پچھلی جاہلیت سے کون سا زمانہ مراد ہے؟

اگلی اور پچھلی جاہلیت کے زمانے سے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ اگلی جاہلیت سے مراد اسلام سے پہلے کا زمانہ ہے، اس زمانے میں عورتیں اتراتی ہوئی نکلتی اور اپنی زینت اور محاسن کا اظہار کرتی تھیں تاکہ غیر مرد انہیں دیکھیں، لباس ایسے پہنتی تھیں جن سے جسم کے اعضاء اچھی طرح نہ ڈھکیں اور پچھلی جاہلیت سے آخری زمانہ مراد ہے جس میں لوگوں کے افعال پہلوں کی مثل ہو جائیں گے۔ (1)

اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ اور پردہ

اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ پردے کا خوب اہتمام کرتی تھیں، یہاں ان کے پردے کا حال ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ہم اَزواجِ مُطَہَّرات کے پاس سے سواروں کے قافلے گزرتے تھے اور ہم (حج کے سفر میں) تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ احرام کی حالت میں تھیں، جب سوار ہمارے سامنے سے گزرنے لگتے تو ہم میں سے ہر ایک اپنی چادر کو اپنے سر سے لٹکا کر چہرے کے سامنے کر لیتی اور جب وہ آگے بڑھ جاتے تو ہم چہرہ کھول لیتی تھیں۔ (2)

اللہ تعالیٰ اُمت کی ان مقدس ماؤں کے درجات بلند فرمائے اور ایک طرح سے ان کی بیٹیوں میں داخل مسلم

---

1 ......خازن، الاحزاب، تحت الآية: ۳۳، ۴۹۹/۳، جلالين، الاحزاب، تحت الآية: ۳۳، ص۳۵۴، ملتقطاً.

2 ......ابو داؤد، كتاب المناسك، باب في المحرمة تغطي وجهها، ۲۴۱/۲، الحديث: ۱۸۳۳.

خواتین کو اپنی ماؤں کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

بے پردہ اور بے حیا عورتوں کا انجام

شرم و حیاء سے عاری اور بے پردہ عورتوں کا دُنیَوی انجام تو ہر کوئی معاشرے میں اپنی نگاہوں سے دیکھ سکتا ہے کہ عزت دار اور با حیا طبقے میں ان کی کوئی قدر نہیں ہوتی، لوگ انہیں اپنی ہوس بھری نگاہوں کا نشانہ بناتے ہیں، ان پر آوازیں کستے اور ان سے چھیڑ خوانی کرتے ہیں، لوگوں کی نظر میں ان کی حیثیت نفس کی خواہش اور ہوس پوری کرنے کا ذریعہ ہونے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ ہوس پوری ہو جانے کے بعد وہ عورت سے لاتعلق ہو جاتے ہیں اور بہت سے لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ ایسی عورت خود طرح طرح کے خطرناک اَمراض کا شکار ہو جاتی ہے اور آخر کار عبرتناک موت سے دوچار ہو کر قبر کی اندھیر نگری میں چلی جاتی ہے، یہ تو ان کا دُنیوی انجام ہے، اب یہاں ایسی عورتوں کا اُخروی انجام بھی ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ’’جہنمیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جنہیں میں نے (اپنے زمانے میں) نہیں دیکھا (بلکہ وہ میرے بعد والے زمانے میں ہوں گی) **(1)** وہ لوگ جن کے پاس گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو (ناحق) ماریں گے۔ **(2)** وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، مائل کرنے والی اور مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر موٹی اونٹنیوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے۔ یہ نہ جنت میں جائیں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ اس کی خوشبو بہت دور سے آتی ہوگی۔[1]

اس حدیث پاک میں عورتوں کے تین کام بیان ہوئے جن کی وجہ سے وہ جہنم میں جائیں گی،

(1)...... لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔ یعنی اپنے بدن کا کچھ حصہ چھپائیں گی اور کچھ حصہ ظاہر کریں گی تاکہ ان کا حسن و جمال ظاہر ہو یا اتنا باریک لباس پہنیں گی جس سے ان کا جسم ویسے ہی نظر آئے گا تو یہ اگرچہ کپڑے پہنے ہوں گی لیکن درحقیقت ننگی ہوں گی۔[2]

(2)...... مائل کرنے والی اور مائل ہونے والی ہوں گی۔ یعنی لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی

---

1 ......مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب النساء الکاسیات... الخ، ص۱۱۷۷، الحدیث: ۱۲۵(۲۱۲۸).

2 ......مرقاة المفاتیح، کتاب الدیات، باب ما لا یضمن من الجنایات، الفصل الاول، ۸۳/۷، تحت الحدیث: ۳۵۲۴.

طرف مائل ہوں گی یا دوپٹہ اپنے سر سے اور برقعہ اپنے منہ سے ہٹا دیں گی تا کہ ان کے چہرے ظاہر ہوں یا اپنی باتوں یا گانے سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف مائل ہوں گی۔

(3)......ان کے سر موٹی اونٹنیوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے۔ اس جملے کی تشریحات تو بہت ہیں لیکن بہتر تشریح یہ ہے کہ وہ عورتیں راہ چلتے وقت شرم سے سر نیچا نہ کریں گی بلکہ بے حیائی سے اونچی گردن سر اٹھائے ہر طرف دیکھتی لوگوں کو گھورتی چلیں گی، جیسے اونٹ کے تمام جسم میں کوہان اونچی ہوتی ہے ایسے ہی ان کے سر اونچے رہا کریں گے۔[1]

اگر غور کیا جائے تو ان تینوں میں سے وہ کون سی ایسی صورت ہے جو ہمارے معاشرے کی عورتوں میں نہیں پائی جاتی، ہمارے غیب کی خبریں دینے والے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صدیوں پہلے جو خبر دی وہ آج حرف بہ حرف پوری ہوتی نظر آ رہی ہے اور ہمارے معاشرے کی عورتوں کا حال یہ ہے کہ وہ لباس ایسے پہنتی ہیں جس سے ان کے جسم کا کچھ حصہ ڈھکا ہوتا ہے اور کچھ ننگا ہوتا ہے، یا ان کا لباس اتنا باریک ہوتا ہے جس سے ان کے جسم کی رنگت صاف نظر آ رہی ہوتی ہے، یا ان کا لباس جسم پر اتنا فٹ ہوتا ہے جس سے ان کی جسمانی ساخت نمایاں ہو رہی ہوتی ہے تو یہ بظاہر تو کپڑے پہنے ہوئی ہیں لیکن درحقیقت ننگی ہیں کیونکہ لباس پہننے سے مقصود جسم کو چھپانا اور اس کی ساخت کو نمایاں ہونے سے بچانا ہے اور ان کے لباس سے چونکہ یہ مقصود حاصل نہیں ہو رہا، اس لئے وہ ایسی ہیں جیسے انہوں نے لباس پہنا ہی نہیں اور ان کے چلنے، بولنے اور دیکھنے کا انداز ایسا ہوتا ہے جس سے وہ لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر رہی ہوتی ہیں اور خود کا حال بھی یہ ہوتا ہے کہ غیر مردوں کی طرف بہت مائل ہوتی ہیں، دوپٹے ان کے سر سے غائب ہوتے ہیں اور برقعہ پہننے والیاں نقاب منہ سے ہٹا کر چلتی ہیں تا کہ لوگ ان کا چہرہ دیکھیں۔ ایسی عورتوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور جہنم کی خوفناک سزاؤں سے ڈرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہماری عورتوں کو ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے اور اپنی بگڑی حالت سدھارنے کی توفیق نصیب کرے، اٰمین۔[2]

---

1 ......مرقاة المفاتيح، كتاب الديات، باب ما لا يضمن من الجنايات، الفصل الاول، ٧/٨٣-٨٤، تحت الحديث: ٣٥٢٤، ملخصاً.

2 ......پردے سے متعلق مفید معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی کتاب ''پردے کے بارے میں سوال جواب'' کا مطالعہ فرمائیں۔

دینِ اسلام عورت کی عصمت کا سب سے بڑا محافظ ہے

یادرہے کہ ایک باعزت اور حیادار عورت کے لئے اس کی عصمت سب سے قیمتی چیز ہے اور ایسی عورت کے نزدیک اپنی عصمت کی اہمیت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ وہ اسے لٹنے سے بچانے کے لئے اپنی جان تک قربان کر دیتی ہے اور ہر عقل مند انسان یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ جو چیز جتنی زیادہ قیمتی ہوتی ہے اس کی حفاظت کا اتنا ہی زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے حتّٰی کہ ان تمام اسباب اور ذرائع کو ختم کرنے کی بھی بھرپور کوشش کی جاتی ہے جو قیمتی ترین چیز کے لٹنے کا سبب بن سکتے ہوں اور دینِ اسلام میں چونکہ عورت کی عصمت کی اہمیت اور قدر انتہائی زیادہ ہے اس لئے دینِ اسلام میں اس کی حفاظت کا بھی بھرپور اہتمام کیا گیا ہے، جیسے دینِ اسلام میں عورتوں کو ایسے احکام دیئے گئے جن پر عمل نہ کرنا عورت کی عزت کیلئے خطرناک ہوسکتا ہے، مثلاً عورتوں نیز مردوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں، عورتوں سے فرمایا کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رکھیں، اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں، نیز دورِ جاہلیّت میں جیسی بے پردگی ہوا کرتی تھی ویسی بے پردگی نہ کریں، زمین پر اپنے پاؤں اس لئے زور سے نہ ماریں کہ ان کی اس زینت کا پتہ چل جائے جو انہوں نے چھپائی ہوئی ہے، غیر مردوں کو اپنی زینت نہ دکھائیں، اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں، غیر مرد سے کوئی بات کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو نرم و نازک لہجے اور انداز میں بات نہ کریں وغیرہ۔ پھر عورتوں کی عزت وعظمت بیان کرنے کیلئے قرآن میں فرمایا گیا کہ جو لوگ پاک دامن عورت پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور اسے شرعی طریقے سے ثابت نہ کرسکیں تو انہیں اَسّی کوڑے لگائے جائیں، ان کی گواہی کبھی نہ مانی جائے اور یہ لوگ فاسق ہیں۔ انجان، پاکدامن، ایمان والی عورتوں پر بدکاری کا بہتان لگانے والوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لیے قیامت کے دن بڑا عذاب ہے۔

ان اَحکام سے معلوم ہوا کہ دینِ اسلام عورت اور اس کی عصمت کا سب سے بڑا محافظ ہے اور اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو مسلمان کہلانے کے باوجود چادر اور چار دیواری کے تَقَدُّس کو پامال کر کے عورت کی آزادی کا نعرہ لگانے اور روشن خیالی کے نام پر عورت کو ہر جگہ کی زینت بنانے اور حقوقِ نسواں کے نام پر ہر شعبے میں عورت کو مرد کے شانہ بشانہ کھڑا کرنے کی کوششیں کر کے عورتوں سے کھیلنے کو آسان سے آسان تر بنانے میں مصروف ہیں اور ان عورتوں کو بھی نصیحت

حاصل کرنی چاہئے جو اپنی عزت و ناموس کے دشمنوں، بے علم دانشوروں کی چکنی چپڑی باتوں سے متاثر ہو کر خود کو خطرے پر پیش کرتی ہیں اور خود کو غیر محفوظ بناتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔﴾ یعنی اے میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مُطَهَّرات! تم نماز قائم رکھو جو کہ بدنی عبادات کی اصل ہے اور اگر تمہارے پاس مال ہو تو اس کی زکوٰۃ دو۔[1]

نوٹ: خیال رہے کہ یہ حکم عام ہے اور تمام عورتوں کے لیے یہی حکم ہے کہ وہ نماز پڑھیں، روزے رکھیں اور اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کریں۔

اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُنَّ اور عبادت

اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُنَّ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں خوب کوشش کیا کرتی تھیں، چنانچہ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا روزانہ بلاناغہ نمازِ تہجد پڑھنے کی پابند تھیں اور اکثر روزہ دار بھی رہا کرتی تھیں اور اُمُّ المؤمنین حضرت حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا کے بارے میں مروی ہے کہ آپ اکثر روزہ دار رہا کرتی تھیں اور تلاوتِ قرآن مجید اور دوسری قسم قسم کی عبادتوں میں مصروف رہا کرتی تھیں۔[2]

اللہ تعالیٰ اُمت کی ماؤں کی عبادات کا صدقہ ان کی روحانی بیٹیوں کو بھی نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ عبادات کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

نسبت پر بھروسہ کر کے نماز نہ پڑھنے اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کو نصیحت

یہاں اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُنَّ کو حکم دیا گیا کہ نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قرابت کے باعث اگر کوئی نماز اور زکوٰۃ کا تارک ہوگا تو اس سے کسی قسم کی پوچھ نہیں ہوگی۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ جو نماز نہیں پڑھتے، روزے بھی نہیں رکھتے اور فرض ہونے کے باوجود زکوٰۃ بھی نہیں دیتے اور انہیں جب عمل کرنے کی دعوت دی جاتی ہے تو نسبت کا بہانہ بنا دیتے ہیں کہ ہماری نسبت اچھوں کے ساتھ ہے اس لئے اگر ہم ان احکام پر عمل نہ کریں تو بھی ہمارا

1 ......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٣٣، ٧/ ١٧١.

2 ......سیرتِ مصطفیٰ، انیسواں باب، ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن، ص٦٦٠، ٦٦٢، ٦٦٣-٦٦٣۔

بیڑہ پار ہے۔

﴿وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ: اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔﴾ یعنی تمام احکامات اور ممنوعات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرو لہٰذا تم میں سے کسی کی شان کے لائق یہ بات نہیں کہ جس چیز کا اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حکم دیا تم اس کی مخالفت کرو۔[1]

نوٹ: یہ حکم عام ہے اور تمام عورتوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنے اور ان کی نافرمانی سے بچنے کا حکم ہے۔

اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کی فرمانبرداری

حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ فرائض اور سنتوں وغیرہ میں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خوب فرمانبرداری کیا کرتی تھیں حتّٰی کہ مُستحب احکام میں بھی ان کی اطاعت کا حال بے مثال تھا، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے لئے دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں مجھے آپ کی اَزواجِ مُطَہَّرات میں سے رکھے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم اس رتبے کی تمنا رکھتی ہو تو تمہیں چاہئے کہ کل کے لئے کھانا بچا کر نہ رکھو اور جب تک کسی کپڑے میں پیوند لگ سکتا ہے تب تک اسے بیکار نہ سمجھو۔ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فقر کو مالداری پر ترجیح دینے کی اس نصیحت پر اتنی عمل پیرا رہیں کہ (زندگی بھر) کبھی آج کا کھانا کل کے لئے بچا کر نہیں رکھا۔[2]

اللہ تعالیٰ اُمّہاتُ المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کی اطاعت وفرمانبرداری کا صدقہ مسلم خواتین کو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ: اے نبی کے گھر والو! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے۔﴾ یعنی اے میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے گھر والو! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ گناہوں

1 ......صاوی، الاحزاب، تحت الآیة: ٣٣، ١٦٣٨/٥.

2 ......مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم: ذکر ازواج مطہرات... الخ، ٤٧٢/٢-٤٧٣.

کی نجاست سے تم آلودہ نہ ہو۔[1]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہلِ بیت

اِس آیت میں اہلِ بیت سے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مُطَہَّرات سب سے پہلے مراد ہیں کیونکہ آگے پیچھے سارا کلام ہی اُن کے متعلق ہو رہا ہے۔ بقیہ نُفوسِ قُدسیہ یعنی خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہرا، حضرت علی المرتضٰی اور حسنین کریمین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا اہلِ بیت میں داخل ہونا بھی دلائل سے ثابت ہے۔

صدرالافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی کتاب ''سوانح کربلا'' میں یہ آیت لکھ کر اہلِ بیت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے مِصداق کے بارے میں مفسرین کے اَقوال اور اَحادیث نقل فرمائیں۔اس کے بعد فرماتے ہیں: ''خلاصہ یہ کہ دولت سرائے اقدس کے سکونت رکھنے والے اس آیت میں داخل ہیں (یعنی ازواجِ مُطَہَّرات) کیونکہ وہی اس کے مُخاطَب ہیں (اور) چونکہ اہلِ بیتِ نسب (نسبی تعلق والوں) کا مراد ہونا مخفی تھا، اس لئے آں سَرورِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے اس فعلِ مبارک (جس میں پنجتن پاک کو چادر میں لے کر ان کے لئے دعا فرمائی) سے بیان فرما دیا کہ مراد اہلِ بیت سے عام ہیں۔خواہ بیتِ مسکن کے اہل ہوں جیسے کہ اَزواج یا بیتِ نسب کے اہل (جیسے کہ) بنی ہاشم ومُطّلب۔[2]

تقویٰ اور پرہیزگاری کی ترغیب

امام عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''ان آیات (یعنی اس آیت اور اس کے بعد والی آیت) میں رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہلِ بیت کو نصیحت فرمائی گئی ہے تاکہ وہ گناہوں سے بچیں اور تقویٰ و پرہیزگاری کے پابند رہیں۔ یہاں گناہوں کو ناپاکی سے اور پرہیزگاری کو پاکی سے تشبیہ دی گئی کیونکہ گناہوں کا مُرتکب اُن سے ایسے ہی مُلَوَّث ہوتا ہے جیسے جسم نجاستوں سے آلودہ ہوتا ہے اور اس طرزِ کلام سے مقصود یہ ہے کہ عقل رکھنے والوں کو گناہوں سے نفرت دلائی جائے اور تقویٰ و پرہیزگاری کی ترغیب دی جائے۔[3]

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

1 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٣٣، ص ٩٤٠، ملخصاً.

2 ......سوانح کربلا، اہل بیت نبوت، ص٨٢۔

3 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٣٣، ص ٩٤٠-٩٤١.

كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت بیشک اللہ ہر باریکی جانتا خبردار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کی آیات اور حکمت یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔ بیشک اللہ ہر باریکی کو جاننے والا، خبردار ہے۔

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ: اور اللہ کی آیات اور حکمت یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔﴾ اس آیت میں بھی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ سے خطاب فرمایا گیا کہ تمہارے گھروں میں جو قرآنِ مجید کی آیتیں نازل ہوتی ہیں اور تم رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے جن اَحوال کا مشاہدہ کرتی ہو اور ان کے جن ارشادات کو سنتی ہو انہیں یاد رکھا کرو اور موقع کی مناسبت سے وعظ و نصیحت کے طور پر لوگوں کے سامنے انہیں بیان کرتی رہو۔ یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ کی آیات سے مراد قرآن مجید کی آیتیں ہیں اور حکمت کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سنت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے قرآن کریم کے اَحکام اور مَواعظ مراد ہیں۔ (1)

اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ اور اَحادیث کا بیان

اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے احوال کو بڑے قریب سے دیکھا اور ان کے عمومی ارشادات اور بطورِ خاص گھریلو زندگی سے متعلق فرامین کو انتہائی توجہ سے سنا اور انہیں امت تک پہنچانے کا فریضہ بڑی خوبی سے ادا فرما کر امت پر عظیم احسان فرمایا، انہوں نے سیِّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے جو اَحوال اور ارشادات امت تک پہنچائے، یہاں اس کی 3 مثالیں ملاحظہ ہوں،

(1)......اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: جب کبھی رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1......قرطبی، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۴، ۷/ ۱۳۴-۱۳۵، الجزء الرابع عشر، خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۴، ۳/ ۴۹۹، ملتقطاً۔

وَسَلَّمَ ظہر سے پہلے چار سنتیں نہ پڑھ پاتے تو انہیں بعد میں (یعنی ظہر کے فرض پڑھنے کے بعد) پڑھ لیا کرتے تھے۔[1]

(2)......اُمُّ المومنین حضرت حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ''جب رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹ کر تین مرتبہ یہ دعا پڑھتے ''رَبِّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ'' اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، تو مجھے اپنے عذاب سے بچا جس دن تو اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کھانا کھانے، پانی پینے، وضو کرنے، کوئی چیز لینے اور کچھ دینے کے لئے اپنا دایاں ہاتھ استعمال فرماتے تھے اور دیگر کاموں کے لئے بائیں ہاتھ کا استعمال فرماتے تھے۔[2]

(3)......اُمُّ المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی: میرے والد بوڑھے ہیں اور وہ حج کرنے کی اِستطاعت نہیں رکھتے۔ ارشاد فرمایا: ''اس بارے میں تیری کیا رائے ہے کہ اگر تیرے والد پر قرض ہوتا اور تو ان کی طرف سے قرض ادا کر دیتا تو وہ تجھ سے قبول کر لیا جاتا؟ اس نے عرض کی: جی ہاں، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تو اللّٰہ تعالٰی سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے، تم اپنے والد کی طرف سے حج کرو۔[3]

آیت '' وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ '' سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......قرآن مجید کی آیات اور اَحادیث کو یاد کرنا اور دوسروں کو یاد دلاتے رہنا چاہئے تاکہ شریعت کے اَحکام کا علم ہو۔

(2)...... ہر مسلمان کو اپنے گھر میں قرآن مجید کی تلاوت اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنتوں کا تذکرہ کرتے رہنا چاہئے۔

(3)......بعض اوقات دوسروں سے بھی قرآن پاک کی آیات سننی چاہئیں۔

اللّٰہ تعالٰی ہمیں ان تینوں باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب منه آخر، ١/٤٣٥، الحدیث: ٤٢٦.

2 ......مسند امام احمد، حدیث حفصة ام المؤمنین... الخ، ١٠/١٦٧، الحدیث: ٢٦٥٢٦.

3 ......مسند امام احمد، حدیث سودة بن زمعة رضی الله عنها، ١٠/٣٩٨، الحدیث: ٢٧٤٨٧.

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَ الْخٰشِعِیْنَ وَ الْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِیْنَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآىٕمِیْنَ وَ الصّٰٓىٕمٰتِ وَ الْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرماں بردار اور فرماں برداریں اور سچے اور سچیاں اور صبر والے اور صبر والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے اور صبر کرنے والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے رکھنے والے اور روزے رکھنے والیاں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کرنے والے اور حفاظت کرنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

﴿اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ: بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں۔﴾ شانِ نزول: حضرت اسماء بنتِ عُمیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا جب اپنے شوہر حضرت جعفر بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ حبشہ سے واپس آئیں تو ازواجِ مُطَہَّرات

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡھُنَّ سے مل کر انہوں نے دریافت کیا کہ کیا عورتوں کے بارے میں بھی کوئی آیت نازل ہوئی ہے۔ اُنہوں نے فرمایا: نہیں، تو حضرت اسماء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡھَا نے حضورپُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، عورتیں تو بڑے نقصان میں ہیں۔ ارشاد فرمایا: کیوں؟ عرض کی: ان کا ذکر (قرآن میں) خیر کے ساتھ ہوتا ہی نہیں جیسا کہ مردوں کا ہوتا ہے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ان کے دس مراتب مردوں کے ساتھ ذکر کئے گئے اور ان کے ساتھ ان کی مدح فرمائی گئی۔

مردوں کے ساتھ عورتوں کے دس مراتب

اس آیت میں مردوں کے ساتھ عورتوں کے جو دس مراتب بیان ہوئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے،

(1)......وہ مرد اور عورتیں جو کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کی اور ان احکام کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

(2)......وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کی تصدیق کی اور تمام ضروریاتِ دین کو مانا۔

(3)......وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے عبادات پر مُداوَمت اختیار کی اور انہیں (ان کی حدود اور شرائط کے ساتھ) قائم کیا۔

(4)......وہ مرد اور عورتیں جو اپنی نیت، قول اور فعل میں سچے ہیں۔

(5)......وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے نفس پر انتہائی دشوار ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے طاعتوں کی پابندی کی، ممنوعات سے بچتے رہے اور مَصائب و آلام میں بے قراری اور شکایت کا مظاہرہ نہ کیا۔

(6)......وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے طاعتوں اور عبادتوں میں اپنے دل اور اعضاء کے ساتھ عاجزی و اِنکساری کی۔

(7)......وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے مال میں سے اس کی راہ میں فرض اور نفلی صدقات دیئے۔

(8)......وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے فرض روزے رکھے اور نفلی روزے بھی رکھے۔ منقول ہے کہ جس نے ہر ہفتہ ایک درہم صدقہ کیا وہ خیرات کرنے والوں میں اور جس نے ہر مہینے اَیّامِ بِیض (یعنی قمری مہینے کی 13، 14، 15 تاریخ) کے تین روزے رکھے وہ روزے رکھنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

(9)......وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے اپنی عفت اور پارسائی کو محفوظ رکھا اور جو حلال نہیں ہے اس سے بچے۔

(10)......وہ مرد اور عورتیں جو اپنے دل اور زبان کے ساتھ کثرت سے **اللہ** تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ بندہ کثرت سے ذکر کرنے والوں میں اس وقت شمار ہوتا ہے جب کہ وہ کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں **اللہ** تعالیٰ کا ذکر کرے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو عورتیں اسلام، ایمان اور طاعت میں، قول اور فعل کے سچا ہونے میں، صبر، عاجزی وانکساری اور صدقہ وخیرات کرنے میں، روزہ رکھنے اور اپنی عفت و پارسائی کی حفاظت کرنے میں اور کثرت کے ساتھ **اللہ** تعالیٰ کا ذکر کرنے میں مردوں کے ساتھ ہیں، تو ایسے مردوں اور عورتوں کے لئے **اللہ** تعالیٰ نے ان کے اعمال کی جزا کے طور پر بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی کثرت سے متعلق دو باتیں

اس آیت میں مردوں اور عورتوں کے **10** مراتب ایک ساتھ بیان ہوئے جن کا بیان اوپر ہو چکا، یہاں دسویں مرتبے ''**اللہ** تعالیٰ کے ذکر کی کثرت'' کے بارے میں دو باتیں ملاحظہ ہوں:

(1)......ذکر میں تسبیح پڑھنا، **اللہ** تعالیٰ کی حمد بیان کرنا، کلمہ طیبہ کا ورد کرنا، اَللّٰہُ اَکْبَر کہنا، قرآن مجید کی تلاوت کرنا، دین کا علم پڑھنا اور پڑھانا، نماز ادا کرنا، وعظ ونصیحت کرنا، میلاد شریف اور نعت شریف پڑھنا سب داخل ہیں۔

(2)......ذکر کی کثرت کی صورتیں مختلف لوگوں کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں، اور اس کی سب سے کم صورت یہ ہے کہ اَصحابِ بدر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی تعداد کے برابر یعنی **313** مرتبہ تسبیح وغیرہ پڑھ لینا کثرت میں شمار ہوتا ہے۔

کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے تین فضائل

یہاں **اللہ** تعالیٰ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرنے کے فضائل پر مشتمل **3** اَحادیث ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مکہ کے راستہ میں جا رہے تھے کہ ایک پہاڑ کے قریب سے گزرے جسے **جُمْدَان** کہا جاتا ہے، اس وقت صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے ارشاد فرمایا: ''چلو یہ **جُمْدَان** ہے، سبقت لے گئے جدا رہنے والے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ **اللہ**! صَلَّی

1......ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیة: ۳۵، ۴/۳۲۱، مدارك، الاحزاب، تحت الآیة: ۳۵، ص۹۴۱، خازن، الاحزاب، تحت الآیة: ۳۵، ۳/۵۰۰، ملتقطاً.

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، الگ رہنے والے کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی بہت یاد کرنے والے مرد اور عورتیں۔'' (1)

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جدا رہنے والے سب سے آگے بڑھ گئے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے عرض کی: جدا رہنے والے کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مُستَغرق لوگ۔ ذکر نے ان کے بوجھ ان سے اتار دیئے پس وہ قیامت کے دن ہلکے پھلکے آئیں گے۔'' (2)

(3)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا گیا: کون سے بندے اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل اور قیامت کے دن بلند درجے والے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور بہت ذکر کرنے والی عورتیں۔ عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان کا درجہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں سے بھی زیادہ ہوگا؟ ارشاد فرمایا ''اگر کوئی شخص مشرکین اور کفار پر اتنی تلوار چلائے کہ تلوار ٹوٹ جائے اور خون میں رنگ جائے تب بھی کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا اس سے درجے میں زیادہ ہوگا۔'' (3)

اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور عورتوں کو کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے

---

1 ......مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب الحث علی ذکر اللّٰہ تعالی، ص۱۴۳۹، الحدیث: ٤(٢٦٧٦).

2 ......ترمذی، احادیث شتی، باب فی العفو والعافیۃ، ٥/٣٤٢، الحدیث: ٣٦٠٧.

3 ......مشکاۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب ذکر اللّٰہ عزوجل والتقرب الیہ، الفصل الثالث، ١/٤٢٧، الحدیث: ٢٢٨٠.

معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی بہکا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور کسی مسلمان مرد اور عورت کیلئے یہ نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ فرما دیں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار باقی رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو وہ بیشک صریح گمراہی میں بھٹک گیا۔

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّلَا مُؤۡمِنَةٍ: اور کسی مسلمان مرد اور عورت کیلئے یہ نہیں ہے کہ۔﴾ شانِ نزول: مفسرین فرماتے ہیں کہ حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسلام کا سورج طلوع ہونے سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خرید کر آزاد فرمایا اور انہیں اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا تھا۔ حضرت زینب بنتِ جحش رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا جو حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پھوپھی امیمہ بنتِ عبد المُطّلب کی بیٹی تھیں، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نکاح کا پیغام دیا، شروع میں تو یہ اس گمان سے راضی ہوگئیں کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے لئے پیغام دیا ہے لیکن جب معلوم ہوا کہ حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے رشتہ طلب فرمایا ہے تو انکار کردیا اور عرض کر بھیجا کہ یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں حضور کی پھوپھی کی بیٹی ہوں اس لئے ایسے شخص کے ساتھ نکاح پسند نہیں کرتی۔ ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بھی اسی بنا پر انکار کیا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور اسے سن کر دونوں بہن بھائی راضی ہوگئے اور حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نکاح ہوگیا۔[1]

آیت " وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّلَا مُؤۡمِنَةٍ " سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......آدمی پر رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت ہر حکم میں واجب ہے۔

(2)......حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقابلے میں کوئی اپنے نفس کا بھی خود مختار نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کا شانِ نزول

1......قرطبی، الاحزاب، تحت الآیة: ٣٦، ٧/ ١٣٦-١٣٧، الجزء الرابع عشر، خازن، الاحزاب، تحت الآیة: ٣٦، ٣/ ٥٠١، ملتقطاً.

لکھنے کے بعد فرماتے ہیں ’’ظاہر ہے کہ کسی عورت پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے فرض نہیں کہ فلاں سے نکاح پر خواہی نخواہی راضی ہوجائے خصوصاً جبکہ وہ اس کا کُفو (یعنی ہم پلہ) نہ ہو خصوصاً جبکہ عورت کی شرافتِ خاندان کواکبِ ثریا (یعنی ثریا ستاروں) سے بھی بلند وبالاتر ہو، بایں ہمہ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دیا ہوا پیام نہ ماننے پر رَبُّ الْعِزَّۃ جَلَّ جَلَالُہٗ نے بعینہٖ وہی الفاظ ارشاد فرمائے جو کسی فرضِ اِلٰہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے فرض) کے ترک پر فرمائے جاتے اور رسول کے نام پاک کے ساتھ اپنا نامِ اقدس بھی شامل فرمایا یعنی رسول جو بات تمہیں فرمائیں وہ اگر ہمارا فرض نہ تھی تو اب ان کے فرمانے سے فرضِ قطعی ہوگئی، مسلمانوں کو اس کے نہ ماننے کا اصلاً اختیار نہ رہا، جو نہ مانے گا صریح گمراہ ہوجائے گا، دیکھو رسول کے حکم دینے سے کام فرض ہوجاتا ہے اگرچہ فی نفسہ خدا کا فرض نہ تھا ایک مباح وجائز امر تھا۔[1]

(3)...... نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم اور آپ کے مشورے میں فرق ہے، حکم پر سب کو سر جھکانا پڑے گا اور مشورہ قبول کرنے یا نہ کرنے کا حق ہوگا۔ اسی لئے یہاں: ’’**اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا**‘‘ یعنی جب اللہ ورسول کچھ حکم فرمادیں۔‘‘ فرمایا گیا اور دوسری جگہ ارشاد ہوا: ’’**وَ شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ**‘‘[2] **ترجمۂ کنزُالعِرفان**: اور کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہو۔

شرعی احکام اور اختیاراتِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کی عطا سے شرعی احکام میں خود مختار ہیں۔ آپ جسے جو چاہے حکم دے سکتے ہیں، جس کے لئے جو چیز چاہے جائز یا ناجائز کر سکتے ہیں اور جسے جس حکم سے چاہے الگ فرما سکتے ہیں۔ کثیر صحیح اَحادیث میں اس کے شواہد موجود ہیں، یہاں ان میں سے 6 اَحادیث درج ذیل ہیں،

(1)...... جب حرمِ مکہ کی نباتات کو کاٹنا حرام فرمایا گیا تو حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے عرض کرنے پر اِذخر گھاس کاٹنے کو حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جائز فرما دیا۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرام فرمایا ہے، پس یہ مجھ

1...... فتاویٰ رضویہ، رسالہ: منیۃ اللبیب انّ التشریع بید الحبیب، ۳۰/۵۱۷-۵۱۸۔

2...... ال عمران: ۱۵۹.

سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ ہوا اور نہ کسی کے لئے میرے بعد حلال ہوگا، میرے لئے بھی دن کی ایک ساعت حلال ہوا، نہ اس کی گھاس اکھاڑی جائے، نہ اس کا درخت کاٹا جائے اور نہ اس کا شکار بھڑکایا جائے اور اعلان کرنے کے علاوہ اس کی گری ہوئی چیز نہ اٹھائی جائے۔ حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: اِذخر کے سوا کیونکہ وہ ہمارے سناروں اور قبروں کے کام آتی ہے۔ ارشاد فرمایا ''چلو اِذخر کے سوا (دوسری گھاس نہ اکھاڑی جائے۔)[1]

(2)......حضرت ابو بردہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے چھ مہینے کے بکری کے بچے کی قربانی کر لینا جائز کر دیا۔ چنانچہ حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ان کے ماموں حضرت ابو بردہ بن نیار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کر لی تھی، جب انہیں معلوم ہوا یہ کافی نہیں تو عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ تو میں کر چکا، اب میرے پاس چھ مہینے کا بکری کا بچہ ہے مگر سال بھر والے سے اچھا ہے۔ ارشاد فرمایا: ''اِس کی جگہ اُسے کر دو اور ہرگز اتنی عمر کی بکری تمہارے بعد دوسروں کی قربانی میں کافی نہ ہوگی۔''[2]

(3)......حضرت اُمِّ عطیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو ایک گھر کے مُردے پر بَین کر کے رونے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت اُمِّ عطیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں (جب عورتوں کی بیعت سے متعلق آیت اتری اور اس میں ہر گناہ سے بچنے کی شرط تھی کہ **لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ**، اور مردے پر بین کر کے رونا چیخنا بھی گناہ تھا) میں نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، فلاں گھر والوں کا اِستثناء فرما دیجئے کیونکہ انہوں نے زمانۂ جاہلیّت میں میرے ساتھ ہو کر میری ایک میت پر نوحہ کیا تھا تو مجھے ان کی میت پر نوحے میں ان کا ساتھ دینا ضروری ہے۔ سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اچھا وہ مُستثنٰی کر دیئے۔''[3]

(4)......حضرت اسماء بنت عُمیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو وفات کی عدت کے عام حکم سے الگ فرما دیا اور ان کی عدت چار مہینے دس دن کی بجائے تین دن مقرر فرما دی۔ چنانچہ حضرت اسماء بنت عُمیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: جب حضرت جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شہید ہو گئے تو سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھے حکم دیا: تم تین دن تک (سنگار سے)

---

1 ......بخاری، کتاب الجنائز، باب الاذخر والحشیش فی القبر، ۱/۴۵۳، الحدیث: ۱۳۴۹.

2 ......بخاری، کتاب العیدین، باب التکبیر الی العید، ۱/۳۳۲، الحدیث: ۹۶۸.

3 ......مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحۃ، ص۴۶۶، الحدیث: ۳۳(۹۳۷).

رکی رہو، پھر جو چاہو کرو۔ [1]

(5)......ایک شخص کے لئے قرآن مجید کی سورت سکھا دینا مہر مقرر فرما دیا۔ چنانچہ حضرت ابونعمان ازدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک شخص نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے ارشاد فرمایا: مہر دو۔ اس نے عرض کی: میرے پاس کچھ نہیں۔ ارشاد فرمایا: کیا تجھے قرآنِ عظیم کی کوئی سورت نہیں آتی، وہ سورۃ سکھانا ہی اس کا مہر کر، اور تیرے بعد یہ مہر کسی اور کو کافی نہیں۔ [2]

نوٹ: یاد رہے کہ قرآن مجید کی کوئی سورت سکھانا یا کوئی پارہ زبانی یاد کر کے عورت کو سنا دینا اس کا شرعی مہر نہیں ہوسکتا اگرچہ عورت اس کا تقاضا کرے اور اگر عورت کے مطالبے پر شوہر نے ایسا کر دیا تو وہ مہر کی ادائیگی سے بری الذِّمہ نہ ہوگا، اگر عقدِ نکاح میں اس چیز کا تَعَیُّن نہیں ہوا جو مہر بن سکتی ہے تو شوہر پر مہرِ مثل دینا لازم ہوگا، ہاں اگر عورت اپنی مرضی سے یوں کہے: اگر تم مجھے فلاں پارہ یا سورت یاد کر کے سنا دو تو میرا مہر تجھے معاف ہے، تو یہ جائز ہے۔

(6)......حضرت خزیمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی گواہی ہمیشہ کے لئے دو مَردوں کی گواہی کے برابر فرما دی۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا، وہ بیچ کر مکر گیا اور گواہ مانگا، جو مسلمان آتا اعرابی کو جھڑکتا کہ تیرے لئے خرابی ہو، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حق کے سوا کیا فرمائیں گے (مگر گواہی کوئی نہیں دیتا کیونکہ کسی کے سامنے کا واقعہ نہ تھا) اتنے میں حضرت خزیمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بارگاہ میں حاضر ہوئے اور گفتگو سن کر بولے: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہاتھ گھوڑا بیچا ہے۔ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم تو موقع پر موجود ہی نہیں تھے، پھر تم نے گواہی کیسے دی؟ عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں حضور کی تصدیق سے گواہی دے رہا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ ’’میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لایا ہوں اور یقین جانا کہ حضور حق ہی فرمائیں گے، میں آسمان و زمین کی خبروں پر حضور کی تصدیق کرتا ہوں تو کیا اس اعرابی کے مقابلے میں تصدیق نہ کروں گا۔ اس کے انعام میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیشہ ان کی گواہی دو مَرد کی گواہی کے برابر فرما دی اور ارشاد فرمایا: ’’خزیمہ

1......معجم الکبیر، اسماء بنت عمیس الخثعمیة من المهاجرات، عبد اللّٰہ بن شداد بن الهاد عن اسماء، ۲۴ / ۱۳۹، الحدیث: ۳۶۹.

2......شرح الزرقانی، الفصل الرابع فیما اختص به صلی اللّٰہ علیه وسلم من الفضائل والکرامات، ۷/۳۵۶، مختصراً.

جس کسی کے نفع خواہ ضرر کی گواہی دیں ایک انہیں کی گواہی کافی ہے۔ (1)

نوٹ: شرعی احکام میں سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اختیارات سے متعلق بہترین معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 30 ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے رسالے ”مُنیَۃُ اللَّبِیب اَنَّ التَّشْرِیعَ بِیَدِ الْحَبِیب“ (بیشک شرعی احکام اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اختیار میں ہیں) کا مطالعہ فرمائیں۔

وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَۚ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُؕ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًاؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنے کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا خوف رکھو پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکوں کی بیبیوں میں جب ان سے ان کا کام ختم ہو جائے اور اللہ کا حکم ہو کر رہنا۔

(1) ......ابو داؤد، کتاب الاقضیة، باب اذا علم الحاکم صدق الشاهد الواحد...الخ، ۳/۴۳۱، الحدیث: ۳۶۰۷، معجم الکبیر، خزیمة بن ثابت الانصاری... الخ، عمارة بن خزیمة بن ثابت عن ابیه، ۴/۸۷، الحدیث: ۳۷۳۰.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے محبوب! یاد کرو جب تم اس سے فرمارہے تھے جس پر **اللہ** نے انعام فرمایا اور جس پر آپ نے انعام فرمایا کہ اپنی بیوی اپنے پاس روک رکھ اور **اللہ** سے ڈر اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپارہے تھے جس کو **اللہ** ظاہر کرنے والا تھا اور تمہیں لوگوں کا اندیشہ تھا اور **اللہ** اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو پھر جب زید نے اس سے حاجت پوری کرلی تو ہم نے آپ کا اس کے ساتھ نکاح کردیا تا کہ مسلمانوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح کرنے) میں کچھ حرج نہ رہے جب ان سے اپنی حاجت پوری کرلیں اور **اللہ** کا حکم پورا ہوکر رہتا ہے۔

﴿وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ: اور اے محبوب! یاد کرو جب تم اس سے فرمارہے تھے جس پر اللہ نے انعام فرمایا۔﴾ اس آیت میں جس واقعے کی طرف اشارہ فرمایا گیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو **اللہ** تعالیٰ نے اسلام کی عظیم دولت سے نواز کر ان پر انعام فرمایا اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں آزاد کر کے اور ان کی پرورش فرما کر ان پر انعام اور احسان فرمایا۔ جب حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نکاح حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے ہو چکا تو حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس **اللہ** تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا آپ کی ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ میں داخل ہوں گی، **اللہ** تعالیٰ کو یہی منظور ہے۔ چنانچہ اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے درمیان موافقت نہ ہوئی اور حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی سخت انداز میں گفتگو، تیز زبانی، اطاعت نہ کرنے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی شکایت کی۔ ایسا بار بار اتفاق ہوا اور ہر بار حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو سمجھا دیتے اور ان سے ارشاد فرماتے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھو اور حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا پر تکبر کرنے اور شوہر کو تکلیف دینے کے الزام لگانے میں **اللہ** تعالیٰ سے ڈرو۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر یہ ظاہر نہیں فرماتے تھے کہ حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے ساتھ تمہارا گزارہ نہیں ہو سکے گا اور طلاق ضرور واقع ہوگی اور **اللہ** تعالیٰ انہیں ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ میں داخل کرے گا اور **اللہ** تعالیٰ کو یہ بات ظاہر کرنا منظور تھی۔ جب حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو طلاق دے دی تو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو لوگوں کی طرف سے اعتراض کئے جانے کا اندیشہ ہوا کہ **اللہ** تعالیٰ کا حکم تو حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے ساتھ نکاح کرنے کا ہے اور

ایسا کرنے سے لوگ طعنہ دیں گے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایسی عورت کے ساتھ نکاح کر لیا جوان کے منہ بولے بیٹے کے نکاح میں رہی تھی، اس پر آپ کو لوگوں کے بے جا اعتراضات کی پرواہ نہ کرنے کا فرمایا گیا۔ حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی عدت گزرنے کے بعد ان کے پاس حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا پیام لے کر گئے اور انہوں نے سر جھکا کر کمالِ شرم و ادب سے انہیں یہ پیام پہنچایا۔ حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا کہ میں اس معاملہ میں اپنی رائے کو کچھ بھی دخل نہیں دیتی، جو میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ کو منظور ہو میں اس پر راضی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں متوجہ ہوئیں اور انہوں نے نماز شروع کر دی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو اس نکاح سے بہت خوشی اور فخر ہوا اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس شادی کا ولیمہ بہت وسعت کے ساتھ کیا۔[1]

سورۂ اَحزاب کی آیت نمبر 37 سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے یہ باتیں معلوم ہوئیں،

یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں یہ نعمت دی ہے۔ نیز رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زیادہ شادیاں فرمانے کی ایک حکمت معاشرے میں رائج بری رسموں کا خاتمہ کرنا تھی، جیسے حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے نکاح فرما کر لوگوں کے درمیان رائج اس بری رسم کا خاتمہ کر دیا کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا حرام ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ منہ بولے بیٹے کی طلاق یافتہ بیوی سے نکاح کرنا جائز ہے جبکہ حرمت کی کوئی شرعی وجہ نہ ہو۔

حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا شرف

حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ شرف حاصل ہے کہ تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ میں سے صرف ان کا نام صراحت کے ساتھ قرآنِ کریم میں مذکور ہے اور دنیا و آخرت میں قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے والے انسان اور فرشتے آیت میں ان کا نام پڑھتے رہیں گے۔[2]

---

1 ......خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٣٧، ٣/٥٠١-٥٠٢، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٣٧، ص٩٤٢-٩٤٣، ملتقطاً.

2 ......صاوی، الاحزاب، تحت الآية: ٣٧، ٥/١٦٤٢.

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۙ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: نبی پر کوئی حرج نہیں اس بات میں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر فرمائی اللہ کا دستور چلا آ رہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: نبی پر اس بات میں کوئی حرج نہیں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر فرمائی۔ اللہ کا دستور چلا آ رہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے، اور اللہ کا ہر کام مقرر کی ہوئی تقدیر ہے۔

﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ: نبی پر اس بات میں کوئی حرج نہیں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر فرمائی۔﴿ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے جو حلال فرمایا اور انہیں منہ بولے بیٹے زید بن حارثہ کی طلاق یافتہ بیوی سے نکاح کرنے کا جو حکم دیا اس پر عمل کرنے میں میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کوئی حرج نہیں اور زیادہ شادیاں کرنا کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے تشریف لانے والے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں بھی اللہ تعالیٰ کا یہ دستور رہا ہے کہ ان کے نکاح کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھا اور انہیں نکاح کے معاملے میں امتیوں سے زیادہ وسعت عطا فرمائی اور اس سلسلے میں انہیں خاص احکام دیئے ہیں۔ (1)

حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا زیادہ شادیاں فرمانا مِنہاجِ نبوت کے عین مطابق تھا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام امت کو یہ بتا دیا کہ اس نے پچھلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرح اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر بھی نکاح کے معاملے میں وسعت فرمائی اور انہیں کثیر عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کثیر خواتین سے شادیاں

(1)......ابن کثیر، الاحزاب، تحت الآیة: ۳۸، ۶/۳۸۰، روح البیان، الاحزاب، تحت الآیة: ۳۸، ۷/۱۸۲، ملتقطاً.

فرمانا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خاص اجازت سے تھا اور آپ کا یہ عمل انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دستور کے برخلاف نہیں بلکہ اس کے عین مطابق تھا کیونکہ آپ سے پہلے تشریف لانے والے متعدد انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی ایک سے زیادہ شادیاں کی تھیں، قرآن مجید کے علاوہ بائبل میں بھی اس کا ذکر موجود ہے، چنانچہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تین شادیاں فرمائیں، آپ کی پہلی بیوی کے بارے بائبل میں ہے ’’اور ابرام سے ہاجرہ کے ایک بیٹا ہوا اور ابرام نے اپنے اس بیٹے کا نام جو ہاجرہ سے پیدا ہوا اسمٰعیل رکھا اور جب ابرام سے ہاجرہ کے اسمٰعیل پیدا ہوا تب ابرام چھیاسی برس کا تھا۔ [1]

آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دوسری بیوی سے اولاد کے بارے بائبل میں ہے ’’موسمِ بہار میں مُعَیَّن وقت پر میں تیرے پاس پھر آؤں گا اور سارہ کے بیٹا ہوگا۔ [2]

آپ کی تیسری بیوی اور ان سے ہونے والی اولاد کے بارے بائبل میں ہے ’’اور ابرہام نے پھر ایک اور بیوی کی جس کا نام قطورہ تھا اور اس سے زمران اور یقسان اور مدان اور مدیان اور اسباق اور سوخ پیدا ہوئے۔ [3]

حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چار شادیاں فرمائی تھیں، آپ کی پہلی زوجہ کے بارے بائبل میں ہے ’’تب لابن نے اس جگہ کے سب لوگوں کو بلا کر جمع کیا اور ان کی ضیافت کی اور جب شام ہوئی تو اپنی بیٹی لیاہ کو اس کے پاس لے آیا اور یعقوب اس سے ہم آغوش ہوا۔ [4]

دوسری زوجہ کے بارے بائبل میں ہے ’’اور لابن نے اپنی لونڈی زِلفہ اپنی بیٹی لیاہ کے ساتھ کر دی کہ اس کی لونڈی ہو۔ [5]

تیسری زوجہ کے بارے بائبل میں ہے ’’یعقوب نے ایسا ہی کیا کہ لیاہ کا ہفتہ پورا کیا، تب لابن نے اپنی بیٹی راخل بھی اسے بیاہ دی۔ [6]

چوتھی زوجہ بلہاہ کے بارے بائبل میں ہے ’’اور اپنی لونڈی بلہاہ اپنی بیٹی راخل کو دی کہ اس کی لونڈی ہو۔ [7]

---

1 ...... بائبل، پیدائش، باب ١٦، آیت نمبر: ١٥-١٦، ص ١٦۔
2 ...... بائبل، پیدائش، باب ١٨، آیت نمبر: ١٤، ص ١٧۔
3 ...... بائبل، پیدائش، باب ٢٥، آیت نمبر: ١-٢، ص ٢٤۔
4 ...... بائبل، پیدائش، باب ٢٩، آیت نمبر: ٢٢-٢٣، ص ٣٠۔
5 ...... بائبل، پیدائش، باب ٢٩، آیت نمبر: ٢٤، ص ٣٠۔
6 ...... بائبل، پیدائش، باب ٢٩، آیت نمبر: ٢٨، ص ٣٠۔
7 ...... بائبل، پیدائش، باب ٢٩، آیت نمبر: ٢٩، ص ٣٠۔

حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے بائبل میں ہے ’’اور اس کے پاس سات سو شاہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں۔ (1)

مذکورہ بالا تمام اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وہ ہیں جن پر یہودی اور عیسائی ایمان رکھتے ہیں، تو جس طرح ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی بنا پر ان انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تَقَدُّس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اسی طرح اس عمل کی وجہ سے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے تقدس اور آپ کی عظمت میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی، یونہی اگر ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی وجہ سے ان محترم اور مکرم ہستیوں پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا تو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ایک سے زیادہ شادیوں پر بھی کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

کثرتِ اَزواج کا ایک اہم مقصد

یاد رہے کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ایک سے زیادہ شادیاں فرمانا مَعَاذَ اللّٰہ تسکینِ نفس کے لئے ہرگز نہیں تھا کیونکہ اگر آپ کی شخصیت میں اس کا ادنیٰ سا شائبہ بھی موجود ہوتا تو آپ کے دشمنوں کو اس سے بہتر اور کوئی حربہ ہاتھ نہیں آسکتا تھا جس کے ذریعے وہ آپ کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے، آپ کے دشمن جادوگر، شاعر، مجنون وغیرہ الزامات تو آپ پر لگاتے رہے، لیکن کسی سخت سے سخت دشمن کو بھی ایسا حرف زبان پر لانے کی جرأت نہ ہوئی جس کا تعلق جذباتی بے راہ روی سے ہو۔ اسی طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی زندگی کے ابتدائی 25 سال انتہائی عفت اور پاکبازی کے ساتھ گزارے اور پچیس سال کے بعد جب نکاح فرمایا تو ہم عمر خاتون سے نکاح میں دشواری نہ ہونے کے باوجود ایک ایسی خاتون کو شرفِ زوجیت سے سرفراز فرمایا جو عمر میں آپ سے 15 سال بڑی تھیں اور آپ سے پہلے دو شوہروں کی بیوی رہ چکی تھیں، اولاد والی بھی تھیں اور نکاح کا پیغام بھی اس خاتون نے خود بھیجا تھا، پھر نکاح کے بعد پچاس سال کی عمر تک انہی کے ساتھ رہنے پر اِکتفا کیا اور اس دوران کسی اور رفیقۂ حیات کی خواہش تک نہ فرمائی اور جب حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے انتقال کے بعد آپ نے نکاح فرمایا تو کسی نوجوان خاتون سے نہیں بلکہ حضرت سودہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے نکاح فرمایا جو عمر کے لحاظ سے بوڑھی تھیں۔ یونہی اعلانِ نبوت کے بعد جب کفار کی طرف سے حسین ترین عورتوں سے شادی کی پیشکش کی گئی تو آپ نے اسے ٹھکرا دیا، نیز آپ نے جتنی خواتین کو زوجیت

---

(1) ...... بائبل، ۱۔ سلاطین، باب ۱۱، آیت نمبر: ۳، ص ۳۴۰۔

کا شرف عطا فرمایا ان میں صرف ایک خاتون اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کنواری تھیں بقیہ بیوہ یا طلاق یافتہ تھیں، یہ تمام شواہد اس بات کی دلیل ہیں کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ایک سے زیادہ شادیاں فرمانا تسکینِ نفس کے لئے ہرگز ہرگز نہ تھا، بلکہ آپ کے اس طرزِ عمل پر انصاف کی نظر سے غور کیا جائے تو ہر انصاف پسند آدمی پر یہ واضح ہو جائے گا کہ کثیر شادیوں کے پیچھے بے شمار ایسی حکمتیں اور مقاصد پوشیدہ تھے جن کا متعدد شادیوں کے بغیر پورا ہونا مشکل ترین تھا، یہاں اس کا ایک مقصد ملاحظہ ہو۔

خواتین اس امت کا نصف حصہ ہیں اور انسانی زندگی کے ان گنت مسائل ایسے ہیں جن کا تعلق خاص طور پر عورتوں کے ساتھ ہے اور فطرتی طور پر عورت اپنی نسوانی زندگی سے متعلق مسائل پر غیر محرم مرد کے ساتھ گفتگو کرنے سے شرماتی ہے، اسی طرح شرم وحیا کی وجہ سے عورتیں ازدواجی زندگی، حیض، نفاس اور جنابت وغیرہ سے متعلق مسائل کھل کر رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں پیش نہ کرسکتی تھیں اور حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اپنا حال یہ تھا کہ آپ کنواری عورت سے بھی زیادہ شرم وحیا فرمایا کرتے تھے۔ان حالات کی بنا پر حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایسی خواتین کی ضرورت تھی جو انتہائی پاک باز، ذہین، فطین، دیانت دار اور متقی ہوں تاکہ عورتوں کے مسائل سے متعلق جو احکامات اور تعلیمات لے کر نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مبعوث ہوئے تھے انہیں ان کے ذریعے امت کی عورتوں تک پہنچایا جائے، وہ مسائل عورتوں کو سمجھائے جائیں اور ان مسائل پر عمل کر کے دکھایا جائے اور یہ کام صرف وہی خواتین کرسکتی تھیں جو حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ازدواجی رشتے میں منسلک ہوں اور ہجرت کے بعد چونکہ مسلمانوں کی تعداد میں اس تیزی کے ساتھ اضافہ ہونا شروع ہوا کہ کچھ ہی عرصے میں ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی، اس لئے ایک زوجہ سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ تنہا ان ذمہ داریوں کو سرانجام دے سکیں گی۔

ایک امتی کی ذمہ داری

یہاں حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شادیوں سے متعلق جو کلام ذکر کیا اس سے مقصود کفار کی طرف سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت کے اس پہلو پر کئے جانے والے اعتراضات کو ذہنوں سے صاف کرنا تھا اور آج کے زمانے میں چونکہ فحاشی، عریانی اور بے حیائی عام ہے اور زیادہ شادیوں اور کم عمر عورت سے شادی کو معاشرے

میں غلط نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اس لئے ہر امتی کی یہ اہم ترین ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازدواجی زندگی کے ان پہلوؤں پر غور وفکر نہ کرے اور اس حوالے سے دماغ میں آنے والے وسوسوں کو یہ کہہ کر جھٹک دے کہ میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا امتی ہوں اور میرا یہ ایمان ہے کہ آپ کا کوئی عمل اللّٰہ تعالٰی کے حکم اور اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہوسکتا، لہٰذا میں شیطان کے وسوسوں پر کسی صورت کان نہیں دھر سکتا۔ اسی میں ایمان کی سلامتی ہے ورنہ اس بارے میں غور وفکر ایمان کے لئے شدید خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔

الَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ یَخْشَوْنَهٗ وَ لَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا(۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اللّٰہ کے پیام پہنچاتے اور اس سے ڈرتے اور اللّٰہ کے سوا کسی کا خوف نہ کرتے اور اللّٰہ بس ہے حساب لینے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو اللّٰہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللّٰہ کے سوا کسی کا خوف نہیں کرتے اور اللّٰہ کافی حساب لینے والا ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ: وہ جو اللّٰہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں۔﴾ اس آیت میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا وصف بیان فرمایا گیا کہ وہ اللّٰہ تعالٰی کے پیغامات بندوں تک پہنچاتے ہیں اور اپنے ہر عمل میں اس سے ڈرتے ہیں اور وہ اللّٰہ تعالٰی کے سوا کسی کا خوف نہیں کرتے اور اللّٰہ تعالٰی کے احکام پر عمل کرنے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے (جیسے یہاں حضرت زینب سے نکاح کے معاملے میں سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حکمِ الٰہی پر ہر خوف واندیشے کو دل سے نکال کر حکمِ خدا پر عمل کیا) اور اللّٰہ تعالٰی کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے اعمال کو محفوظ فرمانے اور لوگوں کا حساب لینے کے لئے کافی ہے تو اسی سے ہر ایک کو ڈرنا چاہئے۔ (1)

1 ......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۹، ۷ / ۱۸۲، خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۹، ۳ / ۵۰۳، مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۹، ص۹۴۳، ملتقطاً۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۠ (۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللّٰه کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللّٰه سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللّٰه کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں اور اللّٰه سب کچھ جاننے والا ہے۔

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں۔﴾ جب سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے حضرت زینب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا سے نکاح فرمالیا تو کفار اور منافقین یہ کہنے لگے کہ آپ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے! اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تم میں سے کسی کے باپ نہیں تو حضرت زید رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کے بھی آپ حقیقت میں باپ نہیں کہ ان کی مَنکوحہ آپ کے لئے حلال نہ ہوتی۔ یاد رہے کہ حضرت قاسم، طیب، طاہر اور ابراہیم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ حضور اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے حقیقی فرزند تھے مگر وہ اس عمر کو نہ پہنچے کہ انہیں رجال یعنی مرد کہا جائے کیونکہ وہ بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے۔ (آیت میں مذکر اولاد کی نفی نہیں بلکہ رجال یعنی بڑی عمر کے مردوں میں سے کسی کے باپ ہونے کی نفی ہے۔)[1]

﴿وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ: لیکن اللّٰه کے رسول ہیں۔﴾ آیت کے شروع کے حصہ میں فرمایا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن جیسے جسمانی باپ ہوتا ہے ایسے ہی روحانی باپ بھی ہوتا ہے تو فرمادیا کہ اگرچہ یہ مردوں میں سے کسی کے جسمانی باپ نہیں ہیں لیکن روحانی باپ ہیں یعنی اللّٰه کے رسول ہیں تو آیت کے اِس حصے

1 ......خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٤٠، ٣/٥٠٣، جلالین، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٤٠، ص٣٥٥، مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٤٠، ص٩٤٣، ملتقطاً.

سے مراد یہ ہوا کہ تمام رسول امت کو نصیحت کرنے، ان پر شفقت فرمانے، یونہی امت پر ان کی تعظیم وتوقیر اور اطاعت لازم ہونے کے اعتبار سے اُمت کے باپ کہلاتے ہیں بلکہ اُن کے حقوق حقیقی باپ کے حقوق سے بہت زیادہ ہوتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ امت ان کی حقیقی اولاد بن گئی اور حقیقی اولاد کے تمام احکام اس کے لئے ثابت ہو گئے بلکہ وہ صرف ان ہی چیزوں کے اعتبار سے امت کے باپ ہیں جن کا ذکر ہوا اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی چونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان کی حقیقی اولاد نہیں، تو ان کے بارے میں بھی وہی حکم ہے جو دوسرے لوگوں کے بارے میں ہے۔ [1]

﴿وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ: اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں۔﴾ یعنی محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آخری نبی ہیں کہ اب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور نبوت آپ پر ختم ہو گئی ہے اور آپ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی حتّٰی کہ جب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پہلے پا چکے ہیں مگر نزول کے بعد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے اور اسی شریعت پر حکم کریں گے اور آپ ہی کے قبلہ یعنی کعبہ معظّمہ کی طرف نماز پڑھیں گے۔ [2]

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا آخری نبی ہونا قطعی ہے

یاد رہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا آخری نبی ہونا قطعی ہے اور یہ قطعیّت قرآن وحدیث و اِجماعِ امت سے ثابت ہے۔ قرآن مجید کی صریح آیت بھی موجود ہے اور اَحادیث تَواتُر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں اور امت کا اِجماعِ قطعی بھی ہے، ان سب سے ثابت ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سب سے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں۔ جو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے وہ ختمِ نبوت کا منکر، کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ سچا اور اس کا کلام سچا، مسلمان پر جس طرح لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ ماننا، اللّٰہ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی کو اَحد، صَمد، لَاشَرِیْکَ لَہ (یعنی ایک، بے نیاز اور اس کا کوئی شریک نہ ہونا) جاننا فرضِ اوّل ومَناطِ ایمان ہے، یونہی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

[1]......خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۰، ۳/۵۰۳، مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۰، ص۹۴۳، ملتقطاً.

[2]......خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۰، ۳/۵۰۳.

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خَاتَمُ النَّبِیّٖن ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبیٔ جدید کی بِعْثَت کو یقیناً محال وباطل جاننا فرضِ اَجل وجزءِ اِیقان ہے۔" وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ " نصِ قطعی قرآن ہے، اس کا منکر نہ منکر بلکہ شبہ کرنے والا، نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے توہّم خلاف رکھنے والا، قطعاً اجماعاً کافر ملعون مُخَلَّد فِی النِّیْرَان (یعنی ہمیشہ کے لئے جہنمی) ہے، نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر، جو اس کے کافر ہونے میں شک وتَرَدُّد کو راہ دے وہ بھی کافر بَیِّنُ الْکَافِرِ جَلِیُّ الْکُفْرَان (یعنی واضح کافر اور اس کا کفر روشن) ہے۔[1]

خَتمِ نبوت سے متعلق 10 اَحادیث

یہاں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آخری نبی ہونے سے متعلق 10 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے بہت حسین وجمیل ایک گھر بنایا، مگر اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس کے گرد گھومنے لگے اور تعجب سے یہ کہنے لگے کہ اس نے یہ اینٹ کیوں نہ رکھی؟ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا میں (قصرِ نبوت کی) وہ اینٹ ہوں اور میں خَاتَمُ النَّبِیّٖن ہوں۔[2]

(2)......حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے میرے لیے تمام روئے زمین کو لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔ (اور اس حدیث کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ) عنقریب میری امت میں تیس کذّاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خَاتَمُ النَّبِیّٖن ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔[3]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

1......فتاویٰ رضویہ، رسالہ: جزاء اللّٰہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ، ۱۵/۶۳۰۔

2......مسلم، کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خاتم النبیین، ص۱۲۵۵، الحدیث: ۲۲(۲۲۸۶).

3......ابوداؤد، کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن ودلائلها، ٤/١٣٢، الحدیث: ٤٢٥٢.

’’مجھے چھ وجوہ سے انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر فضیلت دی گئی ہے۔(1) مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں۔ (2) رعب سے میری مدد کی گئی ہے۔(3) میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے۔(4) تمام روئے زمین کو میرے لیے طہارت اور نماز کی جگہ بنا دیا گیا ہے۔(5) مجھے تمام مخلوق کی طرف (نبی بنا کر) بھیجا گیا ہے۔(6) اور مجھ پر نبیوں (کے سلسلے) کو ختم کیا گیا ہے۔ [1]

(4)......حضرت جبیر بن مطعم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بیشک میرے متعدد نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالٰی میرے سبب سے کفر مٹاتا ہے، میں حاشر ہوں میرے قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا، میں عاقب ہوں اور عاقب وہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ [2]

(5)......حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور یہ بات بطورِ فخر نہیں کہتا، میں تمام پیغمبروں کا خاتَم ہوں اور یہ بات بطورِ فخر نہیں کہتا اور میں سب سے پہلی شفاعت کرنے والا اور سب سے پہلا شفاعت قبول کیا گیا ہوں اور یہ بات فخر کے طور پر ارشاد نہیں فرماتا۔ [3]

(6)......حضرت عرباض بن ساریہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بیشک میں اللہ تعالٰی کے حضور لوحِ محفوظ میں خاتَمُ النَّبِیّٖن (لکھا) تھا جب حضرت آدم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔ [4]

(7)......حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بے شک رسالت اور نبوت ختم ہوگئی، اب میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی۔ [5]

(8)......حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت

---

1 ......مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، ص٢٦٦، الحدیث: ٥(٥٢٣).

2 ......ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی اسماء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ٣٨٢/٤، الحدیث: ٢٨٤٩.

3 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ: احمد، ٦٣/١، الحدیث: ١٧٠.

4 ......مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث العرباض بن ساریة عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ٨٧/٦، الحدیث: ١٧١٦٣.

5 ......ترمذی، کتاب الرؤیا عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، باب ذھبت النبوّة وبقیت المبشّرات، ١٢١/٤، الحدیث: ٢٢٧٩.

علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہ تعالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے ارشاد فرمایا: ”اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی غَیْرَ اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ“ [1] یعنی کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم یہاں میری نیابت میں ایسے رہو جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب اپنے رب سے کلام کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی نیابت میں چھوڑ گئے تھے، ہاں یہ فرق ہے کہ حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نبی تھے جبکہ میری تشریف آوری کے بعد دوسرے کے لئے نبوت نہیں اس لئے تم نبی نہیں ہو۔

(9)......حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہ تعالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے شمائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دو کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی اور آپ خَاتَمُ النَّبِیِّیْن تھے۔ [2]

(10)......حضرت ابو امامہ باہلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں، لہٰذا تم اپنے رب کی عبادت کرو، پانچ نمازیں پڑھو، اپنے مہینے کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی خوش دلی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرو، اپنے حُکّام کی اطاعت کرو (اور) اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ [3]

نوٹ: حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ختمِ نبوت کے دلائل اور مُنکروں کے رد کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 14 ویں جلد میں موجود رسالہ ”اَلْمُبِیْن خَتْمُ النَّبِیِّیْن“ (حضور اقدس صَلَّی اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آخری نبی ہونے کے دلائل) اور 15 ویں جلد میں موجود رسالہ ”جَزَاءُ اللّٰہِ عَدُوَّہٗ بِاِبَائِہٖ خَتَمَ النُّبُوَّۃِ“ (ختم نبوت کا انکار کرنے والوں کا رد) مطالعہ فرمائیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کرو۔

1 ......مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علیّ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ۱۳۱۰، الحدیث: ۳۱(۲۴۰۴).

2 ......ترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۵/۳۶۴، الحدیث: ۳۶۵۸.

3 ......معجم الکبیر، صدی بن العجلان ابو امامۃ الباھلی... الخ، محمد بن زیاد الالھانی عن ابی امامۃ، ۸/۱۱۵، الحدیث: ۷۵۳۵.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!﴾ اس آیت میں ایمان والوں کو کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ذکر میں کلمہ طیبہ کا ورد کرنا، اللہ تعالیٰ کی حمد اور بڑائی بیان کرنا وغیرہ داخل ہے اور کثرت کے ساتھ ذکر کرنے سے (ایک) مراد یہ ہے کہ صبح ہو یا شام، سردی ہو یا گرمی تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، یونہی تم خشکی میں ہو یا سمندر میں، ہموار زمین پر ہو یا پہاڑوں پر تمام جگہوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، اسی طرح تم مسافر ہو یا نہ ہو، تندرست ہو یا بیمار ہو، لوگوں کے سامنے ہو یا تنہائی میں ہو، کھڑے ہو، بیٹھے ہو یا کروٹ کے بل لیٹے ہو، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، عبادت میں اخلاص کے ذریعے، عبادت قبول ہونے کی اور عبادت کی توفیق ملنے کی دعا کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، گناہوں سے باز آ کر اور ان سے توبہ و استغفار کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر کر کے اور مصیبت پر صبر کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ (1)

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے 3 فضائل

کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے فضائل اسی سورت کی آیت نمبر 35 کی تفسیر میں ذکر ہوئے اور یہاں آیت کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے فضائل پر 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے فضائل بھی معلوم ہوں اور اس میں رغبت بھی پیدا ہو۔

(1)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کسی شخص کا کوئی عمل ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زیادہ (اس کے حق میں) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دِلانے والا ہو۔ لوگوں نے عرض کی: کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد بھی نہیں؟ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد بھی ذکر کے مقابلے میں زیادہ نجات کا باعث نہیں مگر یہ کہ مجاہد اپنی تلوار سے (خدا کے دشمنوں پر) اس قدر وار کرے کہ تلوار ٹوٹ جائے۔ (2)

(2)......حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

---

1 ......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٤١، ١٩١/٧.

2 ......الدعوات الکبیر، باب ما جاء فی فضل الدعاء والذکر، ٨٠/١، الحدیث: ١٩.

’’کیا میں تمہیں ایسے بہترین اعمال نہ بتادوں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ستھرے اور تمہارے درجے بہت بلند کرنے والے اور تمہارے لیے سونا چاندی خیرات کرنے سے بہتر ہوں اور تمہارے لیے اس سے بھی بہتر ہو کہ تم دشمن سے جہاد کر کے تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہیں شہید کریں؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے عرض کی: جی ہاں۔ ارشاد فرمایا: ’’وہ عمل اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔‘‘(1)

(3)......حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا: مجاہدین میں سے کون اجر و ثواب میں سب سے بڑھ کر ہے؟ ارشاد فرمایا ’’ان میں سے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا ہے۔ اس نے عرض کی: روزہ رکھنے والوں میں سے کس کا اجر سب سے زیادہ ہے؟ ارشاد فرمایا ’’ان میں سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرنے والوں کا۔ پھر وہ نماز پڑھنے والوں، زکوٰۃ دینے والوں، حج کرنے والوں اور صدقہ دینے والوں کے بارے میں پوچھتے رہے تو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یہی ارشاد فرماتے رہے کہ ان میں سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ یاد کرنے والے کا اجر سب سے زیادہ ہے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا اے ابو حفص! اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے سب بھلائی لے گئے۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ہاں (وہ بھلائی لے گئے)۔(2)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر وقت اور ہر حال میں اپنا ذکر کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی 40 برکات

اَحادیث میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی بہت سی دینی اور دُنْیوی برکات بیان کی گئی ہیں، یونہی علماءِ کرام نے بھی اپنی کتابوں میں اس کی بہت سی برکات بیان کی ہیں، یہاں ان میں سے 40 برکات ملاحظہ ہوں،

(1) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اس کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ **(2)** اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔ **(3)** معرفتِ الٰہی کے دروازے کھلتے ہیں۔ **(4)** ذکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ یاد فرماتا ہے۔ **(5)** یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلاتا ہے۔ **(6)** بندے اور جہنم کے درمیان آڑ ہے۔ **(7)** ذکر کرنے والا قیامت کے

---

1 ......ترمذی، کتاب الدعوات عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ۷-باب منہ، ۵/۲۴۶، الحدیث: ۳۳۸۸.

2 ......مسند احمد، مسند المکیین، حدیث معاذ بن انس الجھنی رضی اللّٰہ تعالی عنہ، ۵/۳۰۸، الحدیث: ۱۵۶۱۴.

دن کی حسرت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔(8) یہ خود بھی سعادت مند ہوتا ہے اور اس کے ساتھ بیٹھنے والا بھی سعادت سے سرفراز ہوتا ہے۔(9) کثرت سے ذکر کرنا بدبختی سے امان ہے۔(10) کثرت سے ذکر کرنے والے بندے کو قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں افضل اور اَرفع درجہ نصیب ہوگا۔(11) سکینہ نازل ہونے اور رحمت چھا جانے کا سبب ہے۔(12) گناہوں اور خطاؤں کو مٹاتا ہے۔(13) اللّٰہ تعالیٰ کے ذکر کی برکت سے بندے کا نفس شیطان سے محفوظ رہتا اور شیطان اس سے دور بھاگتا ہے۔(14) غیبت، چغلی، جھوٹ اور فحش کلامی سے زبان محفوظ رہتی ہے۔(15) ذِکرُ اللّٰہ پر مشتمل کلام بندے کے حق میں مفید ہے۔(16) ذکر دنیا میں، قبر میں اور حشر میں ذکر کرنے والے کے لئے نور ہوگا۔(17) یہ دل سے غم اور حزن کو زائل کر دیتا ہے۔(18) دل کے لئے فرحت اور سُرور کا باعث ہے۔(19) دل کی حیات کا سبب ہے۔(20) دل اور بدن کو مضبوط کرتا ہے۔(21) چہرے اور دل کو منور کرتا ہے۔(22) دل اور روح کی غذا ہے۔(23) دل کا زنگ دور کرتا ہے۔(24) دل کی سختی ختم کر دیتا ہے۔(25) بیمار دلوں کے لئے شفا کا باعث ہے۔(26) ذکر کرنے والا زندہ کی طرح ہے اور نہ کرنے والا مردہ کی طرح ہے۔(27) ذکر آسان اور افضل عبادت ہے۔(28) ذکر کرنے سے اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت پر مدد ملتی ہے۔(29) مشکلات آسان ہوتی اور تنگیاں دور ہوتی ہیں۔(30) فرشتے ذکر کرنے والے کیلئے مغفرت طلب کرتے ہیں۔(31) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں۔(32) اللّٰہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے ذکر کرنے والوں کے ذریعے مباہات فرماتا ہے۔(33) کثرت سے ذکر کرنے والا منافق نہیں ہوسکتا۔(34) بندوں کے دل سے مخلوق کا خوف نکال دیتا ہے۔(35) ذکر شکر کی بنیاد ہے۔(36) ذکر کرنا رزق ملنے کا سبب ہے۔(37) ذکر میں مشغول رہنے والا مانگنے والوں سے زیادہ اللّٰہ تعالیٰ کی عطا پاتا ہے۔(38) کثرت سے ذکر کرنا فلاح و کامیابی کا سبب ہے۔(39) ہمیشہ ذکر کرنے والا جنت میں داخل ہوگا۔(40) ذکر کے حلقے دنیا میں جنت کے باغات ہیں۔

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں کثرت سے اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اس کی برکتیں نصیب فرمائے، اٰمین۔

وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور صبح وشام اس کی پاکی بولو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور صبح وشام اس کی پاکی بیان کرو۔

﴿وَسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا: اور صبح وشام اس کی پاکی بیان کرو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ صبح وشام ہر نقص وعیب سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو۔ یہاں صبح اور شام کا خاص طور پر ذکر اس لئے ہوا کہ یہ دونوں اوقات دن اور رات کے فرشتوں کے جمع ہونے کے وقت ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صبح اور شام یعنی دن کے دونوں اَطراف کا ذکر کرنے سے ذکر کی مُداوَمت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے، یعنی ہمیشہ ذکر کرو۔ نیز بعض مفسرین نے صبح وشام اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے پانچوں نمازوں کو ادا کرنا بھی مراد لیا ہے۔ (1)

هُوَ الَّذِيۡ يُصَلِّيۡ عَلَيۡكُمۡ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخۡرِجَكُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ؕ وَكَانَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَحِيۡمًا ﴿٤٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے کہ تمہیں اندھیریوں سے اُجالے کی طرف نکالے اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی (اللہ) ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لئے دعا کرتے ہیں تا کہ وہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف نکالے اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيۡ يُصَلِّيۡ عَلَيۡكُمۡ: وہی (اللہ) ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے۔﴾ **شانِ نزول:** حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب آیت ''اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِيِّ'' نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب آپ کو اللہ تعالیٰ کوئی فضل اور شرف عطا فرماتا ہے تو

1 ......روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ٤٢، ١٩٣/٧، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٤٢، ص٩٤٤، خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٤٢، ٥٠٤/٣، ملتقطاً.

ہم نیازمندوں کو بھی آپ کے طفیل میں نوازتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت ''اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ'' نازل فرمائی تو مہاجر اور انصار صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ شرف تو خاص آپ کے لئے ہے لیکن اس میں ہمارے لئے کوئی فضیلت نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا ''وہی اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں تاکہ وہ تمہیں اپنی رحمت اور فرشتوں کی دعا کے صدقے کفر، مَعصِیَت اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ کرنے کی اندھیریوں سے حق، ہدایت اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کی روشنی کی طرف ہدایت فرمائے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر مہربان ہے۔ (1)

آیت ''هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓىٕكَتُهٗ'' سے متعلق دو باتیں

یہاں اس آیت سے متعلق دو باتیں یاد رکھیں،

(1)......اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کو جو یہ شرف عطا فرمایا کہ وہ ایمان والوں پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے مسلمانوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں، یہ اس امت کے حق میں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور دیگر تمام امتوں سے افضل ہونے کی دلیل ہے۔

(2)......اللہ تعالیٰ صرف ان مسلمانوں پر ہی مہربان نہیں جو اس آیت کے نزول کے وقت تھے بلکہ اس میں تمام مسلمانوں کے لئے بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہے۔

تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِیْمًا ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے لیے ملتے وقت کی دعا سلام ہے اور ان کے لیے عزت کا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

(1)......خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٤٣، ٣/٤، ٥٠٥، قرطبی، الاحزاب، تحت الآية: ٤٣، ٧/١٤٦، الجزء الرابع عشر، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٤٣، ص٩٤٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن وہ اللہ سے ملاقات کریں گے اس وقت ان کے لیے ملتے وقت کا ابتدائی کلام سلام ہو گا اور اللہ نے ان کے لیے عزت کا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

﴿تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ: ان کے لیے ملتے وقت کا ابتدائی کلام سلام ہوگا۔﴾ ملتے وقت سے مراد یا موت کا وقت ہے یا قبروں سے نکلنے کا یا اس سے جنت میں داخل ہونے کا وقت مراد ہے۔ مروی ہے کہ حضرت عزرائیل عَلَیْهِ السَّلَام کسی مومن کی روح اس کو سلام کئے بغیر قبض نہیں فرماتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ جب حضرت عزرائیل عَلَیْهِ السَّلَام مومن کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو کہتے ہیں: تیرا ربّ تجھے سلام فرماتا ہے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ مومنین جب قبروں سے نکلیں گے تو فرشتے سلامتی کی بشارت کے طور پر انہیں سلام کریں گے۔ (1)

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی! بیشک ہم نے تمہیں گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا آفتاب بنا کر بھیجا۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا: اے نبی! بیشک ہم نے تمہیں گواہ بنا کر بھیجا۔﴾ آیت کے اس حصے میں نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا ایک وصف بیان فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا ہے۔ شاہد کا ایک معنی ہے حاضر و ناظر یعنی مشاہدہ فرمانے والا اور ایک معنی ہے گواہ۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ نے شاہد کا ترجمہ ''حاضر ناظر'' فرمایا ہے، اس کے بارے میں صدرالافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے

1 ......جمل، الاحزاب، تحت الآیة: ٤٤، ٦/١٨٠، خازن، الاحزاب، تحت الآیة: ٤٤، ٣/٤/٥٠٥، ملتقطاً.

ہیں: شاہد کا ترجمہ حاضر وناظر بہت بہترین ترجمہ ہے، مفرداتِ راغب میں ہے ’’اَلشُّھُوْدُ وَ الشَّھَادَۃُ اَلْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاھَدَۃِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِیْرَۃِ‘‘ یعنی شہود اور شہادت کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے، بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ۔ (1)

اگر اس کا معنی ’’گواہ‘‘ کیا جائے تو بھی مطلب وہی بنے گا جو اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ترجمے میں لکھا، کیونکہ گواہ کو بھی اسی لئے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ چونکہ تمام عالَم کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں اور آپ کی رسالت عامہ ہے، جیسا کہ سورۂ فرقان کی پہلی آیت میں بیان ہوا کہ

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ (اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تا کہ وہ تمام جہان والوں کو ڈر سنانے والا ہو۔

اس لئے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قیامت تک ہونے والی ساری مخلوق کے شاہد ہیں اور ان کے اعمال، افعال، احوال، تصدیق، تکذیب، ہدایت اور گمراہی سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ (3)

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حاضر وناظر ہیں

اہلسنّت کا یہ عقیدہ ہے کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالٰی کی عطا سے حاضر وناظر ہیں اور یہ عقیدہ آیات، اَحادیث اور بزرگانِ دین کے اَقوال سے ثابت ہے، یہاں پہلے ہم حاضر وناظر کے لغوی اور شرعی معنی بیان کرتے ہیں، اس کے بعد ایک آیت، ایک حدیث اور بزرگانِ دین کے اَقوال میں سے ایک شخصیت کا قول ذکر کریں گے، چنانچہ حاضر کے لغوی معنی ہیں سامنے موجود ہونا یعنی غائب نہ ہونا اور ناظر کے کئی معنی ہیں جیسے دیکھنے والا، آنکھ کا تل، نظر، ناک کی رگ اور آنکھ کا پانی وغیرہ اور عالَم میں حاضر وناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قُدسی قوت والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالَم کو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھے اور دور وقریب کی آوازیں سنے یا ایک آن میں تمام عالَم کی

1 ......خزائن العرفان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۵، ص۷۸۴۔

2 ......فرقان: ۱.

3 ......ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۵، ۴/۳۲۵، جمل، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۵، ۶/۱۸۰، ملتقطاً.

سیر کرے اور سینکڑوں میل دور حاجت مندوں کی حاجت روائی کرے۔ یہ رفتار خواہ روحانی ہو یا جسمِ مثالی کے ساتھ ہو یا اسی جسم سے ہو جو قبر میں مدفون ہے یا کسی جگہ موجود ہے۔[1]

سورۂ اَحزاب کی آیت نمبر 6 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ" یعنی نبی کریم (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) مسلمانوں کے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو قریب ہوتا ہے وہ حاضر بھی ہوتا ہے اور ناظر بھی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میرے سامنے کر دی ہے، لہٰذا میں ساری دنیا کو اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کا سب یوں دیکھ رہا ہوں جیسے اس ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔[2]

شاہ عبد الحق محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (اہلِ حق میں سے) اس مسئلہ میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی حقیقی زندگی مبارکہ کے ساتھ دائم اور باقی ہیں اور امت کے احوال پر حاضر و ناظر ہیں اور حقیقت کے طلبگاروں کو اور ان حضرات کو جو آپ کی طرف متوجہ ہیں، ان کو فیض بھی پہنچاتے ہیں اور ان کی تربیت بھی فرماتے ہیں اور اس میں نہ تو مجاز کا شائبہ ہے نہ تاویل کا بلکہ تاویل کا وہم بھی نہیں۔[3]

نوٹ: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حاضر و ناظر ہونے سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی کتاب "جاء الحق" اور اس مسئلے سے متعلق دیگر علماءِ اہلسنّت کی کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

کیا اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہہ سکتے ہیں؟

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تو حاضر و ناظر ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ

1 ......جاء الحق، حاضر و ناظر کی بحث، ص۱۱۶، ملخصاً۔

2 ......کنز العمال، کتاب الفضائل، الباب الاول فی فضائل سیدنا محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم... الخ، الفصل الثالث، ۶/۱۸۹، الحدیث: ۳۱۹۶۸، الجزء الحادی عشر۔

3 ......مکتوبات شیخ مع اخبار الاخیار، الرسالۃ الثامنۃ عشر سلوک اقرب السبل بالتوجّہ الی سیّد الرسل صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم، ص۱۵۵۔

کوحاضر وناظر نہیں کہہ سکتے کیونکہ حاضر وناظر کے جو لغوی اور حقیقی معنی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حاضر وناظر کا اِطلاق بھی باری عَزَّوَجَلَّ پر نہ کیا جائے گا۔علماءِ کرام کو اس کے اطلاق میں یہاں تک حاجت ہوئی کہ اس (کا اطلاق کرنے والے) پر سے نفیِ تکفیر فرمائی ۔ (1)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں ’’اُسے (یعنی اللہ تعالیٰ کو) حاضر وناظر بھی نہیں کہہ سکتے ،وہ شہید وبصیر ہے،حاضر وناظر اس کی عطا سے اُس کے محبوب عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں ۔ (2)

﴿ وَمُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا :اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا ۔﴾ یہاں سیّد العالَمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دو اَوصاف بیان کئے گئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایمانداروں کو جنت کی خوشخبری دینے والا اور کافروں کو جہنم کے عذاب کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔ (3)

﴿ وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذۡنِہٖ :اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا ۔﴾ آیت کے اس حصے میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چوتھے وصف کا بیان ہے کہ اے حبیب !صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ،آپ کو خدا کے حکم سے لوگوں کو خدا کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (4)

﴿ وَسِرَاجًا مُّنِیۡرًا :اور چمکا دینے والا آفتاب ۔﴾ یہاں سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا پانچواں وصف بیان فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چمکا دینے والا آفتاب بنا کر بھیجا۔اس کے بارے میں صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: سراج کا ترجمہ آفتاب قرآنِ کریم کے بالکل مطابق ہے کہ اس میں آفتاب کو سراج فرمایا گیا ہے،جیسا کہ سورۂ نوح میں ” وَجَعَلَ الشَّمۡسَ سِرَاجًا “ اور آخر پارہ کی پہلی سورۃ میں ہے ” وَجَعَلۡنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا “ اور درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے نورِ نبوت نے پہنچائی اور کفر وشرک کے ظُلماتِ شدیدہ کو اپنے نورِ حقیقت افروز سے دور کر دیا اور خَلق کے لئے معرفت وتَوحیدِ الٰہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں اور ضلالت کے وادیٔ تاریک میں راہ گم کرنے والوں کو اپنے انوارِ ہدایت سے راہ یاب فرمایا اور اپنے نورِ

1 ......فتاویٰ رضویہ،کتاب الشتی،عروض وقوافی،۲۹/۵۴۔

2 ......فتاویٰ رضویہ،عقائد وکلام ودینیات،۲۹/۳۳۳۔

3 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٤٥، ص٩٤٤.

4 ......روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ٤٦، ٧/١٩٦، جلالين، الاحزاب، تحت الآية: ٤٦، ص٣٥٥، ملتقطاً.

نبوت سے ضمائر وبصائر اور قلوب واَرواح کو منور کیا، حقیقت میں آپ کا وجود مبارک ایسا آفتابِ عالَم تاب ہے جس نے ہزار ہا آفتاب بنا دیئے، اسی لئے اس کی صفت میں منیر ارشاد فرمایا گیا۔[1]

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایمان والوں کو خوشخبری دیدو کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے۔

﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ: اور ایمان والوں کو خوشخبری دیدو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب آپ میں ایسے عظیم اَوصاف پائے جاتے ہیں تو آپ ایمان والوں کو یہ خوشخبری دے دیں کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ بڑے فضل سے مراد جنت ہے، یا اس سے یہ مراد ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کے ایمان والوں کا رتبہ اور شرف دیگر امتوں کے ایمان والوں سے زیادہ ہے۔ یا اس سے یہ مراد ہے کہ فضل واحسان کے طور پر انہیں نیک اعمال کا اجر زیادہ دیا جائے گا۔[2]

خوشخبری دو، نفرتیں نہ پھیلاؤ

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بشارت دینے کا حکم بھی ارشاد فرمایا ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خود بھی اس ذمہ داری کو بڑی خوبی سے نبھایا ہے اور امت کو بھی خوشخبری دینے اور نفرتیں نہ پھیلانے کا حکم ارشاد فرمایا ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "خوشخبری دو نفرتیں نہ پھیلاؤ، لوگوں کی آسانی ملحوظ رکھو اور انہیں سختی میں نہ ڈالو۔"[3]

---

1 ......خزائن العرفان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۶، ص۷۸۴۔

2 ......صاوی مع جلالین، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۷، ۵/۱۶۴۵، روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۷، ۷/۱۹۹، ملتقطاً.

3 ......بخاری، کتاب العلم، باب ما کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یتخوّلھم بالموعظۃ... الخ، ۱/۴۲، الحدیث: ۶۹.

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر یہ آیت نازل ہوئی "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا" تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم اور حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بلایا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان دونوں کو یمن کی طرف جانے کا حکم دے چکے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''تم دونوں جا کر لوگوں کو بشارت دینا اور انہیں مُتَنَفِّر نہ کرنا، لوگوں کی آسانی ملحوظ رکھنا اور انہیں سختی میں نہ ڈالنا۔'' (1)

اللہ تعالیٰ ہمیں خوشخبری دینے اور نفرتیں مٹانے والا بننے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ دَعْ اَذٰىهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافروں اور منافقوں کی خوشی نہ کرو اور ان کی ایذا پر درگزر فرماؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو اور اللہ بس ہے کارساز۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانو اور ان کی ایذاء پر درگزر کردو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی کام بنانے والا ہے۔

﴿وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ: اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مکہ کے کافروں اور مدینہ کے منافقوں کی بات نہ ماننے اور ان کی مخالفت کرنے پر ثابت قدم رہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو کوئی حکم نہیں دیا جاتا تب تک آپ ان کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں سے درگزر فرماتے رہیں اور بطورِ خاص اس معاملے میں اور عمومی طور پر تمام اُمور میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے رہیں اور جو دُنْیَوی اور اُخروی اُمور میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے کافی ہے۔ (2)

1 ......معجم الكبير، عكرمة عن ابن عباس، ٢٤٧/١١، الحديث: ١١٨٤١.
2 ......روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ٤٨، ١٩٩/٧-٢٠٠، جلالين مع صاوى، الاحزاب، تحت الآية: ٤٨، ١٦٤٥/٥-١٦٤٦، ملتقطاً.

توکل ایک عظیم کام ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ پر توکل کرنا عظیم کام ہے لہٰذا بندے کو چاہئے کہ وہ اسباب اختیار کرنے کے بعد اللّٰہ تعالیٰ پر توکل کرے اور اسی پر بھروسہ رکھے اور اپنا معاملہ اسی کے سپرد کر دے کیونکہ جو اللّٰہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو اللّٰہ تعالیٰ اس کے تمام دُنیوی اور اُخروی امور میں اسے کافی ہوتا ہے۔

مسلمانوں کو توکل کی ترغیب دیتے ہوئے اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر اللّٰہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر اس کے بعد کون تمہاری مدد کرسکتا ہے؟ اور مسلمانوں کو اللّٰہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللّٰہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

اور توکل کرنے والوں کی جزا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝۵۸ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ضرور ہم انہیں جنت کے بالا خانوں پر جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ہمیشہ ان میں رہیں گے، عمل کرنے والوں کیلئے کیا ہی اچھا اجر ہے۔ وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں توکل جیسی عظیم نعمت سے سرفراز فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......اٰل عمران: ۱۶۰۔

2 ......طلاق: ۳۔

3 ......عنکبوت: ۵۸، ۵۹۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَاۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا (۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بے ہاتھ لگائے چھوڑ دو تو تمہارے لیے کچھ عدت نہیں جسے گنو تو انہیں کچھ فائدہ دو اور اچھی طرح سے چھوڑ دو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بغیر ہاتھ لگائے طلاق دیدو تو ان پر تمہاری وجہ سے کوئی عدت نہیں جسے تم شمار کرو تو انہیں فائدہ پہنچاؤ اور انہیں اچھے طریقے سے چھوڑ دو۔

﴿اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ: جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بغیر ہاتھ لگائے طلاق دیدو۔﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر عورت کو ازدواجی تعلق قائم کرنے سے پہلے طلاق دی تو اس پر عدت واجب نہیں۔ یہاں اس سے متعلق مزید دو مسائل بھی ملاحظہ ہوں،

(1)......خَلْوَتِ صحیحہ قربت کے حکم میں ہے، تو اگر خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق واقع ہو تو عدت واجب ہو گی اگرچہ ازدواجی تعلق قائم نہ ہوا ہو۔

(2)......یہ حکم مومنہ اور کتابیہ دونوں عورتوں کو عام ہے، لیکن آیت میں مومنات کا ذکر فرمانا اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ مومنہ سے نکاح کرنا اَولیٰ ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ فی زمانہ تمام اہلِ کتاب حربی ہیں اور حربیہ کتابیہ سے نکاح جائز نہیں بلکہ ممنوع اور گناہ ہے لیکن اگر کر لیا تو نکاح ہو جائے گا اور یہ حکم بھی اس وقت ہے کہ واقعی کتابیہ ہو اور اگر نام کی کتابیہ حقیقت میں لامذہب دَہریّہ ہے تو اس سے نکاح اصلاً نہ ہوگا۔

﴿فَمَتِّعُوۡهُنَّ: توانہیں فائدہ پہنچاؤ۔﴾ فائدہ پہنچانے سے مراد یہ ہے کہ اگر عورت کا مہر مقرر ہو چکا تھا تو خلوت سے پہلے طلاق دینے سے شوہر پر نصف مہر واجب ہوگا اور اگر مہر مقرر نہیں ہوا تھا تو ایک جوڑا دینا واجب ہے جس میں تین کپڑے ہوتے ہیں۔

﴿وَسَرِّحُوۡهُنَّ سَرَاحًا جَمِیۡلًا: اور انہیں اچھے طریقے سے چھوڑو۔﴾ اچھی طرح چھوڑنا یہ ہے کہ ان کے حقوق ادا کر دیئے جائیں اور ان کو کوئی ضَرر نہ دیا جائے اور انہیں روکا نہ جائے کیونکہ ان پر عدّت نہیں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحۡلَلۡنَا لَكَ اَزۡوَاجَكَ الّٰتِيۡۤ اٰتَيۡتَ اُجُوۡرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتۡ يَمِيۡنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيۡ هَاجَرۡنَ مَعَكَ وَامۡرَاَةً مُّؤۡمِنَةً اِنۡ وَّهَبَتۡ نَفۡسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنۡ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنۡ يَّسۡتَنۡكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ؕ قَدۡ عَلِمۡنَا مَا فَرَضۡنَا عَلَيۡهِمۡ فِيۡۤ اَزۡوَاجِهِمۡ وَمَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ لِكَيۡلَا يَكُوۡنَ عَلَيۡكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿٥٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے غیب بتانے والے (نبی) ہم نے تمہارے لیے حلال فرمائیں تمہاری وہ بیبیاں جن کو تم مہر دو اور تمہارے ہاتھ کا مال کنیزیں جو اللہ نے تمہیں غنیمت میں دیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور پھپیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی اور ایمان والی عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کرے اگر نبی اسے نکاح میں لانا چاہے یہ خاص تمہارے لیے ہے امت کے لیے نہیں ہمیں معلوم ہے جو ہم نے مسلمانوں پر

مقرر کیا ہے ان کی بیبیوں اور ان کے ہاتھ کے مال کنیزوں میں یہ خصوصیت تمہاری اس لیے کہ تم پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللّٰہ بخشنے والا مہربان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی! ہم نے تمہارے لیے تمہاری وہ بیویاں حلال فرمائیں جنہیں تم مہر دو اور تمہاری مملوکہ کنیزیں جو اللّٰہ نے تمہیں مالِ غنیمت میں دیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور تمہاری پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تمہارے ماموؤں کی بیٹیاں اور تمہاری خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی اور ایمان والی عورت (تمہارے لئے حلال کی) اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کرے، اگر نبی اسے نکاح میں لانا چاہے۔ یہ خاص تمہارے لیے ہے، دیگر مسلمانوں کیلئے نہیں۔ ہمیں معلوم ہے جو ہم نے مسلمانوں پر ان کی بیویوں اور ان کی مملوکہ کنیزوں میں مقرر کیا ہے۔ (یہ خصوصیت اس لئے) تاکہ تم پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ: اے نبی!۔﴾ اس آیت میں نکاح سے متعلق نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خصوصیت بیان فرمائی گئی اور جن عورتوں سے نکاح کرنا اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے حلال فرمایا، یہاں ان کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(1)......وہ عورتیں جنہیں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مہر عطا فرمایا، جیسے حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا۔

(2)......وہ عورتیں جو مالِ غنیمت میں حاصل ہوئیں، جیسے حضرت صفیہ اور حضرت جویریہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا، انہیں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے آزاد فرمایا اور ان سے نکاح کیا۔

(3)...... نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چچا کی بیٹیاں، پھوپھیوں کی بیٹیاں، ماموؤں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ہجرت کی۔

ساتھ ہجرت کرنے سے مراد یہ ہے کہ ہجرت کرنے میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کی خواہ انہوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے ہجرت کی ہو یا بعد میں کی ہو اور یہ قید بھی افضل کا بیان ہے کیونکہ ساتھ ہجرت کرنے کے بغیر بھی ان میں سے ہر ایک (سے نکاح کرنا) حلال ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خاص حضور پُر نور

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حق میں ان عورتوں کا حلال ہونا اس قید کے ساتھ مُقَیَّد ہو جیسا کہ حضرت اُمِّ ہانی بنتِ ابو طالب کی روایت اس طرف اشارہ کرتی ہے، چنانچہ آپ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے (بچوں والی ہونے کا) عذر پیش کیا، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے میرے عذر کو قبول فرما لیا، پھر اللّٰہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو میں ان کے لئے حلال نہ کی گئی کیونکہ میں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ہجرت نہ کی تھی۔

(4)......اس مومنہ عورت کو بھی اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے حلال کر دیا جو مہر اور نکاح کی شرائط کے بغیر اپنی جان آپ کو ہبہ کر دے البتہ اس میں شرط یہ ہے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اسے نکاح میں لانے کا ارادہ فرمائیں تو وہ حلال ہے۔

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اس میں آئندہ کے حکم کا بیان ہے کیونکہ اس آیت کے نزول کے وقت حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَزواج میں سے کوئی بھی ایسی نہ تھیں جو ہبہ کے ذریعے زوجیت سے مشرف ہوئی ہوں۔

﴿ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ : یہ خاص تمہارے لیے ہے، دیگر مسلمانوں کیلئے نہیں۔﴾ یعنی مہر کے بغیر نکاح کرنا خاص آپ کے لئے جائز ہے اُمت کے لئے نہیں، امت پر بہر حال مہر واجب ہے خواہ وہ مہر مُعَیَّن نہ کریں یا جان بوجھ کر مہر کی نفی کر دیں۔[1]

﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَیْهِمْ : ہمیں معلوم ہے جو ہم نے مسلمانوں پر مقرر کیا ہے۔﴾ یعنی ہم نے مسلمانوں پر ان کی بیویوں کے حق میں جو کچھ مقرر فرمایا ہے جیسے مہر ادا کرنا اور نکاح کے لئے گواہوں کا ہونا اور بیویوں میں باری کا واجب ہونا اور چار آزاد عورتوں تک کو نکاح میں لانا اور ان کی ملکیت میں موجود کنیزوں کے بارے میں جو احکام لازم کئے وہ ہمیں معلوم ہیں۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ شرعاً مہر کی مقدار اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک مقرر ہے اور وہ دس درہم ہیں جس سے کم کرنا ممنوع

1......تفسیرات احمدیہ، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٥٠، ص٦٢٨.

2......تفسیرات احمدیہ، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٥٠، ص٦٢٩.

ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ دس درہم سے کم کوئی مہر نہیں۔ [1]

﴿ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ : تاکہ تم پر کوئی تنگی نہ ہو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، نکاح کے معاملے میں آپ کے لئے خصوصی رعایتیں اس لئے ہیں تاکہ آپ پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام گناہوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَ لَا یَحْزَنَّ وَ یَرْضَیْنَ بِمَاۤ اٰتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا اسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں یہ امر اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غم نہ کریں اور تم انہیں جو کچھ عطا فرماؤ اس پر وہ سب کی سب راضی رہیں اور اللہ جانتا ہے جو تم سب کے دلوں میں ہے اور اللہ علم و حلم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان میں سے جسے چاہو پیچھے ہٹاؤ اور ان میں سے جسے چاہو اپنے پاس جگہ دو اور جنہیں تم نے علیحدہ کر دیا تھا ان میں سے جسے تمہارا جی چاہے (اپنے قریب کرلو) تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ اس بات کے زیادہ نزدیک ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کریں اور تم انہیں جو کچھ عطا فرماؤ اس پر وہ سب کی سب راضی رہیں اور (اے لوگو!) اللہ جانتا ہے جو تم سب کے دلوں میں ہے اور اللہ علم والا، حلم والا ہے۔

1 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ۱/ ۱۰، الحدیث: ۳.

﴿ تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ: ان میں سے جسے چاہو پیچھے ہٹاؤ۔﴾ اس سے پہلی آیت میں ان عورتوں کا بیان ہوا جن سے نکاح کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے لئے حلال فرمایا اور اس آیت میں اَزواجِ مُطَہرات رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُنَّ کے ساتھ سلوک کے حوالے سے آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو دیئے گئے خصوصی اختیار بیان کئے جارہے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس زوجہ کو چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جسے چاہیں اپنے پاس رکھیں اور اَزواجِ مُطَہّرات میں باری مقرر کریں یا نہ کریں۔

دوسرا قول حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا سے مروی ہے کہ یہ آیت ان عورتوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنی جانیں حضور پُر نور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو نذر کیں اور حضور اقدس صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو اختیار دیا گیا کہ ان میں سے جس کو چاہیں قبول کریں اس کے ساتھ نکاح فرمائیں اور جس کو چاہیں انکار فرمادیں۔ [1]

اَزواجِ مُطَہّرات میں عدل سے متعلق حضور پُر نور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی سیرت

اَزواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُنَّ میں عدل کرنے یا نہ کرنے سے متعلق خصوصی اختیار ملنے کے باوجود تاجدارِ رسالت صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا مبارک عمل یہ تھا کہ آپ تمام اَزواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُنَّ کے ساتھ عدل فرماتے اور ان کی باریاں برابر رکھتے، سوائے حضرت سودہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کے، جنہوں نے اپنی باری کا دن اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کو دے دیا تھا اور بارگاہِ رسالت صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ میں عرض کیا تھا کہ میرے لئے یہی کافی ہے کہ میرا حشر آپ کی اَزواجِ مُطہرات رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُنَّ میں ہو۔

سرکارِ دو عالَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے اس عمل مبارک میں بعد والے لوگوں کے لیے بڑی نصیحت ہے کہ رسول کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اختیار ملنے کے باوجود اپنی اَزواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُنَّ میں عدل فرمایا تو جن لوگوں کو یہ اختیار حاصل نہیں بلکہ ان پر عدل کرنا ہی لازم ہے تو انہیں کس درجہ عدل کرنے کی ضرورت ہے۔ افسوس! ہمارے معاشرے میں لوگ دو یا تین شادیاں تو کر لیتے ہیں لیکن سب بیویوں کے درمیان عدل و انصاف سے کام نہیں لیتے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......جمل، الاحزاب، تحت الآية: ٥١، ٦ / ١٨٧، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٥١، ص٩٤٧، خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٥١، ٣/ ٥٠٧، ملتقطاً.

﴿مِمَّنْ عَزَلْتَ: جسے تم نے علیحدہ کردیا تھا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ نے ازواجِ مطہرات میں سے جس کو معزول کردیا ہو یا جس کی باری کو ساقط کردیا ہو، اس کی طرف آپ جب چاہیں اِلتفات فرمائیں اور اس کو نوازیں، اس کا آپ کو اختیار دیا گیا ہے اور یہ اختیار اس بات کے زیادہ نزدیک ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کریں اور تم انہیں جو کچھ عطا فرماؤ اس پر وہ سب کی سب راضی رہیں کیونکہ جب وہ یہ جانیں گی کہ یہ تفویض اور یہ اختیار آپ کو اللّٰہ تعالٰی کی طرف سے عطا ہوا ہے تو ان کے دل مطمئن ہوجائیں گے۔ اور اے لوگو! اللّٰہ تعالٰی جانتا ہے جو عورتوں کے معاملے میں اور ان میں سے بعض کی طرف مائل ہونے سے متعلق تم سب کے دلوں میں ہے اور اللّٰہ تعالٰی کی شان یہ ہے کہ وہ علم والا، حلم والا ہے۔ (1)

لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَ لَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا ﴿۵۲﴾

ع ۲ / ۳

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ ان کے عوض اور بیبیاں بدلو اگرچہ تمہیں ان کا حسن بھائے مگر کنیز تمہارے ہاتھ کا مال اور اللّٰہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: ان کے بعد (مزید) عورتیں تمہارے لئے حلال نہیں اور نہ یہ کہ ان کی جگہ اور بیویاں بدل لو اگرچہ تمہیں ان کا حسن پسند آئے مگر تمہاری کنیزیں جو تمہاری ملکیت میں ہوں اور اللّٰہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

﴿لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ: ان کے بعد عورتیں تمہارے لئے حلال نہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے نکاح میں موجود ان 9 ازواجِ مُطَهَّرات کے بعد جنہیں آپ نے اختیار دیا تو انہوں نے اللّٰہ تعالٰی

1 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٥١، ص٩٤٧، جلالين، الاحزاب، تحت الآية: ٥١، ص٣٥٦، ملتقطاً.

اور رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اختیار کیا، مزید عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں اور نہ یہ حلال ہے کہ انہیں طلاق دے کر ان کی جگہ دوسری عورتوں سے نکاح کرلیں۔ ان اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ کی یہ عزت افزائی اس لئے ہے کہ جب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں اختیار دیا تھا تو انہوں نے اللّٰہ تعالٰی اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اختیار کیا اور دنیا کی آسائشوں کو ٹھکرادیا، چنانچہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں پر اِکتفا فرمایا اور عمر مبارک کے آخر تک یہی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ حضورِ پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں رہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی ہے کہ آخر میں حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے حلال کردیا گیا تھا کہ جتنی عورتوں سے چاہیں نکاح فرمائیں، اس صورت میں یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ آیت "اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ...الآية" ہے۔[1]

﴿اِلَّا مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ: مگر تمہاری کنیزیں جو تمہاری ملکیت میں ہوں۔﴾ یعنی ان اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ میں سے کسی کو طلاق دے کر دوسری عورت سے نکاح کرنا حلال نہیں اگرچہ آپ کو اس کا حسن و جمال پسند آئے البتہ آپ کی وہ کنیزیں جو آپ کی ملکیت میں ہوں وہ آپ کے لئے حلال ہیں اور اللّٰہ تعالٰی ہر چیز پر نگہبان ہے اس لئے کوئی شخص اللّٰہ تعالٰی کی حدوں سے تجاوُز نہ کرے۔

اس کے بعد حضرت ماریہ قبطیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ملک میں آئیں اور ان سے حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فرزند حضرت ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پیدا ہوئے جنہوں نے چھوٹی عمر میں وفات پائی۔[2]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ ۙ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ

1 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٥٢، ص٩٤٧-٩٤٨.

2 ......خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٥٢، ٣/٨٠٥، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٥٢، ص٩٤٨، جلالين، الاحزاب، تحت الآية: ٥٢، ص٣٥٦، ملتقطاً.

فَانۡتَشِرُوۡا وَلَا مُسۡتَاۡنِسِيۡنَ لِحَدِيۡثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمۡ كَانَ يُؤۡذِى النَّبِىَّ فَيَسۡتَحۡىٖ مِنۡكُمۡ ۖ وَاللّٰهُ لَا يَسۡتَحۡىٖ مِنَ الۡحَـقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡهُنَّ مَتَاعًا فَسۡـئَلُوۡهُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰ لِكُمۡ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِكُمۡ وَقُلُوۡبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمۡ اَنۡ تُؤۡذُوۡا رَسُوۡلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنۡ تَنۡكِحُوۡۤا اَزۡوَاجَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰ لِكُمۡ كَانَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمًا ﴿۵۳﴾ اِنۡ تُبۡدُوۡا شَيۡــًٔا اَوۡ تُخۡفُوۡهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والونبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ مثلاً کھانے کے لیے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ بیشک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللّٰہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسولُ اللّٰہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو بیشک یہ اللّٰہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔ اگر تم کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ تو بیشک اللّٰہ سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اجازت نہ ہو جیسے کھانے کیلئے بلایا جائے۔ یوں نہیں کہ خود ہی اس کے پکنے کا انتظار کرتے رہو۔ ہاں جب تمہیں بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ پھر جب کھانا کھالو تو چلے جاؤ اور یہ نہ ہو کہ باتوں سے دل بہلاتے ہوئے بیٹھے رہو۔ بیشک یہ بات نبی کو ایذا دیتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللّٰہ حق فرمانے میں شرماتا نہیں اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ تمہارے دلوں

اور ان کے دلوں کیلئے یہ زیادہ پاکیزگی کی بات ہے اور تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ رسولُ اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔ بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔ اگر تم کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ تو بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!۔﴾ مفسرین نے اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق مختلف روایات ذکر کی ہیں، ان میں سے دو روایات درج ذیل ہیں،

(1)...... جب سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے نکاح کیا اور ولیمہ کی عام دعوت فرمائی تو لوگ جماعت کی صورت میں آتے اور کھانے سے فارغ ہو کر چلے جاتے تھے۔ آخر میں تین صاحب ایسے تھے جو کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھے رہ گئے اور انہوں نے گفتگو کا طویل سلسلہ شروع کر دیا اور بہت دیر تک ٹھہرے رہے۔ مکان تنگ تھا تو اس سے گھر والوں کو تکلیف ہوئی اور حرج واقع ہوا کہ وہ ان کی وجہ سے اپنا کام کاج کچھ نہ کر سکے۔ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اٹھے اور ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے حجروں میں تشریف لے گئے اور جب دورہ فرما کر تشریف لائے تو اس وقت تک یہ لوگ اپنی باتوں میں لگے ہوئے تھے۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پھر واپس ہو گئے تو یہ دیکھ کر وہ لوگ روانہ ہوئے، تب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دولت سرائے میں داخل ہوئے اور دروازے پر پردہ ڈال دیا، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

(2)...... مسلمانوں میں سے کچھ لوگ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کھانے کے وقت کا انتظار کرتے رہتے تھے، پھر وہ آپ کے حجروں میں داخل ہو جاتے اور کھانا ملنے تک وہیں بیٹھے رہتے، پھر کھانا کھانے کے بعد بھی وہاں سے نکلتے نہ تھے اور اس سے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اَذِیَّت ہوتی تھی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے گھروں میں یونہی حاضر نہ ہو جاؤ بلکہ جب اجازت ملے جیسے کھانے کیلئے بلایا جائے تو حاضر ہوا کرو اور یوں بھی نہ ہو کہ خود ہی میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے گھر میں بیٹھ کر کھانا پکنے کا انتظار کرتے رہو، ہاں جب تمہیں بلایا جائے تو اس وقت ان کی بارگاہ میں حاضری کے احکام اور آداب کی مکمل رعایت کرتے ہوئے ان کے مقدس گھر میں داخل ہو جاؤ، پھر جب کھانا کھا کر فارغ ہو جاؤ تو وہاں سے چلے جاؤ اور یہ نہ ہو کہ وہاں بیٹھ کر باتوں سے دل بہلاتے رہو کیونکہ تمہارا یہ عمل اہلِ خانہ کی تکلیف

اوران کے حرج کا باعث ہے۔ بیشک تمہارا یہ عمل گھر کی تنگی وغیرہ کی وجہ سے میرے حبیب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو ایذا دیتا تھا لیکن وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور تم سے چلے جانے کے لئے نہیں فرماتے تھے لیکن اللّٰہ تعالٰی حق بیان فرمانے کو ترک نہیں فرماتا۔[1]

آیت ” لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ “ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے چار باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......اللّٰہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضری کے آداب خود بیان فرمائے، اس سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں جو مقام حضور پُر نور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو حاصل ہے وہ مخلوق میں سے کسی اور کو حاصل نہیں۔

(2)......آیت کے اس حصے ”اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ“ سے معلوم ہوا کہ عورتوں پر پردہ لازم ہے اور غیر مردوں کو کسی گھر میں اجازت کے بغیر داخل ہونا جائز نہیں۔

یاد رہے کہ یہ آیت اگرچہ خاص نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُنَّ کے حق میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کا حکم تمام مسلمان عورتوں کے لئے عام ہے۔

(3)......کوئی شخص دعوت کے بغیر کسی کے یہاں کھانا کھانے نہ جائے۔

(4)......مہمان کو چاہئے کہ وہ میزبان کے ہاں زیادہ دیر تک نہ ٹھہرے تاکہ اس کے لئے حَرج اور تکلیف کا سبب نہ ہو۔

حضور اقدس صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی شانِ کرم اور کمالِ حیا

اس آیت کے شانِ نزول سے سرکارِ دو عالَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی کمالِ حیا، شانِ کرم اور حسنِ اَخلاق کے بارے میں معلوم ہوا کہ ضرورت کے باوجود صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ سے یہ نہ فرمایا کہ اب آپ چلے جایئے بلکہ آپ نے جو طریقہ اختیار فرمایا وہ حسنِ آداب کی اعلیٰ ترین تعلیم دینے والا ہے۔

﴿وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا: اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو۔﴾ آیت کے شانِ نزول سے متعلق دو

1 ......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ:٥٣، ٧/٢١٣-٢١٤، جلالین، الاحزاب، تحت الآیۃ:٥٣، ص٣٥٦-٣٥٧، مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٥٣، ص٩٤٨-٩٤٩، ملتقطاً۔

روایات اوپر ذکر ہوئیں، یہاں مزید دو روایات ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: نبی کریم کی اَزواجِ مُطَہَّرات رات کے وقت قضاءِ حاجت کے لئے مناصع کی طرف نکلا کرتی تھیں اور وہ بہت کشادہ ٹیلا ہے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کئی بار حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی تھی کہ ازواج مطہرات سے پردہ کروایئے لیکن آپ ایسا نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زوجۂ مُطَہَّرہ حضرت سودہ بنتِ زمعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا جن کا قد اونچا تھا، عشاء کے وقت باہر نکلیں تو حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے (اچانک انہیں دیکھ لیا اور) آواز دی: اے حضرت سودہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، ہم نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ (یہ بات کہنے سے آپ کا) مقصد یہ تھا کہ پردے کا حکم دیدیا جائے۔ چنانچہ **اللّٰہ** تعالٰی نے آیتِ حجاب نازل فرمادی۔ (1)

(2)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسولَ **اللّٰہ**! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی بارگاہ میں نیک اور فاجر دونوں طرح کے لوگ حاضر ہوتے ہیں تو اگر آپ اُمَّہات المومنین کو پردے کا حکم فرمادیں (تو بہت بہتر ہوگا)، تو **اللّٰہ** تعالٰی نے حجاب کی آیت نازل فرمادی۔ (2)

آیت کے اس حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! جب تم میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مطہرات سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ بغیر اجازت کے داخل نہ ہونا، باتیں کرنے کے لئے وہاں بیٹھے نہ رہنا اور پردے کے پیچھے سے مانگنا تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کیلئے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے کیونکہ اس صورت میں وسوسوں اور بیہودہ خیالات سے امن رہتا ہے۔ (3)

اجنبی مرد اور عورت کو پردے کا حکم

اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ امت کی مائیں ہیں اور ان کے بارے میں کوئی شخص اپنے دل میں بُرا خیال لانے کا تَصَوُّر تک نہیں کرسکتا، اس کے باوجود مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ ان سے کوئی چیز مانگنی ہے تو پردے کے پیچھے سے

1 ......بخاری، کتاب الوضوء، باب خروج النساء الی البراز، ۱/۷۵، الحدیث: ۱۴۶.

2 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب، باب قولہ: لا تدخلوا بیوت النبی الّا ان یؤذن لکم... الخ، ۳/۳۰۴، الحدیث: ۴۷۹۰.

3 ......ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۳، ۴/۳۳۰، جمل مع جلالین، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۳، ۶/۱۹۴-۱۹۵، ملخصاً.

مانگو تا کہ کسی کے دل میں کوئی شیطانی خیال پیدا نہ ہو۔ جب امت کی ماؤں کے بارے میں یہ حکم ہے تو عام عورتوں کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟ عام عورتوں کو پردہ کرنے اور اجنبی مردوں کو ان سے پردہ کرنے کی حاجت زیادہ ہے کیونکہ لوگوں کی نظر میں ان کی وہ حیثیت اور مقام نہیں جو ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ کا ہے، اس لئے یہاں دل میں شیطانی وسوسے آنے اور بیہودہ خیالات پیدا ہونے کا امکان زیادہ ہے۔ افسوس! ہمارے معاشرے میں اجنبی عورت اور مرد میں پردہ ختم کرنے اور ان کے درمیان قربتیں بڑھانے کے مختلف طریقے اور انداز اختیار کئے جارہے اور دُنْیَوی معاملات کے ہر میدان میں عورت اور مرد ایک دوسرے کے شانہ بشانہ اور قدم بقدم چلتے نظر آ رہے ہیں جبکہ پردے کے حق میں بولنے والوں کو پرانی سوچ کا حامل اور بدلتے وقت کے تقاضوں کے مطابق نہ چلنے والا کہہ کر صَرفِ نظر کیا جارہا ہے، ایسے طور طریقے اختیار کرنے والے لوگ خود ہی غور کر لیں کہ ان کا یہ عمل اللّٰہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے حکم کے مطابق ہے یا وہ اس کے برخلاف چل رہے ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ انہیں سچی ہدایت اور اسلامی احکام پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

کوئی شخص اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں اپنے نفس پر اعتماد نہ کرے

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص کتنا ہی نیک، پارسا اور پرہیز گار کیوں نہ ہو، وہ اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں اپنے نفس پر اعتماد نہ کرے، یہی اس کے حال کے زیادہ مناسب ہے اور اسی میں اس کے نفس اور عصمت کی زیادہ حفاظت ہے۔ حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کوئی مرد کسی (اجنبی) عورت کے ساتھ تنہائی میں ہو تو ان دونوں کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔''[1] اس کا مطلب ہے کہ شیطان دونوں کے جذبات ابھارتا رہتا ہے تاکہ وہ برائی میں مبتلا ہو جائیں۔

﴿**وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ** : **اور تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ رسولُ اللّٰہ کو ایذا دو۔**﴾ ایمان والوں کو بارگاہِ رسالت کے آداب کی تعلیم دینے کے بعد تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ تم رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایذا دو اور کوئی کام ایسا کرو جو آپ کے مُقَدَّس قلب پر گراں ہو اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے وصالِ ظاہری کے بعد کبھی ان کی اَزواجِ مُطَہَّرات سے نکاح کرو کیونکہ جس عورت سے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عَقد فرمایا وہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سوا ہر شخص پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی اسی

1 ......ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی لزوم الجماعة، ٦٧/٤، الحدیث: ٢١٧٢.

طرح وہ کنیزیں جو باریابِ خدمت ہوئیں اور قربت سے سرفراز فرمائی گئیں وہ بھی اسی طرح سب کے لئے حرام ہیں۔[1]

﴿ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا: بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔﴾ یعنی نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایذا دینا اور ان کے وصالِ ظاہری کے بعد ان کی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ سے نکاح کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا سخت گناہ ہے۔ اس میں یہ بتادیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بہت بڑی عظمت عطا فرمائی اور آپ کی حرمت ہر حال میں واجب کی ہے۔[2]

﴿ اِنْ تُبْدُوْا شَیْــٴًـا اَوْ تُخْفُوْهُ: اگر تم کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ۔﴾ یعنی نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصالِ ظاہری کے بعد ان کی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ سے نکاح کرنے کے بارے میں تم کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ تو یاد رکھو کہ بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ سب کچھ جانتا ہے اور وہ تمہیں اس کی سزا دے گا۔[3]

لَا جُنَاحَ عَلَیْهِنَّ فِیْۤ اٰبَآىٕهِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآىٕهِنَّ وَ لَاۤ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَ لَا نِسَآىٕهِنَّ وَ لَا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّۚ وَ اتَّقِیْنَ اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا(۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: ان پر مضائقہ نہیں ان کے باپ اور بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنے دین کی عورتوں اور اپنی کنیزوں میں اور اللہ سے ڈرتی رہو بیشک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: عورتوں پر ان کے باپوں اور بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنے دین کی عورتوں اور اپنی کنیزوں کے بارے میں (پردہ نہ کرنے میں) کوئی مضائقہ نہیں اور اللہ سے ڈرتی رہو۔ بیشک اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

---

1 ......تفسیر کبیر، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٥٣، ٩ / ١٨٠، ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٥٣، ٤ / ٣٣٠، جمل، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٥٣، ٦/١٩٥، ملتقطاً۔

2 ......جمل، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٥٣، ٦/١٩٥، خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٥٣، ٣/٥٠٩، ملتقطاً۔

3 ......جلالین مع صاوی، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٥٤، ٥/١٦٥٤۔

﴿لَا جُنَاحَ عَلَیْهِنَّ فِیْۤ اٰبَآىٕهِنَّ: ان پران کے باپوں کے بارے میں کوئی مضائقہ نہیں۔﴾ اس سے پہلی آیت میں پردے کا حکم دیا گیا اور اس آیت میں ان لوگوں کا بیان کیا جا رہا ہے جن سے پردہ نہیں ہے۔ **شانِ نزول:** جب پردہ کرنے کا حکم نازل ہوا تو عورتوں کے باپ، بیٹوں اور قریب کے رشتہ داروں نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا ہم اپنی ماؤں اور بیٹیوں کے ساتھ پردے کے باہر سے گفتگو کریں؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ عورتوں پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں اور بھانجوں سے پردہ نہ کریں اور ان قریبی رشتہ داروں کے سامنے آنے اور ان سے کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں، یونہی مسلمان عورتوں اور اپنی کنیزوں کے سامنے آنا بھی جائز ہے۔

نوٹ: یہاں آیت میں چچا اور ماموں کا صراحت کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ وہ والدین کے حکم میں ہیں۔ [1]

عورت کے پردے سے متعلق 4 شرعی مسائل

یہاں آیت کی مناسبت سے عورت کے پردے سے متعلق 4 شرعی مسائل ملاحظہ ہوں،

(1)......مَحرم رشتہ داروں سے پردہ نہیں ہے اِلّا یہ کہ فتنے کا اندیشہ ہو اور محرم سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جن سے عورت کا نکاح کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہو۔

(2)......مسلمان عورت دوسری مسلمان عورت کو دیکھ سکتی ہے اور اس کا وہی حکم ہے جو مرد کو مرد کی طرف نظر کرنے کا ہے یعنی ناف کے نیچے سے گھٹنے تک نہیں دیکھ سکتی باقی اعضاء کی طرف اس صورت میں نظر کر سکتی ہے جبکہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ [2]

(3)......نیک پرہیزگار عورت کو یہ چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو بدکار عورت کے دیکھنے سے بچائے، یعنی اس کے سامنے دوپٹہ وغیرہ نہ اتارے کیونکہ وہ اسے دیکھ کر مردوں کے سامنے اس کی شکل وصورت کا ذکر کرے گی۔ [3]

(4)......کافرہ عورتوں سے پردہ کرنا اور اپنے جسم کو چھپانا لازم ہے سوائے جسم کے ان حصوں کے جو گھر کے کام کاج کے لئے کھولنے ضروری ہوتے ہیں۔ [4]

1......ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۵، ۴/۳۳۱، مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۵، ص۹۴۹، خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۵، ۳/۵۱۰، ملتقطاً۔

2......ھدایہ، کتاب الکراھیۃ، فصل فی الوطء والنظر واللمس، ۲/۳۷۰-۳۷۱۔

3......عالمگیری، کتاب الکراھیۃ، الباب الثامن فیما یحلّ للرجل النظر الیہ وما لا یحلّ لہ... الخ، ۵/۳۲۷۔

4......جمل، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۵، ۶/۱۹۶۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمان خواتین کو شریعت کے احکام کے مطابق پردہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

﴿وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ: اور اللہ سے ڈرتی رہو۔﴾ یعنی اے عورتو! تمہیں جو پردے کا حکم دیا گیا اسے پورا کرو اور اس کی خلاف ورزی کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو یہاں تک کہ تمہیں کوئی غیر نہ دیکھے۔ تم پر اپنی طاقت کے مطابق احتیاط سے کام لینا لازم ہے اور یاد رکھو کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے اور بندوں کے اقوال اور افعال کسی حال میں بھی اس سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ (1)

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔﴾ یہ آیتِ مبارکہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صریح نعت ہے، جس میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حق میں دعائے رحمت کرتے ہیں اور اے مسلمانو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو یعنی رحمت و سلامتی کی دعائیں کرو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے انتہائی عقیدت و محبت کے ساتھ اَشعار کی صورت میں بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں درود و سلام کا ہدیہ پیش کیا ہے، انہی کے الفاظ میں ہم بھی عرض کرتے ہیں:

کعبہ کے بدرُ الدُّجیٰ تم پہ کروڑوں درود   طیبہ کے شمس الضُّحیٰ تم پہ کروڑوں درود

---

1 ......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۵، ۷/۲۱۸، قرطبی، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۵، ۷/۱۷۰، الجزء الرابع عشر، ملتقطاً۔

شافعِ روزِ جزا تم پہ کروڑوں درود　　دافعِ جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود

اور

مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام　　شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

شہریارِ ارم تاجدارِ حرم　　نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود　　نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

صلوٰۃ کا معنی

صلوٰۃ کا لغوی معنی دعا ہے، جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس سے مراد رحمت فرمانا ہے اور جب اس کی نسبت فرشتوں کی طرف کی جائے تو اس سے مراد اِستغفار کرنا ہے اور جب اس کی نسبت عام مومنین کی طرف کی جائے تو اس سے مراد دعا کرنا ہے۔[1]

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (یہاں آیت میں) اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے سے مراد ایسی رحمت فرمانا ہے جو تعظیم کے ساتھ ملی ہوئی ہو اور فرشتوں کے درود بھیجنے سے مراد ان کا ایسی دعا کرنا ہے جو رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان کے لائق ہو۔[2]

آیتِ درود اور حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت و شان

یہ آیتِ مبارکہ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی انتہائی عظمت و شان پر دلالت کرتی ہے، یہاں اس سے متعلق بزرگانِ دین کے 3 اِرشادات ملاحظہ ہوں:

(1)......حافظ محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: درود شریف کی آیت مدنی ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وہ قدر و منزلت بتا رہا ہے جو مَلَاءِ اعلیٰ (عالَمِ بالا یعنی فرشتوں) میں اس کے حضور ہے کہ وہ مُقرّب فرشتوں میں اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ثنا بیان فرماتا ہے اور یہ کہ فرشتے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر صلاۃ بھیجتے ہیں، پھر عالَمِ سِفلی کو حکم دیا کہ وہ بھی آپ پر صلاۃ و سلام بھیجیں

1 ......تفسيرات احمديه، الاحزاب، تحت الآية: ٥٦، ص٦٣٤.

2 ......صاوى، الاحزاب، تحت الآية: ٥٦، ٥/١٦٥٤.

تاکہ نیچے والی اور اوپر والی ساری مخلوق کی ثنا آپ پر جمع ہو جائے۔

مزید فرماتے ہیں: آیت میں صیغہ " **يُصَلُّوْنَ** " لایا گیا ہے جو ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ **اللہ** تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہمارے نبی پر ہمیشہ ہمیشہ درود بھیجتے ہیں حالانکہ اَوّلین و آخرین کی انتہائی تمنا یہ ہوتی ہے کہ **اللہ** تعالیٰ کی ایک خاص رحمت ہی انہیں حاصل ہو جائے تو زہے نصیب اور ان کی قسمت یہ کہاں! بلکہ اگر عقلمند سے پوچھا جائے کہ ساری مخلوق کی نیکیاں تیرے نامۂ اعمال میں ہوں، تجھے یہ پسند ہے یا کہ **اللہ** تعالیٰ کی ایک خاص رحمت تجھ پر نازل ہو جائے؟ تو وہ **اللہ** تعالیٰ کی ایک خاص رحمت کو پسند کرے گا۔ اِس بات سے اُس ذات کے مقام کے بارے میں اندازہ لگا لو جن پر ہمارا رب اور اس کے تمام ملائکہ ہمیشہ ہمیشہ درود بھیجتے ہیں۔ (1)

(2)......امام سہل بن محمد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: **اللہ** تعالیٰ نے اس ارشاد " **اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ** " کے ساتھ محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جو شرف بخشا وہ اس شرف سے زیادہ بڑا ہے جو فرشتوں کو حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دے کر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بخشا تھا، کیونکہ **اللہ** تعالیٰ کا فرشتوں کے ساتھ سجدے میں شریک ہونا ممکن ہی نہیں جبکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرود بھیجنے کی خود **اللہ** تعالیٰ نے اپنے متعلق خبر دی ہے اور پھر فرشتوں کے متعلق خبر دی ہے، پس **اللہ** تعالیٰ کی طرف سے جو شرف حاصل ہو وہ اس شرف سے بڑھ کر ہے جو صرف فرشتوں سے حاصل ہوا اور **اللہ** تعالیٰ اس شرف کو عطا فرمانے میں شریک نہ ہو۔ (2)

(3)......علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ اس آیتِ مبارکہ میں اس بات پر بہت بڑی دلیل ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رحمتوں کے نازل ہونے کی جگہ ہیں اور علی الاطلاق ساری مخلوق سے افضل ہیں۔ (3)

درود پاک کے 4 فضائل

اَحادیث میں درود شریف پڑھنے کی بکثرت ترغیب دلائی گئی اور بیسیوں مقامات پر اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے، ترغیب کے لئے یہاں 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابوطلحہ انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک دن حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف

1......القول البديع، نبذة يسيرة من فوائد قوله تعالى: انّ اللّٰه وملائكته يصلّون على النبى... الخ، ص٨٥-٨٦.

2......القول البديع، نبذة يسيرة من فوائد قوله تعالى: انّ اللّٰه وملائكته يصلّون على النبى... الخ، ص٨٦-٨٧.

3......صاوى، الاحزاب، تحت الآية: ٥٦، ٥/١٦٥٤.

لائے اور بشاشت چہرۂ اقدس میں نمایاں تھی ،ارشادفرمایا:''میرے پاس حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام آئے اور کہا:''آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: کیا آپ راضی نہیں کہ آپ کی اُمت میں جوکوئی آپ پر درود بھیجے، میں اس پر دس بار درود بھیجوں گا اور آپ کی اُمت میں جوکوئی آپ پر سلام بھیجے، میں اس پر دس بار سلام بھیجوں گا۔ (1)

(2)......حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:''قیامت کے دن مجھ سے سب لوگوں میں زیادہ قریب وہ ہوگا، جس نے سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجا ہے۔ (2)

(3)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا''جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے اور وہ قبول ہو جائے، تو اللّٰہ تعالیٰ اس کے 80 برس کے گناہ مٹا دے گا۔ (3)

(4)......حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: جو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایک بار درود بھیجے تو اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ستر بار درود بھیجتے ہیں۔ (4)

درود پاک کی 44 برکتیں

درودِ پاک پڑھنا عظیم ترین سعادتوں اور بے شمار برکتوں کے حامل اور افضل ترین اعمال میں سے ایک عمل ہے، بزرگانِ دین نے درود شریف کی برکتوں کو بکثرت بیان کیا ہے اور مختلف کتابوں میں ان برکتوں کو جمع کر کے بیان کیا گیا ہے، یہاں ان میں سے 44 برکتیں پڑھ کر اپنے دلوں کو منور کریں اور درودِ پاک کی عادت بنا کر ان برکتوں کو حاصل کریں:

(1) جو خوش نصیب **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرود بھیجتا ہے،اس پر اللّٰہ تعالیٰ ،فرشتے اور **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خود دُرود بھیجتے ہیں۔ **(2)** درود شریف خطاؤں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ **(3)** درود شریف سے اعمال پاکیزہ ہوجاتے ہیں۔ **(4)** درود شریف سے درجات بلند ہوتے ہیں۔ **(5)** گناہوں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ **(6)** درود بھیجنے والے کے لئے درود خود اِستغفار کرتا ہے۔ **(7)** اس کے نامۂ اعمال میں اجر کا ایک قیراط لکھا جاتا ہے جو اُحد پہاڑ کی مثل ہوتا ہے۔ **(8)** درود پڑھنے والے کو اجر کا پورا پورا پیمانہ ملے گا۔ **(9)** درود شریف اس شخص کے لئے دنیا

1......سنن نسائی، کتاب السهو، باب الفضل فی الصلاة علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، ص٢٢٢، الحدیث: ١٢٩٢.

2......ترمذی، کتاب الوتر، باب ما جاء فی فضل الصلاة علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، ٢/٢٧، الحدیث: ٤٨٤.

3......در مختار ورد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل فی بیان تألیف الصلاة الی انتهائها، ٢/٢٨٤.

4......مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص رضی اللّٰه تعالی عنهما، ٢/٦١٤، الحدیث: ٦٧٦٦.

وآخرت کے تمام اُمور کیلئے کافی ہوجائے گا جو اپنے وظائف کا تمام وقت درود پاک پڑھنے میں بسر کرتا ہو۔(10)مَصائب سے نجات مل جاتی ہے۔(11)اس کے درود پاک کی حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ گواہی دیں گے۔(12)اس کے لئے شفاعت واجب ہوجاتی ہے۔(13)درود شریف سے اللہ تعالیٰ کی رضا اوراس کی رحمت حاصل ہوتی ہے۔(14)اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے امن ملتا ہے۔(15)عرش کے سایہ کے نیچے جگہ ملے گی۔(16)میزان میں نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا۔(17)حوضِ کوثر پر حاضری کا موقع مُیَسّر آئے گا۔ (18)قیامت کی پیاس سے محفوظ ہوجائے گا۔(19)جہنم کی آگ سے چھٹکارا پائے گا۔(20)پل صراط پر چلنا آسان ہوگا۔(21)مرنے سے پہلے جنت کی منزل دیکھ لےگا۔(22)جنت میں کثیر بیویاں ملیں گی۔(23)درود شریف پڑھنے والے کو بیس غزوات سے بھی زیادہ ثواب ملے گا۔(24)درود شریف تنگدست کے حق میں صدقہ کے قائم مقام ہوگا۔(25)یہ سراپا پاکیزگی وطہارت ہے۔(26)درود کے وِرد سے مال میں برکت ہوتی ہے۔(27)اس کی وجہ سے سو بلکہ اس سے بھی زیادہ حاجات پوری ہوتی ہیں۔(28)یہ ایک عبادت ہے۔(29)درود شریف اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اعمال میں سے ہے۔(30)درود شریف مجالس کی زینت ہے۔(31)درود شریف سے غربت وفقر دور ہوتا ہے۔(32)زندگی کی تنگی دور ہوجاتی ہے۔(33)اس کے ذریعے خیر کے مقام تلاش کئے جاتے ہیں۔(34)درود پاک پڑھنے والا قیامت کے دن تمام لوگوں سے زیادہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب ہوگا۔(35)درود شریف سے درود پڑھنے والا خود، اس کے بیٹے پوتے نفع پائیں گے۔(36)وہ بھی نفع حاصل کرے گا جس کو درود پاک کا ثواب پہنچایا گیا۔(37)اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مُکَرَّم کا قرب نصیب ہوگا۔(38)یہ درود ایک نور ہے، اس کے ذریعے دشمنوں پر فتح حاصل کی جاتی ہے۔(39)نفاق اور زنگ سے دل پاک ہوجاتا ہے۔(40)درود شریف پڑھنے والے سے لوگ محبت کرتے ہیں۔(41)خواب میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زیارت ہوتی ہے۔(42)درود شریف پڑھنے والا لوگوں کی غیبت سے محفوظ رہتا ہے۔(43)درود شریف تمام اَعمال سے زیادہ برکت والا اور افضل عمل ہے۔(44)درود شریف دین ودنیا میں زیادہ نفع بخش ہے اور اس کے علاوہ اس وظیفہ میں اس سمجھدار آدمی کے لئے بہت وسیع ثواب ہے جو اعمال کے ذَخائر کو اکٹھا کرنے پر حریص ہے اور عظیم فضائل، بہترین مناقب، اور کثیر فوائد پر مشتمل عمل کے لئے جو کوشاں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بکثرت درود پاک پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

درود پاک پڑھنے کی حکمتیں

اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے درود شریف پڑھنا ایک عظیم عبادت ہے، اس کے ساتھ ساتھ بزرگوں نے درود شریف پڑھنے کی حکمتیں بھی بیان فرمائی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے بعد جملہ مخلوقات میں سب سے زیادہ کریم، رحیم، شفیق، عظیم اور سخی ہیں اور حبیبِ خدا، تاجدارِ اَنبیاء، سَرورِ ہر دوسرا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مومنوں پر سب سے زیادہ احسانات ہیں، اس لئے مُحسنِ اعظم کے احسان کے شکریہ میں ہم پر درود پڑھنا مقرر کیا گیا ہے، چنانچہ علامہ سخاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرود پڑھنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حق کو ادا کرنا ہے۔ بعض بزرگوں نے مزید فرمایا کہ ہمارا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرود بھیجنا ہماری طرف سے آپ کے درجات کی بلندی کی سفارش نہیں ہوسکتا کیونکہ ہم جیسے ناقص بندے آپ جیسے کامل واکمل کی شفاعت نہیں کر سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا بدلہ چکانے کا حکم فرمایا جس نے ہم پر احسان وانعام کیا اور اگر ہم احسان چکانے سے عاجز ہوں تو محسن کے لئے دعا کریں، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے احسان کا بدلہ دینے سے عاجز ہیں تو اس نے درود پڑھنے کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی تاکہ ہمارے درود آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے احسان کا بدلہ بن جائیں کیونکہ آپ کے احسان سے افضل کوئی احسان نہیں۔

ابو محمد مرجانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اے مُخاطَب! نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرود بھیجنے کا نفع حقیقت میں تیری ہی طرف لوٹتا ہے گویا تو اپنے لئے دعا کر رہا ہے۔

ابنِ عربی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرود بھیجنے کا فائدہ درود بھیجنے والے کی طرف لوٹتا ہے کیونکہ اس کا درود پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ درود شریف پڑھنے والے کا عقیدہ صاف ہے اور اس کی نیت خالص ہے اور اس کے دل میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیکی پر مدد حاصل ہے اور اس کے اور اس کے آقا و مولیٰ، دوعالَم کے دولہا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے درمیان ایک مبارک اور مُقدّس نسبت موجود ہے۔ (1)

1 ......القول البدیع، المقصود بالصلاۃ علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ص٨٣، ملخصاً۔

درود پاک نہ پڑھنے کی 2 وعیدیں

اَحادیث میں جہاں درود پڑھنے کے فضائل بیان ہوئے ہیں وہیں درود پاک نہ پڑھنے کی وعیدیں بھی بیان ہوئی ہیں، یہاں ان میں سے دو اَحادیث درجِ ذیل ہیں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں اور نہ اس کے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرود پڑھیں تو (قیامت کے دن) ان کی وہ مجلس ان کے لیے باعثِ ندامت ہوگی، اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو انہیں عذاب دے گا اور چاہے گا تو ان کو معاف فرما دے گا۔[1]

(2)......حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود پاک نہ پڑھا وہ بدبخت ہے۔[2]

درود پاک سے متعلق 6 شرعی اَحکام

آیت کی مناسبت سے درود پاک سے متعلق 6 اَہم باتیں ملاحظہ ہوں،

(1)......کسی مجلس میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ذکر کیا جائے تو ذکر کرنے اور سننے والے کا ایک مرتبہ درود و سلام پڑھنا واجب ہے اور اس سے زیادہ مستحب ہے اور نماز کے قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے۔

(2)......حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے تابع کر کے آپ کی آل و اَصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ اور دوسرے مومنین پر بھی درود بھیجا جا سکتا ہے یعنی درود شریف میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نامِ اقدس کے بعد ان کو شامل کیا جا سکتا ہے جبکہ مستقل طور پر حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔

(3)......درود شریف میں آل و اَصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ کا ذکر شروع سے چلتا آ رہا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آل کے

---

1 ......سنن ترمذی، کتاب الدعوات عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، باب فی القوم یجلسون ولا یذکرون اللّٰہ، ٢٤٧/٥، الحدیث: ٣٣٩١.

2 ......معجم الاوسط، باب العین، من اسمہ : علی، ٦٢/٣، الحدیث: ٣٨٧١.

ذکر کے بغیر درود مقبول نہیں یعنی درود شریف میں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہلِ بیت کو بھی شامل کیا جائے۔

(4)......درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزت و تکریم ہے۔ علماء نے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ یاربّ! محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عظمت عطا فرما، دنیا میں ان کا دین بلند کر کے، ان کی دعوت غالب فرما کر اور ان کی شریعت کو بقا عنایت کر کے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر اور ان کا ثواب زیادہ کر کے اور اَوّلین و آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور اَنبیاء و مُرسَلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ملائکہ اور تمام مخلوق پر ان کی شان بلند کر کے۔[1]

(5)......خطبے میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نام پاک سن کر دل میں درود پڑھیں، زبان سے سکوت فرض ہے۔[2]

(6)......اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے درود و سلام پڑھنے کے لئے کسی وقت اور خاص حالت مثلاً کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پڑھنے کی قید نہیں لگائی چنانچہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر، جہاں چاہے، جس طرح چاہے، نماز سے قبل یا بعد، یونہی اذان سے پہلے یا بعد جب چاہے درودِ پاک پڑھنا جائز ہے۔

سب سے افضل درود اور درود پاک پڑھنے کے آداب

یہاں سب سے افضل درود اور درود پاک پڑھنے کے چند آداب ملاحظہ ہوں،

(1)......سب دُرودوں سے افضل درود وہ ہے جو سب اعمال سے افضل یعنی نماز میں مقرر کیا گیا ہے یعنی درودِ ابراہیمی۔

(2)......درود شریف راہ چلتے بھی پڑھنے کی اجازت ہے البتہ جہاں نجاست پڑی ہو وہاں پڑھنے سے رک جائے۔

(3)......بہتر یہ ہے ایک وقت مُعَیَّن کر کے ایک تعداد مقرر کر لے اور روزانہ وضو کر کے، دوزانو بیٹھ کر، ادب کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے مقرر کردہ تعداد کے مطابق درود عرض کیا کرے اور اس کی مقدار سو بار سے کم نہ ہو، ہاں اس سے زیادہ جس قدر نبھا سکے بہتر ہے۔

(4)......اس کے علاوہ اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے باوضو بے وضو ہر حال میں دُرود جاری رکھے۔

---

1 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٥٦، ص ٩٥٠، تفسيرات احمديه، الاحزاب، تحت الآية: ٥٦، ص ٦٣٥، ملتقطاً.

2 ......فتاوی رضویہ، باب الجمعۃ، ٨/٣٦٥۔

(5)......بہتر یہ ہے کہ ایک خاص صیغہ کا پابند نہ ہو بلکہ وقتاً فوقتاً مختلف صیغوں سے درود عرض کرتا رہے تا کہ حضورِ قلب میں فرق نہ ہو۔[1]

حاجتیں پوری ہونے کا ایک مفید وظیفہ

علامہ احمد سخاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت کریمہ کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ آدمی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قبرِ انور کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھے:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّؕ-یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر دُرود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! ان پر دُرود اور خوب سلام بھیجو۔

پھر کہے: ''صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَامُحَمَّدُ'' یہاں تک کہ سَتّر مرتبہ یہی کہتا چلا جائے تو فرشتہ اسے پکارتا ہے: ''صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ'' اے فلاں! تیری کوئی حاجت پوری ہوئے بغیر نہ رہے گی۔[2]

طیبہ کے ماہِ تمام جملہ رُسل کے امام ۔۔۔ نوشہِ ملکِ خدا تم پہ کروڑوں درود
تم سے جہاں کا نظام تم پہ کروڑوں سلام ۔۔۔ تم پہ کروڑوں ثنا تم پہ کروڑوں درود
تم ہو جواد و کریم تم ہو رؤف و رحیم ۔۔۔ بھیک ہو داتا عطا تم پہ کروڑوں درود
خلق کے حاکم ہو تم رزق کے قاسم ہو تم ۔۔۔ تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں درود
نافع و دافع ہو تم شافع و رافع ہو تم ۔۔۔ تم سے بس افزوں خدا تم پہ کروڑوں درود
شافی و نافی ہو تم کافی و وافی ہو تم ۔۔۔ درد کو کردو دوا تم پہ کروڑوں درود

نوٹ: درود پاک کے فضائل، فوائد، آداب اور اس سے متعلق دیگر چیزوں کی معلومات حاصل کرنے کے لئے راقم کی کتاب ''رحمتوں کی برسات'' کا مطالعہ فرمائیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ

---

1 ......فتاوی رضویہ، باب صفۃ الصلاۃ، ۶/۱۸۳، ملخصاً۔

2 ......القول البدیع، نبذة یسیرة من فوائد قوله تعالی: انّ اللّٰه وملائکته یصلّون علی النبی... الخ، ص۸۷۔

وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرمادی ہے اور اللہ نے ان کے لیے رسوا کردینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ: بیشک جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔﴾ اس آیت میں ایذا دینے والوں سے مراد کفار ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی باتیں کہتے ہیں جن سے وہ مُنَزَّہ اور پاک ہے اور وہ کفار مراد ہیں جو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی تکذیب کرتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آخرت میں رسوا کردینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کوئی اسے ایذا دے سکے یا اسے کسی سے ایذا پہنچے، اس لئے یہاں اللہ تعالیٰ کو ایذا دینے سے مراد اس کے حکم کی مخالفت کرنا اور گناہوں کا اِرتکاب کرنا ہے یا یہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر صرف تعظیم کے طور پر ہے جبکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دینے سے مراد خاص رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو ایذا دینا ہے، جیسے جس نے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، اسی طرح جس نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔[1]

نوٹ: حضور پُر نور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے کسی فعل شریف کو ہلکی نگاہ سے دیکھنا یا کسی قسم کا اعتراض کرنا یا آپ کے ذکرِ خیر کو روکنا اور آپ کو عیب لگانا بھی نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو ایذا دینے میں داخل ہے اور اس قسم کے لوگ بھی دنیا و آخرت میں لعنت کے مستحق ہیں۔

---

1 ......جلالین، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۷، ص۳۵۷، خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۷، ۳/۵۱۱، روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۷، ۷/۲۳۷، ملتقطاً۔

وَ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَيۡرِ مَا اكۡتَسَبُوۡا فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُهۡتَانًا وَّ اِثۡمًا مُّبِيۡنًا ﴿۵۸﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بغیر کچھ کئے ستاتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھالیا ہے۔

﴿وَالَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَيۡرِ مَا اكۡتَسَبُوۡا: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بغیر کچھ کئے ستاتے ہیں۔﴾ **شانِ نزول:** ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ان منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی جو حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجۡہَہُ الۡکَرِیۡم کو ایذا دیتے تھے اور اُن کی شان میں بدگوئی کرتے تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہَا کے معاملے میں نازل ہوئی۔ یاد رہے کہ اس کا شانِ نزول اگرچہ خاص ہے لیکن اس کا حکم تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو عام ہے اور آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ ایمان والے مردوں اور عورتوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں جس سے انہیں اَذِیَّت پہنچے حالانکہ انہوں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہوتا جس کی وجہ سے انہیں اذیت دی جائے تو ان لوگوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھالیا اور خود کو بہتان کی سزا اور کھلے گناہ کے عذاب کا حق دار ٹھہرا لیا ہے۔[1]

مسلمانوں کو ناحق ایذا اور تکلیف نہ دی جائے

یاد رہے کہ مسلمان مرد و عورت کو دینِ اسلام میں یہ حق دیا گیا ہے کہ انہیں کوئی شخص اپنے قول اور فعل کے ذریعے ناحق ایذا نہ دے، یہاں اس سے متعلق تین اَحادیث اور بزرگانِ دین کے تین اَقوال ملاحظہ ہوں، چنانچہ

(1)......حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”تم لوگوں کو (اپنے) شر سے محفوظ رکھو، یہ ایک صدقہ ہے جو تم اپنے نفس پر کرو گے۔“[2]

1......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٥٨، ص ٩٥٠، روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ٥٨، ٧/٢٣٨-٢٣٩، ملتقطاً.
2......بخاری، كتاب العتق، باب ایّ الرقاب افضل، ٢/١٥٠، الحديث: ٢٥١٨.

(2)……حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ مسلمان کون ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ زیادہ جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے (دوسرے) مسلمان محفوظ رہیں۔ ارشاد فرمایا ''تم جانتے ہو کہ مومن کون ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ زیادہ جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ''مومن وہ ہے جس سے ایمان والے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ سمجھیں اور مہاجر وہ ہے جو گناہ کو چھوڑ دے اور اس سے بچے۔ [1]

(3)……حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، گاہک کو دھوکہ دینے اور قیمت بڑھانے کیلئے دکاندار کے ساتھ مل کر جھوٹی بولی نہ لگاؤ، ایک دوسرے سے بغض نہ کرو، ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، کسی کی بیع پر بیع نہ کرو اور اے اللہ تعالیٰ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر نہ ظلم کرے، نہ اس کو رسوا کرے، نہ حقیر جانے، حضورِ پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے تین بار فرمایا: تقویٰ یہاں ہے اور کسی شخص کی برائی کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو برا جانے، ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت۔ [2]

(4)……حضرت فضیل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: کتے اور سور کو بھی ناحق ایذا دینا حلال نہیں تو مومنین و مومنات کو ایذا دینا کس قدر بدترین جرم ہے۔ [3]

(5)……حضرت مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جہنمیوں پر خارش مُسَلَّط کر دی جائے گی تو وہ اپنے جسم کو کھجلائیں گے حتّٰی کہ ان میں سے ایک کے چمڑے سے ہڈی ظاہر ہو جائے گی تو اسے پکارا جائے گا: اے فلاں! کیا تمہیں اس سے تکلیف ہوتی ہے؟ وہ کہے گا: ہاں۔ پکارنے والا کہے گا: تو مسلمانوں کو تکلیف پہنچایا کرتا تھا یہ اس کی سزا ہے۔ [4]

(6)……علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہاں ایمان والوں کو اَذِیَّت دینے کا ذکر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

1……مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ تعالی عنہما، ٢/٦٥٤، الحدیث: ٦٩٤٢.

2……مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ... الخ، ص١٣٨٦، الحدیث: ٣٢(٢٥٦٤).

3……مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٥٨، ص٩٥٠.

4……احیاء علوم الدین، کتاب آداب الالفۃ والاخوۃ... الخ، الباب الثالث، ٢/٢٤٢.

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اذیت دینے کے ساتھ ہوا جیسا کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اذیت دینے کا ذکر اللہ تعالیٰ کو اذیت دینے کے ساتھ ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان والوں کو اذیت دینا گویا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اذیت دینا ہے اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اذیت دینا گویا کہ اللہ تعالیٰ کو اذیت دینا ہے تو جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اذیت دینے والا دنیا اور آخرت میں لعنت کا مستحق ہے اسی طرح ایمان والوں کو اذیت دینے والا بھی دونوں جہاں میں لعنت و رسوائی کا حقدار ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں شریروں کے شر اور ظالموں کے ظلم سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

مسلمانوں کو کسی شرعی وجہ کے بغیر ایذا دینے کا شرعی حکم

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: مسلمان کو بغیر کسی شرعی وجہ کے تکلیف دینا قطعی حرام ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا

وہ لوگ جو ایماندار مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی جرم کے تکلیف دیتے ہیں بے شک انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے ذمے لے لیا۔

سیِّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: ''مَنْ اٰذٰی مُسْلِمًا فَقَدْ اٰذَانِیْ وَ مَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ''، جس نے مسلمان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔[2] یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی بالآخر اللہ تعالیٰ اسے عذاب میں گرفتار فرمائے گا۔

امامِ اَجل رافعی نے سیّدنا علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ سے روایت کی، مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''لَیْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ مُسْلِمًا اَوْ ضَرَّہٗ اَوْ مَاکَرَہٗ''، یعنی وہ شخص ہمارے گروہ میں سے نہیں ہے جو مسلمان کو دھوکا دے یا تکلیف پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر کرے۔[3][4]

---

1 ...... روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۸، ۷/۲۳۹.

2 ...... معجم الاوسط، باب السین، من اسمہ: سعید، ۲/۳۸۶، الحدیث: ۳۶۰۷.

3 ...... کنزالعمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، حرف المیم، المکر والخدیعۃ، ۲/۲۱۸، الحدیث: ۷۸۲۲، الجزء الثالث.

4 ...... فتاویٰ رضویہ، ۲۴/۴۲۵-۴۲۶۔

موجودہ زمانے میں مسلمانوں کو ایذا دینے کی 20 مثالیں

زیرِ تفسیر آیت اور درج بالا اَحادیث واَقوال سے معلوم ہوا کہ دینِ اسلام میں مسلمانوں کو اَذِیَّت سے بچانا خاص اہمیت کا حامل ہے اور ناحق ایذا پہنچانا اسلام کی نظر میں انتہائی قبیح جرم ہے جس کی سخت سزا مقرر کی گئی ہے۔ فی زمانہ ہمارے معاشرے میں لوگ اس حوالے سے انتہائی غفلت کا شکار ہیں اور مختلف طریقوں سے اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو ناحق ایذا پہنچاتے اور ان کی ایذا رسانی کا سامان مہیا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، یہاں ہم 20 ایسی مثالیں ذکر کرتے ہیں جن کے ذریعے عمومی طور پر مسلمانوں کو ناحق ایذا پہنچائی جاتی ہے تاکہ مسلمان ان کی طرف متوجہ ہوں اور اپنے ان افعال سے باز آ کر مسلمانوں کو اذیت سے بچائیں:

(1)......شادیوں میں شور شرابا، غل غپاڑہ کرنا اور رات کے وقت آتش بازی کا مظاہرہ کرنا۔

(2)......غلط جگہ پارکنگ کر کے، گلیوں میں ملبہ وغیرہ ڈال کر اور مختلف تقاریب کے لئے گلیاں بند کرنا۔

(3)......گلیوں میں کرکٹ اور فٹ بال وغیرہ کھیلنا اور خاص طور پر رمضان کی راتوں میں رات رات بھر ایسا کرنا اور اس دوران شور مچانا۔

(4)......سائلنسر نکال کر گلیوں اور بازاروں میں موٹر سائیکل اور کاریں چلانا۔

(5)......گلیوں میں کچرا اور غلاظت ڈالنا۔

(6)......اسٹریٹ کرائم اور ٹارگٹ کلنگ کی وارداتوں کے ذریعے مسلمانوں کو اذیت پہنچانا۔

(7)......دل شکنی والے الفاظ سے پکارنا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: کسی مسلمان بلکہ کافر ذمی کو بھی بلا حاجتِ شرعیہ ایسے الفاظ سے پکارنا یا تعبیر کرنا جس سے اس کی دل شکنی ہو، اسے ایذا پہنچے، شرعاً ناجائز و حرام ہے اگرچہ بات فی نفسہ سچی ہو۔[1]

(8)......گھر میں شور شرابا کرنا اور بلند آواز سے ٹی وی اور گانے وغیرہ چلا کر پڑوسیوں کو تنگ کرنا۔

(9)......پڑوسیوں کے گھر میں تانک جھانک کرنا اور ان کے عیبوں کی تلاش میں رہنا۔

(10)......کسی عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرنا۔

---

1 ......فتاوی رضویہ، رسالہ: اراءۃ الادب لفاضل النسب، ۲۳/ ۲۰۴۔

(11)......عورت کا اپنے گھر سے بھاگ کر اور مرد کا اسے بھگا کر شادی کرنا۔ایسے لوگوں کے بارے میں اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: بلاشبہہ ایسے لوگ مُفسد وفتنہ پَرداز اور آبرو ریز،فتنہ انگیز،مستحقِ عذابِ شدید و وبالِ مدید ہیں،مَعَاذَ اللہ اگر ایسی جرأتیں روا رکھی جائیں تو ننگ وناموس کو بہت صدمہ پہنچے گا،کم سے کم اس میں شناعت یہ ہے کہ بلاوجہِ شرعی ایذاءِ مسلم ہے۔[1]

(12)......رشتہ نہ ملنے پر لڑکی والوں سے متعلق اذیت بھرے کلمات کہنا اور داماد وغیرہ کا اپنے سسرال والوں کو طرح طرح سے تنگ کرنا۔

(13)......ساتھ کام کرنے والوں کی چغلیاں کھانا۔

(14)......ساتھ کام کرنے والوں کی کارکردگی ناقص بنانے کی کوشش کرنا اور اسے بلاوجہ ناقص ثابت کرنے کی کوشش کرنا۔

(15)......ساتھی کو تکلیف یا مصیبت پہنچنے پر خوشی کا اظہار کرنا۔

(16)......ساتھیوں اور ماتحتوں کو حقیر سمجھنا اور ان کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کرنا۔

(17)......گالیاں دینا،لعنت کرنا،تہمت اور بہتان لگانا۔

(18)......مذاق اڑانا اور پھبتیاں کسنا۔

(19)......بدگمانیاں پھیلاتے پھرنا اور بلاوجہ کسی کے پوشیدہ عیبوں کو دوسروں کے سامنے ظاہر کرنا۔

(20)......لوگوں کا مال دبالینا اور قرض کی ادائیگی میں بلاوجہ تنگ کرنا۔

سرِدست یہاں بیس مثالیں ذکر کی ہیں اور غور کیا جائے تو مسلمانوں کو بلاوجہ اذیت دینے کی سینکڑوں مثالیں آپ کے سامنے آسکتی ہیں۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ ایک دوسرے کو ایذا اور تکلیف دینے سے بچیں،اٰمین۔

مسلمانوں کو اَذِیَّت پہنچانے سے بچنے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی سیرت

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی سیرت میں ایسے واقعات بہت مل جائیں گے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو اَذِیَّت اور تکلیف پہنچانے سے بہت بچا کرتے تھے،ترغیب کے لئے یہاں دو واقعات ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت عائذ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ابو سفیان حضرت سلمان،حضرت صہیب اور حضرت بلال

1......فتاویٰ رضویہ،کتاب النکاح،۱۱/۲۹۲۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ کے پاس سے گزرے جو ایک جماعت میں تھے، تو ان حضرات نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تلواریں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دشمن کی گردن میں اپنی جگہ پر نہ گزریں۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے فرمایا: کیا تم قریش کے شیخ اور ان کے سردار کے بارے میں یہ کہتے ہو! پھر وہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آئے اور آپ کو (اس معاملے کی) خبر دی، اس پر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اے ابو بکر! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ، شاید تم نے ان حضرات کو ناراض کر دیا ہے، اگر تم نے انہیں ناراض کر دیا تو تم نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو ناراض کر دیا۔ تب حضرت ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ ان حضرات کے پاس آئے اور فرمایا: اے میرے بھائیو! کیا میں نے تم کو رنجیدہ کر دیا؟ انہوں نے کہا: اے میرے بھائی! نہیں، اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔[1]

(2)......ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے فرمایا: میں نے رات اس آیت: '' **وَالَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَيۡرِ مَا اكۡتَسَبُوۡا فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُهۡتَانًا وَّ اِثۡمًا مُّبِيۡنًا** '' کو پڑھا تو میں اس کی وجہ سے بہت ڈر گیا کیونکہ خدا کی قسم! میں مسلمانوں کو مارتا ہوں اور انہیں جھڑکتا ہوں، حضرت اُبی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے ان سے عرض کی: اے امیر المؤمنین! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ، آپ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں، آپ تو محض مُعَلِّم اور نظام کو قائم کرنے والے ہیں۔[2]

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ يُدۡنِيۡنَ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِيۡبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدۡنٰۤى اَنۡ يُّعۡرَفۡنَ فَلَا يُؤۡذَيۡنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ۝٥٩

ترجمۂ کنزالایمان: اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

---

1 ......مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل سلمان وصهيب وبلال، ص١٣٥٩، الحديث: ١٧٠(٢٥٠٤).

2 ......تفسير قرطبى، الاحزاب، تحت الآية: ٥٨، ١٧٨/٧، الجزء الرابع عشر.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے اوپر ڈالے رکھیں، یہ اس سے زیادہ نزدیک ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو انہیں ستایا نہ جائے اور اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ: اے نبی اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں سے فرمادو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی اَزواجِ مُطَہَّرات، اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادیں کہ جب انہیں کسی حاجت کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑے تو وہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈال کر رکھیں اور اپنے سر اور چہرے کو چھپائیں۔ زمانۂ جاہلیّت میں یہ طریقہ تھا کہ آزاد عورتیں اور باندیاں دونوں قمیص اور دوپٹہ پہنے چہرہ کھول کر باہر نکلتی تھیں اور جب رات کے وقت قضاءِ حاجت کے لیے کھجوروں کے جھنڈ اور نشیبی زمینوں میں جاتیں تو بدکار لوگ باندیوں کے پیچھے جاتے اور بعض اوقات وہ آزاد عورتوں پر بھی دست درازی کرتے اور یہ کہتے کہ ہم نے اس کو باندی گمان کیا تھا۔ اس پر آزاد عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ چادر سے جسم ڈھانک کر سر اور منہ چھپا کر باندیوں سے اپنی وضع ممتاز کردیں تاکہ کوئی شخص ان کے متعلق بری خواہش نہ کرے۔ [1]

یاد رہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ لونڈیوں کو ستانا جائز تھا بلکہ یہ ان فاسق وفاجر لوگوں کے ایک حیلے کے سامنے بند باندھنے کیلئے فرمایا گیا۔

﴿ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ: یہ اس سے زیادہ نزدیک ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو انہیں ستایا نہ جائے۔﴾ یعنی اگر آزاد مسلمان عورتیں اس طرح چادر اوڑھ کر چہرہ ڈھانپ کر باہر نکلیں گی تو انہیں دور سے پہچان لیا جائے گا کہ یہ عزت دار اور باحیا خواتین ہیں اور اس سے ان کی عزت محفوظ رہے گی اور ستائی بھی نہیں جائیں گی۔ اس آیت مبارکہ سے ہمارے زمانے کی ان عورتوں کو درسِ عبرت حاصل کرنا چاہئے جو شرم وحیا کی چادر اتار کر بن سنور کر بازاروں کی رونق بنی رہتی ہیں اور لوگوں کی ہوس کا نشانہ بنتی ہیں اور اوباش قسم کے لوگ ان پر آوازیں کستے اور چھیڑ خانی کرتے ہیں۔

1 ......البحر المحیط، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٥٩، ٧/٢٤٠.

لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ لَنُغْرِیَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَاۤ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۶۰﴾ مَّلْعُوْنِیْنَ ۚۛ اَیْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر باز نہ آئے منافق اور جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹ اڑانے والے تو ضرور ہم تمہیں ان پر شہ دیں گے پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس نہ رہیں گے مگر تھوڑے دن ۔ پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کیے جائیں۔ اللہ کا دستور چلا آتا ہے ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے اور تم اللہ کا دستور ہرگز بدلتا نہ پاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: منافق اور وہ کہ جن کے دلوں میں مرض ہے اور وہ لوگ جو مدینے میں جھوٹی خبریں پھیلانے والے ہیں اگر باز نہ آئے تو ضرور ہم تمہیں ان کے خلاف اکسائیں گے پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس نہ رہیں گے مگر تھوڑے دن۔ اللہ کی رحمت سے دور کئے ہوئے لوگ ہیں، جہاں کہیں پائے جائیں انہیں پکڑ لیا جائے اور گن گن کر انہیں قتل کر دیا جائے۔ اللہ کا دستور چلا آتا ہے ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے اور تم اللہ کے دستور کیلئے ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔

﴿لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ: اگر منافق باز نہ آئے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو منافق ہیں اور وہ لوگ جو فاجر و بدکار ہیں اور وہ لوگ جو مدینے میں اسلامی لشکروں کے متعلق جھوٹی خبریں اڑانے والے ہیں اور یہ مشہور کیا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو شکست ہوگئی، وہ قتل کر ڈالے گئے، دشمن چڑھا چلا آ رہا ہے اور اس سے ان کا مقصد مسلمانوں کی دل شکنی اور ان کو پریشانی میں ڈالنا ہوتا ہے، اگر یہ لوگ اپنے نفاق، بدکاری اور دیگر حرکتوں سے باز نہ آئے تو ضرور ہم مسلمانوں کو ان کے خلاف کاروائی کرنے کی اجازت دے دیں گے اور مسلمانوں کو ان پر مُسلَّط کر دیں گے، پھر وہ

مدینہ میں تمہارے پاس تھوڑے دن ہی رہیں گے، پھر ان سے مدینہ طیبہ خالی کرالیا جائے گا اور وہ لوگ وہاں سے نکال دیئے جائیں گے۔[1]

غلط خبریں پھیلا کر مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کرنے والے دل کے منافقوں کی حالت کو آج کے دور میں آسانی سے سمجھنا ہو تو چند دن اخبار پڑھ کر دیکھ لیں کہ مغرب کے غلام لکھاری، مسلمانوں کو اپنے مغربی آقاؤں سے ڈرانے کیلئے ان کی طاقت، ترقی، تہذیب کو کیسے بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں اور مسلمانوں کی طاقت، تہذیب اور ماضی وحال کو کس طرح تاریک بنا کر پیش کرتے ہیں۔

﴿مَلْعُوْنِیْنَ: اللہ کی رحمت سے دور کئے ہوئے لوگ ہیں۔﴾ یعنی منافقین اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کئے ہوئے لوگ ہیں، اگر یہ اپنے نفاق اور جھوٹی خبریں اڑانے پر قائم رہیں تو یہ تمہیں جہاں بھی مل جائیں انہیں پکڑ لو اور گن گن کر انہیں قتل کر دو۔[2]

﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ: اللہ کا دستور چلا آتا ہے ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے۔﴾ یعنی ان منافقوں کے بارے میں جو حکم دیا گیا وہ کوئی نیا حکم نہیں ہے بلکہ پہلی اُمتوں کے منافقین جو ایسی حرکتیں کرتے تھے اُن کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کا دستور یہی رہا ہے کہ جہاں پائے جائیں مار ڈالے جائیں اور اللہ تعالیٰ کا دستور تبدیل نہیں ہوتا بلکہ وہ تمام امتوں میں ایک ہی طرح جاری رہتا ہے۔[3]

یَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِؕ وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِیْبًا﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: لوگ تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور تم کیا جانو شاید قیامت

---

1 ......خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٦٠، ٣/٥١٢، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٦٠، ص٩٥١، ملتقطاً.

2 ......جلالين مع جمل، الاحزاب، تحت الآية: ٦١، ٦/١٩٩.

3 ......تفسير كبير، الاحزاب، تحت الآية: ٦٢، ٩/١٨٤، خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٦٢، ٣/٥١٢، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٦٢، ص٩٥١، ملتقطاً.

پاس ہی ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگ تم سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں، تم فرماؤ: اس کا علم تو اللّٰہ ہی کے پاس ہے اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو۔

﴿ یَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ: لوگ تم سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ ﴾ شانِ نزول: مشرکین تو مذاق اڑانے کے طور پر رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے قیامت کا وقت دریافت کیا کرتے تھے گویا کہ ان کو بہت جلدی ہے اور یہودی قیامت کے بارے میں امتحان کے طور پر پوچھتے تھے کہ وہ کب قائم ہوگی؟ کیونکہ توریت میں اس کا علم مخفی رکھا گیا تھا، تو اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم فرمایا کہ آپ ان سے فرما دیں: قیامت قائم ہونے کے وقت کا علم تو اللّٰہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور اس کے سوا کوئی اس پر مطلع نہیں اور اللّٰہ تعالیٰ کا قیامت واقع ہونے کے علم کو مجھ سے مخفی رکھنا ایسی چیز نہیں جس سے میری نبوت باطل ہو جائے کیونکہ کسی شخص کے نبی ہونے کے لئے یہ شرط نہیں کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کی تعلیم کے بغیر غیب کا علم رکھتا ہو۔[1]

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ فرمانے کا حکم اس وقت دیا گیا جب ان سے قیامت کے بارے میں سوال ہوا تھا ورنہ ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب دنیا سے تشریف لے گئے اس وقت تک اللّٰہ تعالیٰ نے آپ کو تمام غیبوں کا علم عطا فرما دیا تھا اور ان میں سے ایک قیامت کا علم ہے لیکن انہیں یہ علم چھپانے کا حکم دیا گیا تھا (اس لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے امت کو قیامت کا معین وقت نہیں بتایا۔)[2]

﴿ وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِیْبًا: اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو۔ ﴾ علامہ عبداللّٰہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت میں وقوعِ قیامت کی جلدی کرنے والوں کو ڈرانے اور امتحان کے طور پر سوال کرنے والوں کو خاموش کروانے اور ان کا منہ بند کرنے کے لئے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

1 ......خازن، الاحزاب، تحت الآیة: ٦٣، ٥١٢/٣، قرطبی، الاحزاب، تحت الآیة: ٦٣، ١٨٣/٧، الجزء الرابع عشر، ملتقطاً.

2 ......صاوی، الاحزاب، تحت الآیة: ٦٣، ١٦٥٨/٥.

سے ارشاد فرمایا کہ آپ (خود سے) کیا جانیں شاید قیامت کا واقع ہونا قریب ہو۔[1]

نوٹ: نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو قیامت کا علم عطا فرمائے جانے سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے سورۂ اَعراف آیت نمبر 187 کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الۡكٰفِرِيۡنَ وَاَعَدَّ لَهُمۡ سَعِيۡرًا ﴿۶۴﴾ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوۡنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًا ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللّٰه نے کافروں پر لعنت فرمائی اور ان کے لیے بھڑکتی آگ تیار کررکھی ہے۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللّٰه نے کافروں پر لعنت فرمائی اور ان کے لیے بھڑکتی آگ تیار کررکھی ہے۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ مددگار۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الۡكٰفِرِيۡنَ : بیشک اللّٰه نے کافروں پر لعنت فرمائی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰه تعالیٰ نے سبھی کافروں کو اپنی رحمت سے دور کردیا اور اس کے ساتھ ساتھ آخرت میں ان کے لیے بھڑکتی آگ تیار کررکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور اس میں نہ کوئی اپنا حمایتی پائیں گے اور نہ مددگار جو ان سے عذاب دور کردے اور انہیں اس سے خلاصی دے۔[2] اور اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ کفار قیامت کی تیاری کرنے کی بجائے کھیل کود اور قیامت کا مذاق اڑانے میں لگے ہوئے ہیں، جیسا کہ گزشتہ آیت میں بیان کیا گیا۔

يَوۡمَ تُقَلَّبُ وُجُوۡهُهُمۡ فِى النَّارِ يَقُوۡلُوۡنَ يٰلَيۡتَنَاۤ اَطَعۡنَا اللّٰهَ وَاَطَعۡنَا الرَّسُوۡلَا ﴿۶۶﴾

---

1 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٦٣، ص ٩٥١.

2 ......روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ٦٤-٦٥، ٧/٢٤٤.

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ان کے منہ اُلٹ اُلٹ کر آگ میں تلے جائیں گے کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن ان کے چہرے آگ میں بار بار الٹے جائیں گے تو کہتے ہوں گے: ہائے! اے کاش! ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔

﴿ یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ: جس دن ان کے چہرے آگ میں بار بار الٹے جائیں گے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا کہ جہنم کی آگ میں کافروں کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہوگا اور اس آیت میں ان کے عذاب کی کیفیت بیان کی جارہی ہے کہ جس دن کافروں کے چہرے جہنم کی آگ میں بار بار الٹ پلٹ کئے جائیں گے اور آگ میں جلنے کے باعث ان کے چہرے کی رنگت تبدیل ہو رہی ہوگی تو اس وقت وہ انتہائی حسرت کے ساتھ یہ کہہ رہے ہوں گے کہ ہائے! اے کاش! ہم نے دنیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول عَلَیْہِ السَّلَام کا حکم مانا ہوتا تو آج ہم عذاب میں گرفتار نہ ہوتے۔

خیال رہے کہ جہنم میں کافروں کے پورے جسم پر عذاب ہوگا اور یہاں آیت میں چہرے کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ چہرہ انسان کے جسم کا سب سے مکرم اور مُعظّم عُضْو ہوتا ہے اور جب ان کا چہرہ آگ میں بار بار الٹ رہا ہوگا تو یہ ان کے لیے بہت زیادہ ذلت اور رسوائی کا باعث ہوگا۔

وَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِیْرًا ﴿٦٨﴾ ع

ع ٨ / ١٠ / ٥

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کے کہنے پر چلے تو انہوں نے ہمیں راہ سے بہکا دیا۔ اے ہمارے رب انہیں آگ کا دونا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کے کہنے پر چلے تو انہوں نے ہمیں راہ سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے رب! انہیں دُگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔

﴿وَقَالُوۡا: اور کہیں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن پیروی کرنے والے کفار عذر پیش کرتے ہوئے کہیں گے: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہم قوم کے سرداروں، بڑی عمر کے لوگوں اور اپنی جماعت کے عالموں کے کہنے پر چلے، انہوں نے ہمیں کفر کی تلقین کر کے اسلام اور توحید کے راستے سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، انہیں آگ کا اس سے دُگنا عذاب دے جو ہمیں دیا گیا کیونکہ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور ان پر بڑی لعنت کر۔(1)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ اٰذَوۡا مُوۡسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوۡا ؕ وَكَانَ عِنۡدَ اللّٰهِ وَجِيۡهًا ؕ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اُن جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تو اللّٰہ نے اسے بَری فرما دیا اس بات سے جو انہوں نے کہی اور موسیٰ اللّٰہ کے یہاں آبرو والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تو اللّٰہ نے موسیٰ کا اس شے سے بری ہونا دکھا دیا جو انہوں نے کہا تھا اور موسیٰ اللّٰہ کے ہاں بڑی وجاہت والا ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ اٰذَوۡا مُوۡسٰى: اے ایمان والو! ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا۔﴾ سورت کی ابتداء سے لے کر یہاں تک منافقین کی اَنواع و اَقسام کی ایذاؤں کا ذکر تھا اور اب یہاں سے بنی اسرائیل کے طرزِ عمل کی طرف اشارہ کر کے مسلمانوں کو اس سے بچنے کی تنبیہ کی جا رہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا ادب و احترام بجا لاؤ اور کوئی ایسی بات نہ کہنا اور نہ کوئی ایسا کام کرنا جو

1 ......روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ٦٧-٦٨، ٧/٢٤٤-٢٤٥، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٦٧-٦٨، ص٩٥٢، ملتقطاً.

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے رنج وملال کا باعث ہو اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ستایا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اس سے بری ہونا دکھا دیا جو انہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں کہا تھا۔[1]

یہاں اس آیت سے متعلق دو باتیں یاد رہیں:

(1)...... یہ ضروری نہیں کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ سے کوئی ایسا کام سرزد ہوا ہو جس سے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اَذِیَّت پہنچی تھی اور اس پر انہیں یہاں آیت میں تنبیہ کی گئی، بلکہ عین ممکن ہے کہ آئندہ ایسے کام سے بچانے کے لئے پیش بندی کے طور پر انہیں تنبیہ کی گئی ہو۔ اَحادیث میں جو بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کا واقعہ منقول ہے اُس کا محمل بھی یہی ہے کہ اُس وقت ان کی اِس بات کی طرف توجہ نہ ہوئی ہو گی کہ یہ کلمہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے ایذا کا باعث ہے کیونکہ کسی صحابی سے ایسا ممکن نہیں کہ وہ جان بوجھ کر تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایذا پہنچائیں اور جتنے واقعات جان بوجھ کر ایذا پہنچانے کے ہیں وہ سب منافقین کے ہیں۔

(2)...... بنی اسرائیل نے کیا کہہ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ستایا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا بری ہونا کس طرح دکھایا تھا، اس سے متعلق مفسرین نے مختلف واقعات ذکر کئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وفات پا گئے تو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا: آپ نے ان کو قتل کیا ہے اور وہ آپ کی بہ نسبت ہم سے زیادہ محبت کرنے والے تھے اور آپ کی بہ نسبت زیادہ نرم مزاج تھے۔ بنی اسرائیل نے ان باتوں سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اذیت پہنچائی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا، وہ حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جسم مبارک اٹھا کر لائے اور ان کی وفات کی خبر دی۔ تب بنی اسرائیل نے سمجھ لیا کہ حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام طبعی موت سے فوت ہوئے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی تہمت سے بری کر دیا۔

ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ قارون نے ایک عورت کو بہت سا مال دے کر اس بات پر تیار کیا کہ وہ حضرت موسیٰ

---

1 ...... قرطبی، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٦٩، ١٨٤/٧، الجزء الرابع عشر، تفسیر طبری، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٦٩، ٣٣٦/١٠، ملتقطاً.

عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر زنا کی تہمت لگائے تو اللہ تعالیٰ نے اسی عورت کے اقرار سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اس قبیح فعل سے پاک ہونا دکھا دیا۔ (1)

﴿وَكَانَ عِنۡدَ اللّٰهِ وَجِيۡهًا: اور موسیٰ اللہ کے ہاں بڑی وجاہت والا ہے۔﴾ آیت کے اس حصے میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شان بیان فرمائی گئی کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑی وجاہت والے تھے یعنی بڑے مقام والے تھے اور اس مقام میں یہ بات بھی داخل ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام مُسْتَجَابُ الدَّعْوَات تھے یعنی آپ کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔ (2)

نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعاؤں کی قبولیت

مفسرین نے وجیہ کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعائیں مقبول تھیں، اسی مناسبت سے یہاں سیّد العالمین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعاؤں کی قبولیت کا حال ملاحظہ ہو، چنانچہ

سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے دعا فرمائی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، اس کے مال اور اس کی اولاد کو زیادہ کر دے۔ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! (اس دعا کی برکت سے) میرا مال بہت زیادہ ہے اور آج میری اولاد اور اولاد کی اولاد سو کے قریب ہے۔ (3)

حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: (اس دعا کے بعد حال یہ تھا کہ) اگر میں پتھر اٹھاتا تو مجھے یہ امید ہوتی کہ اس کے نیچے سونا ہوگا۔

حضرت معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے حکومت کی دعا مانگی تو انہیں حکومت حاصل ہوئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے مُسْتَجَابُ الدَّعْوَات ہونے کی دعا کی تو وہ جس کے خلاف بھی دعا کرتے تھے ان کی دعا قبول ہوتی تھی۔

---

1 ......خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٦٩، ٥١٣/٣، طبری، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٦٩، ٣٣٨/١٠، ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٦٩، ٣٣٥/٤، ملتقطاً.

2 ......خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٦٩، ٥١٣/٣.

3 ......مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل انس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ، ص١٣٤٧، الحدیث: ١٤٣(٢٤٨١).

حضرت ابو قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے دعا کی کہ تمہارا چہرہ کامیاب ہو، اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ان کے بالوں اور جسم میں برکت دے، چنانچہ جس وقت آپ کی وفات ہوئی اس وقت سَتّر سال کے ہونے کے باوجود پندرہ سال کے معلوم ہوتے تھے۔ (1)

سرِ دست یہاں چند واقعات کا خلاصہ لکھا ہے ورنہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعاؤں کی قبولیت کے واقعات بڑی کثرت سے ہیں اِس کے لئے علامہ سیوطی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کی کتاب الخصائص الکبریٰ کا مطالعہ فرمائیں۔ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعا سے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں:

جلو میں اجابت خواصی میں رحمت بڑھی کس تزک سے دعائے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا بڑھی ناز سے جب دعائے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا دُلہن بن کے نکلی دُعائے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۰﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔ تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہا کرو۔ اللہ تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار

(1) ......الشفا، القسم الاول، الباب الرابع فی فیما اظهره الله علی یدیه من المعجزات، فصل فی اجابة دعاء ه صلی الله علیه وسلم، ص ٣٢٥-٣٢٧، الجزء الاول.

دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللّٰہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ: اے ایمان والو! اللّٰہ سے ڈرو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ایمان والوں کو تقویٰ اختیار کرنے، سچی اور حق بات کہنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ تم اللّٰہ تعالیٰ کے حقوق اور اس کے بندوں کے حقوق کی رعایت کرنے میں اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور سچی، درست، حق اور انصاف کی بات کہا کرو اور اپنی زبان اور اپنے کلام کی حفاظت رکھو، یہ سب بھلائیوں کی اصل ہے۔ اگر ایسا کرو گے تو اللّٰہ تعالیٰ تم پر کرم فرمائے گا اور اللّٰہ تعالیٰ تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار دے گا، تمہیں نیکیوں کی توفیق دے گا اور تمہاری طاعتیں قبول فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص احکامات پر عمل کرنے اور ممنوعات سے بچنے میں اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فرمانبرداری کرے اس نے دنیا و آخرت میں بڑی کامیابی پائی۔ [1]

زبان کی حفاظت کی اہمیت

اس سے معلوم ہوا کہ زبان ٹھیک رکھنا، جھوٹ غیبت، چغلی، گالی گلوچ سے اسے بچانا بڑا اہم ہے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے تقویٰ کے بعد زبان سنبھالنے کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے ورنہ یہ بھی تقویٰ میں آچکا تھا۔ یاد رہے کہ زبان کی حفاظت تمام بھلائیوں کی اصل ہے، اسی لئے دیگر کاموں کے لئے دو عضو ہیں اور بولنے کے لئے ایک زبان اور وہ بھی ہونٹوں کے پھاٹک میں بند اور 32 دانتوں کے پہرے میں قید ہے تاکہ یہ بات پیشِ نظر رہے کہ زبان کو بے قید نہ رکھا جائے۔ زبان کے بارے میں حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جب انسان صبح کرتا ہے تو تمام اَعضاء صبح کے وقت زبان سے کہتے ہیں: ہمارے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرنا، اگر تو ٹھیک رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ [2]

اور امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: وہی شخص زبان کے شر سے نجات پاتا ہے جو اسے شریعت کی لگام کے ذریعے قابو کرتا ہے اور اسے اسی بات کے لیے استعمال کرتا ہے جو اسے دنیا اور آخرت میں نفع دے۔ انسان کے اعضا میں سے زبان سب سے زیادہ نافرمان ہے کیونکہ اسے حرکت دینے اور بولنے میں کچھ بھی تکلیف نہیں ہوتی۔ اس

1 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٧٠-٧١، ص ٩٥٢، روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ٧٠-٧١، ٧/٢٤٧-٢٤٨، ملتقطاً.
2 ......ترمذی، كتاب الزهد، باب ما جاء فی حفظ اللسان، ٤/١٨٣، الحديث: ٢٤١٥.

کی آفات اور گمراہیوں سے بچنے میں لوگ سستی کرتے ہیں، اسی طرح اس کے جالوں اور رسیوں سے بھی نہیں بچتے حالانکہ انسان کو گمراہ کرنے میں زبان شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زبان کی حفاظت کی اہمیت کو سمجھنے اور اس کی حفاظت کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اُٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اُٹھالی بیشک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر امانت پیش فرمائی تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس امانت کو اٹھالیا بیشک وہ زیادتی کرنے والا، بڑا نادان ہے۔

﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ: بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر امانت پیش فرمائی۔﴾ اس آیت میں امانت سے کیا مراد ہے، اس کے بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، ان میں سے 5 قول درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: امانت سے مراد طاعت و فرائض ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پیش کیا، انہیں کو آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا تھا کہ اگر وہ انہیں ادا کریں گے تو ثواب دیئے جائیں گے اور نہ ادا کریں گے تو عذاب کئے جائیں گے۔

[1]......احیاء علوم الدین، کتاب آفات اللسان، ۳/۱۳۳.

(2)......حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: امانت سے مراد نمازیں ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، خانہ کعبہ کا حج کرنا، سچ بولنا، ناپ تول میں اور لوگوں کی امانتوں میں عدل کرنا ہے۔

(3)......بعض مفسرین نے کہا ہے کہ امانت سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جن کا حکم دیا گیا اور جن کی ممانعت کی گئی۔

(4)......حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے فرمایا: تمام اَعضاء کان، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ سب امانت ہیں، اس کا ایمان ہی کیا جو امانت دار نہ ہو۔

(5)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا ایک قول یہ بھی ہے کہ امانت سے مراد لوگوں کی امانتوں اور عہدوں کو پورا کرنا ہے، تو ہر مومن پر فرض ہے کہ نہ کسی مومن کی خیانت کرے نہ اس کافر کی جس کا مسلمانوں سے معاہدہ ہے اور یہ خیانت نہ قلیل امانت میں ہو نہ کثیر میں۔

ان پانچوں اقوال میں پہلے چار اقوال تو تقریباً ایک ہی مفہوم رکھتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ واختیار کی قوت سے نواز کر جو احکام کا پابند بنایا ہے وہ مراد ہے اور پانچویں قول میں اسی مفہوم کی ایک خاص صورت کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش فرمائی، پھر ان سے فرمایا: ''کیا تم اس اَمان کو اس کی ذمہ داری کے ساتھ اٹھاؤ گے؟ انہوں نے عرض کی: ذمہ داری کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ''ذمہ داری یہ ہے کہ اگر تم انہیں اچھی طرح ادا کرو تو تمہیں جزا دی جائے گی اور اگر نافرمانی کرو تو تمہیں عذاب کیا جائے گا۔ انہوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم اس امانت کو نہیں اٹھا سکتے، ہمیں نہ ثواب چاہئے نہ عذاب، ہم بس تیرے حکم کے اطاعت گزار ہیں۔ ان کا یہ عرض کرنا خوف اور خَشْیَت کے طور پر تھا اور امانت اختیار کے طور پر پیش کی گئی تھی یعنی انہیں اختیار دیا گیا تھا کہ اپنے میں قوت اور ہمت پائیں تو اٹھائیں ورنہ معذرت کر دیں، اس امانت کو اٹھانا لازم نہیں کیا گیا تھا اور اگر لازم کیا جاتا تو وہ انکار نہ کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وہ امانت حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے پیش کی اور ارشاد فرمایا کہ میں نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر یہ امانت پیش کی تھی مگر وہ اسے نہ اٹھا سکے: کیا تم اس کی ذمہ داری کے ساتھ اسے اٹھا سکو گے؟ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اقرار کیا اور اس امانت کو اٹھا لیا۔[1]

1......خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٧٢، ٣/٥١٤.

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ وَ يَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾

ع ۹ ۵

ترجمۂ کنزالایمان: تا کہ اللہ عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو اور اللہ توبہ قبول فرمائے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تا کہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور اللہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی توبہ قبول فرمائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ: تا کہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے۔﴾ گزشتہ آیتِ مبارکہ میں بیان کیا گیا کہ انسان نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے دی گئی امانت کو اٹھالیا اور اس کی ذمہ داری قبول کرلی، اب اس آیت مبارکہ میں امانت پیش کرنے کی حکمت بیان کی جارہی ہے کہ ہم نے یہ امانت انسان پر اس لیے پیش کی تا کہ منافقین کا نفاق اور مشرکین کا شرک ظاہر ہو اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب فرمائے اور وہ مومنین جو امانت کے ادا کرنے والے ہیں اُن کے ایمان کا اظہار ہو اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے اور ان پر رحمت و مغفرت کرے اگرچہ ان سے بعض طاعات میں کچھ تقصیر بھی ہوئی ہو۔ (1)

1 ......خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۷۳، ۳/۵۱۵۔

سورۂ سبا کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ سبا ایک آیت "وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ" کے علاوہ مکیہ ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **6** رکوع، **54** آیتیں، **833** کلمے اور **1512** حروف ہیں۔[2]

"سبا" نام رکھنے کی وجہ

سبا عرب کے علاقے یمن کی حدود میں واقع ایک قبیلے کا نام ہے اور یہ قبیلہ اپنے دادا سبا بن یَشْجُب بن یَعْرُب بن قحطان کے نام سے مشہور ہے۔[3] اور اس سورت کی آیت نمبر 15 سے قومِ سبا کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اسے "سورۂ سبا" کہتے ہیں۔

سورۂ سبا کے مضامین

سورۂ سبا چونکہ مکی سورت ہے اس لئے دیگر مکی سورتوں کی طرح اس کا بھی مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالٰی کی وحدانیّت، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت، قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء ملنے پر دلائل قائم کئے گئے ہیں اور اس میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالٰی کی حمد وثنا بیان کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ کافر قیامت کا صاف انکار کرتے ہیں، نیز قیامت قائم ہونے کو قسم کے ساتھ بیان فرمایا اور مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالٰی کی قدرت پر دلیل دی گئی۔

(2)......حضرت داؤد، حضرت سلیمان عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور سبا والوں پر اللہ تعالٰی نے جو انعامات کئے وہ بیان کئے

---

1 ......جلالين مع جمل، سورة سبأ، ٦/٢٠٥.

2 ......خازن، تفسير سورة سبأ، ٣/٥١٥.

3 ......جلالين مع جمل، سبأ، تحت الآية: ١٥، ٦/٢١٧.

گئے ہیں۔

(3)......اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلائل دیئے گئے اور مشرکین کے شُبہات کا اِزالہ کیا گیا ہے۔

(4)......رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کے عموم کو بیان کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ ہر زمانے میں مالدار کافروں نے ہی اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا۔

(5)......یہ بیان کیا گیا کہ مشرکین قرآنِ پاک کا انکار کرتے ہیں اور ان کے گمان میں قرآنِ پاک اللہ تعالیٰ کی وحی نہیں بلکہ کسی کی اپنی بنائی ہوئی کتاب ہے اور کفار کے اس نظریے کا رد کیا گیا۔

(6)......آخر میں کفار کو غور وفکر کرنے اور انہیں قیامت قائم ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت اور قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔

سورۂ اَحزاب کے ساتھ مناسبت

سورۂ سبا کی اپنے سے ماقبل سورت ''اَحزاب'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ سورۂ اَحزاب کے آخر میں بیان ہوا'' تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور اللہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی توبہ قبول فرمائے۔ اور سورۂ سبا کی ابتداء میں بیان ہوا کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کی مِلکیَّت میں ہے تو گویا کہ یہ بتا دیا گیا کہ جو آسمانوں اور زمینوں میں تمام چیزوں کا مالک ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مشرکوں اور منافقوں کو عذاب دے اور مسلمانوں کو ثواب عطا کرے۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ اَحزاب میں بیان ہوا کہ کفار و مشرکین مذاق کے طور پر قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں اور سورۂ سبا میں بیان ہوا کہ کفار و مشرکین قیامت کا صاف انکار کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝۱

ترجمۂ کنزالایمان: سب خوبیاں اللہ کو کہ اسی کا مال ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے اور وہی ہے حکمت والا خبردار۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے اور وہی حکمت والا، خبردار ہے۔

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔﴾ یعنی کامل شکر اور ہر طرح کی تعریف کا مستحق صرف وہ معبود ہے جو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں میں موجود ہر چیز کا (خالق اور) مالک ہے اور جن معبودوں کی کفار عبادت کرتے ہیں وہ کسی تعریف کے مستحق ہیں اور نہ ہی کسی چیز کے مالک ہیں۔(1)

﴿وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ: اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے۔﴾ یعنی جیسے دنیا میں حمد کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے ویسے ہی آخرت میں بھی حمد کا مستحق وہی ہے کیونکہ دونوں جہان اسی کی نعمتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔

دنیا اور آخرت کی حمد میں فرق

دنیا اور آخرت کی حمد میں فرق یہ ہے کہ دنیا میں بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنا واجب ہے کیونکہ دنیا مُکَلَّف بنائے جانے کا مقام ہے جبکہ آخرت میں حمد وثنا واجب نہیں کیونکہ آخرت مُکَلَّف بنائے جانے کا مقام نہیں، آخرت میں اہلِ جنت نعمتوں کے سُرور اور راحتوں کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے۔(2)

1 ......تفسیر طبری، سبأ، تحت الآیة: ۱، ۱۰/۳۴۴، ملخصاً.

2 ......مدارك، سبأ، تحت الآیة: ۱، ص۹۵۵، ابو سعود، سبأ، تحت الآیة: ۱، ۴/۳۳۸، ملتقطاً.

آخرت میں اہلِ جنت کی حمد کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ (1)

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور وہ کہیں گے: سب خوبیاں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث کیا، ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں گے تو کیا ہی اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ﴿۳۴﴾ الَّذِیْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ (2)

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور وہ کہیں گے سب خوبیاں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے ہم سے غم دور کردیا، بیشک ہمارا رب بخشنے والا، قدر فرمانے والا ہے۔ وہ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ ٹھہرنے کے گھر میں اتارا، ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکاوٹ چھوئے گی۔

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اہلِ جنت کو تسبیح اور حمد کا اس طرح الہام ہوگا جیسے سانس آتا جاتا ہے۔‘‘ (3)

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی تعریف اللہ تعالیٰ کی ہی تعریف ہے، جیسے قیامت میں حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بہت حمد ہوگی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (4)

ترجمۂ کنزالعِرفان: قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایسے مقام پر فائز فرمائے گا کہ جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

لیکن وہ حمد چونکہ بالواسطہ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اس لئے زیرِ تفسیر آیت کا حصر درست ہے۔

---

1 ......زمر: ٧٤.

2 ......فاطر: ٣٤، ٣٥.

3 ......مسلم، کتاب الجنّة وصفة نعیمها واهلها، باب فی صفات الجنّة واهلها... الخ، ص ١٥٢٠، الحدیث: ١٨(٢٨٣٥).

4 ......بنی اسرائیل: ٧٩.

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَ هُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جانتا ہے جو کچھ زمین میں جاتا ہے اور جو زمین سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہی ہے مہربان بخشش والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو زمین سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہی مہربان بخشنے والا ہے۔

﴿ یَعْلَمُ: وہ جانتا ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چند وہ چیزیں بیان فرمائی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کا علم محیط ہے اور ان میں لوگوں کا دُنْیَوی اور اُخروی فائدہ ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو کچھ زمین کے اندر داخل ہوتا ہے، جیسا کہ بارش کا پانی، مردے اور دفینے، یونہی جو زمین سے نکلتا ہے، جیسے سبزہ، درخت، چشمے، کانیں اور حشر کے وقت مردے پھر جو کچھ آسمان کی طرف سے اترتا ہے، جیسے بارش، برف، اولے، طرح طرح کی برکتیں اور فرشتے اور اسی طرح جو آسمانوں میں چڑھتا ہے، جیسے فرشتے، دعائیں اور بندوں کے عمل، سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور وہی اپنی نعمتوں پر حمد کرنے والوں پر مہربان ہے اور حمد میں کمی کرنے والوں کو اپنے لطف و کرم سے بخشنے والا ہے۔ (1)

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ لَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۗ ﴿۳﴾

---

1 ......ابو سعود، سبأ، تحت الآية:٢، ٣٣٨/٤، خازن، سبأ، تحت الآية: ٢، ٥١٦/٣، مدارك، سبأ، تحت الآية: ٢، ص٩٥٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر بولے ہم پر قیامت نہ آئے گی تم فرماؤ کیوں نہیں میرے رب کی قسم بے شک ضرور تم پر آئے گی غیب جاننے والا اس سے غائب نہیں ذرّہ بھر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی نہ بڑی مگر ایک صاف بتانے والی کتاب میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: ہم پر قیامت نہ آئے گی۔ تم فرماؤ: کیوں نہیں، میرے رب کی قسم جو غیب جاننے والا ہے بیشک وہ (قیامت) تم پر ضرور آئے گی۔ آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر بھی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے اور ذرہ سے بھی کوئی چھوٹی اور بڑی چیز نہیں ہے مگر وہ ایک صاف بیان کرنے والی کتاب میں ہے۔

﴾وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور کافروں نے کہا۔﴿ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والے کفار نے کہا کہ ہم پر قیامت نہ آئے گی۔ ان کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کفار سے فرما دیں کہ قیامت کیوں نہیں آئے گی، میرے رب عَزَّوَجَلَّ کی قسم! بے شک قیامت تم پر ضرور آئے گی، میرے رب عَزَّوَجَلَّ کی شان یہ ہے کہ وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں، جب ہر چیز اسے معلوم ہے تو قیامت کا آنا اور اس کے قائم ہونے کا وقت بھی اس کے علم میں ہے۔[1]

﴾لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ: آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر بھی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔﴿ قیامت کا انکار کرنے والوں کا ایک یہ اعتراض تھا کہ انسانوں کے اَجزا بکھرنے کے بعد اس طرح کیسے جمع ہوسکیں گے کہ کسی کے بدن کا کوئی جز دوسرے کے بدن میں نہ پہنچنے پائے۔ اس آیت میں اس اعتراض کا انتہائی نفیس طریقے سے جواب دیا گیا کہ تم نے مخلوق کی پَراگندگی کو دیکھا ہے جبکہ خالق کی قدرت وعلم کا اندازہ نہ کیا کہ وہ ہر بدن کے ہر ذرے کو جانتا ہے۔ آیت کے آخری حصے میں ارشاد فرمایا کہ ذرہ سے بھی چھوٹی اور بڑی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ایک صاف بیان کرنے والی کتاب لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی نہ ہو۔[2]

---

1 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ٣، ٣/٥١٦، مدارك، سبأ، تحت الآية: ٣، ص٩٥٥-٩٥٦، ملتقطاً.

2 ......روح المعاني، سبأ، تحت الآية: ٣، ١١/٣٨٣، خازن، سبأ، تحت الآية: ٣، ٣/٥١٦، ملتقطاً.

لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تا کہ صلہ دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے یہ ہیں جن کیلئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تا کہ اللہ ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو بدلہ دے، ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: تا کہ اللہ ایمان لانے والوں کو بدلہ دے۔﴾ اس آیت میں قیامت قائم کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بیشک قیامت تم پر ضرور آئے گی تا کہ اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو بدلہ دے، ان عظیم صفات والے لوگوں کے لیے ایمان اور اچھے اعمال کے بدلے میں بخشش اور عزت کی روزی ہے۔ [1]

بعض مفسرین نے اس آیت کے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ ذرے سے بھی چھوٹی بڑی ہر چیز کو لوحِ محفوظ میں لکھ دیا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بدلہ دے جو اللہ تعالی اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور انہوں نے وہ کام کئے جن کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حکم دیا اور جن کاموں سے منع کیا ان سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرتے ہوئے رک گئے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے بخشش اور قیامت کے دن جنت میں عزت کی روزی ہے۔ [2]

وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے ہماری آیتوں میں ہرانے کی کوشش کی ان کے لیے سخت عذابِ دردناک میں سے

1 ......ابو سعود، سبأ، تحت الآية: ٤، ٣٣٩/٤، ملخصاً.

2 ......تفسير طبرى، سبأ، تحت الآية: ٤، ٣٤٦/١٠.

عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے ہم سے مقابلہ کرتے ہوئے ہماری آیتوں (کو جھٹلانے) میں کوشش کی ان کے لئے سخت عذاب میں سے دردناک عذاب ہے۔

﴿ **وَالَّذِیْنَ سَعَوْ فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ :** اور جنہوں نے ہم سے مقابلہ کرتے ہوئے ہماری آیتوں میں کوشش کی۔﴾ اس سے پہلی آیت میں قیامت کے دن اہلِ ایمان کا حال بیان کیا گیا اور اس آیت میں کفار کا حال بیان کیا جارہا ہے کہ جنہوں نے ہم سے مقابلہ کرتے ہوئے ہماری آیتوں کو جھٹلانے میں کوشش کی اور ان پر اعتراضات کر کے اور اُنہیں شعر اور جادو وغیرہ بتا کر لوگوں کو ان کی تصدیق کرنے سے روکنا چاہا، ان کے لیے سخت عذاب میں سے دردناک عذاب ہے۔[1]

اللہ تعالٰی کی آیتوں میں کوشش کی دو اَقسام

یاد رہے کہ اللہ تعالٰی کی آیتوں میں کوشش دو طرح کی ہے۔ ایک اچھی اور دوسری بری۔ قرآن پاک کی آیات کو سمجھنے یا سمجھانے کی کوشش، ان سے مسائل واَسرار نکالنے کی کوشش اچھی اور عبادت ہے، لیکن انہیں غلط ثابت کرنے، ان میں باہمی ٹکراؤ دکھانے اور انہیں جھٹلانے کی کوشش بری اور کفر ہے۔ یہاں آیت میں یہ دوسری کوشش مراد ہے۔ کفار کی جانب سے قرآنِ پاک کی آیتوں پر اعتراضات وغیرہ کا مزید بیان اسی سورت کے آخری رکوع میں آئے گا۔

وَیَرَى الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَیَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ﴿٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہیں علم ملا وہ جانتے ہیں کہ جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اُترا وہی حق ہے اور عزت والے سب خوبیوں سراہے کی راہ بتاتا ہے۔

---

1 ......ابو سعود، سبأ، تحت الآیۃ: ٥، ٤/٣٣٩، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہیں علم دیا گیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہی حق ہے اور وہ عزت والے، حمد کے مستحق (اللہ) کے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

﴿وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ: اور جنہیں علم دیا گیا ہے وہ سمجھتے ہیں۔﴾ اس آیت میں اہلِ ایمان کا حال بیان کیا جارہا ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ یا اہلِ کتاب میں سے ایمان لانے والے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور اُن کے ساتھی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ، وہ جانتے، دیکھتے اور سمجھتے ہیں کہ جو قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جانب نازل کیا گیا ہے، وہی حق ہے اور وہ قرآن عزت والے اور حمد کے مستحق اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔[1]

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر بولے کیا ہم تمہیں ایسا مرد بتادیں جو تمہیں خبر دے کہ جب تم پرزے ہوکر بالکل ریزہ ریزہ ہوجاؤ تو پھر تمہیں نیا بننا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافر بولے: کیا ہم تمہیں ایسا مرد بتادیں جو تمہیں خبر دے کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہوجاؤ گے تو پھر تم دوبارہ نئی پیدائش میں ہوگے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: اور کافروں نے کہا۔﴾ اس آیت میں کفار کا حال بیان کیا جارہا ہے کہ کافروں نے تعجب کرتے ہوئے ایک دوسرے سے کہا: کیا ہم تمہیں ایک ایسے مرد کے بارے میں بتادیں جو تمہیں یہ عجیب وغریب خبر دے کہ جب تم مرنے کے بعد بالکل ریزہ ریزہ ہوجاؤ گے تو پھر تمہیں دوبارہ نئے سرے سے پیدا کیا جائے گا۔ وہ مرد محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔[2]

1 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ٦، ٣/٥١٦، مدارك، سبأ، تحت الآية: ٦، ص٩٥٦، ملتقطاً.

2 ......جلالين، السبا، تحت الآية: ٧، ص٣٥٩، مدارك، سبأ، تحت الآية: ٧، ص٩٥٦، ملتقطاً.

اَفۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمۡ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ فِى الۡعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الۡبَعِيۡدِ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اللہ پر اُس نے جھوٹ باندھا یا اسے سودا ہے بلکہ وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے عذاب اور دور کی گمراہی میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا اس (نبی) نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے یا اسے پاگل پن کا مرض ہے؟ بلکہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ عذاب اور دور کی گمراہی میں ہیں۔

﴿اَفۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا: کیا اس (نبی) نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے۔﴾ اس آیت میں ایک احتمال یہ ہے کہ یہ کفار کی گفتگو کا بقیہ حصہ ہے اور ایک احتمال یہ ہے کہ جو کفار گفتگو سن رہے تھے، انہوں نے کہا کہ کیا اس نبی نے اللہ تعالیٰ کی طرف یہ بات منسوب کر کے اس پر جھوٹ باندھا ہے یا اسے پاگل پن کا مرض ہے جو وہ ایسی عجیب وغریب باتیں کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کی اس بات کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دونوں باتیں نہیں، میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان دونوں باتوں سے پاک اور بری ہیں بلکہ وہ کافر جو مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور حساب کا انکار کرنے والے ہیں وہ عذاب اور دور کی گمراہی میں ہیں اور وہ اس چیز سے غافل ہیں۔ (1)

اَفَلَمۡ يَرَوۡا اِلٰى مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنۡ نَّشَاۡ نَخۡسِفۡ بِهِمُ الۡاَرۡضَ اَوۡ نُسۡقِطۡ عَلَيۡهِمۡ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبۡدٍ مُّنِيۡبٍ ﴿۹﴾

ع ۹ / ۷

1 ......تفسير كبير، سبأ، تحت الآية: ٨، ٩/ ١٩٥، مدارك، سبأ، تحت الآية: ٨، ص٩٥٧، خازن، سبأ، تحت الآية: ٨، ٣/ ٥١٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا اُنہوں نے نہ دیکھا جو ان کے آگے اور پیچھے ہے آسمان اور زمین ہم چاہیں تو اُنہیں زمین میں دھنسا دیں یا اُن پر آسمان کا ٹکڑا گرا دیں بے شک اس میں نشانی ہے ہر رجوع لانے والے بندے کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا انہوں نے نہ دیکھا جو آسمان اور زمین ان کے آگے اور پیچھے ہے۔ اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا ٹکڑا گرا دیں بیشک اس میں ہر رجوع لانے والے بندے کے لیے نشانی ہے۔

﴿اَفَلَمْ یَرَوْا: تو کیا انہوں نے نہ دیکھا۔﴾ کفار کا رد کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کیا وہ اندھے ہیں کہ انہوں نے آسمان و زمین کی طرف نظر ہی نہیں ڈالی اور اپنے آگے پیچھے دیکھا ہی نہیں جو انہیں معلوم ہو جاتا کہ وہ ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں اور وہ زمین و آسمان کے کناروں سے باہر نہیں جا سکتے اور خدا کے ملک سے نہیں نکل سکتے اور انہیں بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں، اُنہوں نے آیات اور رسول کی تکذیب و انکار کے دہشت انگیز جرم کا اِرتکاب کرتے ہوئے خوف نہ کھایا اور اپنی اس حالت کا خیال کر کے نہ ڈرے۔ اگر ہم چاہیں تو ان کی تکذیب و انکار کی سزا میں قارون کی طرح انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں۔ بیشک زمین و آسمان کی طرف نظر کرنے اور ان میں غور و فکر کرنے میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف رجوع لانے والے ہر بندے کے لیے نشانی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر اور اس کے منکر کو عذاب دینے پر اور ہر ممکن چیز پر قادر ہے۔ [1]

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًاؕ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَۙ(۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے داود کو اپنا بڑا فضل دیا اے پہاڑو اس کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو اور اے پرندو اور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کیا۔

1 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ٩، ص٩٥٧، ابو سعود، سبأ، تحت الآية: ٩، ٤/٣٤١، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے داؤدکو اپنی طرف سے بڑا فضل دیا۔اے پہاڑو اور پرندو!اس کے ساتھ (اللہ کی طرف) رجوع کرواور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کردیا۔

﴿وَلَقَدْ:اور بیشک۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تین فضائل بیان فرمائے ہیں۔

(1)......حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی طرف سے بڑا فضل دیا۔

(2)...... پہاڑوں اور پرندوں کو حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ تسبیح کرنے کا حکم دیا۔

(3)......حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے لوہا نرم فرمادیا۔

حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مزید 4 فضائل

حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تین فضائل تو اس آیت میں بیان ہوئے اور مزید 4 فضائل درجِ ذیل آیات میں بیان ہوئے ہیں۔

(1)......حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زبور عطا فرمائی گئی، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے نبیوں میں ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

(2)......انہیں کثیر علم عطا فرمایا گیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ عِلْمًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے داؤد اور سلیمان کو بڑا علم عطا فرمایا۔

(3)......انہیں غیر معمولی قوت سے نوازا گیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہمارے نعمتوں والے بندے داؤد کو یاد کرو بیشک وہ بڑا رجوع کرنے والا ہے۔

(4)......انہیں زمین میں خلافت سے سرفراز کیا گیا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے داؤد! بیشک ہم نے تجھے زمین

1......بنی اسرائیل:٥٥.
2......النمل:١٥.
3......ص:١٧.
4......ص:٢٦.

میں (اپنا) نائب کیا۔

﴿ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا : اور بیشک ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑا فضل دیا۔ ﴾ آیت کے اس حصے میں بڑے فضل سے مراد نبوت اور کتاب ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ملک ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے آواز کی خوبصورتی وغیرہ وہ تمام چیزیں مراد ہیں جو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خصوصیت کے ساتھ عطا فرمائی گئیں۔ (1)

حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اللہ تعالیٰ کے فضل میں فرق

آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی طرف سے بڑا فضل دیا جبکہ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے ہر طرح کے فضل اور فضل کے کمال کو بیان کرتے ہوئے ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا (2) ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔

﴿ یٰجِبَالُ : اے پہاڑو! ﴾ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا کہ ”اے پہاڑو اور اے پرندو! جب حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تسبیح کریں تو تم بھی ان کے ساتھ تسبیح کرو۔ چنانچہ جب حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تسبیح کرتے تو پہاڑوں سے بھی تسبیح سنی جاتی اور پرندے جھک آتے۔ یہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا معجزہ تھا۔ (3)

نوٹ: حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اس فضیلت کا بیان سورۂ انبیاء کی آیت نمبر 79 میں بھی گزر چکا ہے۔

﴿ وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ : اور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کردیا۔ ﴾ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے اللہ تعالیٰ نے لوہا نرم فرمادیا کہ جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دست مبارک میں آتا تو موم یا گندھے ہوئے آٹے کی طرح نرم ہو جاتا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس سے جو چاہتے بغیر آگ کے اور بغیر ٹھونکے پیٹے بنا لیتے۔

حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے لوہا نرم کئے جانے کا سبب

حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے لوہا نرم کرنے کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بنی اسرائیل کے بادشاہ بنے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام لوگوں کے حالات کی جستجو کے لئے اس طرح نکلتے کہ لوگ آپ

1 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ١٠، ٣/٥١٧.

2 ......النساء: ١١٣.

3 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ١٠، ٣/٥١٧، مدارك، سبأ، تحت الآية: ١٠، ص٩٥٧، ملتقطاً.

عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پہچان نہ سکیں، اور جب کوئی ملتا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پہچان نہ پاتا تو اس سے دریافت کرتے کہ ’’داؤد کیسا شخص ہے؟ وہ شخص ان کی تعریف کرتا۔ اس طرح جن سے بھی اپنے بارے میں پوچھتے تو سب لوگ آپ کی تعریف ہی کرتے۔ اللہ تعالٰی نے انسانی صورت میں ایک فرشتہ بھیجا۔ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس سے بھی حسبِ عادت یہی سوال کیا تو فرشتے نے کہا ’’داؤد ہیں تو بہت ہی اچھے آدمی، کاش! ان میں ایک خصلت نہ ہوتی۔ اس پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا: ’’اے خدا کے بندے! وہ کون سی خصلت ہے؟ اس نے کہا: وہ اپنا اور اپنے اہل وعیال کا خرچ بیتُ المال سے لیتے ہیں۔ یہ سن کر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خیال میں آیا کہ اگر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بیتُ المال سے وظیفہ نہ لیتے تو زیادہ بہتر ہوتا، اس لئے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ اُن کے لئے کوئی ایسا سبب بنادے جس سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے اہل وعیال کا گزارہ کرسکیں اور بیت المال (یعنی شاہی خزانے) سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بے نیازی ہوجائے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالٰی نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے لوہے کو نرم کردیا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زِرہ سازی کی صَنعت کا علم دیا۔ سب سے پہلے زرہ بنانے والے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی ہیں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روزانہ ایک زرہ بناتے تھے اور وہ چار ہزار درہم میں بکتی تھی اس میں سے اپنے اور اپنے اہل وعیال پر بھی خرچ فرماتے اور فقراء ومَساکین پر بھی صدقہ کرتے۔(1)

نوٹ: حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اس فضیلت کا بیان سورۂ اَنبیاء کی آیت نمبر 80 میں بھی گزر چکا ہے۔

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًاؕ-اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہ وسیع زرہیں بنا اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھ اور تم سب نیکی کرو بے شک میں تمہارے کام دیکھ رہا ہوں۔

(1)......خازن، سبأ، تحت الآیة: ۱۰، ۳/۵۱۷، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کہ کشادہ زِرہیں بناؤ اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھو اور تم سب نیکی کرو بیشک میں تمہارے کام دیکھ رہا ہوں۔

﴿ **اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ: کہ کشادہ زِرہیں بناؤ۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے لوہا نرم کرکے اُن سے فرمایا ''کشادہ زِرہیں بناؤ اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھو کہ اس کے حلقے ایک جیسے اور مُتَوَسِّط ہوں، بہت تنگ یا کشادہ نہ ہوں۔ (1)

اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کمائی نہیں

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت سے معلوم ہوا کہ عظمت وفضیلت رکھنے والی کسی شخصیت کا (ذریعۂ معاش کے لئے) کوئی صنعت اور فن سیکھنا جائز ہے اور اِس سے ان کے مرتبے میں کوئی کمی نہ ہوگی بلکہ ان کی فضیلت میں اور زیادہ اضافہ ہوگا کیونکہ اس سے ان کی عاجزی کا اظہار ہوگا اور دوسروں سے بے نیازی بھی حاصل ہوگی۔ (2)

یاد رہے کہ عمومی طور پر ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے ہاتھ کی محنت سے کمائے اور اس سے خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے۔ اَحادیث میں اس کے بہت فضائل بیان ہوئے ہیں، ترغیب کے لئے یہاں اس کے 6 فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت مقدام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کسی نے ہرگز اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا جو وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائے اور بے شک **اللّٰہ** تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔ (3)

(2)......حضرت مقدام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''آدمی کی اس سے بہتر کوئی کمائی نہیں جو وہ اپنے ہاتھ سے کام کر کے کمائے اور وہ جو کچھ اپنی ذات، اپنے اہلِ خانہ، اپنی اولاد اور اپنے خادم پر خرچ کرتا ہے وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔ (4)

---

1 ......بیضاوی، سبأ، تحت الآیۃ: ١١، ٣٩٤/٤، ملخصاً.

2 ......روح البیان، سبأ، تحت الآیۃ: ١١، ٢٦٨/٧.

3 ......بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، ١١/٢، الحدیث: ٢٠٧٢.

4 ......ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الحثّ علی المکاسب، ٦/٣، الحدیث: ٢١٣٨.

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''گناہوں میں سے بہت سے گناہ ایسے ہیں جنہیں نہ نماز مٹاتی ہے، نہ روزہ مٹاتا ہے، نہ حج اور عمرہ مٹاتے ہیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، پھر کون سی چیز ان گناہوں کو مٹاتی ہے۔ ارشاد فرمایا ''رزق تلاش کرنے میں غمزدہ ہونا۔[1]

(5)......حضرت زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی شخص رسی لے کر جائے اور اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لا کر بیچے اور سوال کی ذلت سے اللّٰہ تعالٰی اس کے چہرے کو بچائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے کہ لوگ اُسے دیں یا نہ دیں۔[2]

(6)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں: ایک انصاری نے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمتِ اَقدس میں حاضر ہو کر سوال کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تمہارے گھر میں کچھ نہیں ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہے اور وہ ایک ٹاٹ ہے جس کا ایک حصہ ہم اوڑھتے ہیں اور ایک حصہ بچھاتے ہیں اور ایک لکڑی کا پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ''دونوں چیزوں کو میرے حضور حاضر کرو۔ انہوں نے حاضر کر دیں تو حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں اپنے دستِ مبارک میں لے کر ارشاد فرمایا ''انہیں کون خریدتا ہے؟ ایک صاحب نے عرض کی: ایک درہم کے عوض میں خریدتا ہوں۔ ارشاد فرمایا ''ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے؟ یہ بات دو یا تین بار فرمائی تو کسی اور صاحب نے عرض کی: میں دو درہم کے بدلے لیتا ہوں۔ انہیں یہ دونوں چیزیں دے دیں اور درہم لے لیے اور انصاری کو دونوں درہم دے کر ارشاد فرمایا ''ایک کا غلہ خرید کر گھر ڈال آؤ اور ایک کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔ وہ لے کر حاضر ہوئے تو حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے دستِ مبارک سے اُس میں دستہ ڈالا اور فرمایا ''جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور پندرہ دن تک میں تمہیں نہ دیکھوں (یعنی اتنے دنوں تک یہاں حاضر نہ ہونا) وہ گئے اور لکڑیاں کاٹ کر بیچتے رہے، پندرہ دن بعد حاضر ہوئے تو اُن کے پاس دس درہم تھے، چند درہم کا کپڑا خریدا اور چند کا غلہ۔ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''یہ اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن سوال تمہارے منہ

1......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ: احمد، ١/٤٢، الحدیث: ١٠٢.

2......بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسألۃ، ١/٤٩٧، الحدیث: ١٤٧١.

پرچھالا بن کرآتا۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ہاتھ کی محنت سے کما کر کھانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿ وَاعۡمَلُوۡا صَالِحًا: اور تم سب نیکی کرو۔﴾ یعنی اے حضرت داؤد عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے گھر والو! تم سب نیک اعمال کرو، بیشک میں تمہارے کام دیکھ رہا ہوں تو میں تمہیں ان کی جزا دوں گا۔[2]

نیک اعمال کی توفیق پانے کے لئے ایک وظیفہ

تفسیر روح البیان میں ہے کہ جو شخص جمعہ کی نماز سے پہلے 100 مرتبہ ''یَا بَصِیۡرُ'' پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کی بصیرت میں اضافہ فرما دے گا اور اسے اچھی باتوں اور نیک کاموں کی توفیق نصیب فرمائے گا۔[3]

وَلِسُلَيۡمٰنَ الرِّيۡحَ غُدُوُّهَا شَهۡرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهۡرٌ ۚ وَاَسَلۡنَا لَهٗ عَيۡنَ الۡقِطۡرِ ؕ وَمِنَ الۡجِنِّ مَنۡ يَّعۡمَلُ بَيۡنَ يَدَيۡهِ بِاِذۡنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنۡ يَّزِغۡ مِنۡهُمۡ عَنۡ اَمۡرِنَا نُذِقۡهُ مِنۡ عَذَابِ السَّعِيۡرِ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور سلیمان کے بس میں ہوا کر دی اس کی صبح کی منزل ایک مہینہ کی راہ اور شام کی منزل ایک مہینے کی راہ اور ہم نے اس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا اور جنوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے اس کے رب کے حکم سے اور جو ان میں ہمارے حکم سے پھرے ہم اُسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہوا کو سلیمان کے قابو میں دیدیا، اس کا صبح کا چلنا ایک مہینہ کی راہ اور شام کا چلنا ایک مہینے کی راہ (کے برابر) ہوتا تھا اور ہم نے اس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور کچھ جن (قابو میں دیدیے) جو اس کے آگے اس کے رب کے حکم سے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے پھرے ہم اسے بھڑکتی آگ کا

1 ......ابو داؤد، کتاب الزکاۃ، باب ما تجوز فیه المسألة، ۲/۱۶۸، الحدیث: ۱۶۴۱.

2 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ۱۱، ص۹۵۸.

3 ......روح البيان، سبأ، تحت الآية: ۱۱، ۷/۲۶۸.

عذاب چکھائیں گے۔

﴿وَ لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ: اور ہوا کو سلیمان کے قابو میں دیدیا۔﴾ یہاں سے حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فضائل بیان کئے جارہے ہیں، ارشاد فرمایا کہ ہم نے ہوا کو حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قابو میں دے دیا۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا صبح کا چلنا ایک مہینے کی راہ اور شام کا چلنا ایک مہینے کی راہ کے برابر ہوتا تھا، چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صبح کے وقت دمشق سے روانہ ہوتے تو دوپہر کو قَیلولہ اِصْطَخْرْ میں فرماتے۔ یہ ملکِ فارس کا ایک شہر ہے اور دمشق سے ایک مہینہ کی راہ پر ہے اور شام کو اِصْطَخْرْ سے روانہ ہوتے تو رات کو کابل میں آرام فرماتے۔ یہ بھی تیز سوار کے لئے ایک مہینے کا راستہ ہے۔ (1)

نوٹ: حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اس فضیلت کا بیان سورۂ اَنبیاء کی آیت نمبر 81 میں بھی گزر چکا ہے۔

﴿وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ: اور ہم نے اس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہادیا۔﴾ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ چشمہ تین دن تک سرزمینِ یمن میں پانی کی طرح جاری رہا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ چشمہ ہر مہینے میں تین دن جاری رہتا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے تانبے کو پگھلا دیا جیسا کہ حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے لوہے کو نرم کیا تھا۔ (2)

﴿وَمِنَ الْجِنِّ: اور کچھ جن۔﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنّات کو حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قابو میں دے دیا اور انہیں حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے احکام کی پیروی کرنے کا حکم دیا۔ (3)

نوٹ: حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اس فضیلت کا بیان سورۂ اَنبیاء کی آیت نمبر 82 میں بھی گزر چکا ہے۔

﴿وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا: اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے پھرے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جنّات میں سے جو بھی ہمارے حکم سے پھرا اور اس نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی فرمانبرداری نہ کی تو ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نافرمانی کرنے والے جنوں کو آخرت میں بھڑکتی

1 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ١٢، ص٩٥٨.

2 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ١٢، ٥١٨/٣، مدارك، سبأ، تحت الآية: ١٢، ص٩٥٨، ملتقطاً.

3 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ١٢، ٥١٨/٣.

آگ کا عذاب چکھایا جائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عذاب دنیا میں ہی چکھایا گیا اور یہ اس طرح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جنات پر ایک ایسا فرشتہ مقرر فرما دیا جس کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہوتا تھا اور جو جن حضرت سلیمان عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی اطاعت سے روگردانی کرتا تو وہ فرشتہ آگ کے کوڑے سے اس جن کو ایسی ضرب مارتا کہ وہ اسے جلا کر رکھ دیتی۔ (1)

يَعۡمَلُوۡنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنۡ مَّحَارِيۡبَ وَتَمَاثِيۡلَ وَجِفَانٍ كَالۡجَوَابِ وَقُدُوۡرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا ؕ وَقَلِيۡلٌ مِّنۡ عِبَادِيَ الشَّكُوۡرُ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس کے لیے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگر دار دیگیں اے داؤد والو شکر کرو اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جنات سلیمان کے لیے ہر وہ چیز بناتے تھے جو وہ چاہتا تھا، اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے بڑے حوضوں کے برابر پیالے اور ایک ہی جگہ جمی ہوئی دیگیں۔ اے داؤد کی آل! شکر کرو اور میرے بندوں میں شکر والے کم ہیں۔

﴿يَعۡمَلُوۡنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ: وہ جنات سلیمان کے لیے ہر وہ چیز بناتے تھے جو وہ چاہتا تھا۔﴾ اس آیت میں بیان ہوا کہ جنات حضرت سلیمان عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے لیے ہر وہ چیز بناتے تھے جو وہ چاہتے تھے۔ ان میں سے چند چیزیں یہ ہیں:

(1)......اونچے اونچے محل، عالی شان عمارتیں، مسجدیں اور انہیں میں سے بیت المقدس بھی ہے۔

(2)......تانبے، بلور اور پتھر وغیرہ سے درندوں اور پرندوں وغیرہ کی تصویریں۔ یاد رہے کہ حضرت سلیمان عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی شریعت میں تصویر بنانا حرام نہ تھا۔

(3)...... بڑے بڑے حوضوں کے برابر کھانے کے پیالے۔ یہ پیالے اتنے بڑے ہوتے تھے کہ ایک پیالے میں ایک ہزار آدمی کھانا کھاتے تھے۔

1......خازن، سبأ، تحت الآية: ١٢، ٣/٥١٨.

(4)……ایک ہی جگہ جمی ہوئی دیگیں۔ یہ دیگیں اپنے پایوں پر قائم تھیں اور بہت بڑی تھیں حتّٰی کہ اپنی جگہ سے ہٹائی نہیں جاسکتی تھیں، لوگ سیڑھیاں لگا کر ان پر چڑھتے تھے اور یہ یمن میں تھیں۔ اللّٰہ تعالٰی فرماتا ہے کہ ہم نے فرمایا ''اے داود کی آل! تم اللّٰہ تعالٰی کی اطاعت کرکے ان نعمتوں کا شکرادا کرو جو اس نے تمہیں عطا فرمائی ہیں اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں۔ [1]

آیت '' اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا '' سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)……شکر بڑی عبادت ہے جو گزشتہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دین میں بھی جاری تھی۔

(2)……جس قدر رب تعالٰی کی نعمتیں بندے پر زیادہ ہوں اسی قدر شکر زیادہ کرنا چاہیے۔

(3)……نیک بندے اگرچہ تھوڑے ہوں، یہ برے بندوں سے افضل ہیں خواہ وہ کتنے ہی زیادہ ہوں۔

فَلَمَّا قَضَیْنَا عَلَیْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَیَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ہم نے اس پر موت کا حکم بھیجا جنوں کو اس کی موت نہ بتائی مگر زمین کی دیمک نے کہ اس کا عصا کھاتی تھی پھر جب سلیمان زمین پر آیا جنوں کی حقیقت کھل گئی اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم بھیجا تو جنوں کو اس کی موت زمین کی دیمک نے ہی بتائی جو

[1]……جلالین، السبا، تحت الآیة: ۱۳، ص۳۶۰، مدارك، سبأ، تحت الآیة: ۱۳، ص۹۵۸، خازن، سبأ، تحت الآیة: ۱۳، ۵۱۹/۳، ملتقطاً.

اس کا عصا کھا رہی تھی پھر جب سلیمان زمین پر آ رہا تو جنوں پر یہ حقیقت کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت وخواری کے عذاب میں نہ رہتے۔

﴿ فَلَمَّا قَضَيۡنَا عَلَيۡهِ الۡمَوۡتَ: پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم بھیجا۔﴾ حضرت سلیمان عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی تھی کہ ان کی وفات کا حال جِنّات پر ظاہر نہ ہوتا کہ انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ جن غیب نہیں جانتے، پھر آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام محراب میں داخل ہوئے اور حسبِ عادت نماز کے لئے اپنے عصا کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ جِنّات دستور کے مطابق اپنی خدمتوں میں مشغول رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ حضرت سلیمان عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام زندہ ہیں اور حضرت سلیمان عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا عرصۂ دراز تک اسی حال پر رہنا اُن کے لئے کچھ حیرت کا باعث نہیں ہوا، کیونکہ وہ بار ہا دیکھتے تھے کہ آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ایک ماہ، دو ماہ اور اس سے زیادہ عرصہ تک عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نماز بہت لمبی ہوتی ہے، حتّٰی کہ آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات کے پورے ایک سال بعد تک جنات آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات پر مُطّلع نہ ہوئے اور اپنی خدمتوں میں مشغول رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دیمک نے آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا عصا کھا لیا اور آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جسم مبارک جو لاٹھی کے سہارے سے قائم تھا زمین پر تشریف لے آیا۔ اس وقت جِنّات کو آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات کا علم ہوا۔ (1)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مقدّس اَجسام وفات کے بعد گلنے اور مٹنے سے محفوظ ہیں۔

﴿ فَلَمَّا خَرَّ: پھر جب سلیمان زمین پر آیا۔﴾ یعنی جب حضرت سلیمان عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جسم مبارک زمین پر تشریف لایا تو جنوں پر یہ حقیقت کھل گئی کہ وہ غیب نہیں جانتے کیونکہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو حضرت سلیمان عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات سے مطلع ہو جاتے اور اس ذلت وخواری کے عذاب میں نہ رہتے اور ایک سال تک عمارت کے کاموں میں تکلیف اور مشقتیں اُٹھاتے نہ رہتے۔

مروی ہے کہ حضرت داؤد عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بیتُ المَقۡدِس کی بنیاد اس مقام پر رکھی تھی جہاں حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ اس عمارت کے پورا ہونے سے پہلے حضرت داؤد عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات

(1)......خازن، سبأ، تحت الآية: ١٤، ٣/٥١٩.

کا وقت آ گیا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے فرزندِ اَرْجمند حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس کی تکمیل کی وصیت فرمائی، چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جِنّات کو اس کی تکمیل کا حکم دیا۔ جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو آپ نے دعا کی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات جِنّات پر ظاہر نہ ہو تا کہ وہ عمارت کی تکمیل تک مصروفِ عمل رہیں اور انہیں جو علمِ غیب کا دعویٰ ہے وہ باطل ہو جائے۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر شریف **53** سال ہوئی، تیرہ سال کی عمر شریف میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سلطنت کے تخت پر تشریف فرما ہوئے اور چالیس سال تک حکمرانی فرمائی۔[1]

جِنّات کو غیب کا علم حاصل نہیں

اس آیت کے آخری حصے "تَبَیَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ" سے معلوم ہوا کہ جِنّات کو غیب کا علم حاصل نہیں ہے۔ فی زمانہ عوام کی اکثریت اس جہالت میں مبتلا ہے کہ وہ عاملوں کے ذریعے جِنّات سے آئندہ کے اَحوال معلوم کرتے ہیں، اسی طرح بعض مرد اور عورتیں بزرگوں کی سواری آنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور لوگ عقیدت میں ان سے اپنے معاملات کے بارے میں دریافت کرتے اور ان کی بتائی ہوئی باتوں کو یقین کی حد تک سچا تصوّر کر لیتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ جِنّات سے غیب کی بات پوچھنی حماقت اور اَشد حرام ہے اور ان کی دی ہوئی خبر پر یقین رکھنا کفر ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ''اور اگر غیب کی بات ان سے دریافت کرنی ہو جیسے بہت لوگ حاضرات کر کے موکلاں جن سے پوچھتے ہیں: فلاں مقدمہ میں کیا ہوگا؟ فلاں کام کا انجام کیا ہوگا؟ یہ حرام ہے اور کہانت کا شعبہ بلکہ اس سے بدتر۔ زمانۂ کہانت میں جن آسمانوں تک جاتے اور ملائکہ کی باتیں سنا کرتے، ان کو جو احکام پہنچنے ہوتے اور وہ آپس میں تذکرہ کرتے (تو) یہ چوری سے سن آتے اور سچ میں دل سے جھوٹ ملا کر کاہنوں سے کہہ دیتے، جتنی بات سچی تھی واقع ہوتی، زمانۂ اَقدس حضور سیّد عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے اس کا دروازہ بند ہو گیا، آسمانوں پر پہرے بیٹھ گئے، اب جن کی طاقت نہیں کہ سننے جائیں، جو جاتا ہے ملائکہ اس پر شِہاب مارتے ہیں جس کا بیان سورۂ جن شریف میں ہے، تو اب جن غیب سے نِرے جاہل ہیں، ان سے آئندہ کی بات پوچھنی عقلاً حماقت اور شرعاً حرام اور ان کی غیب دانی کا اعتقاد ہو تو کفر۔[2]

---

1 ......خازن، سبأ، تحت الآیة: ١٤، ٣/٥٢٠، مدارك، سبأ، تحت الآیة: ١٤، ص٩٥٩، ملتقطاً۔

2 ......فتاوی افریقہ، ص١٧٧-١٧٨۔

حضرت علامہ مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ’’کسی مرد یا عورت پر کسی بزرگ کی سواری نہیں آتی، یہ دعویٰ فریب ہے۔ صرف جنّات کا اثر ہوتا ہے وہ بھی کسی کسی پر۔‘‘[1]

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْكَنِهِمْ اٰیَةٌۚ جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّ شِمَالٍ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗؕ بَلْدَةٌ طَیِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک سبا کے لیے ان کی آبادی میں نشانی تھی دو باغ دہنے اور بائیں اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو پاکیزہ شہر بخشنے والا رب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک قومِ سبا کے لیے ان کی آبادی میں نشانی تھی، دو باغ تھے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف۔ اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ پاکیزہ شہر ہے اور بخشنے والا رب۔

﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْكَنِهِمْ اٰیَةٌ: بیشک سبا کے لیے ان کی آبادی میں نشانی تھی۔﴾ ان آیات میں ایک ایسی قوم کا واقعہ بیان کیا گیا جنہیں اللہ تعالیٰ نے کثیر نعمتوں سے نوازا لیکن وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کی بجائے اس کی نافرمانی کرنے لگ گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سیلاب کے ذریعے ہلاک کر دیا۔

قومِ سبا کا تعارف

سبا عرب کے علاقے یمن کی حدود میں واقع ایک قبیلے کا نام ہے اور یہ قبیلہ اپنے دادا سبا بن یَشْجُب بن یَعْرُب بن قحطان کے نام سے مشہور ہے۔[2]

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سوال کیا گیا کہ سبا کسی مرد کا نام ہے یا عورت کا یا کسی سرزمین کا نام ہے؟ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

---

1 ......وقار الفتاوی، پیری مریدی، ۱/۱۷۷۔

2 ......جلالین مع جمل، سبأ، تحت الآیۃ: ۱۵، ۶/۲۱۷.

''سبا ایک مرد تھا اور اس کے دس بیٹے تھے، ان میں سے چھ یمن میں آباد ہوگئے تھے اور چار شام میں چلے گئے تھے۔''[1]

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ یمن کی حدود میں جس جگہ یہ لوگ آباد تھے وہاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قدرت پر دلالت کرنے والی ایک نشانی تھی۔ اس نشانی کی تفصیل یہ ہے کہ ان کے شہر مآرب کے دونوں طرف کثیر باغات تھے اور ان باغوں میں پھلوں کی انتہائی کثرت تھی۔ ان لوگوں سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ذریعے کہا گیا کہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا رزق کھاؤ اور اس نعمت پر اس کی طاعت و عبادت بجالاؤ۔ تمہارا شہر پاکیزہ شہر ہے جس میں لطیف آب وہوا اور صاف ستھری سرزمین ہے، اس میں مچھر، مکھی، کھٹمل، سانپ اور بچھو وغیرہ کوئی چیز نہیں اور ہوا کی پاکیزگی کا یہ عالَم ہے کہ اگر کہیں دوسرے علاقے کا کوئی شخص اس شہر میں سے گزر جائے اور اس کے کپڑوں میں جوئیں ہوں تو سب مرجائیں۔ اگر تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی روزی پر شکر ادا کرو اور اس کی اطاعت بجالاؤ تو وہ بخشش فرمانے والا ہے۔[2]

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہوں نے منہ پھیرا تو ہم نے ان پر زور کا اہلا بھیجا اور اُن کے باغوں کے عوض دو باغ انہیں بدل دیئے جن میں بکٹا میوہ اور جھاؤ اور کچھ تھوڑی سی بیریاں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہوں نے منہ پھیرا تو ہم نے ان پر زور کا سیلاب بھیجا اور ان کے باغوں کے عوض دو باغ انہیں بدل دیئے جو کڑوے پھل والے اور جھاؤ والے اور کچھ تھوڑی سی بیریوں والے تھے۔

﴿فَاَعْرَضُوْا: تو انہوں نے منہ پھیرا۔﴾ یعنی سبا والوں نے اس نعمت کی شکر گزاری سے منہ پھیرا اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کی۔ حضرت وہب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف 13 نبی بھیجے جنہوں نے

1 ......مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰه بن العباس بن عبد المطلب عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، ١/٢٧٧، الحديث: ٢٩٠٠.

2 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ١٥، ٣/٥٢٠، مدارك، سبأ، تحت الآية: ١٥، ص٩٥٩-٩٦٠، ابو سعود، سبأ، تحت الآية: ١٥، ٤/٣٤٥، ملتقطاً.

اُن کو حق کی دعوتیں دیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائیں اور اس کے عذاب سے ڈرایا،لیکن وہ ایمان نہ لائے اور اُنہوں نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلا دیا اور کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ ہم پر خدا کی کوئی نعمت ہے۔تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے کہہ دو کہ اس سے ہو سکے تو وہ ان نعمتوں کو روک لے۔[1]

﴿ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ: تو ہم نے ان پر زور کا سیلاب بھیجا۔﴾ یہاں سے ان لوگوں کا انجام بیان کیا گیا کہ ان کی نافرمانی کے سبب ہم نے ان پر عظیم سیلاب بھیجا جس سے ان کے باغ اور اَموال سب ڈوب گئے اور اُن کے مکانات ریت میں دفن ہو گئے اور وہ اس طرح تباہ ہوئے کہ اُن کی تباہی عرب کے لئے مثال بن گئی۔اور ان کے خوبصورت باغوں کو ایسے دو باغوں میں بدل دیا جو کڑوے اور انتہائی بدمزہ پھل والے تھے اور ان میں جھاؤ اور کچھ تھوڑی سی بیریاں تھیں جیسی ویرانوں میں اُگ آتی ہیں۔اس طرح کی جھاڑیوں اور وحشت ناک جنگل کو جو اُن کے خوش نما باغوں کی جگہ پیدا ہو گیا تھا اس لئے اسے باغ فرمایا گیا۔

قومِ سبا کے واقعہ میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کے لئے نصیحت

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس واقعہ کو بیان کرنے سے مقصود حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کو نصیحت کرنا ہے کہ وہ ان کے انجام سے عبرت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جو نعمتیں عطا کی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو انہیں بھی اُن جیسے حالات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔[2]

ہم بھی آئے دن سمندری طوفان اور سیلاب سے ہونے والی عبرتناک تباہی کے نظارے اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہتے ہیں لیکن افسوس! اس کے باوجود بھی ہم اپنی عملی حالت سدھارنے کی بجائے اپنی سابقہ نافرمانی والی رَوِش ہی اختیار کئے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِیْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے انہیں یہ بدلہ دیا ان کی ناشکری کی سزا اور ہم کسے سزا دیتے ہیں اُسی کو جو ناشکرا ہے۔

---

1 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ١٦، ص ٩٦٠، خازن، سبأ، تحت الآية: ١٦، ٣/ ٥٢٠، ملتقطاً.

2 ......صاوى، سبأ، تحت الآية: ١٥، ٥/ ١٦٦٩.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے انہیں ان کی ناشکری کی وجہ سے یہ بدلہ دیا اور ہم اسی کو سزا دیتے ہیں جو ناشکرا ہو۔

﴿ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ : ہم نے انہیں یہ بدلہ دیا۔﴾ یعنی ہم نے انہیں ان کی ناشکری اور اُن کے کفر کی وجہ سے یہ بدلہ دیا اور ہم ایسی سزا اسی کو دیتے ہیں جو نعمتوں کی ناشکری اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے۔ [1]

ناشکری مَصائب کا سبب ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان ناشکری کرنے کی وجہ سے خود مصیبت کا شکار ہوتا ہے، یہی بات ایک اور آیت سے بھی معلوم ہوتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان فرمائی جو امن واطمینان والی تھی ہر طرف سے اس کے پاس اس کا رزق کثرت سے آتا تھا تو وہاں کے رہنے والے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگے تو اللہ نے ان کے اعمال کے بدلے میں انہیں بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا۔

وَ جَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّ قَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ؕ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَ اَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے کئے تھے ان میں اور ان شہروں میں جن میں ہم نے برکت رکھی سرِ راہ کتنے شہر اور اُنہیں منزل کے اندازے پر رکھا ان میں چلو راتوں اور دنوں امن وامان سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اِن (سباوالوں) اور اُن شہروں کے درمیان بہت سی نمایاں بستیاں بنادیں جن میں ہم

---

1. ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ١٧، ص ٩٦٠، ملخصاً.
2. ......نحل: ١١٢.

نے برکت رکھی تھی اوران بستیوں میں سفر کوایک انداز ے پر رکھا (اور انہیں فرمایا:) ان میں راتوں اور دنوں کوامن وامان سے چلو۔

﴿ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى : اور ہم نے ان میں اوران شہروں کے درمیان بنادیں۔ ﴾ ارشادفرمایا کہ ہم نے شہرِ سبا میں اور دوسرے شہروں کے درمیان بہت سی نمایاں بستیاں بنادیں جن میں ہم نے برکت رکھی تھی کہ وہاں کے رہنے والوں کووسیع نعمتیں، پانی، درخت اور چشمے عنایت کئے۔ اُن دوسرے شہروں سے مرادشام کے شہر ہیں اور سبا سے شام تک کے سفر کرنے والوں کو اس راستے میں کھانا اور پانی ساتھ لے جانے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ اور فرمایا کہ ان بستیوں میں سفر کوایک انداز ے پر رکھا تا کہ چلنے والا ایک مقام سے صبح چلے تو دوپہر کوایک آبادی میں پہنچ جائے جہاں ضروریات کے تمام سامان مُیَسَّر ہوں اور جب دوپہر کو چلے تو شام کوایک شہر میں پہنچ جائے۔ یمن سے شام تک کا تمام سفر اسی آسائش کے ساتھ طے ہو سکے اور ہم نے اُن سے کہا کہ ان بستیوں میں راتوں اور دنوں کوامن وامان سے چلو، نہ راتوں میں کوئی کھٹکا نہ دنوں میں کوئی تکلیف، نہ دشمن کا اندیشہ نہ بھوک پیاس کا غم۔ [1]

فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا وَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ وَ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو بولے اے ہمارے رب ہمیں سفر میں دوری ڈال اور انہوں نے خود اپنا ہی نقصان کیا تو ہم نے انہیں کہانیاں کردیا اور انہیں پوری پریشانی سے پراگندہ کردیا بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے ہر بڑے شکر والے کے لیے۔

1 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ١٨، ٣/٥٢١، مدارك، سبأ، تحت الآية: ١٨، ص ٩٦٠-٩٦١، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالعرفان: توانہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہمارے سفروں میں دوری ڈال دے اورانہوں نے خود اپنا ہی نقصان کیا تو ہم نے انہیں قصے کہانیاں بنادیا اورانہیں بالکل جدا جدا کردیا۔ بیشک اس میں ہر بڑے صبر والے، ہر بڑے شکر والے کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

﴿**فَقَالُوْا: توانہوں نے کہا۔**﴾ خوشحالی اور نعمتوں کی کثرت والے اِن حالات کی بنا پر اِترانے اور تکبر کرنے لگے اور مالداروں میں حسد پیدا ہوا کہ ہمارے اور غریبوں کے درمیان کوئی فرق ہی نہیں رہا، یونہی جو امن وعافیت انہیں حاصل تھی جیسے منزلیں قریب قریب ہیں اور لوگ خراماں خراماں ہواخوری کرتے چلے جاتے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد دوسری آبادی آجاتی ہے، وہاں آرام کرتے ہیں، نہ سفر میں تکان ہے نہ کوفت، اس پر انہوں نے قناعت نہ کی اور یہ تمنا کرنے لگے کہ اگر منزلیں دور ہوتیں، سفر کی مدت دراز ہوتی، راستے میں پانی نہ ملتا، جنگلوں اور بیابانوں میں سے گزر ہوتا تو ہم توشہ ساتھ لیتے، پانی کے انتظام کرتے، سواریاں اور خُدّام ساتھ رکھتے، سفر میں مشقت اٹھانے کا لطف آتا اور امیر وغریب کا فرق ظاہر ہوتا۔ اس پر اُنہوں نے یہ دعا کی: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہمارے اور شام کے درمیان جنگل اور بیابان کردے تاکہ بغیر توشہ اور سواری کے سفر نہ ہوسکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمالی اور ان شہروں کو ویران کردیا۔ [1]

﴿**وَظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ: اورانہوں نے خود اپنا ہی نقصان کیا۔**﴾ یعنی سبا والوں نے تکبر وسرکشی کرکے خود اپنا ہی نقصان کیا تو ہم نے انہیں بعد والوں کے لئے قصے کہانیاں بنادیا تاکہ وہ ان کے احوال سے عبرت حاصل کریں اور ان قبیلوں کو ایک دوسرے سے بالکل جدا جدا کردیا، وہ بستیاں غرق ہوگئیں اور لوگ بے گھر ہوکر جدا جدا شہروں میں پہنچے۔ قبیلہ غسان، شام میں، قبیلہ اَزْدْ عمان میں، قبیلہ خزاعہ تہامہ میں، آلِ خزیمہ عراق میں اور اوس، خزرج کا دادا عمرو بن عامر مدینہ میں پہنچا۔ بیشک سبا والوں کے اس واقعے میں ہر بڑے صبر والے اور ہر بڑے شکر والے کے لئے ضرور نشانیاں ہیں کہ صبر وشکر مومن کی صفت ہے، جب وہ مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے اور جب نعمت پاتا ہے تو شکر بجالاتا ہے۔ [2]

امن وعافیت بہت بڑی نعمتیں ہیں

سبا والوں کے طرزِ عمل اور ان کے انجام سے معلوم ہوا کہ امن وعافیت اور سکون وراحت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی

---

1 ......روح البيان، سبأ، تحت الآية: ١٩، ٧/٢٨٦، مدارك، سبأ، تحت الآية: ١٩، ص٩٦١، ملتقطاً.

2 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ١٩، ٣/٥٢١-٥٢٢.

نعمتیں ہیں اور جسے یہ نعمتیں حاصل ہوں اسے ان پر تکبر وغرور کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور ان نعمتوں کے مقابلے میں بے امنی اور مشقت کی تمنا اور دعا نہیں کرنی چاہئے۔

صبر اور شکر مومن کی دو صفات ہیں

معلوم ہوا کہ صبر اور شکر مومن کی دو بہترین صفات ہیں۔اس کے بارے میں حضرت صہیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مومن کے معاملے پر تعجب ہوتا ہے، اس کے ہر حال میں خیر ہے اور یہ مقام اس کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں۔اگر وہ نعمتوں کے ملنے پر شکر کرے تو اسے اجر ملتا ہے اور اگر وہ مصیبت آنے پر صبر کرے تو بھی اسے اجر ملتا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ ہر مومن کو یہ عظیم صفات نصیب فرمائے ، اٰمین۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صابر و شاکر کون؟

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ لوگ بھی صابر و شاکر شمار ہوتے ہیں جن کا اس حدیث پاک میں ذکر ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے دین کے معاملے میں اپنے سے اوپر والے اور دنیا کے معاملے میں اپنے سے نیچے والے کو پیشِ نظر رکھا تو اللہ تعالیٰ اسے صابر اور شاکر لکھ دیتا ہے اور جس نے دین کے معاملے میں اپنے سے نیچے والے اور دنیا کے معاملے میں اپنے سے اوپر والے کو پیشِ نظر رکھا تو اللہ تعالیٰ اسے صابر اور شاکر نہیں لکھتا۔[2]

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنا صابر و شاکر بندہ بننے کی توفیق عطا فرمائے ، اٰمین۔

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْهِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ابلیس نے انہیں اپنا گمان سچ کر دکھایا تو وہ اس کے پیچھے ہو لیے مگر ایک گروہ کہ مسلمان تھا۔

1 ......مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب المؤمن امره كلّه خير، ص١٥٩٨، الحديث: ٦٤(٢٩٩٩).

2 ......شعب الايمان، الثالث والثلاثون من شعب الايمان... الخ، ١٣٧/٤، الحديث: ٤٥٧٥.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا تو وہ لوگ شیطان کے پیروکار بن گئے سوائے مومنوں کے ایک گروہ کے۔

﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْهِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّهٗ: **اور بیشک ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا۔**﴾ یعنی ابلیس جو گمان رکھتا تھا کہ وہ بنی آدم کو شہوت وحرص اور غضب کے ذریعے گمراہ کر دے گا۔ یہ گمان اس نے اہلِ سبا پر بلکہ تمام کافروں پر سچا کر دکھایا کہ وہ اس کے پیروکار ہو گئے اور اس کی اطاعت کرنے لگے۔ حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ شیطان نے نہ کسی پر تلوار کھینچی، نہ کسی پر کوڑے مارے بلکہ جھوٹے وعدوں اور باطل اُمیدوں سے اس نے اہلِ باطل کو گمراہ کر دیا۔[1]

شیطان اور انسان

یہ آیتِ مبارکہ ہر مسلمان کے لئے انتہائی قابلِ غور اور عبرت انگیز ہے۔ جب شیطان حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ کرنے سے انکار کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مردود ہوا تو اس نے کہا تھا:

رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے رب میرے! مجھے اس بات کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور زمین میں لوگوں کیلئے (نافرمانی) خوشنما بنادوں گا اور میں ضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔ سوائے اُن کے جو اِن میں سے تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔

اب عقلمندی کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہر انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں مصروف رہتا اور اپنے ازلی دشمن شیطان کے مکر و فریب سے ہوشیار رہتا اور اس کے بچھائے ہوئے جال میں نہ پھنستا، لیکن افسوس! شیطان کے بہکاوے میں آ کر انسان نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا راستہ اختیار کر لیا۔

شیطان انسان کو کفر اور گناہ پر مجبور نہیں کر سکتا

یاد رکھیں کہ شیطان انسان کو گناہ اور کفر و گمراہی پر مجبور نہیں کر سکتا بلکہ صرف اس کے دل میں وسوسہ ڈال کر

1 ......خازن، سبأ، تحت الآیة: ۲۰، ۳/۵۲۲، ملخصاً.

2 ......حجر: ۳۹، ۴۰.

اسے بہکانے کی کوشش کرسکتا ہے، اسی وجہ سے ایک آیت میں وضاحت ہے کہ قیامت کے دن ابلیس کہے گا:

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مجھے تم پر کوئی زبردستی نہیں تھی مگر یہی کہ میں نے تم کو بلایا تو تم نے میری مان لی۔

لہٰذا اس فریبی سے ہر مسلمان کو ہر وقت بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہرگز بڑا فریبی تمہیں اللّٰہ کے بارے میں فریب نہ دے۔

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں شیطان کے مکروفریب سے بچنے اور اس کی فریب کاریوں سے ہوشیار رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ: تو مومنوں کے ایک گروہ کے علاوہ وہ اس کے پیروکار ہوگئے۔﴾ یعنی اہلِ سبا نے شرک و مَعْصِیَت میں شیطان کی پیروی کی البتہ مومنوں کے ایک گروہ نے دین کے اصول میں شیطان کی پیروی نہ کی۔[3]

وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾ ع

ع ۲ | ۱۲ | ۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور شیطان کا ان پر کچھ قابو نہ تھا مگر اس لیے کہ ہم دکھا دیں کہ کون آخرت پر ایمان لاتا ہے اور کون اس سے شک میں ہے اور تمہارا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور شیطان کا ان پر کچھ قابو نہ تھا مگر اس لیے کہ ہم دکھا دیں کہ کون آخرت پر ایمان لاتا اور کون اس کے بارے میں شک میں ہے اور تیرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔

---

1 ......ابراھیم: ۲۲.

2 ......فاطر: ۵.

3 ......روح البیان، سبأ، تحت الآیة: ۲۰، ۷/۲۸۷.

﴿وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَیْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ: اور شیطان کا ان پر کچھ قابو نہ تھا۔﴾ یعنی جن کے حق میں شیطان کا گمان پورا ہوا ان پر شیطان کو کچھ زبردستی نہ تھی مگر ہم نے اس لیے شیطان کو ان پر مُسلَّط کیا تا کہ ہم آخرت پر ایمان لانے والوں کو ان لوگوں سے ممتاز کر دیں جو اس کے بارے میں شک کرنے والے ہیں اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہر چیز پر نگہبان ہے۔(1)

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا یَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ فِیْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِیْرٍ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ پکارو انہیں جنھیں اللہ کے سوا سمجھے بیٹھے ہو اور وہ ذرّہ بھر کے مالک نہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا اِن دونوں میں کچھ حصہ اور نہ اللہ کا ان میں سے کوئی مددگار۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تم فرماؤ: انہیں پکارو جنہیں اللہ کے سوا تم (معبود) سمجھتے ہو، وہ آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر کسی چیز کے مالک نہیں ہیں اور نہ ان کا ان دونوں میں کچھ حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی، اللہ کا مددگار ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ شکر کرنے والوں اور ناشکری کرنے والوں کے حالات اور ان کا انجام بیان کرنے کے بعد اب کفارِ مکہ سے کلام کیا جا رہا ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ مکہ مکرمہ کے کافروں سے فرما دیں کہ جن بتوں وغیرہ کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا معبود سمجھتے ہو انہیں پکارو تا کہ وہ تم پر نازل ہونے والی مصیبتیں دور کر دیں لیکن ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں اور نہ ان بتوں کا آسمان اور زمین میں کچھ حصہ ہے اور نہ ان بتوں میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا مددگار ہے۔(2)

---

1 ......تفسیر طبری، سبأ، تحت الآیة: ۲۱، ۱۰/۳۷۰، ابو سعود، سبأ، تحت الآیة: ۲۱، ۳۴۹/۴، ملتقطاً۔
2 ......تفسیر کبیر، سبأ، تحت الآیة: ۲۲، ۲۰۳/۹، خازن، سبأ، تحت الآیة: ۲۲، ۵۲۲/۳، ملتقطاً۔

یاد رہے کہ اس آیت میں کفر کی اجازت نہیں بلکہ کفار کے عقیدے کی برائی کا بیان ہے نیز اس آیت میں نفع و نقصان کا مالک نہ ہونا بتوں کے لئے بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کے انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اَولیاء رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِمۡ کے ساتھ اس آیت کا کوئی تعلق نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے مخلوق کو نفع پہنچانے اور ان سے نقصان دور کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور اس کے شواہد قرآن و حدیث میں بکثرت مقامات پر مذکور ہیں جیسے سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کوثر کا مالک کیا اور حضرت عیسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مردے زندہ کرنے اور بیماروں کو شفا دینے کی طاقت دی۔

وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَا ذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کے لیے وہ اِذن فرمائے یہاں تک کہ جب اذن دے کر ان کے دلوں کی گھبراہٹ دور فرما دی جاتی ہے ایک دوسرے سے کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا ہی بات فرمائی وہ کہتے ہیں جو فرمایا حق فرمایا اور وہی ہے بلند بڑائی والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر (اس کی) جس کے لیے وہ اجازت دیدے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور فرمادی جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: حق فرمایا ہے اور وہی بلندی والا، بڑائی والا ہے۔

﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ: اور اللہ کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کے لیے وہ اجازت دیدے۔﴾ کفار یہ کہتے تھے کہ بت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں گے ان کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس صرف اسی کی شفاعت کام دے گی جس کے لیے وہ شفاعت کرنے کی اجازت دیدے، یہاں تک کہ جب شفاعت کی اجازت دے کر شفاعت کرنے والے (مومنوں) کے دلوں سے گھبراہٹ دور فرمادی جائے گی تو وہ خوشی میں ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ ''تم سے اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ وہ جواب

دیں گے کہ شفاعت کرنے والوں کو ایمانداروں کی شفاعت کی اجازت دی ہے اور یہ شفاعت اور اجازت برحق ہے اور اللّٰہ تعالیٰ ہی بلندی والا، بڑائی والا ہے۔[1]

قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ قُلِ اللّٰهُۙ وَ اِنَّاۤ اَوْ اِیَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کون جو تمہیں روزی دیتا ہے آسمانوں اور زمین سے تم خود ہی فرماؤ اللّٰہ اور بیشک ہم یا تم یا تو ضرور ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: کون ہے جو تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی دیتا ہے؟ تم خود ہی فرماؤ: ''اللّٰہ'' اور بیشک ہم یا تم (کوئی ایک) ضرور ہدایت پر ہے یا کھلی گمراہی میں۔

﴿ قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: تم فرماؤ: کون ہے جو تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی دیتا ہے؟ ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ بتوں کو اللّٰہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے والوں سے فرما دیں کہ آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے سبزہ اُگا کر تمہیں روزی کون دیتا ہے؟ اگر مشرکین اس سوال کا جواب نہ دیں تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ خود ہی فرما دیں کہ ''تمہیں اللّٰہ تعالیٰ روزی دیتا ہے'' کیونکہ اس سوال کا اس کے علاوہ اور کوئی جواب ہے ہی نہیں اور (فرما دیں کہ) بیشک ہم یا تم دونوں فریقوں میں سے ایک ضرور ہدایت پر ہے یا کھلی گمراہی میں ہے۔[2]

اور یہ ظاہر و یقینی اور قطعی بات ہے کہ جو شخص صرف اللّٰہ تعالیٰ کو روزی دینے والا، پانی برسانے والا، سبزہ اگانے والا جانتے ہوئے بھی بتوں کو پوجے جو کہ کسی ایک ذرہ بھر چیز کے مالک نہیں (جیسا کہ اوپر آیات میں بیان ہو چکا) وہ یقیناً

1 ......جلالین مع صاوی، سبأ، تحت الآیة: ۲۳، ۵/۱۶۷۳-۱۶۷۴، مدارك، سبأ، تحت الآیة: ۲۳، ص۹۶۲، ملتقطاً.

2 ......تفسیر طبری، سبأ، تحت الآیة: ۲۴، ۱۰/۳۷۵، جلالین، السبا، تحت الآیة: ۲۴، ص۳۶۱، ملتقطاً.

کھلی گمراہی میں ہے۔

قُلۡ لَّا تُسۡــَٔلُوۡنَ عَمَّاۤ اَجۡرَمۡنَا وَ لَا نُسۡــَٔلُ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ ہم نے تمہارے گمان میں اگر کوئی جرم کیا تو اس کی تم سے پوچھ نہیں نہ تمہارے کوتکوں کا ہم سے سوال۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: ہم نے تمہارے گمان میں اگر کوئی جرم کیا تو اس کے متعلق تم سے سوال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال ہوگا۔

﴿قُلۡ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکین سے فرمادیں کہ ہم نے تمہارے گمان میں اگر کوئی جرم کیا تو اس کے بارے میں تم سے سوال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا بلکہ ہر شخص سے اس کے اپنے عمل کا سوال ہوگا اور ہر ایک اپنے عمل کی جزا پائے گا (لہٰذا تم اپنی فکر کرو اور اپنی اصلاح کی کوشش کرو۔)[1]

قُلۡ یَجۡمَعُ بَیۡنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ یَفۡتَحُ بَیۡنَنَا بِالۡحَقِّ ؕ وَ هُوَ الۡفَتَّاحُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا پھر ہم میں سچا فیصلہ فرمادے گا اور وہی ہے بڑا نیاؤ چکانے والا سب کچھ جانتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا پھر ہم میں سچا فیصلہ فرمادے گا اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

﴿قُلۡ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکین سے فرمادیں کہ قیامت کے دن

1 ......روح البیان، سبأ، تحت الآیة: ۲۵، ۷/۲۹۲، ملخصاً.

حساب کی جگہ میں ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ ہم سب کو جمع کرے گا، پھر ہم میں سچا فیصلہ فرمادے گا تو اہلِ حق کو جنت میں اور اہلِ باطل کو دوزخ میں داخل کرے گا اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کے دو اسماء "اَلْفَتَّاحُ" اور "اَلْعَلِیْمُ" کے خواص

اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کے دو اَسماء "اَلْفَتَّاحُ" اور "اَلْعَلِیْمُ" کا ذکر ہوا، ان کے خواص بیان کرتے ہوئے علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: "اَلْفَتَّاحُ" اسمِ مبارک کا خاصہ یہ ہے کہ اس کی برکت سے مشکلات آسان ہوجاتی ہیں، دل روشن ہوجاتا ہے اور کامیابی کے اسباب حاصل ہوجاتے ہیں۔ جس نے نمازِ فجر کے بعد اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر **71** مرتبہ اس اسم کو پڑھا تو اس کا دل پاک اور منور ہوجائے گا، اس کا کام آسان ہوجائے گا اور اس کی برکت سے رزق میں بھی وسعت ہوگی اور "اَلْعَلِیْمُ" اسمِ مبارک کا خاصہ یہ ہے کہ اس کا وِرد کرتے رہنے والے کو علم اور معرفت حاصل ہوگی۔[2]

قُلْ اَرُوْنِیَ الَّذِیْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّاؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ مجھے دکھاؤ تو وہ شریک جو تم نے اس سے ملائے ہیں ہشت بلکہ وہی ہے اللہ عزت والا حکمت والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: مجھے دکھاؤ تو (اپنے) وہ (معبود) جنہیں تم نے اللہ کے ساتھ شریک بنا کر ملا رکھا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ اللہ ہی عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴿**قُلْ: تم فرماؤ۔**﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکین سے فرمائیں کہ جن بتوں کو تم نے عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک کیا ہے مجھے دکھاؤ تو سہی کہ وہ کس قابل ہیں، کیا وہ کچھ پیدا کرتے ہیں؟ کیا وہ روزی دیتے ہیں؟ اور جب ان میں سے کچھ نہیں کرسکتے تو ان کو خدا کا شریک بنانا اور اُن کی عبادت کرنا کیسی عظیم خطا ہے، لہٰذا اس

1 ......جلالین مع صاوی، سبأ، تحت الآیۃ: ۲۶، ۵/۱۶۷۵، ملخصاً.

2 ......روح البیان، سبأ، تحت الآیۃ: ۲۶، ۷/۲۹۳.

سے باز آجاؤ، وہ بت ہرگز اللہ تعالیٰ کے شریک نہیں بلکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی عزت والا، حکمت والا ہے جبکہ تمہارے ذلیل اور خسیس شریکوں کو یہ بلند مرتبہ کہاں حاصل ہے۔ (1)

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے محبوب! ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا: اور اے محبوب! ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کو صرف آپ کی قوم کے مشرکین کی طرف ہی رسول بنا کر نہیں بھیجا بلکہ آپ کو عربی، عجمی، گورے، کالے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور ایمان والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے فضل کی خوشخبری دینے والا اور کافروں کیلئے اس کے عدل کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن بہت سے لوگ اس بات کو نہیں جانتے اور اپنی جہالت کی وجہ سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت کرتے ہیں۔ (2)

رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت عام ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت عامّہ ہے، تمام انسان اس

1 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ٢٧، ٣/ ٥٢٣، مدارك، سبأ، تحت الآية: ٢٧، ص٩٦٣، روح البيان، سبأ، تحت الآية: ٢٧، ٢٩٣/٧، ملتقطاً.

2 ......تفسير طبرى، سبأ، تحت الآية: ٢٨، ٣٧٧/١٠، روح البيان، سبأ، تحت الآية: ٢٨، ٢٩٤/٧، ملتقطاً.

کے اِحاطہ میں ہیں، گورے ہوں یا کالے، عربی ہوں یا عجمی، پہلے ہوں یا بعد والے، سب کے لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رسول ہیں اور وہ سب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اُمتی ہیں۔ یہ مضمون متعدد آیات میں بیان ہوا ہے اور اسی موضوع پر بہت سی اَحادیث بھی ہیں، چنانچہ ایک روایت ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا فرمائی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کو نہ دی گئیں۔ **(1)** ایک ماہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد کی گئی۔ **(2)** تمام زمین میرے لئے مسجد اور پاک کی گئی کہ جہاں میرے اُمتی کو نماز کا وقت ہو نماز پڑھے۔ **(3)** میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں جو کہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھیں۔ **(4)** مجھے مرتبۂ شفاعت عطا کیا گیا۔ **(5)** انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔[1]

اس حدیث میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مخصوص فضائل کا بیان ہے جن میں سے ایک آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالتِ عامّہ ہے جو کہ تمام جنّ و انس کو شامل ہے۔[2] خلاصہ یہ کہ حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام مخلوق کے رسول ہیں اور یہ مرتبہ خاص آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہے جو کہ قرآنِ کریم کی آیات اور کثیر اَحادیث سے ثابت ہے۔

وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّیْعَادُ یَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّ لَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو۔ تم فرماؤ تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ جس سے تم نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکو نہ آگے بڑھ سکو۔

[1] ......بخاری، کتاب التیمم، باب التیمم، ١/١٣٣، الحدیث: ٣٣٥.

[2] ......خازن، سبأ، تحت الآیة: ٢٨، ٣/٥٢٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو۔ تم فرماؤ: تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے جس سے تم نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکو گے اور نہ آگے بڑھ سکو گے۔

﴿وَ یَقُوْلُوْنَ: اور کہتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین اپنی جہالت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ قیامت کا وعدہ کب آئے گا، اگر تم سچے ہو تو بتاؤ؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمائیں کہ تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے جس سے تم نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکو گے اور نہ آگے بڑھ سکو گے یعنی اگر تم مہلت چاہو تو تاخیر ممکن نہیں اور اگر جلدی چاہو تو پہلے ہونا ممکن نہیں، بہرصورت اس وعدے کا اپنے وقت پر پورا ہونا ہے۔[1]

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ لَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ یَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ﹰالْقَوْلَ ۚ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْ لَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر بولے ہم ہرگز نہ ایمان لائیں گے اس قرآن پر نہ ان کتابوں پر جو اس سے آگے تھیں اور کسی طرح تو دیکھے جب ظالم اپنے رب کے پاس کھڑے کئے جائیں گے ان میں ایک دوسرے پر بات ڈالے گا وہ جو دبے تھے ان سے کہیں گے جو اونچے کھنچتے تھے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: ہم ہرگز اس قرآن پر اور اس سے پہلی کتابوں پر ایمان نہیں لائیں گے اور

1 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ٢٩-٣٠، ص٩٦٣، ملخصاً.

(خوفناک منظر دیکھتے) اگر تم دیکھ لیتے جب ظالم اپنے رب کے پاس کھڑے کئے جائیں گے ان میں ایک دوسرے پر بات لوٹا دے گا تو وہ جو دبے ہوئے تھے وہ بڑے بننے والوں سے کہیں گے: اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان والے ہوتے۔

﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور کافروں نے کہا۔﴾ اس سے پہلے توحید، رسالت اور حشر کا بیان کیا گیا اور کفار ان تینوں چیزوں کا انکار کرتے ہیں، اب اس آیت میں کفار کے عمومی کفر کو بیان کیا جارہا ہے۔ آیت کے اس حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ نے اہلِ کتاب سے نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم ان کے اوصاف اپنی کتابوں میں لکھے ہوئے پاتے ہیں۔ اس پر وہ غضبناک ہو کر کہنے لگے کہ ہم ہرگز اس قرآن پر اور اس سے پہلی کتابوں یعنی توارات اور انجیل وغیرہ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ (1)

﴿وَلَوْ تَرٰۤى: اور اگر تم دیکھتے۔﴾ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی دو آیات میں اللّٰہ تعالیٰ نے حشر کے دن کفار کا آپس میں مُکالمہ بیان فرمایا ہے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ’’اگر تم وہ منظر دیکھ لو تو بڑا عبرتناک منظر دیکھو گے کہ حشر کے دن جب کافر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں کھڑے کئے جائیں گے تو وہ آپس میں ایک دوسرے سے الجھنا شروع کردیں گے۔ ان میں سے جو لوگ کمزور اور اپنے سرداروں کے تابع تھے وہ سرداروں سے کہیں گے: اگر تم نہ ہوتے اور ہمیں اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے نہ روکتے تو ہم ضرور ایمان والے ہوتے۔ (2)

قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اونچے کھنچتے تھے ان سے کہیں گے جو دبے ہوئے تھے کیا ہم نے تمہیں روک دیا ہدایت سے بعد اس کے کہ تمہارے پاس آئی بلکہ تم خود مجرم تھے۔

---

1 ......تفسير كبير، سبأ، تحت الآية: ٣١، ٩/٢٠٧، ابو سعود، سبأ، تحت الآية: ٣١، ٤/٣٥٢، ملتقطاً.

2 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ٣١، ص٩٦٣، خازن، سبأ، تحت الآية: ٣١، ٣/٥٢٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بڑے بننے والے دبے ہوئے لوگوں سے کہیں گے: کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا جبکہ وہ تمہارے پاس آئی تھی بلکہ تم خود ہی مجرم تھے۔

﴿قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا: بڑے بننے والے دبے ہوئے لوگوں سے کہیں گے۔﴾ یعنی سردار اپنے تابع لوگوں کو جواب دیتے ہوئے کہیں گے: جب تمہارے پاس ہدایت آئی تھی تو کیا اس وقت ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا؟ ایسا ہرگز نہیں ہوا، بلکہ تم نے خود اپنے اختیار سے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دے کر کفر کیا تھا، نہ کہ ہمارے کہنے کی وجہ سے تم نے ایسا کیا۔ [1]

وَ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ نَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًاؕ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَؕ وَ جَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْۤ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْاؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہیں گے وہ جو دبے ہوئے تھے اُن سے جو اونچے کھنچتے تھے بلکہ رات دن کا داؤں تھا جبکہ تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ اللہ کا انکار کریں اور اس کے برابر والے ٹھہرائیں اور دل ہی دل میں پچتانے لگے جب عذاب دیکھا اور ہم نے طوق ڈالے ان کی گردنوں میں جو منکر تھے وہ کیا بدلہ پائیں گے مگر وہی جو کچھ کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور دبے ہوئے لوگ، بڑا بننے والوں سے کہیں گے بلکہ (تمہارے) رات اور دن کے فریب (نے ہمیں ہدایت سے روکا) جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کا انکار کریں اور اس کیلئے برابر والے ٹھہرائیں اور وہ جب عذاب دیکھیں گے تو دل ہی دل میں پچھتانے لگیں گے اور ہم کافروں کے گلے میں طوق ڈالیں گے۔ انہیں ان کے اعمال ہی کا

1 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ٣٢، ٣/٥٢٤، مدارك، سبأ، تحت الآية: ٣٢، ص٩٦٤، ملتقطاً.

بدلہ دیا جائے گا۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا: اور دبے ہوئے بڑے بننے والوں سے کہیں گے۔﴾ یعنی جب سردار اپنے تابع لوگوں کی بات کا انکار کر دیں گے تو وہ لوگ اپنے سرداروں سے کہیں گے ”ہم مجرم نہیں ہیں بلکہ تم شب و روز ہمارے ساتھ فریب کرتے تھے اور ہمیں ہر وقت شرک پر اُبھارتے تھے، جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا انکار کریں اور اس کیلئے برابر والے ٹھہرائیں تو ہم اللہ تعالیٰ کا انکار کر دیتے اور اس کے لئے شریک ٹھہرانے لگتے تھے۔ اس آیت میں کفار کے لئے تنبیہ ہے کہ دنیا میں ان کا ایک دوسرے کی پیروی کرنا آخرت میں باہمی عداوت اور دشمنی کا سبب ہوگا۔[1]

﴿وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ: اور وہ دل ہی دل میں پچھتانے لگیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ دونوں فریق یعنی ماتحت بھی اور سردار بھی، سرداروں کے پیچھے پیچھے چلنے والے بھی اور انہیں بہکانے والے بھی ایمان نہ لانے پر جب جہنم کا عذاب دیکھیں گے تو دل ہی دل میں پچھتانے لگیں گے۔ اس کے بعد ان کے عذاب کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم تمام کفار کو خواہ بہکانے والے ہوں یا اُن کے کہنے میں آنے والے، یہ سزا دیں گے کہ جہنم میں ان کے ہاتھ نارِ جہنم کی زنجیروں سے گردنوں تک باندھ دیں گے۔ یہ انہیں ان کے دنیا میں کفر اور مَعصِیَت ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔[2]

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے جب کبھی کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا وہاں کے آسودوں نے یہی کہا کہ تم جو لے کر بھیجے گئے ہم اس کے منکر ہیں۔

---

1 ……مدارك، سبأ، تحت الآية: ٣٣، ص٩٦٤، خازن، سبأ، تحت الآية: ٣٣، ٥٢٤/٣، ملتقطاً.

2 ……جلالين، السبا، تحت الآية: ٣٣، ص٣٦٢، خازن، سبأ، تحت الآية: ٣٣، ٥٢٤/٣-٥٢٥، تفسير طبرى، سبأ، تحت الآية: ٣٣، ٣٧٩/١٠، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے (جب کبھی) کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ تم جس (ہدایت) کے ساتھ بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔

﴾وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ: **اور ہم نے (جب کبھی) کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا۔﴿** اس آیت میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسکینِ خاطر فرمائی گئی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کفار کی تکذیب وانکار سے رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ کفار کا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ یہی دستور رہا ہے اور مالدار لوگ اسی طرح اپنے مال اور اولاد کے غرور میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کرتے رہے ہیں۔[1]

اس آیت کا **شانِ نزول** یہ ہے کہ دو شخص تجارت میں شریک تھے، اُن میں سے ایک ملکِ شام کو گیا اور ایک مکہ مکرمہ میں رہا۔ جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اعلانِ نبوت فرمایا اور اُس نے ملکِ شام میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خبر سنی تو اپنے شریک کو خط لکھا اور اس سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا تفصیلی حال دریافت کیا۔ اس شریک نے جواب میں لکھا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی نبوت کا اعلان تو کیا ہے لیکن چھوٹے درجے کے حقیر و غریب لوگوں کے علاوہ اور کسی نے ان کی پیروی نہیں کی۔ جب یہ خط اس کے پاس پہنچا تو وہ اپنے تجارتی کام چھوڑ کر مکہ مکرمہ آیا اور آتے ہی اپنے شریک سے کہا کہ مجھے سیدِ عالَم محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا پتہ بتاؤ۔ پتہ معلوم کر کے وہ شخص حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دنیا کو کیا دعوت دیتے ہیں اور ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بت پرستی چھوڑ کر ایک اللہ تعالٰی کی عبادت کرنا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے اسلام کے احکام بتائے۔ یہ باتیں اس کے دل میں اثر کر گئیں اور وہ شخص پچھلی کتابوں کا عالم بھی تھا، کہنے لگا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بے شک اللّٰہ تعالٰی کے رسول ہیں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے فرمایا ''تم نے یہ کیسے جانا؟ اس نے کہا کہ جب کبھی کوئی نبی بھیجا گیا پہلے چھوٹے درجے کے غریب لوگ ہی اس کے تابع ہوئے، یہ سنتِ الٰہیہ ہمیشہ ہی جاری رہی ہے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔[2]

---

1 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ٣٤، ص٩٦٤.

2 ......در منثور، سبأ، تحت الآية: ٣٤، ٦/٧٠٤، ملخصاً.

مالداروں اورغریب لوگوں کا حال

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اکثر مالدار ہی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مخالفت کرتے ہیں اور غریب لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ قانون قیامت تک رہے گا کہ اکثر سردار اور مالدار گناہوں میں پیش پیش جبکہ غریب لوگ نیکیوں میں آگے آگے ہوں گے۔ آج بھی ہمارے معاشرے میں اس کی مثالیں دیکھی جا رہی ہیں۔

وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے ہم مال اور اولاد میں بڑھ کر ہیں اور ہم پر عذاب ہونا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے کہا: ہم مال اور اولاد میں بڑھ کر ہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔

﴿وَقَالُوْا: اور انہوں نے کہا۔﴾ یہاں مالدار کفار کے ایک باطل گمان کو بیان کیا گیا کہ انہوں نے کہا ''ہمارے اعمال اور افعال اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں کیونکہ اگر وہ ہمارے اعمال سے راضی نہ ہوتا تو دنیا میں ہمیں اتنا مال اور اولاد عطا نہ کرتا اور جب ایسا ہے تو آخرت میں ہمیں عذاب بھی نہیں ہوگا کیونکہ دنیا میں ہمیں عزت و اِکرام سے نوازا گیا تو اگر بالفرض قیامت واقع بھی ہوئی تو ہمیں وہاں بھی رسوا نہ کیا جائے گا۔[1] اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس خیالِ باطل کا اِبطال فرما دیا کہ آخرت کے ثواب کو دنیا کی مَعیشت پر قِیاس کرنا غلط ہے۔

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بے شک میرا رب رزق وسیع کرتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگی فرماتا ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

[1] ......صاوی، سبأ، تحت الآیة: ۳۵، ۵/۱۶۷۸، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بیشک میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کرتا ہے اور تنگ فرماتا ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

﴿**قُلْ:** تم فرماؤ۔﴾ اللہ تعالیٰ نے مالداروں کے اس باطل خیال کا رد کرتے ہوئے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرمادیں بیشک میرا رب عَزَّوَجَلَّ آزمائش اور امتحان کے طور پر جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کرتا اور تنگ فرماتا ہے لہٰذا دنیا میں مال و دولت اور عیش وعشرت کی بہتات اللہ تعالیٰ کی رضا کی دلیل نہیں اور ایسے ہی مال و دولت کی تنگی اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی دلیل نہیں۔ یہ اس کی حکمت ہے کہ کبھی وہ گنہگار پر مال و دولت کی وسعت کرتا ہے اور کبھی فرمانبردار پر تنگی کر دیتا ہے۔ اس لئے آخرت کے ثواب کو دنیا کی معیشت پر قیاس کرنا غلط و بیجا ہے۔ (1)

وَمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا٘ فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ تمہیں ہمارے قُرب تک پہنچائیں مگر وہ جو ایمان لائے اور نیکی کی ان کے لیے دونا دون صلہ ان کے عمل کا بدلہ اور وہ بالاخانوں میں امن وامان سے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ تمہیں ہمارے قریب کردیں مگر وہ جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا (وہ ہمارے قریب ہے) ان لوگوں کے لیے ان کے اعمال کے بدلے میں کئی گنا جزا ہے اور وہ (جنت کے) بالاخانوں میں امن و چین سے ہوں گے۔

1 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ٣٦، ص٩٦٥، خازن، سبأ، تحت الآية: ٣٦، ٣/٥٢٥، ملتقطاً.

﴿وَمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤى :اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ تمہیں ہمارے قریب کردیں۔﴾ کفار اپنے مال اور اولاد کی وجہ سے لوگوں پر فخر و تکبر کرتے تھے اور اپنے مال و اولاد کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا سبب سمجھتے تھے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمادیا کہ صالح مومن جو مال کو راہِ خدا میں خرچ کرے اسی کا مال قربِ خدا کا ذریعہ ہے اور اس کے علاوہ کسی کے لئے اس کا مال قربِ الٰہی کا سبب نہیں اور یونہی اس مومن کی اولاد قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے جو اُنہیں نیک علم سکھائے، دین کی تعلیم دے اور صالح و متقی بنائے، ورنہ کسی کی اولاد اس کیلئے قربِ خداوندی کا سبب نہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ صالح مومنین کے لئے ایک نیکی کے بدلے دس سے لے کر سات سو گُنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ جتنی خدا چاہے جزا ہے اور وہ جنت کے بالا خانوں میں امن وچین سے ہوں گے۔[1]

مال اور اولاد سے متعلق مسلمانوں کا حال

فی زمانہ مسلمانوں میں بھی مال اور اولاد کی وجہ سے لوگوں پر فخر و تکبر کرنے، غریب اور بے اولاد لوگوں کو حقیر سمجھنے، اولاد کی کثرت اور مال و دولت کی بہتات کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ تصوّر کرنے کا مرض عام ہے، یونہی اپنی اولاد کو خاطر خواہ دینی تعلیم دینے اور تقویٰ و پرہیز گاری سکھانے کی بجائے صرف دُنْیَوی علوم و فنون کی تعلیم و تربیت پر بھر پور توجہ دینے کی وبا بھی عام ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِیْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا یہ خیال کررہے ہیں کہ وہ جوہم مال اور بیٹوں کے ساتھ ان کی مدد کررہے ہیں تو یہ ہم ان کے لئے بھلائیوں میں جلدی کررہے ہیں؟ بلکہ انہیں خبر نہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان ہے اور یہ کہ اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

---

1 ......تفسیر طبری، سبأ، تحت الآیة: ۳۷، ۱۰/۳۸۱، مدارك، سبأ، تحت الآیة: ۳۷، ص۹۶۵، روح البیان، سبأ، تحت الآیة: ۳۷، ۷/۲۹۹، ملتقطاً.

2 ......مؤمنون:۵۵،۵۶.

3 ......انفال:۲۸.

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللّٰہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال و دولت کی طرف نہیں دیکھتا، البتہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ [1]

اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

وَالَّذِيۡنَ يَسۡعَوۡنَ فِيۡۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيۡنَ اُولٰٓئِكَ فِي الۡعَذَابِ مُحۡضَرُوۡنَ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو ہماری آیتوں میں ہرانے کی کوشش کرتے ہیں وہ عذاب میں لادھرے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو ہم سے مقابلہ کرتے ہوئے ہماری آیتوں (کو جھٹلانے) میں کوشش کرتے ہیں وہ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے۔

﴿وَالَّذِيۡنَ يَسۡعَوۡنَ فِيۡۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيۡنَ: اور وہ جو ہم سے مقابلہ کرتے ہوئے ہماری آیتوں (کو جھٹلانے) میں کوشش کرتے ہیں۔﴾ یعنی وہ لوگ جو قرآنِ کریم پر زبانِ طعن کھولتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اپنی ان باطل کاریوں سے وہ لوگوں کو ایمان لانے سے روک دیں گے اور ان کا یہ مکر و فریب اسلام کے حق میں چل جائے گا اور وہ ہمارے عذاب سے بچ رہیں گے کیونکہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ مرنے کے بعد اُٹھنا ہی نہیں ہے تو عذاب اور ثواب کیسا۔ یہ لوگ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے اور ان کی مکاریاں انہیں کچھ کام نہ آئیں گی۔ [2]

قُلۡ اِنَّ رَبِّيۡ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَيَقۡدِرُ لَهٗ ؕ

---

1 ......مسلم، کتاب البرّ والصلة والآداب، باب تحریم الظلم وخذله واحتقاره... الخ، ص١٣٨٧، الحدیث: ٣٤(٢٥٦٤).

2 ......روح البیان، سبأ، تحت الآیة: ٣٨، ٧/٣٠٠، ملخصاً.

وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗۚ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بے شک میرا رب رزق وسیع فرماتا ہے اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے اور تنگی فرماتا ہے جس کے لیے چاہے اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اس کے بدلے اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بیشک میرا رب اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے رزق وسیع فرماتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کردیتا ہے اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اس کے بدلے میں اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ فرمادیں کہ بیشک میرا رب عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے اپنی حکمت کے مطابق رزق وسیع فرماتا اور جس کے لیے چاہے تنگ کردیتا ہے اور اے لوگو! جو چیز تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے تو وہ دنیا میں یا آخرت میں اس کے بدلے میں اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے کیونکہ اس کے سوا جو کوئی کسی کو دیتا ہے خواہ بادشاہ لشکر کو یا آقا غلام کو یا صاحبِ خانہ اپنے عیال کو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اور اس کی عطا فرمائی ہوئی روزی میں سے دیتا ہے۔ رزق اور اس سے فائدہ اٹھانے کے اسباب کا خالق اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں، وہی حقیقی رزّاق ہے۔[1]

راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، اسی مناسبت سے یہاں راہِ خدا میں خرچ کرنے سے متعلق 3 اَحادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی دن ایسا نہیں کہ بندے صبح کرتے ہیں مگر دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، خرچ

1 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ٣٩، ٥٢٥/٣، مدارك، سبأ، تحت الآية: ٣٩، ص٩٦٥، ملتقطاً.

کرنے والے کو بدلہ دے۔ دوسرا کہتا ہے: بخیل کو بربادی دے۔ [1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’اے ابنِ آدم! خرچ کرو میں تم پر خرچ کروں گا۔ [2]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔ معاف کرنے سے عزت بڑھتی ہے اور عاجزی کرنے سے مرتبے بلند ہوتے ہیں۔ [3]

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی راہ میں مال خرچ کرنے اور بخل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اَهٰۤؤُلَآءِ اِیَّاكُمْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن ان سب کو اٹھائے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ تمہیں پوجتے تھے۔ وہ عرض کریں گے پاکی ہے تجھ کو تو ہمارا دوست ہے نہ وہ بلکہ وہ جنّوں کو پوجتے تھے اُن میں اکثر انہیں پر یقین لائے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (یاد کرو) جس دن (اللہ) ان سب کو اٹھائے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا: کیا یہ تمہیں ہی پوجتے تھے؟ وہ عرض کریں گے: تو پاک ہے۔ وہ نہیں (بلکہ) تو ہمارا دوست ہے (وہ ہمارے نہیں) بلکہ جنوں کی عبادت کرتے تھے ان میں اکثر انہیں پر یقین رکھتے تھے۔

﴿وَ یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا: اور جس دن ان سب کو اٹھائے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے

1 ......بخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللّٰہ: فامّا من اعطی واتّقی... الخ، ۱/۴۸۵، الحدیث: ۱۴۴۲.

2 ......بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقۃ علی الاھل، ۳/۵۱۱، الحدیث: ۵۳۵۲.

3 ......مسلم، کتاب البرّ والصلۃ والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، ص۱۳۹۷، الحدیث: ۶۹(۲۵۸۸).

کہ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب مشرکوں کو اٹھائے گا، پھر فرشتوں سے فرمائے گا کہ: کیا دنیا میں یہ تمہیں ہی پوجتے تھے؟ تو فرشتے اپنی براءت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کریں گے: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو اس سے پاک ہے کہ تیرے ساتھ کسی اور کی عبادت کی جائے، ہماری اُن سے کوئی دوستی نہیں بلکہ تو ہمارا دوست ہے، تو ہم کس طرح ان کے پوجنے سے راضی ہوسکتے تھے! ہم اس سے بری ہیں، وہ ہمیں نہیں بلکہ شیاطین کو پوجتے تھے کیونکہ وہ اُن کی اطاعت کرتے ہوئے غیرِ خدا کو پوجتے تھے اور ان کفار میں سے اکثر انہیں شیاطین پر یقین رکھتے تھے۔[1]

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو آج تم میں ایک دوسرے کے بھلے بُرے کا کچھ اختیار نہ رکھے گا اور ہم فرمائیں گے ظالموں سے اس آگ کا عذاب چکھو جسے جھٹلاتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو آج تم میں کوئی دوسرے کیلئے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہے اور ہم ظالموں سے فرمائیں گے: اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے۔

﴿ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا: تو آج تم میں کوئی دوسرے کیلئے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہے۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار کو ذلیل کرنے کے لئے ان کے سامنے فرشتوں سے فرمائے گا کہ آج تم میں سے کوئی تمہاری پوجا کرنے والوں کے لئے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہے (کیونکہ کفار و مشرکین کیلئے کوئی بھی شفاعت نہ کر سکے گا) اور ہم قیامت کے دن ان لوگوں سے فرمائیں گے جنہوں نے کفر اور تکذیب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ ''اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے اور اس بات پر قائم تھے کہ جہنم نہیں ہے، تو جب تمہیں اس میں داخل کیا گیا تو تمہارا گمان اور دعویٰ باطل ہو گیا۔[2]

1 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ٤١، ص٩٦٦، خازن، سبأ، تحت الآية: ٤٠-٤١، ٥٢٦/٣، ملتقطاً.

2 ......البحر المحيط، سبأ، تحت الآية: ٤٢، ٢٧٤/٧، روح البيان، سبأ، تحت الآية: ٤٢، ٣٠٤/٧، ملتقطاً.

دوسری تفسیر یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کفار سے فرمائے گا کہ جن جھوٹے معبودوں اور بتوں سے تم نفع کی امید رکھتے تھے آج کے دن وہ تمہیں کچھ نفع نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور ہم قیامت کے دن مشرکوں سے فرمائیں گے کہ اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔ (1)

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا رَجُلٌ یُّرِیْدُ اَنْ یَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْۚ وَ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكٌ مُّفْتَرًىؕ وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اُن پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جائیں تو کہتے ہیں یہ تو نہیں مگر ایک مرد کہ تمہیں روکنا چاہتے ہیں تمہارے باپ دادا کے معبودوں سے اور کہتے ہیں یہ تو نہیں مگر بہتان جوڑا ہوا اور کافروں نے حق کو کہا جب ان کے پاس آیا یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جائیں تو وہ کہتے ہیں یہ صرف ایک مرد ہے جو تمہیں تمہارے باپ دادا کے معبودوں سے روکنا چاہتا ہے اور وہ کہتے ہیں: یہ (قرآن) تو ایک گھڑا ہوا بہتان ہے۔ اور کافروں نے حق کو کہا جب وہ ان کے پاس آیا یہ تو صرف ایک کھلا جادو ہے۔

﴿ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ :اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جائیں۔﴾ اس آیت میں حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآنِ پاک کے بارے میں کفار کے بیہودہ الزامات ذکر کئے جا رہے ہیں۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مکہ کے مشرکین کے سامنے سیّدِ عالَم محمدِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبان سے توحید کی حقیقت اور شرک کے بُطلان پر مشتمل قرآن کی روشن آیتیں پڑھی جائیں تو وہ سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی

1 ......تفسیر کبیر، سبأ، تحت الآیة: ٤٢، ٩ / ٢١٢، ابن کثیر، سبأ، تحت الآیة: ٤٢، ٦ / ٤٦٣، تفسیر سمرقندی، سبأ، تحت الآیة: ٤٢، ٣ / ٧٦، ملتقطاً.

طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ صرف ایک مرد ہے جو تمہیں تمہارے باپ دادا کے معبودوں یعنی بتوں سے روکنا چاہتا ہے اور وہ قرآن شریف کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ تو ایک ایسا کلام ہے جو گھڑا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت جھوٹی ہے اور کافروں کے پاس جب قرآن آیا تو اس کے بارے میں انہوں نے کہا کہ یہ تو صرف ایک کھلا جادو ہے۔ (1)

شرعی اَحکام کے مقابلے میں آباؤ اَجداد کی رسم کو ترجیح دینا کفار کا کام ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے باپ دادوں کی رسم کو شرعی احکام کے مقابلے میں ترجیح دینا کفار کا کام ہے۔ اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو غیر شرعی رسوم پر عمل کرنے کی یہ دلیل دیتے ہیں کہ ہمارے بڑے بوڑھے سب اسی طرح کرتے آئے ہیں اور شرعی حکم بتانے والے سے کہتے ہیں کہ ہماری عمر گزر گئی، ہم نے تو کبھی ایسا نہیں سنا، تم پتا نہیں کہاں سے نئے نئے مسئلے نکال لاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ مَاۤ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ یَّدْرُسُوْنَهَا وَ مَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِیْرٍؕ(۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے انہیں کچھ کتابیں نہ دیں جنہیں پڑھتے ہوں نہ تم سے پہلے ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے انہیں کتابیں نہ دیں جنہیں وہ پڑھتے ہوں اور نہ تم سے پہلے ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا بھیجا۔

﴿وَ مَاۤ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ یَّدْرُسُوْنَهَا: اور ہم نے انہیں کتابیں نہ دیں جنہیں وہ پڑھتے ہوں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ سے پہلے عرب کے مشرکین کے پاس نہ کوئی کتاب آئی جس میں شرک صحیح ہونے پر

(1)......روح البيان، سبأ، تحت الآية: ٤٣، ٧/٣٠٤-٣٠٥، ملخصاً.

کوئی دلیل ہو اور نہ ان کے پاس کوئی رسول آیا جس کی طرف یہ لوگ اپنے دین کو منسوب کر سکیں تو یہ جس خیال پر ہیں ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، وہ صرف ان کے نفس کا فریب ہے۔ (1)

وَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَ مَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾

ع ۵ | ۱۱

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان سے اگلوں نے جھٹلایا اور یہ اس کے دسویں کو بھی نہ پہنچے جو ہم نے انہیں دیا تھا پھر انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو کیسا ہوا میرا انکار کرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا اور یہ لوگ تو اس (مال و دولت) کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے جو ہم نے ان (پہلے لوگوں) کو دیا تھا پھر انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو میرا انکار کرنا کیسا ہوا؟

﴿وَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: اور ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا۔﴾ اس آیت میں کفارِ قریش کو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تکذیب کرنے سے ڈرایا گیا ہے، آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلی اُمتوں نے کفارِ قریش کی طرح رسولوں کی تکذیب کی اور انہیں جھٹلایا اور جو قوت، مال و اولاد کی کثرت اور لمبی عمریں پہلوں کو دی گئی تھیں مشرکینِ قریش کے پاس تو اس کا دسواں حصہ بھی نہیں، اُن سے پہلے لوگ تو اُن سے طاقت، قوت اور مال و دولت میں دس گنا زیادہ تھے۔ پھر پہلے تکذیب کرنے والوں نے جب میرے رسولوں کو جھٹلایا تو میں نے اپنے عذاب سے انہیں ہلاک کر دیا اور ان کی طاقت وقوت اور مال و دولت کوئی چیز بھی کام نہ آئی تو اِن کفارِ قریش کی کیا حقیقت ہے؟ انہیں سابقہ امتوں پر نازل ہونے والے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ (2)

---

1 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ٤٤، ٣/٥٢٦، ابو سعود، سبأ، تحت الآية: ٤٤، ٤/٣٥٦، تفسير قرطبى، سبأ، تحت الآية: ٤٤، ٧/٢٢٦، الجزء الرابع عشر، ملتقطاً.

2 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ٤٥، ص٩٦٦، ملخصاً.

قُلْ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ لَّكُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں تمہیں ایک ہی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے لیے کھڑے رہو دو دو اور اکیلے اکیلے پھر سوچو کہ تمہارے ان صاحب میں جنون کی کوئی بات نہیں وہ تو نہیں مگر تمہیں ڈر سنانے والے ایک سخت عذاب کے آگے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے کھڑے رہو دو دو ہو کر اور اکیلے اکیلے پھر تم غور وفکر کرو (تو تم جان جاؤ گے) کہ تمہارے ان صاحب میں جنون کی کوئی بات نہیں۔ وہ تو تمہیں ایک سخت عذاب سے پہلے صرف ڈرانے والے ہیں۔

﴿ قُلْ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ: تم فرماؤ: میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرمادیں کہ ’’اے لوگو! میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں، اگر تم نے اس پر عمل کیا تو تم پر حق واضح ہوجائے گا اور تم وَساوِس وشُبہات اور گمراہی کی مصیبت سے نجات پا جاؤ گے۔ وہ نصیحت یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو طرفداری اور تعصُّب سے خالی کر کے محض طلبِ حق کی نیّت سے اللہ تعالیٰ کے لیے دو دو ہو کر کھڑے رہو تا کہ باہم مشورہ کر سکو اور ہر ایک دوسرے سے اپنی فکر اور سوچ کا نتیجہ بیان کر سکے اور دونوں انصاف کے ساتھ غور کر سکیں اور اکیلے اکیلے کھڑے رہو تا کہ مجمع اور اژدھام سے طبیعت میں وحشت پیدا نہ ہو اور تعصُّب، طرفداری، مقابلہ اور لحاظ وغیرہ سے طبیعتیں پاک رہیں اور اپنے دل میں انصاف کرنے کا موقع ملے۔ پھر تم سوچو اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں غور کرو کہ کیا جیسا کہ کفار آپ کی طرف جنون کی نسبت کرتے ہیں اس میں سچائی کا کچھ شائبہ بھی ہے؟ تمہارے اپنے تجربہ میں، قریش میں یا پوری بنی نوعِ انسانی میں کوئی شخص بھی اس مرتبے کا عقلمند نظر آیا ہے؟ کیا ایسا ذہین، ایسا صائب الرائے

دیکھا ہے؟ ایسا سچا، ایسا پاک نفس کوئی اور بھی پایا ہے؟ جب تمہارا نفس حکم کردے اور تمہارا ضمیر مان لے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان اوصاف میں یکتا ہیں تو تم یقین جانو کہ تمہارے ان صاحب میں جنون کی کوئی بات نہیں۔ وہ تو اللّٰہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور تمہیں آخرت کے عذاب سے پہلے صرف ڈرانے والے ہیں۔[1]

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں نے تم سے اس پر کچھ اجر مانگا ہو تو وہ تمہیں کو میرا اجر تو اللّٰہ ہی پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تم فرماؤ: میں نے تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی معاوضہ مانگا ہو تو وہ تمہارے لئے۔ میرا اجر تو اللّٰہ ہی پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کفار سے فرما دیں کہ میں نصیحت و ہدایت اور تبلیغ و رسالت پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا، اگر میں نے تم سے اس تبلیغ پر کوئی معاوضہ مانگا ہو تو وہ تمہیں ہی مبارک ہو، اسے اپنے پاس سنبھال کر رکھو، میرا اجر و ثواب تو اللّٰہ تعالیٰ ہی کے ذمۂ کرم پر ہے۔ اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے لہٰذا وہ جانتا ہے کہ میں نے تمہیں نصیحت کرنے اور اس کی طرف بلانے پر صرف اسی سے اجر طلب کیا ہے۔[2]

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بے شک میرا رب حق کا اِلقا فرماتا ہے بہت جاننے والا سب غیبوں کا۔

---

1 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ٤٦، ص٩٦٧، خازن، سبأ، تحت الآية: ٤٦، ٥٢٧/٣، ملتقطاً.

2 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ٤٧، ص٩٦٧، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بیشک تمام پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا میرا رب حق القاء فرماتا ہے۔

﴿ قُلۡ اِنَّ رَبِّیۡ یَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ: تم فرماؤ: بیشک میرا رب حق القاء فرماتا ہے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں کہ بے شک میرا رب عَزَّوَجَلَّ اپنے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی نازل فرماتا ہے اور زمین وآسمان میں مخلوق سے پوشیدہ ہر چیز کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں کہ میرا رب باطل پر حق کی ضرب مارتا ہے تو وہ اس کا دماغ توڑ کر رکھ دیتا ہے اور اسے مٹا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ مخلوق سے پوشیدہ تمام چیزوں کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔[1]

قُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَمَا یُبۡدِئُ الۡبَاطِلُ وَمَا یُعِیۡدُ ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ حق آیا اور باطل نہ پہل کرے اور نہ پھر کر آئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: حق آ گیا اور باطل کی نہ ابتدا رہے اور نہ لوٹ کر آئے۔

﴿ قُلۡ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں کہ حق یعنی قرآن اور اسلام آ گیا اور باطل یعنی شرک وکفر مٹ گیا، نہ اُس کی ابتدا رہی نہ اس کا اعادہ، مراد یہ ہے کہ وہ ہلاک ہو گیا اور اس کا کوئی اثر باقی نہ بچا۔[2]

سر کے بل بت گر پڑے

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ فتحِ مکہ کے دن جب تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو اس وقت خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ فرماتے ہوئے اپنے ہاتھ میں موجود چھڑی سے ان بتوں کو گرانا شروع کر دیا کہ **"جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ"** (ترجمۂ کنزُالعِرفان: حق آیا اور باطل مٹ گیا۔) **"جَآءَ الۡحَقُّ وَمَا یُبۡدِئُ الۡبَاطِلُ وَمَا یُعِیۡدُ"** (ترجمۂ کنزُالعِرفان:

---

1 ......جلالين، السبا، تحت الآية: ٤٨، ص٣٦٣، مدارك، سبأ، تحت الآية: ٤٨، ص٩٦٧-٩٦٨، ملتقطاً.

2 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ٤٩، ٣ /٥٢٧، مدارك، سبأ، تحت الآية: ٤٩، ص٩٦٨، جلالين، السبا، تحت الآية: ٤٩، ص٣٦٣، ملتقطاً.

حق آ گیا اور باطل کی نہ ابتدا رہے اور نہ لوٹ کر آئے۔)[1]

قُلۡ اِنۡ ضَلَلۡتُ فَاِنَّمَاۤ اَضِلُّ عَلٰی نَفۡسِیۡ ۚ وَ اِنِ اهۡتَدَیۡتُ فَبِمَا یُوۡحِیۡۤ اِلَیَّ رَبِّیۡ ؕ اِنَّهٗ سَمِیۡعٌ قَرِیۡبٌ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اگر میں بہکا تو اپنے ہی بُرے کو بہکا اور اگر میں نے راہ پائی تو اس کے سبب جو میرا رب میری طرف وحی فرماتا ہے بیشک وہ سننے والا نزدیک ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اگر میں بھٹک جاؤں تو اپنے جان کے خلاف ہی بھٹکوں گا اور اگر میں نے ہدایت پائی ہے تو اس وحی کے سبب جو میرا رب میری طرف بھیجتا ہے۔ بیشک وہ سننے والا نزدیک ہے۔

﴿قُلۡ: تم فرماؤ۔﴾ کفارِ مکہ حضور سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے کہتے تھے کہ آپ گمراہ ہوگئے ہیں (مَعَاذَ اللّٰہ تَعَالٰی)۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اُن سے فرمادیں کہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ میں بھٹک گیا تو اس کا وبال میرے نفس پر ہے اور اگر میں نے ہدایت پائی ہے تو حکمت و بیان کی اس وحی کے سبب ہدایت پائی ہے جو میرا رب عَزَّوَجَلَّ میری طرف بھیجتا ہے کیونکہ راہ یاب ہونا اسی کی توفیق و ہدایت پر ہے۔[2]

تمام انبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معصوم ہیں

یاد رہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سب معصوم ہوتے ہیں کہ اُن سے گناہ نہیں ہوسکتا اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تو انبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھی سردار ہیں، مخلوق کو نیکیوں کی راہیں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی پیروی سے ملتی ہیں، اس جلیل مقام اور بلند مرتبے پر فائز ہونے کے باوجود آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ

1 ......بخاری، کتاب المغازی، باب این رکز النبیّ صلی اللّٰہ علیه وسلم الرایة یوم الفتح؟، ۳/۱۰۳، الحدیث: ۴۲۸۷.

2 ......روح البیان، سبأ، تحت الآیة: ۵۰، ۷/۳۰۸-۳۰۹.

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا گیا کہ ضلالت کی نسبت فرضی بات کے طور پر اپنے نفس کی طرف فرمائیں تاکہ مخلوق کو معلوم ہو کہ ضلالت کا مَنشاء یعنی پیدا ہونے کی جگہ انسان کا نفس ہے، جب انسان کو اس پر چھوڑ دیا جاتا ہے تو اس سے ضلالت پیدا ہوتی ہے اور ہدایت اللہ تعالیٰ کی رحمت و توفیق سے حاصل ہوتی ہے، نفس اس کے پیدا ہونے کی جگہ نہیں۔[1]

﴿اِنَّهٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ: بیشک وہ سننے والا نزدیک ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا نزدیک ہے، ہر راہ یاب اور گمراہ کو جانتا ہے اور ان کے عمل و کردار سے باخبر ہے، کوئی کتنا ہی چھپائے کسی کا حال اس سے چھپ نہیں سکتا۔

قرآنِ کریم کے اعجاز سے متعلق ایک حکایت

عرب کے ایک مایہ ناز شاعر اسلام لائے تو کفار نے اُن سے کہا کہ کیا تم اپنے دین سے پھر گئے اور اتنے بڑے شاعر اور زبان کے ماہر ہو کر محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئے! اُنہوں نے کہا: ہاں! وہ مجھ پر غالب آ گئے، میں نے قرآنِ کریم کی تین آیتیں سنیں اور یہ چاہا کہ اُن کے قافیہ پر تین شعر کہوں، ہر چند کوشش کی محنت اُٹھائی، اپنی قوت صرف کر دی مگر یہ ممکن نہ ہو سکا، تب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں۔ وہ آیتیں: "قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ" سے "سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ" تک ہیں۔[2]

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَ اُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کسی طرح تو دیکھے جب وہ گھبراہٹ میں ڈالے جائیں گے پھر بچ کر نہ نکل سکیں گے اور ایک قریب جگہ سے پکڑ لیے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کسی طرح تم دیکھتے جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے پھر بچ کر نکلنا ممکن نہ ہوگا اور ایک قریب کی جگہ سے انہیں پکڑ لیا جائے گا۔

﴿وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ فَزِعُوْا: اور اگر تم دیکھتے جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر آپ

1 ......خزائن العرفان، سبا، تحت الآیۃ: ۵۰، ص۸۰۳، ملخصاً۔

2 ......روح البیان، سبأ، تحت الآیة: ۵۰، ۷/۳۰۹.

اس وقت کفار کو دیکھتے تو بڑا ہَولناک منظر دیکھتے جب وہ موت کے وقت یا قبر سے اُٹھنے کے وقت یا بدر کے دن گھبرائے ہوئے ہوں گے، پھر ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ کر نکلنا ممکن نہ ہوگا اور نہ ہی وہ کسی جگہ بھاگ کر یا پناہ لے کر اس سے نجات حاصل کر سکیں گے اور وہ جہاں بھی ہوں گے انہیں ایک قریب کی جگہ سے پکڑ لیا جائے گا کیونکہ وہ کہیں بھی ہوں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے دور نہیں ہو سکتے، اس وقت وہ حق کی معرفت کے لئے مجبور ہوں گے۔[1]

وَّقَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍۚۖ(۵۲) وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ(۵۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہیں گے ہم اس پر ایمان لائے اور اب وہ اسے کیونکر پائیں اتنی دور جگہ سے۔ کہ پہلے تو اس سے کفر کر چکے تھے اور بے دیکھے پھینک مارتے ہیں دُور مکان سے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور کہیں گے ہم اس پر ایمان لائے اور اب ان کیلئے دور کی جگہ سے (ایمان) پالینا کیسے ہوگا؟ حالانکہ وہ پہلے اس کا انکار کر چکے اور بغیر دیکھے ہی دور کی جگہ سے پھینکتے تھے۔

﴿وَقَالُوْا: اور کہیں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب وہ عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے کہ ہم نبی اکرم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اب وہ مُکَلَّف ہونے کی جگہ (یعنی دنیا) سے دور ہو کر توبہ و ایمان کیسے پا سکیں گے؟ حالانکہ عذاب دیکھنے سے پہلے وہ اس کا انکار کر چکے ہیں۔[2]

وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ۠(۵۴)

ع ٩ | ٦ | ١٢

---

1 ......روح البيان، سبأ، تحت الآية: ٥١، ٣٠٩/٧، جمل، سبأ، تحت الآية: ٥١، ٢٤٠/٦، قرطبی، سبأ، تحت الآية: ٥١، ٢٢٩/٧، الجزء الرابع عشر، ملتقطاً.

2 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ٥٢-٥٣، ٥٢٨/٣، جلالين، السبا، تحت الآية: ٥٢-٥٣، ص٣٦٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور روک کردی گئی ان میں اور اس میں جسے چاہتے ہیں جیسے ان کے پہلے گروہوں سے کیا گیا تھا بیشک وہ دھوکا ڈالنے والے شک میں تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے درمیان اور ان کی چاہت کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی جیسے ان کے پہلے گروہوں کے ساتھ کیا گیا تھا بیشک وہ دھوکا ڈالنے والے شک میں تھے۔

﴿وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ: اور ان کے درمیان اور ان کی چاہت کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی۔﴾ یعنی کفار کے درمیان اور ان کی چاہت توبہ وایمان قبول کرنے کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی جیسے ان کے پہلے گروہوں کے ساتھ کیا گیا تھا کہ اُن کی توبہ و ایمان نا امیدی کے وقت قبول نہ فرمائی گئی، بیشک کفار ایمانیات کے متعلق دھوکا ڈالنے والے شک میں تھے۔ (1)

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ قرآنِ پاک کی آیات میں بہت غور وفکر کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے ٹھنڈا پانی پیا تو رونے لگ گئے۔ ان سے عرض کی گئی کہ آپ کو کیا چیز رُلا رہی ہے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''مجھے اللّٰہ تعالیٰ کی کتاب میں سے یہ آیت یاد آ گئی تھی: ''**وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ**'' اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ جہنمی صرف ٹھنڈے پانی کی خواہش کریں گے۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (اور جہنمی جنتیوں کو پکاریں گے):

اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کہ ہمیں کچھ پانی دیدو یا اس رزق سے کچھ دیدو جو اللّٰہ نے تمہیں دیا ہے۔ (3)

ان مقدس ہستیوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ہمیں بھی چاہئے کہ قرآنِ مجید کی آیات میں غور وفکر کیا کریں اور ان میں بیان کئے گئے مضامین اور دیگر چیزوں سے عبرت اور نصیحت حاصل کیا کریں۔ اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ٥٤، ٣/٥٢٨، جلالين، السبا، تحت الآية: ٥٤، ص٣٦٣-٣٦٤، ملتقطاً.

2 ......اعراف: ٥٠.

3 ......شعب الايمان، الثالث والثلاثون من شعب الايمان... الخ، ٤/١٤٩، الحديث: ٤٦١٤.

سورۂ فاطر کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ فاطر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **5** رکوع، **45** آیتیں، **970** کلمے، **3130** حروف ہیں۔[2]

''فاطر'' نام رکھنے کی وجہ

فاطر کا معنی ہے بنانے والا، اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللّٰہ تعالیٰ کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کو بنانے والا ہے، اس مناسبت سے اسے ''سورۂ فاطر'' کہتے ہیں۔ نیز اس سورت کو ''سورۂ ملائکہ'' بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کی پہلی آیت میں فرشتوں کا ذکر ہے۔

سورۂ فاطر کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللّٰہ تعالیٰ کو ایک ماننے کی دعوت دی گئی اور اللّٰہ تعالیٰ کے واحد اور موجود ہونے، مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہونے پر دلائل دیئے گئے ہیں۔ نیز اس میں مزید یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

(1)......کفارِ مکہ کے جھٹلانے پر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی ہے۔

(2)......شیطان کے فریب اور دھوکہ دہی سے بچنے کا حکم دیا اور یہ بتایا گیا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن سمجھو۔

(3)......اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار بیان کئے گئے ہیں۔

(4)......یہ بتایا گیا کہ جو گناہوں سے بچا اور نیک اعمال کئے تو اس نے اپنے بھلے کے لئے ہی ایسا کیا ہے۔

(5)......حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کے لوگوں کے مختلف مَراتب اور درجات بیان کئے گئے ہیں۔

---

1 ......خازن، تفسیر سورة فاطر، ۵۲۸/۳.

2 ......خازن، تفسیر سورة فاطر، ۵۲۸/۳.

(6)...... جنت میں مسلمانوں کا حال اور جہنم میں کافروں کا حال بیان کیا گیا ہے۔

(7)...... یہ بتایا گیا ہے کہ جو کفر کرے گا تو اس میں اس کا اپنا ہی نقصان ہے۔

(8)......سورت کے آخر میں گناہوں پر فوری پکڑ نہ کرنے اور گناہگاروں کو مہلت دینے کی حکمت بیان کی گئی ہے۔

سورۂ سبا کے ساتھ مناسبت

سورۂ فاطر کی اپنے سے ماقبل سورت ''سبا'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ سبا کے آخر میں اللّٰہ تعالیٰ نے کفار کی ہلاکت اور انہیں شدید ترین عذاب دیئے جانے کا ذکر کیا اور سورۂ فاطر کی ابتداء میں یہ بیان ہوا کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کی حمد وثنا کریں اور اس کا شکر بجالائیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیۡۤ اَجۡنِحَةٍ مَّثۡنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سب خوبیاں اللّٰہ کو جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا فرشتوں کو رسول کرنے والا جن کے دو دو تین تین چار چار پر ہیں، بڑھاتا ہے آفرینش میں جو چاہے بیشک اللّٰہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمام تعریفیں اللّٰہ کیلئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے، فرشتوں کو رسول بنانے والا ہے جن کے دودو تین تین چار چار پر ہیں، پیدائش میں جو چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے بیشک اللّٰہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ: تمام تعریفیں اللّٰہ کیلئے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللّٰہ تعالٰی کیلئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ مثال کے بغیر بنانے والا ہے، ان فرشتوں کو اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف رسول (یعنی قاصد) بنانے والا ہے جن کے دودو تین تین چار چار پر ہیں۔ (1)

حضرت علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ فرشتوں میں پروں کی زیادتی ان کے مراتب کی زیادتی کی بنا پر ہے ورنہ فرشتہ ایک ہی آن میں آسمان وزمین کی مسافت طے کر لیتا ہے۔ (2)

یاد رہے کہ آیت میں فرشتوں کے پروں کی تعداد کا بیان حَصر یا زیادتی کی نفی کے لئے نہیں ہے کیونکہ بعض فرشتے ایسے ہیں کہ جن کے بہت زیادہ پر ہیں، جیسے صحیح مسلم میں حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے چھ سو پر ملاحظہ فرمائے۔ (3)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو فرشتے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں اللّٰہ تعالٰی کے پیغام لاتے ہیں وہ دیگر فرشتوں میں اعلیٰ درجے والے ہیں کیونکہ اللّٰہ تعالٰی نے اس آیت میں بطورِ خاص ان کا ذکر فرمایا ہے۔

﴿ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ: پیدائش میں جو چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے۔﴾ حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ’’اللّٰہ تعالٰی فرشتوں کی بناوٹ اور ان کے پروں میں جس طرح چاہتا ہے اضافہ فرماتا ہے۔ (4)

اور دیگر مفسرین رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ نے اس آیت میں مذکور زیادتی کی مختلف تفاسیر بیان کی ہیں، ان کے اَقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی انسانی جسم کی بناوٹ میں، یا اس کی آواز کی خوبصورتی میں، یا اس کی اچھی لکھائی میں، یا اس کی آنکھوں اور ناک کی مَلاحت میں، یا اس کے بالوں کے گھونگر میں، یا اس کی عقل میں، یا اس کے علم میں، یا اس کے

1 ......جلالین، فاطر، تحت الآیۃ: ١، ص٣٦٤.

2 ......روح البیان، الملائکۃ، تحت الآیۃ: ١، ٣١٢/٧، ملخصاً.

3 ......مسلم، کتاب الایمان، باب فی ذکر سدرۃ المنتھی، ص١٠٧، الحدیث: ٢٨٠(١٧٤).

4 ......روح المعانی، فاطر، تحت الآیۃ: ١، ٤٦١/١١.

پیشے میں، یا اس کے نفس کی پاکیزگی میں، یا گفتگو کی حلاوت میں جس طرح چاہتا ہے اپنی مَشِیَّت اور حکمت کے مطابق اضافہ فرما دیتا ہے۔ یاد رہے کہ یہاں جن چیزوں کا ذکر کیا گیا صرف ان میں ہی اضافہ مُنْحَصِر نہیں بلکہ ان چیزوں کا ذکر بطورِ مثال کیا گیا ہے اور یہ آیت تخلیق میں ہر طرح کے اضافے کو شامل ہے چاہے وہ ان چیزوں میں ہو جنہیں ظاہری طور پر حسین شمار کیا جاتا ہے یا ان چیزوں میں ہو جنہیں بظاہر اچھا نہیں سمجھا جاتا۔[1]

آیت کے آخر میں فرمایا کہ ’’ **بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے** ‘‘ لہٰذا اس کی قدرت صرف ان موجودات میں مُنْحَصِر نہیں بلکہ وہ ہمارے خیال اور وہم سے وراء ہے۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ جو رحمت لوگوں کے لیے کھولے اس کا کوئی روکنے والا نہیں اور جو کچھ روک لے تو اس کی روک کے بعد اس کا کوئی چھوڑنے والا نہیں اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ لوگوں کے لیے جو رحمت کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو کچھ روک دے تو اس کے روکنے کے بعد اسے کوئی چھوڑنے والا نہیں اور وہی غالب، حکمت والا ہے۔

﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا: اللہ لوگوں کے لیے جو رحمت کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے اپنی رحمت کے خزانوں میں سے جو رحمت کھول دے جیسے صحت، امن و سلامتی، علم و حکمت، بارش اور رزق وغیرہ، تو اسے روکنے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا اور جس چیز کو روک دے تو اس کے روکنے کے بعد اسے چھوڑنے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا اور اللہ تعالیٰ ہی کھولنے، روکنے اور اپنی مَشِیَّت کے لحاظ سے ہر چیز پر غالب ہے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی کرتا ہے وہ سب حکمت اور مصلحت کے مطابق ہے۔[2]

1 ......بحر المحیط، فاطر، تحت الآیة: ۱، ۷/۲۸۶، ابو سعود، فاطر، تحت الآیة: ۱، ۴/۳۶۰، ملتقطاً.

2 ......تفسیر ابو سعود، فاطر، تحت الآیة: ۲، ۴/۳۶۰، خازن، فاطر، تحت الآیة: ۲، ۳/۵۲۹، ملتقطاً.

فرض نماز کے بعد پڑھا جانے والا وظیفہ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہر فرض نماز کے بعد یوں کہا کرتے: ’’لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ‘‘ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے سب تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، جو تو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روکے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی دولت مند کو تیرے مقابلے پر دولت نفع نہ دے گی۔ [1]

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﱪ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق کہ آسمان اور زمین سے تمہیں روزی دے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم کہاں اوندھے جاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو۔ کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے جو آسمان اور زمین سے تمہیں روزی دیتا ہے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم کہاں الٹے پھرے جاتے ہو؟

﴿ **یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ: اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو۔** ﴾ اس آیت میں اِجمالی طور پر اپنی نعمتیں بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کرو کہ اس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا، آسمان کو بغیر کسی ستون کے قائم کیا، اپنی راہ بتانے اور حق کی دعوت دینے کے لئے رسولوں

[1] ......بخاری، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، ۱ / ۲۹۴، الحدیث: ۸۴٤، مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ، ص۲۹۸، الحدیث: ۱۳۷(۵۹۳).

عَلَيۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو بھیجا اور تم پر رزق کے دروازے کھولے۔ کیا اللّٰہ تعالیٰ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے جو آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے طرح طرح کے نباتات پیدا کر کے تمہیں روزی دیتا ہے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم کہاں الٹے پھرے جاتے ہو اور یہ جانتے ہوئے کہ وہی خالق اور رازق ہے ایمان اور توحید سے کیوں پھرتے ہو؟(1)

وَ اِنۡ يُّكَذِّبُوۡكَ فَقَدۡ كُذِّبَتۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِكَ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر یہ تمہیں جھٹلائیں تو بے شک تم سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے اور سب کام اللّٰہ ہی کی طرف پھرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر یہ تمہیں جھٹلاتے ہیں تو بیشک تم سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے اور سب کام اللّٰہ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں۔

﴿وَ اِنۡ يُّكَذِّبُوۡكَ: اور اگر یہ تمہیں جھٹلاتے ہیں۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کفار پر حجتیں قائم کر دینے کے باوجود بھی اگر یہ تمہیں جھٹلاتے ہیں اور تمہاری نبوت و رسالت کو نہیں مانتے اور توحید، مرنے کے بعد اٹھائے جانے، حساب اور عذاب کا انکار کرتے ہیں تو آپ تسلی رکھیں اور ان کے جھٹلانے پر غم نہ کریں، بیشک آپ سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے، تو جس طرح انہوں نے صبر کیا آپ بھی صبر فرمائیے کیونکہ کفار کا انبیاءِ کرام عَلَيۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے ساتھ شروع سے یہی دستور چلا آ رہا ہے۔ اور سب کام بالآخر اللّٰہ تعالیٰ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں تو وہ آخرت میں جھٹلانے والوں کو سزا دے گا اور رسولوں کی مدد فرمائے گا۔(2)

1 ......خازن، فاطر، تحت الآية: ۳، ۳/۵۲۹، مدارك، فاطر، تحت الآية: ۳، ص۹۷۱، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، فاطر، تحت الآية: ٤، ٤/۳٦۱، جلالين، فاطر، تحت الآية: ٤، ص۳٦٤، روح البيان، الملائكة، تحت الآية: ٤، ۷/۳۱۷-۳۱۸، ملتقطاً.

يٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۥ وقفة وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ سچ ہے تو ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے دنیا کی زندگی اور ہرگز تمہیں اللہ کے حِلم پر فریب نہ دے وہ بڑا فریبی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو ہرگز دنیا کی زندگی تمہیں دھوکا نہ دے اور ہرگز بڑا فریبی تمہیں اللہ کے بارے میں فریب نہ دے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ: اے لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، قیامت ضرور آنی ہے، مرنے کے بعد ضرور اُٹھنا ہے، اعمال کا حساب یقیناً ہوگا اور ہر ایک کو اس کے کئے کی جزاء بے شک ملے گی، تو ہرگز دنیا کی زندگی تمہیں دھوکا نہ دے کہ اس کی لذّتوں میں مشغول ہو کر تم آخرت کو بھول جاؤ۔ [1]

دنیا کی زندگی سے دھوکا نہ کھائیں

دنیا کی زندگی کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطٰمًا ؕ وَ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جان لو کہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود اور زینت اور آپس میں فخر و غرور کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا ہے۔ (دنیا کی زندگی ایسی ہے) جیسے وہ بارش جس کا اُگایا ہوا سبزہ کسانوں کو اچھا لگتا ہے پھر وہ سبزہ سوکھ جاتا ہے تو تم اسے زرد دیکھتے ہو پھر وہ پامال کیا ہوا

[1] ......خازن، فاطر، تحت الآیة: ۵، ۳/۵۲۹-۵۳۰، ابو سعود، فاطر، تحت الآیة: ۵، ۴/۳۶۲، ملتقطاً.

وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ [1]

(بے کار) ہو جاتا ہے اور آخرت میں سخت عذاب (بھی) ہے اور اللّٰہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا (بھی) اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے اجر پورے پورے دیئے جائیں گے تو جسے آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

اور دنیا کی زندگی سے دھوکہ نہ کھانے کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْــٴًـا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ٙ وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی بچہ اپنے باپ کو کچھ نفع دینے والا ہوگا۔ بیشک اللّٰہ کا وعدہ سچا ہے تو دنیا کی زندگی ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے اور ہرگز بڑا دھوکہ دینے والا تمہیں اللّٰہ کے علم پر دھوکے میں نہ ڈالے۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ دنیا کی رنگینیوں اور اس کی لذّتوں میں کھونے کی بجائے اپنی آخرت کی تیاری میں مصروف رہیں۔ حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا ’’دنیا میں یوں رہو گویا تم مسافر ہو یا راہ چلتے۔ حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے تھے کہ جب تم شام پالو تو صبح کے منتظر نہ رہو اور جب صبح پالو تو شام کی امید نہ رکھو اور اپنی تندرستی سے بیماری کے لیے

1 ......حدید: ٢٠.

2 ......ال عمران: ١٨٥.

3 ......لقمان: ٣٣.

اور زندگی سے موت کے لیے کچھ توشہ لے لو۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا کی حقیقت کو سمجھنے اور اس کی رنگینیوں سے دھوکہ نہ کھانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ: اور ہرگز وہ بڑا فریبی تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں فریب نہ دے۔﴾ یعنی گناہوں پر اِصرار کے باوجود شیطان تمہارے دلوں میں یہ وسوسہ ڈال کر اللہ تعالیٰ کے عَفْو و کرم کے بارے میں تمہیں ہرگز فریب نہ دے کہ تم جو چاہو عمل کرو، اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے وہ تمہارے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ بے شک گناہگار کی مغفرت ہو جانا ممکن ہے لیکن مغفرت کی امید پر گناہ کرنا ایسے ہے جیسے ناساز طبیعت کے درست ہونے کی امید پر زہر کھانا۔[2]

صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''شیطان تمہارے دلوں میں یہ وسوسہ ڈال کر (تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہرگز فریب نہ دے) کہ گناہوں سے مزہ اُٹھالو، اللہ تعالیٰ حلم فرمانے والا ہے وہ درگزر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ بے شک حلم والا ہے لیکن شیطان کی فریب کاری یہ ہے کہ وہ بندوں کو اس طرح توبہ و عملِ صالح سے روکتا ہے اور گناہ و مَعْصِیَت پر جَری کرتا ہے، اس کے فریب سے ہوشیار رہو۔[3]

گناہوں اور امید سے متعلق مسلمانوں کا حال

فی زمانہ مسلمانوں کی عمومی حالت یہ ہے کہ وہ طرح طرح کے گناہوں میں مصروف ہیں اور قرآنِ پاک کی آیات اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَحادیث سنا سنا کر سمجھانے کے باوجود بھی نیک اعمال کی طرف راغب ہوتے ہیں اور نہ ہی گناہوں سے تائب ہوتے ہیں بلکہ بعض بے باک تو گناہ سے باز آنے کی بجائے یہ کہہ گزرتے ہیں کہ ہم گناہ کر رہے ہیں تو کیا ہوا، ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے تو کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے وہ ہمیں بخش دے گا اور بعض لوگ یہ سوچ کر گناہ کرتے ہیں کہ ہم بعد میں توبہ کر لیں گے، یونہی بعض مسلمان فرائض کی بجا آوری اور حرام و ممنوع کاموں سے بچنے میں تو انتہائی غفلت اور لاپرواہی کا شکار ہیں جبکہ مُستحب کاموں کو نجات کا ذریعہ سمجھ کر ان کے انتہائی پابند ہیں حالانکہ فرائض مُقدّم ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......بخاري، كتاب الرقاق، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: كن في الدنيا... الخ، ٢٢٣/٤، الحديث: ٦٤١٦.

2 ......تفسير ابو سعود، فاطر، تحت الآية: ٥، ٣٦٢/٤.

3 ......خزائن العرفان، فاطر، تحت الآیۃ: ۵، ص۸۰۸۔

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّاؕ-اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِؕ(۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو وہ تو اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے کہ دوزخیوں میں ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو، وہ تو اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھی دوزخیوں میں سے ہوجائیں۔

﴿اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا : بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ شیطان تمہارا بڑا پرانا دشمن ہے اور اس کی یہ دشمنی ختم نہ ہوگی لہٰذا تم بھی اپنے عقائد، افعال اور اعمال کے معاملے میں اسے اپنا دشمن سمجھو اور اس کی اطاعت نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں مشغول رہو، شیطان تو اپنی پیروی کرنے والوں کو کفر کی طرف اسی لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھی دوزخیوں میں سے ہوجائیں۔ [1]

اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ۬ؕ-وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِیْرٌ۠(۷)

ع ۱۳/۷

ترجمۂ کنزالایمان: کافروں کے لیے سخت عذاب ہے اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

---

[1] ......ابو سعود، فاطر، تحت الآیة: ٦، ٣٦٢/٤، جلالین، فاطر، تحت الآیة: ٦، ص٣٦٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کافروں کے لیے سخت عذاب ہے اور ایمان لانے والوں اور اچھے کام کرنے والوں کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ: کافروں کے لیے سخت عذاب ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کی پیروی کرنے والوں اور اس کے مخالفین کا حال تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کافروں کے لیے جو شیطان کے گروہ میں سے ہیں ان کے کفر کے سبب سخت عذاب ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور شیطان کے فریب میں نہ آئے اور اس کی راہ پر نہ چلے، ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ (1)

اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًاؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۫ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ⑧

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جس کی نگاہ میں اس کا بُرا کام آراستہ کیا گیا کہ اس نے اسے بھلا سمجھا ہدایت والے کی طرح ہو جائے گا اس لیے اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جسے چاہے تو تمہاری جان ان پر حسرتوں میں نہ جائے اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا وہ شخص جس کیلئے اس کا برا عمل خوبصورت بنا دیا گیا تو وہ اسے اچھا (ہی) سمجھتا ہے (کیا وہ ہدایت یافتہ آدمی جیسا ہوسکتا ہے؟) تو بیشک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے، تو حسرتوں کی وجہ سے ان پر تمہاری جان نہ چلی جائے۔ بیشک اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

﴿اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ: تو کیا وہ شخص جس کیلئے اس کا برا عمل خوبصورت بنا دیا گیا۔﴾ شیطان کی پیروی اور مخالفت کرنے والوں کا حال بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص

1 ......خازن، فاطر، تحت الآية: ٧، ٣/٥٣٠، مدارك، فاطر، تحت الآية: ٧، ص٩٧٢، ملتقطاً.

جس کیلئے اس کا برا عمل خوبصورت بنا دیا گیا تو وہ اسے اچھا ہی سمجھتا ہے، کیا وہ ہدایت یافتہ آدمی جیسا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں، برے کام کو اچھا سمجھنے والا راہ یاب کی طرح کیا ہوسکتا ہے وہ تو اس بدکار سے بدر جہا بدتر ہے جو اپنے خراب عمل کو برا جانتا ہو اور حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھتا ہو۔ **شانِ نزول:** یہ آیت ابو جہل وغیرہ مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنے شرک و کفر جیسے قبیح اَفعال کو شیطان کے بہکانے اور اچھا سمجھانے سے اچھا سمجھتے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ بدعتی اور نفسانی خواہشات پر چلنے والے لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جن میں خوارج وغیرہ داخل ہیں جو اپنی بدمذہبیوں کو اچھا جانتے ہیں۔[(1)] اور آج کل کے تمام بدمذہب خواہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے گستاخ ہوں یا صحابۂ کرام اور اہلبیت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے گستاخ یا تقلید کے منکر یا جری و بے باک نئے مُتَجَدِّد دِین جو کہ اپنی بے دینیوں کو دین اور بدعملیوں کو نیکی سمجھ کر ان پر فخر کرتے ہیں سب انہیں کے زمرہ میں داخل ہیں۔

بُرے اعمال کو اچھا سمجھ کر کرنا ہمارے معاشرے کا بہت بڑا المیہ ہے

ہمارے آج کے معاشرے کا یہ بہت بڑا اَلمیہ ہے کہ لوگ برے اعمال کو اچھا سمجھ کر کرتے ہیں، یونہی لوگوں کے سامنے برے اعمال کو اس طرح سجا سنوار کر پیش کیا جاتا ہے کہ دیکھنے والے انہیں اچھا سمجھ کر کرنا شروع کر دیتے ہیں، جیسے مَردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کو عورت کا حق جانا جاتا ہے، گلیوں اور بازاروں میں عورتوں کے بے پردہ گھومنے کو فیشن خیال کیا جاتا ہے، اجنبی مَردوں سے بے تکلُّف ہو کر باتیں کرنے اور ان سے ہاتھ ملانے کو تہذیب کا نام دیا جاتا ہے، مَردوں کے داڑھی منڈانے کو چہرے کا حسن شمار کیا جاتا ہے، موسیقی کو روح کی غذا سمجھا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ: تو بیشک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے، لہٰذا غموں کی وجہ سے ان پر آپ کی جان نہ چلی جائے کہ افسوس وہ ایمان نہ لائے اور حق کو قبول کرنے سے محروم رہے۔ مراد یہ کہ آپ اُن کے کفر اور ہلاکت کا غم نہ فرمائیں، بیشک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال کی سزا دے گا۔[(2)] اس طرح کی آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مُبلِّغ کی تبلیغ کا اثر ظاہر نہ

1 ......مدارك، فاطر، تحت الآية: ٨، ص٩٧٢، خازن، فاطر، تحت الآية: ٨، ٣/٥٣٠، ملتقطاً.
2 ......خازن، فاطر، تحت الآية: ٨، ٣/٥٣٠، جلالين، فاطر، تحت الآية: ٨، ص٣٦٤، ملتقطاً.

ہور ہا ہو تو اسے بہت زیادہ غم زدہ نہیں ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب پر نظر رکھنی چاہیے۔

وَ اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَاؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہے جس نے بھیجیں ہوائیں کہ بادل اُبھارتی ہیں پھر ہم اُسے کسی مُردہ شہر کی طرف رواں کرتے ہیں تو اُس کے سبب ہم زمین کو زندہ فرماتے ہیں اس کے مرے پیچھے یونہی حشر میں اٹھنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ ہی ہے جس نے ہوائیں بھیجیں تو وہ ہوائیں بادل کو ابھارتی ہیں پھر ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف رواں کرتے ہیں تو اس کے سبب ہم زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ فرماتے ہیں۔ یونہی حشر میں اٹھنا ہے۔

﴿وَ اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ: **اور اللہ ہی ہے جس نے ہوائیں بھیجیں۔**﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنجر زمین کو سرسبز و شاداب کرنے سے مُردوں کو اٹھائے جانے پر اِستدلال فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ہوائیں بھیجیں تو وہ ہوائیں بادل کو ابھارتی ہیں، پھر ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف رواں کرتے ہیں جس میں سبزہ اور کھیتی نہیں اور خشک سالی سے وہاں کی زمین بے جان ہوگئی ہے تو اس بادل سے نازل ہونے والی بارش کے سبب ہم زمین کو اس کے مرنے (یعنی خشک ہونے) کے بعد زندہ فرماتے ہیں اور اس کو سرسبز و شاداب کر دیتے ہیں، اس سے ہماری قدرت ظاہر ہے اور جس طرح ہم خشک زمین کو سرسبز و شاداب کرتے ہیں اسی طرح حشر میں مُردوں کو اٹھائیں گے۔[1]

حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کیا کہ "اللہ تعالیٰ مُردے کس طرح زندہ فرمائے گا؟ مخلوق میں اس کی کوئی نشانی ہو تو ارشاد فرمائیے۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا" کیا تیرا کسی ایسے جنگل میں سے گزر ہوا ہے جو خشک سالی سے بے جان ہو گیا ہو اور وہاں سبزہ کا نام و نشان نہ رہا ہو، پھر کبھی اسی جنگل میں گزر ہوا ہو اور اس کو ہرا بھرا لہلہاتا پایا ہو؟ ان صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: بیشک

1 ......روح البیان، الملائکۃ، تحت الآیۃ: ۹، ۷/۳۲۲، ملخصاً۔

ایسا دیکھا ہے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’ایسے ہی اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کرے گا اور مخلوق میں یہ اس کی نشانی ہے۔ [1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیاس برحق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس عالَم کے حالات پر اُس عالَم کے حالات کو قیاس کرنے کا حکم فرمایا۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جسے عزت کی چاہ ہو تو عزت تو سب اللہ کے ہاتھ ہے اُسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اُسے بلند کرتا ہے اور وہ جو بُرے داؤں کرتے ہیں اُن کے لیے سخت عذاب ہے اور اُنہیں کا مکر برباد ہوگا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: جو عزت کا طلب گار ہو تو ساری عزت اللہ ہی کے پاس ہے۔ پاکیزہ کلام اسی کی طرف بلند ہوتا ہے اور نیک عمل کو وہ بلند کرتا ہے اور وہ لوگ جو برے مکروفریب کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کا مکر وفریب برباد ہوگا۔

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا: جو عزت کا طلبگار ہو تو ساری عزت تو اللہ کے پاس ہے۔﴾ کفار بتوں سے عزت طلب کیا کرتے تھے اور منافقین کافروں کے پاس عزت ڈھونڈتے تھے، جیسا کہ سورۂ نساء میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا [2]

ترجمۂ کنزالعرفان: وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا یہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں؟ تو تمام عزتوں کا مالک اللہ ہے۔

1 ......مستدرك، كتاب الاهوال، انّ الله حرّم على الارض ان تأكل اجساد الانبياء، ٥/٧٧٦، الحديث: ٨٧٢٥.
2 ......النساء: ١٣٩.

تو یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ دنیا اور آخرت میں صرف وہی عزت کا مالک ہے، جسے چاہے عزت دے، لہٰذا جو عزت کا طلب گار ہو وہ اللہ تعالیٰ سے عزت طلب کرے کیونکہ ہر چیز اس کے مالک ہی سے طلب کی جاتی ہے اور یہ بات قطعی ہے کہ حقیقی عزت طلب کرنے کا ذریعہ ایمان اور اعمالِ صالحہ ہیں۔[1]

﴿ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ: پاکیزہ کلام اسی کی طرف بلند ہوتا ہے۔﴾ یعنی پاکیزہ کلام اس کی قبولیت اور رضا کے محل تک پہنچتا ہے۔[2]

پاکیزہ کلمات سے کیا مراد ہے؟

پاکیزہ کلام سے مراد کلمہ توحید، تسبیح وتحمید اور تکبیر وغیرہ ہیں جیسا کہ امام حاکم رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ کی مُستدرک میں اور امام بیہقی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ کی شعب الایمان میں ذکر کردہ روایت میں ہے۔[3]

اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے کلمۂ طیّب کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد ذکر ہے اور بعض مفسرین نے اس سے قرآن اور دعا بھی مراد لی ہے۔[4] اور اسی میں نیکی کی دعوت کیلئے ادا کئے جانے والے کلمات بھی داخل ہیں۔

﴿ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ :اور نیک عمل کو وہ بلند کرتا ہے۔﴾ نیک کام سے مراد وہ عمل اور عبادت ہے جو اخلاص سے ہو اور آیت کے اس حصے کا **ایک معنی** یہ ہے کہ کلمۂ طیبہ عمل کو بلند کرتا ہے کیونکہ توحید اور ایمان کے بغیر عمل مقبول نہیں۔ **دوسرا معنی** یہ ہے کہ نیک عمل کو اللہ تعالیٰ رفعتِ قبول عطا فرماتا ہے۔ **تیسرا معنی** یہ ہے کہ نیک عمل عمل کرنے والے کا مرتبہ بلند کرتے ہیں تو جو عزت چاہے اس پر لازم ہے کہ نیک عمل کرے۔[5]

عمل کرنے سے پہلے اس پر غور کر لیا جائے

حضرت مالک بن سعد رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ سے مروی ہے کہ ایک آدمی اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے ایک فرض

---

1 ......مدارك، فاطر، تحت الآية: ١٠، ص٩٧٢-٩٧٣.
2 ......مدارك، فاطر، تحت الآية: ١٠، ص٩٧٣.
3 ......مستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة الملائكة، ٢٠٤/٣، الحديث: ٣٦٤٢، شعب الايمان، العاشر من شعب الايمان ... الخ، فصل فى ادامة ذكر الله عزوجل، ٤٣٤/١، الحديث: ٦٢٥.
4 ......تفسير طبرى، فاطر، تحت الآية: ١٠، ٣٩٩/١٠، روح البيان، الملائكة، تحت الآية: ١٠، ٣٢٤/٧، ملتقطاً.
5 ......مدارك، فاطر، تحت الآية: ١٠، ص٩٧٣.

پر عمل کرتا ہے جبکہ دیگر فرائض کو اس نے ضائع کر دیا تو شیطان اسے اس ایک فرض کے بارے میں لگا تار امیدیں دلاتا رہتا ہے اور اس کے لئے وہ عمل مُزَیَّن کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ جنت کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں دیکھتا، لہٰذا تم کوئی بھی عمل کرنے سے پہلے غور کر لو کہ تم اس عمل کے ذریعے کیا چاہتے ہو، اگر وہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو اسے کر لو اور اگر کسی اور کے لئے ہو تو اپنے نفس کو مشقت میں مت ڈالو کہ تمہیں اس سے کچھ نہیں ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ وہی عمل قبول فرماتا ہے جو خالص اسی کے لئے کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پاکیزہ کلام اسی کی طرف بلند ہوتا ہے اور نیک عمل کو وہ بلند کرتا ہے۔[1]

﴿وَ الَّذِیْنَ یَمْكُرُوْنَ السَّیِّاٰتِ: اور وہ لوگ جو برے مکروفریب کرتے ہیں۔﴾ اس آیت میں مکر کرنے والوں سے مراد وہ قریش ہیں جنہوں نے دارُ النَّدْوَہ میں جمع ہو کر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں قید کرنے، قتل کرنے اور جلاوطن کرنے کے مشورہ کئے تھے۔ اس کا تفصیلی بیان سورۂ اَنفال کی آیت نمبر **130** کی تفسیر میں ہو چکا ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو برے مکروفریب کرتے ہیں ان کے لیے دنیا وآخرت میں سخت عذاب ہے اور ان کا مکروفریب برباد ہو گا اور وہ اپنے فریب میں کامیاب نہ ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضور سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے شر سے محفوظ رہے اور اُنہوں نے اپنی مَکاریوں کی سزائیں پائیں کہ بدر میں قید بھی ہوئے، قتل بھی کئے گئے اور مکہ مکرمہ سے نکالے بھی گئے۔[2]

وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَ مَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّ لَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۱۱﴾

1 ......در منثور، فاطر، تحت الآیة: ١٠، ٧/٩-١٠.

2 ......روح البیان، الملائکة، تحت الآیة: ١٠، ٧/٣٢٦.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ نے تمہیں بنایا مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر تمہیں کیا جوڑے جوڑے اور کسی مادہ کو پیٹ نہیں رہتا اور نہ وہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے اور جس بڑی عمر والے کو عمر دی جائے یا جس کسی کی عمر کم رکھی جائے یہ سب ایک کتاب میں ہے بے شک یہ اللّٰہ کو آسان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ نے تمہیں مٹی سے بنایا پھر پانی کی بوند سے پھر تمہیں جوڑے جوڑے کیا اور کوئی مادہ اللّٰہ کے علم کے بغیر نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ ہی بچہ جنتی ہے اور جس بڑی عمر والے کو عمر دی جائے یا جس کسی کی عمر کم رکھی جائے یہ سب ایک کتاب میں ہے بیشک یہ اللّٰہ پر بہت آسان ہے۔

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ : اور اللّٰہ نے تمہیں مٹی سے بنایا۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے پہلے اپنی قدرت کا بیان فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے تمہاری اصل حضرت آدم عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو مٹی سے بنایا، پھر ان کی نسل کو پانی کی بوند سے بنایا، پھر تمہیں مرد وعورت دو جوڑے بنایا۔ اس کے بعد کمالِ علم کا ذکر فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ رحم میں ہر بچے کی تخلیق سے پہلے بلکہ بعد کے بھی تمام حالات سے خبردار ہے۔ پھر اپنے ارادے کے نفاذ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس بڑی عمر والے کو عمر دی جائے یا جس کسی کی عمر کم رکھی جائے، یہ سب ایک کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ تو جب اللّٰہ تعالیٰ ہی قادر، عالم اور ارادے والا ہے اور بتوں میں قدرت، علم اور ارادہ کچھ بھی نہیں تو وہ عبادت کے مستحق کس طرح ہو سکتے ہیں؟[1]

﴿اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ : بیشک یہ اللّٰہ پر بہت آسان ہے۔﴾ اس اسمِ اشارہ کی تفسیر میں ایک احتمال یہ ہے کہ مٹی سے انسان کو بنانا اللّٰہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ، مادہ کے حاملہ ہونے اور بچہ جننے کے حالات سے خبردار ہونا اللّٰہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ کسی کو زیادہ یا کم عمر دینا اللّٰہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔ نیز اس آیت کا یہ معنی بھی بیان کیا گیا ہے کہ بیشک عمل اور عمر کو لکھ دینا اللّٰہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے (اور حقیقتاً ساری ہی چیزیں اللّٰہ تعالیٰ کیلئے آسان ہیں۔)[2]

وَمَا يَسۡتَوِي الۡبَحۡرٰنِ ۖ هٰذَا عَذۡبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلۡحٌ

1 ......قرطبی، فاطر، تحت الآية: ١١، ٢٤٣/٧، الجزء الرابع عشر، تفسير كبير، فاطر، تحت الآية: ١١، ٢٢٧/٩، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، فاطر، تحت الآية: ١١، ٢٢٧/٩، خازن، فاطر، تحت الآية: ١١، ٥٣١/٣، ملتقطاً.

اُجَاجٌ ؕ وَ مِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِیًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ فِیْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور دونوں سمندر ایک سے نہیں یہ میٹھا ہے خوب میٹھا پانی خوشگوار اور یہ کھاری ہے تلخ اور ہر ایک میں سے تم کھاتے ہو تازہ گوشت اور نکالتے ہو پہننے کا ایک گہنا اور تو کشتیوں کو اس میں دیکھے کہ پانی چیرتی ہیں تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور کسی طرح حق مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور دونوں سمندر برابر نہیں، یہ میٹھا خوب میٹھا ہے اس کا پانی خوشگوار ہے اور یہ (دوسرا) نمکین بہت کڑوا ہے اور ہر ایک سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو اور وہ زیور نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو اس میں پانی کو چیرتے ہوئے دیکھے گا تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔

﴿ وَمَا یَسْتَوِی الْبَحْرٰنِ: اور دونوں سمندر برابر نہیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومن اور کافر کے بارے میں ایک مثال بیان فرمائی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح کھاری اور میٹھے سمندر بعض فوائد میں اگرچہ یکساں ہیں لیکن پانی ہونے میں ایک جیسے ہونے کے باوجود دونوں برابر نہیں کیونکہ پانی سے جو اصل مقصود ہے اس میں یہ مختلف ہیں، اسی طرح مومن اور کافر انسان ہونے میں ایک جیسے ہونے کے باوجود برابر نہیں اگرچہ بعض صفات جیسے شجاعت اور سخاوت میں یکساں ہوں کیونکہ یہ دونوں ایک عظیم خاصیت میں مختلف ہیں اور وہ عظیم خاصیت یہ ہے کہ مومن اپنی اصل فطرت یعنی اسلام پر قائم ہے جبکہ کافر اس پر قائم نہیں۔[1]

پانی پیتے وقت کی ایک دعا

حضرت ابو جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب پانی پیتے تو فرماتے:

1 ......بیضاوی، فاطر، تحت الآیة: ١٢، ٤/٤١٤، ملخصاً.

”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَهٗ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ وَ لَمْ یَجْعَلْهُ مَالِحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا“ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اس پانی کو اپنی رحمت سے میٹھا خوب میٹھا بنایا ہے اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے نمکین بہت کڑوا نہیں بنایا۔[1] (حدیث میں گناہوں کا تذکرہ ہماری تعلیم کیلئے ہے۔)

نوٹ: کھاری اور میٹھے سمندروں کا ذکر سورۂ فرقان کی آیت نمبر 53 میں بھی گزر چکا ہے۔

﴿وَ مِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِیًّا: اور ہر ایک سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سمندر سے حاصل ہونے والے فوائد بیان فرمائے ہیں، آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کھاری اور میٹھے دونوں سمندروں میں سے تم مچھلی کا تازہ گوشت کھاتے ہو اور وہ قیمتی موتی نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو اور تم کشتیوں کو دریا میں چلتے ہوئے پانی کو چیرتے ہوئے دیکھو گے اور وہ ایک ہی ہوا میں آتی بھی ہیں، جاتی بھی ہیں، تمہارے لئے سمندر کی یہ تسخیر اس لئے ہے تاکہ تم تجارتوں میں نفع حاصل کرکے اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی شکر گزاری کرو۔[2]

یاد رہے کہ زیور اگرچہ عورتیں پہنتی ہیں لیکن چونکہ مَردوں کے لئے پہنتی ہیں اس لئے اس کے نفع کی نسبت دونوں کی طرف ہے، جبکہ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ مرد کو موتی وغیرہ پہننا جائز ہے جبکہ عورتوں سے مشابہت نہ ہو اور سونا چاندی پہننا مَردوں کیلئے مُطْلَقاً حرام ہے، البتہ ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ایک نگینے والی چاندی کی انگوٹھی مرد پہن سکتا ہے۔

نوٹ: اس آیت کی مزید تفصیل سورۂ نحل کی آیت نمبر 14 میں گزر چکی ہے۔

یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِۙ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۖ٘ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّىؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُؕ وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا یَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍؕ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: رات لاتا ہے دن کے حصہ میں اور دن لاتا ہے رات کے حصہ میں اور اُس نے کام میں لگائے سورج

[1] ......شعب الایمان، الثالث والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ۴/۱۱۵، الحدیث: ۴۴۷۹.

[2] ......مدارک، فاطر، تحت الآیة: ۱۲، ص۹۷۴، خازن، فاطر، تحت الآیة: ۱۲، ۳/۵۳۲، ملتقطاً.

اور چاند ہر ایک ایک مقرر میعاد تک چلتا ہے یہ ہے اللہ تمہارا رب اُسی کی بادشاہی ہے اور اس کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو دانۂ خرما کے چھلکے تک کے مالک نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: وہ رات کو دن میں داخل کردیتا ہے اوردن کو رات میں داخل کردیتا ہے اور سورج اور چاند کو اس نے کام میں لگا دیا۔ ہر ایک مقررہ میعاد تک چلتا ہے یہی اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور اس کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو وہ کھجور کے چھلکے کے (بھی) مالک نہیں ہیں۔

﴿یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ: وہ رات کو دن میں داخل کردیتا ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے کچھ حصے کو کسی موسم میں دن میں داخل کردیتا ہے تو دن بڑھ جاتا ہے اور دن کے کچھ حصے کو کسی موسم میں رات میں داخل کردیتا ہے تو رات بڑھ جاتی ہے، یہاں تک کہ بڑھنے والی رات یا دن کی مقدار پندرہ گھنٹے تک پہنچتی ہے اور گھٹنے والا نو گھنٹے کا رہ جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا، ان میں سے ہر ایک مقررہ میعاد یعنی روزِ قیامت تک چلتا رہے گا کہ جب قیامت آجائے گی تو ان کا چلنا مَوقوف ہوجائے گا اور یہ نظام باقی نہ رہے گا۔ یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے جو معبود ہونے، رب اور مالک ہونے کے تمام اَوصاف کا جامع ہے تو تم اسے پہچانو، اس کی وحدانیّت کا اقرار کرو اور اس کے حکم کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کی بجائے جن بتوں کو تم پوجتے ہو ان کی بے بسی کا حال یہ ہے کہ وہ کھجور کے چھلکے کی مقدار بھی تمہیں نفع نہیں پہنچا سکتے۔ (1)

نوٹ: رات کو دن میں داخل کرنے کی تفسیر سورۂ آل عمران، آیت نمبر 27 اور سورج چاند کو مُسخّر کرنے کی تفسیر سورۂ رعد آیت نمبر 2 اور سورۂ ابراہیم آیت نمبر 33 میں بھی گزر چکی ہے۔

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَ لَا یُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِیْرٍ ﴿۱۴﴾

ع ۲ / ۱۴ الآیات

(1) ......روح البیان، الملائکۃ، تحت الآیۃ: ۱۳، ۷/ ۳۳۲، مدارک، فاطر، تحت الآیۃ: ۱۳، ص ۹۷۴، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سُنیں اور بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری حاجت روانہ کرسکیں اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے منکر ہوں گے اور تجھے کوئی نہ بتائے گا اس بتانے والے کی طرح۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم ان سے دعا کرو تو وہ تمہاری دعا نہیں سنیں گے اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری دعا قبول نہیں کرسکتے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے انکار کردیں گے اور باخبر (خدا) کی طرح تجھے کوئی نہ بتائے گا۔

﴿اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ: اگر تم ان سے دعا کرو تو وہ تمہاری دعا نہیں سنیں گے۔﴾ کفار بتوں کا قرب حاصل کرنے، ان کی طرف دیکھنے اور ان کے سامنے اپنی حاجات پیش کرنے کو عزت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس نظریے کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو اگر تم ان سے دعا کرو تو وہ تمہاری دعا سننے کی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ وہ بے جان جَمادات ہیں اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو وہ تمہاری دعا قبول نہیں کرسکتے کیونکہ وہ اصلاً قدرت اور اختیار نہیں رکھتے اور قیامت کے دن وہ بت تمہارے شرک سے انکار کردیں گے اور بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہیں گے کہ تم ہمیں نہ پوجتے تھے اور اے بندے! دنیا و آخرت کے احوال اور بت پرستی کے انجام کی جیسی خبر اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور کوئی نہیں دے سکتا۔[1]

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج اور اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی بے نیاز، تمام خوبیوں والا ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ: اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو۔﴾ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے لیکن اس آیت میں بطورِ خاص انسانوں کو اس لئے مُخاطَب کیا گیا کہ انسان ہی مالداری کا دعویٰ کرتے

1 ......روح البيان، الملائكة، تحت الآية: ١٤، ٧ / ٣٣٢-٣٣٣، مدارك، فاطر، تحت الآية: ١٤، ص٩٧٥، جلالين، فاطر، تحت الآية: ١٤، ص٣٦٥، ملتقطاً.

اور اسے اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ اے لوگو! مخلوق میں سے تم سب سے زیادہ اپنی جان، اہل وعیال، مال اور تمام اُمور میں اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کے حاجت مند ہو، تمہیں پلک جھپکنے بلکہ اس سے بھی کم مقدار میں اللہ تعالیٰ سے بے نیازی نہیں ہوسکتی، اور اللہ تعالیٰ ہی اپنی مخلوق سے بے نیاز ہے، وہ ان کا حاجت مند نہیں اور وہی مخلوق پر اپنے احسانات اور انعامات کی وجہ سے تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔(1)

حضرت ذُوالنُّون مصری رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا کہ مخلوق ہر دم اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے اور کیوں نہ ہوگی کہ ان کی ہستی اور ان کی بقا سب اس کے کرم سے ہی تو ہے۔(2)

اِنۡ يَّشَاۡ يُذۡهِبۡكُمۡ وَيَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِيۡدٍ ۚ﴿۱۶﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيۡزٍ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں۔

﴿اِنۡ يَّشَاۡ يُذۡهِبۡكُمۡ: اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اگر تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ چاہے تو تمہیں ہلاک کردے کیونکہ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے اور وہ تم سے بے نیاز ہے اور تمہاری بجائے نئی مخلوق لے آئے جو فرمانبردار ہو، اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرنے والی ہو اور جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ان سے رک جانے والی ہو اور (یادرکھو کہ) تمہیں ہلاک کر کے نئی مخلوق لے آنا اللہ تعالیٰ پر کچھ دشوار نہیں بلکہ یہ اس کے لئے بہت آسان ہے، تو اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی فرمانبرداری کرو اس سے پہلے کہ تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ تمہیں ہلاک کردے۔(3)

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى ؕ وَاِنۡ تَدۡعُ مُثۡقَلَةٌ اِلٰى حِمۡلِهَا لَا

1 ......صاوی، فاطر، تحت الآیۃ: ١٥، ٥/١٦٩٢، خازن، فاطر، تحت الآیۃ: ١٥، ٣/٥٣٢، ملتقطاً.

2 ......مدارک، فاطر، تحت الآیۃ: ١٥، ص٩٧٥.

3 ......تفسیر طبری، فاطر، تحت الآیۃ: ١٦-١٧، ١٠/٤٠٥.

يُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَ مَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا یَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہ اُٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ والی اپنا بوجھ بٹانے کو کسی کو بلائے تو اس کے بوجھ میں سے کوئی کچھ نہ اُٹھائے گا اگرچہ قریب رشتہ دار ہو اے محبوب تمہارا ڈر سنانا تو انہیں کو کام دیتا ہے جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو ستھرا ہوا تو اپنے ہی بھلے کو ستھرا ہوا اور اللّٰہ ہی کی طرف پھرنا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ والی جان اپنے بوجھ کی طرف کسی کو بلائے گی تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی نہیں اٹھایا جائے گا اگرچہ قریبی رشتہ دار ہو۔ (اے نبی!) تم انہی لوگوں کو ڈراتے ہو جو بغیر دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جس نے پاکیزگی اختیار کی تو بیشک اس نے اپنی ذات کے لئے ہی پاکیزگی اختیار کی اور اللّٰہ ہی کی طرف پھرنا ہے۔

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى: اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔﴾ آیت کے اس حصے کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک جان پر اسی کے گناہوں کا بوجھ ہوگا جو اُس نے کئے ہیں اور کوئی جان کسی دوسرے کے عِوض نہ پکڑی جائے گی البتہ جو گمراہ کرنے والے ہیں ان کے گمراہ کرنے سے جو لوگ گمراہ ہوئے ان کی تمام گمراہیوں کا بوجھ ان گمراہوں پر بھی ہوگا اور اُن گمراہ کرنے والوں پر بھی، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوا:

وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ اٹھائیں گے۔

1 ......عنکبوت: ۱۳.

اور درحقیقت یہ اُن کی اپنی کمائی ہے دوسرے کی نہیں۔[1]

حضرت عمرو بن احوص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں ’’میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو لوگوں سے فرماتے ہوئے سنا کہ ’’سن لو! انسان کے جرم کا وبال اسی پر ہے، سن لو! انسان کے جرم کا وبال نہ اس کی اولاد پر ہے اور نہ اس کے باپ پر ہے۔[2]

نوٹ: اس آیت کی مزید تفسیر سورۂ انعام، آیت نمبر **164** اور سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر **15** کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

﴾وَ اِنۡ تَدۡعُ مُثۡقَلَةٌ اِلٰی حِمۡلِهَا: اور اگر کوئی بوجھ والی جان اپنے بوجھ کی طرف کسی کو بلائے گی۔﴿ آیت کے اس حصے کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن اگر کوئی گناہ گار شخص کسی دوسرے شخص کو بلائے گا تاکہ وہ اس کے گناہوں کا کچھ بوجھ اپنے سر لے لے تو دوسرا شخص اس کے گناہوں میں سے کچھ بھی اپنے سر نہ لے گا اگرچہ دوسرا شخص بلانے والے کا قریبی رشتہ دار جیسے بیٹا یا باپ ہو۔[3]

قیامت کے دن قریبی رشتہ داروں کا حال

قیامت کے دن قریبی رشتہ داروں کی حالت بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

يَوۡمَ يَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِيۡهِ ﴿۳۴﴾ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيۡهِ ﴿۳۵﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيۡهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امۡرِئٍ مِّنۡهُمۡ يَوۡمَئِذٍ شَاۡنٌ يُّغۡنِيۡهِ[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک ایسی فکر ہوگی جو اسے (دوسروں سے) لاپرواہ کردے گی۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ وَ اخۡشَوۡا يَوۡمًا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس

1 ……مدارك، فاطر، تحت الآية: ١٨، ص٩٧٥-٩٧٦، ملخصاً.

2 ……ترمذی، كتاب الفتن، باب ما جاء دماؤكم واموالكم عليكم حرام، ٦٥/٤، الحديث: ٢١٦٦.

3 ……صاوی، فاطر، تحت الآية: ١٨، ١٦٩٣/٥.

4 ……عبس: ٣٤-٣٧.

لَا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ٘ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْــٴًـا [1] دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی بچہ اپنے باپ کو کچھ نفع دینے والا ہوگا۔

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ’’(قیامت کے دن) ماں باپ بیٹے کو لپٹیں گے اور کہیں گے ’’اے ہمارے بیٹے! ہمارے کچھ گناہ اٹھالے۔ تو وہ کہے گا کہ یہ میرے لئے ممکن نہیں، میرا اپنا بوجھ کیا کم ہے۔[2]

جب قریبی ترین رشتہ داروں کا قیامت کے دن یہ حال ہوگا تو ان کی خاطر گناہ کرنا اور اللّٰہ تعالٰی کی نافرمانی میں مبتلا ہونا کس قدر نادانی اور حماقت کا کام ہے۔

﴿ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ: (اے نبی!) تم انہی لوگوں کو ڈراتے ہو جو بغیر دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔﴾ یعنی آپ کا (اللّٰہ تعالٰی کے غضب سے) ڈرانا صرف ان ہی لوگوں کو فائدہ دیتا ہے جو بغیر دیکھے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے ہیں اور اپنے وقت میں نماز قائم رکھتے ہیں اور جس نے پاکیزگی اختیار کی یعنی بدیوں سے بچا اور نیک عمل کئے تو بیشک اس نے اپنی ذات کے لئے ہی پاکیزگی اختیار کی کہ اس نیکی کا نفع وہی پائے گا اور اللّٰہ تعالٰی ہی کی طرف سب کو پھرنا ہے۔[3]

وَ مَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ ﴿۱۹﴾ وَ لَا الظُّلُمٰتُ وَ لَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَ لَا الظِّلُّ وَ لَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور برابر نہیں اندھا اور انکھیارا۔ اور نہ اندھیریاں اور اُجالا۔ اور نہ سایہ اور نہ تیز دھوپ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں۔ اور نہ اندھیرے اور اجالا۔ اور نہ سایہ اور تیز دھوپ۔

---

1 ......لقمان: ٣٣.

2 ......خازن، فاطر، تحت الآیة: ١٨، ٣/٥٣٣.

3 ......خازن، فاطر، تحت الآیة: ١٨، ٣/٥٣٣، مدارك، فاطر، تحت الآیة: ١٨، ص٩٧٦، صاوی، فاطر، تحت الآیة: ١٨، ٥/١٦٩٤، ملتقطاً.

﴿ وَمَا یَسۡتَوِی: اور برابر نہیں۔ ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافر اور مومن کی ذات میں فرق بتایا کہ کافر ایسا ہے جیسے اندھا اور مومن ایسا ہے جیسے دیکھنے والا اور یہ دونوں برابر نہیں۔ بعض مفسرین نے اس آیت کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ جاہل اور عالم برابر نہیں۔ (1)

﴿ وَلَا الظُّلُمٰتُ: اور نہ اندھیرے۔ ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافر اور مومن کے اوصاف میں فرق بیان فرمایا کہ کفر ایسے ہیں جیسے اندھیرے اور ایمان ایسا ہے جیسے اجالا، اور یہ دونوں برابر نہیں۔ (2)

﴿ وَلَا الظِّلُّ: اور نہ سایہ۔ ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کافر اور مومن کے مکان میں فرق بیان فرمایا کہ مومن کا مکان جنت ایسے ہے جیسے سایہ اور کافر کا مکان جہنم ایسے ہے جیسے تیز دھوپ، اور یہ دونوں برابر نہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ سایہ سے مراد حق اور تیز دھوپ سے مراد باطل ہے۔ (3)

وَمَا یَسۡتَوِی الۡاَحۡیَآءُ وَلَا الۡاَمۡوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُسۡمِعُ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَمَاۤ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِی الۡقُبُوۡرِ ﴿۲۲﴾ اِنۡ اَنۡتَ اِلَّا نَذِیۡرٌ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور برابر نہیں زندے اور مُردے بے شک اللہ سناتا ہے جسے چاہے اور تم نہیں سنانے والے اُنہیں جو قبروں میں پڑے ہیں۔ تم تو یہی ڈر سنانے والے ہو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور زندہ اور مردے برابر نہیں۔ بیشک اللہ سناتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم انہیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں پڑے ہیں۔ تم تو یہی ڈر سنانے والے ہو۔

﴿ وَمَا یَسۡتَوِی الۡاَحۡیَآءُ وَلَا الۡاَمۡوَاتُ: اور زندہ اور مردے برابر نہیں۔ ﴾ اس آیت میں زندوں سے مراد مومنین یا علماء ہیں اور مُردوں سے کفار یا جاہل لوگ مراد ہیں، ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں برابر نہیں۔ اس کے بعد ارشاد

1 ......جلالین مع صاوی، فاطر، تحت الآیة: ۱۹، ۱۶۹۴/۵، مدارک، فاطر، تحت الآیة: ۱۹، ص۹۷۶، ملتقطاً.

2 ......جلالین مع صاوی، فاطر، تحت الآیة: ۲۰، ۱۶۹۴/۵، ملخصاً.

3 ......جلالین مع صاوی، فاطر، تحت الآیة: ۲۱، ۱۶۹۴/۵، مدارک، فاطر، تحت الآیة: ۲۱، ص۹۷۶، ملتقطاً.

فرمایا کہ ”بیشک اللہ سناتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس کی ہدایت منظور ہوا سے اللہ تعالیٰ ایمان کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ (1)

﴿ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ: اورتم انہیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں پڑے ہیں۔﴾ آیت کے اس حصے میں کفار کو مُردوں سے تشبیہ دی گئی کہ جس طرح مردے سنی ہوئی بات سے نفع نہیں اُٹھا سکتے اور نصیحت قبول نہیں کر سکتے، بدانجام کفار کا بھی یہی حال ہے کہ وہ ہدایت و نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

یاد رہے کہ اس آیت سے مُردوں کے نہ سننے پر اِستدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ آیت میں قبر والوں سے مراد کفار ہیں نہ کہ مردے اور سننے سے مراد وہ سننا ہے جس پر ہدایت کا نفع مُرَتَّب ہو، اور جہاں تک مُردوں کے سننے کا تعلق ہے تو یہ کثیر اَحادیث سے ثابت ہے۔

نوٹ: اس مسئلے کی تفصیل سورۂ نمل کی آیت نمبر 80 میں گزر چکی ہے۔

﴿ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ: تم تو یہی ڈر سنانے والے ہو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی ذمہ داری صرف تبلیغ کر دینا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرا دینا ہے، اب اگر سننے والا آپ کی نصیحتوں پر غور کرے اور قبول کرنے کے لئے سنے تو نفع پائے گا اور اگر وہ کفر پر قائم رہنے والے منکرین میں سے ہو اور آپ کی نصیحت سے کوئی فائدہ نہ اٹھائے تو اس میں آپ کا کچھ حَرَج نہیں بلکہ وہی محروم ہے۔ (2)

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًاؕ وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور جو کوئی گروہ تھا سب میں ایک ڈر سنانے والا گزر چکا۔

1 ......خازن، فاطر، تحت الآية: ١٩، ٣/٥٣٣، جلالين، فاطر، تحت الآية: ١٩، ص٣٦٦، ملتقطاً.

2 ......مدارك، فاطر، تحت الآية: ٢٣، ص٩٧٦-٩٧٧، روح البيان، الملائكة، تحت الآية: ٢٣، ٧/٣٣٩، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ خوشخبری دیتے ہوئے اور ڈراتے ہوئے بھیجا اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔

﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا: اے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ خوشخبری دیتے ہوئے اور ڈراتے ہوئے بھیجا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ ایمان داروں کو جنت کی خوشخبری دینے والا اور کافروں کو اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو خواہ وہ نبی ہو یا عالِمِ دین جو نبی کی طرف سے اللّٰہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللّٰہ تعالیٰ کا خوف دلائے۔[1]

وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ بِالزُّبُرِ وَ بِالْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر یہ تمہیں جھٹلائیں تو اُن سے اگلے بھی جھٹلا چکے ہیں ان کے پاس ان کے رسول آئے روشن دلیلیں اور صحیفے اور چمکتی کتاب لے کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر یہ تمہیں جھٹلائیں تو ان سے پہلے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں اور صحیفے اور روشن کردینے والی کتابیں لے کر آئے۔

﴿وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ: اور اگر یہ تمہیں جھٹلائیں۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اگر کفارِ مکہ آپ کو جھٹلانے پر ہی قائم ہیں تو آپ ان کی اور ان کے جھٹلانے کی پرواہ نہ کریں، ان سے پہلی امتوں کے لوگ بھی اپنے رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو جھٹلا چکے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رسول اپنے دعویٰ کی صداقت اور اپنی نبوت پر دلالت کرنے والے روشن

[1] ......روح البیان، الملائکۃ، تحت الآیۃ: ۲۴، ۷/۳۴۰، ملخصاً۔

معجزات، صحیفے اور حق کو روشن کر دینے والی کتابیں توریت، انجیل اور زبور لے کر آئے تھے۔ [1]

ع ۳ ۱۲ ۱۵

ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر میں نے کافروں کو پکڑا تو کیسا ہوا میرا انکار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر میں نے کافروں کی گرفت کی تو میرا انکار کیسا ہوا؟

﴿ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: پھر میں نے کافروں کی گرفت کی۔﴾ یعنی پھر ہم نے ان لوگوں کو طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار کر کے ہلاک کر دیا جنہوں نے ہمارے رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رسالت کو نہ مانا اور ہماری نشانیوں کی حقیقت کا انکار کیا اور اپنے جھٹلانے پر قائم رہے۔ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ دیکھیں کہ انہیں میرا عذاب دینا کیسا ہوا؟ [2]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا تو ہم نے اس سے پھل نکالے رنگ برنگ اور پہاڑوں میں راستے ہیں سفید اور سرخ رنگ رنگ کے اور کچھ کالے بھوچنگ۔

1 ......تفسیر قرطبی، فاطر، تحت الآیة: ۲۵، ۷ / ۲۴۸، الجزء الرابع عشر، ابو سعود، فاطر، تحت الآیة: ۲۵، ۴ / ۳۶۸، روح البیان، الملائکة، تحت الآیة: ۲۵، ۷ / ۳۴۱، ملتقطاً.

2 ......تفسیر طبری، فاطر، تحت الآیة: ۲۶، ۱۰ / ۴۰۸، روح البیان، الملائکة، تحت الآیة: ۲۶، ۷ / ۳۴۱، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے مختلف رنگوں والے پھل نکالے اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ رنگ والے راستے ہیں، ان کے مختلف رنگ ہیں اور کچھ (پہاڑ) کالے بہت ہی کالے ہیں۔

﴿ اَلَمْ تَرَ: کیا تو نے نہ دیکھا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی دو نشانیاں بیان فرمائی ہیں اور آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا تم نے اس بات پر غور نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل فرمائی اور اُس نے اس پانی سے زمین میں درختوں کو سیراب کیا، پھر اس نے انہی درختوں سے مختلف رنگوں والے بے شمار پھل نکالے، ان میں سے کسی کا رنگ سبز ہے، کسی کا سرخ، کسی کا سیاہ اور کسی کا زرد اور جس طرح ان کے رنگ مختلف ہیں اسی طرح ان پھلوں کی اَجناس بھی مختلف ہیں جیسے انار، سیب، انجیر، انگور اور کھجور وغیرہ اور ان میں سے ہر پھل کی مختلف اَقسام ہیں، یونہی ان پھلوں کا ذائقہ، مہک، خصوصیات اور اَثرات بھی ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں حالانکہ پانی بھی ایک ہے اور زمین بھی ایک، اس یکسانیّت کے باوجود یہ نَیرَنگی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کی کیسی بڑی نشانی ہے۔ اسی طرح پہاڑوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جلوے دکھائی دیتے ہیں کہ سب اگرچہ مٹی یا پتھر کے ہیں لیکن ان میں بھی انفرادیّت ہے، پہاڑوں میں کہیں سفید اور کہیں سرخ رنگ والے پتھر کے راستے ہیں اور یہ رنگ بھی مختلف ہیں کہ کوئی ہلکا اور کوئی گہرا ہے جبکہ کچھ پہاڑ بہت ہی گہرے کالے ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور آدمیوں اور جانوروں اور چارپایوں کے رنگ یونہی طرح طرح کے ہیں اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں بے شک اللہ عزت والا بخشنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں کے مختلف رنگ ہیں۔ اللہ سے اس کے بندوں

میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں بیشک اللہ عزت والا، بخشنے والا ہے۔

﴿ **وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ : اوراسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں کے مختلف رنگ ہیں۔** ﴾ یعنی جس طرح پھلوں اور پہاڑوں کے مختلف رنگ ہیں اسی طرح آدمیوں ، جانوروں اور چوپایوں کے بھی مختلف رنگ ہیں کہ ان میں سے کسی کا رنگ سرخ اور کسی کا سفید اور کسی کا سیاہ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے صانع اور مختار ہونے کی دلیل ہیں۔[1]

﴿ **اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا : اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔** ﴾ اس آیت کی ابتداء اور اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے نشان اور صَنعت کے آثار ذکر کئے جن سے اس کی ذات وصفات پر اِستدلال کیا جاسکتا ہے، اس کے بعد ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں اور اس کی صفات کو جانتے اور اس کی عظمت کو پہچانتے ہیں اور جو شخص جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا علم رکھتا ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوگا اور جس کا علم کم ہوگا تو اس کا خوف بھی کم ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کا خوف اس کو ہے جو اللہ تعالیٰ کے جَبَرُوت اور اس کی عزت وشان سے باخبر ہے۔[2]

آیت '' اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا '' سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے چار باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......خوف اور خَشیَت کا مدار ڈرنے والے کے علم اور اس کی معرفت پر ہے اور چونکہ مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں علم حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ہے اس لئے آپ ہی مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے ''سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوں اور سب سے زیادہ اس کا خوف رکھنے والا ہوں۔[3]

---

1 ......جلالین، فاطر، تحت الآیة: ٢٨، ص٣٦٦، قرطبی، فاطر، تحت الآیة: ٢٨، ٢٤٩/٧، الجزء الرابع عشر، ملتقطاً.

2 ......مدارك، فاطر، تحت الآیة: ٢٨، ص٩٧٧-٩٧٨، خازن، فاطر، تحت الآیة: ٢٨، ٥٣٤/٣، ملتقطاً.

3 ......بخاری، کتاب الادب، باب من لم یواجه الناس بالعتاب، ٤ /١٢٧، الحدیث: ٦١٠١، مسلم، کتاب الفضائل، باب علمه صلی الله علیه وسلم بالله تعالی وشدّة خشیته، ص١٢٨١، الحدیث: ١٢٧(٢٣٥٦).

(2)......لوگوں کو چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی صحیح طریقے سے معرفت اور علم حاصل کریں تاکہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف زیادہ ہو۔

(3)......علم والوں کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، لہٰذا علماء کو عام لوگوں کے مقابلے میں زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی ترغیب دینی چاہیے۔ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ''صحیح معنوں میں فقیہ وہ شخص ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر انہیں جَری نہ کرے، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انہیں بے خوف نہ کر دے اور قرآن کے بغیر کوئی چیز اسے اپنی طرف راغب نہ کر سکے۔ [1]

ایک شخص نے امام شعبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے عرض کی ''مجھے فتویٰ دیجئے کہ عالم کون ہے؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: ''عالم تو صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو۔

اور حضرت ربیع بن انس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں وہ عالم نہیں۔ [2]

(4)......علم والے بہت مرتبے والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خَشیَت اور خوف کو ان میں مُنْحَصر فرمایا، لیکن یاد رہے کہ یہاں علم والوں سے مراد وہ ہیں جو دین کا علم رکھتے ہوں اور ان کے عقائد واَعمال درست ہوں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ یَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم رکھتے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ

1......قرطبی، فاطر، تحت الآیة: ۲۸، ۷/۲۵۰، الجزء الرابع عشر.

2......خازن، فاطر، تحت الآیة: ۲۸، ۳/۵۳۴.

میں خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ہرگز ٹوٹا نہیں۔ تا کہ ان کے ثواب اُنہیں بھرپور دے اور اپنے فضل سے اَور زیادہ عطا کرے بیشک وہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو اللّٰہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو ہرگز تباہ نہیں ہوگی۔ تا کہ اللّٰہ انہیں ان کے ثواب بھرپور دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ عطا کرے بیشک وہ بخشنے والا، قدر فرمانے والا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ: بیشک وہ لوگ جو اللّٰہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو پابندی کے ساتھ قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہیں اور اس میں موجود اَحکام وغیرہ کی معلومات حاصل کرتے اور ان پر عمل کرتے ہیں اور نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت یعنی ثواب کے امیدوار ہیں جو ہرگز تباہ نہیں ہوگی تا کہ اللّٰہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال کا ثواب بھرپور دے اور اپنے فضل سے اور اپنی رحمت کے خزانوں سے انہیں اور زیادہ عطا کرے جس کے بارے میں عمل کرتے وقت انہوں نے تَصَوُّر تک نہ کیا ہوگا کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کی خطاؤں کو بخشنے والا اور ان کے نیک اعمال کی قدر فرمانے والا ہے۔[1]

قیامت کے دن سایۂ عرش میں جگہ پانے والے لوگ

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللّٰہ تعالیٰ اس دن اپنے (عرش کے) سایہ میں جگہ دے گا جس دن اس کے (عرش کے) سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ **(1)** عادل حکمران۔ **(2)** وہ نوجوان جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں پروان چڑھا۔ **(3)** وہ آدمی جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے۔ **(4)** وہ دو آدمی جو اللّٰہ تعالیٰ سے محبت کے باعث اکھٹے ہوں اور اسی وجہ سے جدا ہوں۔ **(5)** وہ آدمی جسے حیثیت اور جمال والی عورت بلائے تو وہ کہہ دے کہ میں اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ **(6)** وہ آدمی جو چھپا کر خیرات کرے، یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔

1 ......خازن، فاطر، تحت الآیة: ۲۹-۳۰، ۳/۵۳۴-۵۳۵، روح البیان، الملائكة، تحت الآیة: ۲۹-۳۰، ۷/۳۴۴-۳۴۵، ملتقطاً.

(7) وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو اس کے آنسو جاری ہو جائیں۔[1]

وَالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ مِنَ الۡكِتٰبِ هُوَ الۡحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیۡرٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کتاب جو ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی وہی حق ہے اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہوئی بے شک اللہ اپنے بندوں سے خبردار دیکھنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ کتاب جو ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے وہی حق ہے، اپنے سے پہلے موجود کتابوں کی تصدیق فرماتی ہوئی، بیشک اللہ اپنے بندوں سے خبردار، دیکھنے والا ہے۔

﴿ وَالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ مِنَ الۡكِتٰبِ :اور وہ کتاب جو ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ جس کتاب کی ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے یعنی قرآنِ مجید، وہی حق ہے کہ اس میں جھوٹ اور شک کا کوئی شائبہ تک نہیں اور وہ کتاب اپنے سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں کی عقائد، اصول اور اَحکام میں تصدیق فرماتی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے خبردار اور انہیں دیکھنے والا ہے اور اُن کے ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے۔[2]

ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِیۡنَ اصۡطَفَیۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا ۚ فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ ۚ وَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ۚ وَمِنۡهُمۡ سَابِقٌۢ بِالۡخَیۡرٰتِ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَضۡلُ الۡكَبِیۡرُ ﴿۳۲﴾

1 ......بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاة... الخ، ۱/۲۳۶، الحدیث: ۶۶۰.

2 ......روح البیان، الملائکة، تحت الآیة: ۳۱، ۷/۳۴۵-۳۴۶، ملخصاً.

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور اُن میں کوئی میانہ چال پر ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا یہی بڑا فضل ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے کتاب کا وارث اپنے چُنے ہوئے بندوں کو کیا تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں کوئی درمیانہ راستہ اختیار کرنے والا ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے جانے والا ہے۔ یہی بڑا فضل ہے۔

﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا: پھر ہم نے کتاب کا وارث اپنے چُنے ہوئے بندوں کو کیا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کی طرف قرآنِ مجید کی وحی فرمائی پھر ہم نے اپنے چنے ہوئے بندوں کو اس کتاب کا وارث کیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: چنے ہوئے بندوں سے مراد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام امتوں پر فضیلت دی اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی غلامی و نیاز مندی کی کرامت وشرافت سے مشرف فرمایا۔[1]

﴿فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ: تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے۔﴾ آیت کے اس حصے سے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کے لوگوں کے تین مَدارِج اور مَراتب بیان کئے گئے ہیں **(1)** کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے۔ **(2)** کوئی درمیانہ راستہ اختیار کرنے والا ہے۔ **(3)** کوئی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے جانے والا ہے۔ ان تینوں کے مِصداق کے بارے میں مفسرین کے کثیر اَقوال ہیں جو کہ تفاسیر میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں، یہاں اُن میں سے ایک قول درج کیا جاتا ہے۔ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا کہ سبقت لے جانے والے عہدِ رسالت کے وہ مخلص حضرات ہیں جن کے لئے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جنت اور رزق کی بشارت دی اور درمیانہ راستہ اختیار کرنے والے وہ اصحاب ہیں جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے طریقہ پر عمل کرتے رہے اور اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہم تم جیسے لوگ ہیں۔[2]

---

1 ......خازن، فاطر، تحت الآیة: ۳۲، ۳/۵۳۵.

2 ......المطالب العالیة، کتاب التفسیر، ۳۰-سورة فاطر، ۸/۲۶۳، الحدیث: ۳۷۰۰.

یہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی طرف سے انتہائی اِنکساری کا اظہار تھا کہ اتنے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے باوجود آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اپنے آپ کو تیسرے طبقے میں شمار فرمایا۔

یہاں ان تین مدارج کے افراد سے متعلق دو اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں، چنانچہ ایک حدیث شریف میں ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ''ہمارا سبقت لے جانے والا تو سبقت لے جانے والا ہی ہے اور درمیانہ راستہ اختیار کرنے والے کی نجات ہے جبکہ ظالم کی مغفرت ہے۔[1]

اور دوسری حدیث میں ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''نیکیوں میں سبقت لے جانے والا جنت میں بے حساب داخل ہوگا اور مُقْتَصِدْ سے حساب میں آسانی کی جائے گی اور ظالم مقامِ حساب میں روکا جائے گا، اس کو پریشانی پیش آئے گی پھر وہ جنت میں داخل ہوگا۔[2]

﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ: یہ ہی بڑا فضل ہے۔﴾ یعنی نیکیوں میں دوسروں سے آگے بڑھ جانا ہی اللّٰہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے اور یہ صرف اسی کی توفیق سے ملتا ہے۔ بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ چنے ہوئے بندوں کو کتاب کا وارث بنانا ہی اللّٰہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔[3]

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ۚ وَ لِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بسنے کے باغوں میں داخل ہوں گے وہ ان میں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کی پوشاک ریشمی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (ان کیلئے) بسنے کے باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، انہیں ان باغوں میں سونے کے کنگن

1 ......كنز العمال، كتاب الاذكار، قسم الاقوال، الباب السابع، الفصل الرابع، ٦/١، الجزء الثانى، الحديث: ٢٩٢٢.
2 ......بغوى، فاطر، تحت الآية: ٣٢، ٤٩٣/٣.
3 ......ابو سعود، فاطر، تحت الآية: ٣٢، ٣٧٠/٤، خازن، فاطر، تحت الآية: ٣٢، ٥٣٦/٣، ملتقطاً.

اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا۔

﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ : بسنے کے باغات۔﴾ اس آیت میں ان لوگوں کے ثواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان تینوں گروہوں کے لئے بسنے کے باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، انہیں ان باغوں میں سونے کے ایسے کنگن پہنائے جائیں گے جن پر موتی لگے ہوئے ہوں گے اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا کیونکہ اس میں لذت اور زینت ہے۔[1] یاد رہے کہ دنیا میں مسلمان مرد پر سونا اور ریشم پہننا حرام ہے، جنت میں یہ سب حلال ہوگا۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہیں گے سب خوبیاں اللّٰہ کو جس نے ہمارا غم دور کیا بیشک ہمارا رب بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ کہیں گے سب خوبیاں اس اللّٰہ کیلئے ہیں جس نے ہم سے غم دور کردیا، بیشک ہمارا رب بخشنے والا، قدر فرمانے والا ہے۔

﴿وَقَالُوْا: اور وہ کہیں گے۔﴾ یعنی جنت میں داخل ہوتے وقت وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرتے ہوئے کہیں گے: سب خوبیاں اس اللّٰہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے ہمیں جنت میں داخل کرکے ہم سے غم دور کردیا۔ اس غم سے مراد یا دوزخ کا غم ہے، یا موت کا، یا گناہوں کا، یا نیکیوں کے غیر مقبول ہونے کا، یا قیامت کی ہَولناکیوں کا، غرض انہیں کوئی غم نہ ہوگا اور وہ اس پر اللّٰہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور کہیں گے کہ بیشک ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ بخشنے والا اور قدر فرمانے والا ہے کہ گناہوں کو بخشتا ہے اگرچہ گناہ بہت زیادہ ہوں اور نیکیاں قبول فرماتا ہے اگرچہ نیکیاں کم ہوں۔[2]

”لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه“ پڑھنے کی فضیلت

حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه“ پڑھنے والوں پر ان کی قبروں میں کوئی وحشت ہوگی اور نہ ہی حشر میں ان پر کوئی گھبراہٹ

1 ......خازن، فاطر، تحت الآية: ٣٣، ٣/٥٣٦، مدارك، فاطر، تحت الآية: ٣٣، ص ٩٨٠، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الملائكة، تحت الآية: ٣٤، ٧/٣٥٢-٣٥٣، خازن، فاطر، تحت الآية: ٣٤، ٣/٥٣٦، مدارك، فاطر، تحت الآية: ٣٤، ص ٩٨٠، ملتقطاً.

طاری ہوگی اور گویا کہ میں لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہ پڑھنے والوں کو دیکھ رہا ہوں، وہ اپنے سروں سے گرد جھاڑتے ہوئے یہ کہہ رہے ہوں گے:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡۤ اَذۡهَبَ عَنَّا الۡحَزَنَ ترجمۂ کنزُالعِرفان: سب خوبیاں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے ہم سے غم دور کردیا۔[1]

الَّذِیۡۤ اَحَلَّنَا دَارَ الۡمُقَامَةِ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیۡهَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیۡهَا لُغُوۡبٌ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جس نے ہمیں آرام کی جگہ اُتارا اپنے فضل سے ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف پہنچے نہ ہمیں اس میں کوئی تکان لاحق ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ ٹھہرنے کے گھر میں اتارا، ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکاوٹ چھوئے گی۔

﴿اَلَّذِیۡۤ اَحَلَّنَا دَارَ الۡمُقَامَةِ مِنۡ فَضۡلِهٖ: وہ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ ٹھہرنے کے گھر میں اتارا۔﴾ یہاں ان لوگوں کی گفتگو کا مزید حصہ بیان کیا گیا کہ وہ کہیں گے ’’ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں ہمارے اعمال کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے فضل سے ایسے گھر یعنی جنت میں اتارا جس میں ہم ہمیشہ رہیں گے اور اس سے کبھی منتقل نہ ہوں گے، ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف اور مشقت پہنچے گی اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکاوٹ چھوئے گی۔[2]

جنت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ملے گی

یاد رہے کہ جنت میں داخلہ محض اعمال کی وجہ سے نہ ہوگا بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوگا جبکہ اعمال اللہ

---

1 ......معجم الاوسط، باب الياء، من اسمه: يعقوب، ٦/٤٨٠، الحديث: ٩٤٧٨.

2 ......روح البيان، الملائكة، تحت الآية: ٣٥، ٧/٣٥٣، خازن، فاطر، تحت الآية: ٣٥، ٣/٥٣٦، ملتقطاً.

تعالیٰ کا فضل حاصل ہونے کا ذریعہ اور جنت میں درجات کی بلندی کا سبب ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم میں سے کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ لوگ عرض گزار ہوئے ''کیا آپ کو بھی نہیں؟ ارشاد فرمایا'' مجھے بھی نہیں، مگر یہ کہ اللّٰہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ جنت ملنا اللّٰہ تعالیٰ کے فضل سے ہے نہ کہ محض اپنے عمل سے، اس لئے کوئی پرہیز گار اپنے پرہیز گار ہونے پر ناز نہ کرے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۚ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے نہ ان کی قضا آئے کہ مر جائیں اور نہ ان پر اس کا عذاب کچھ ہلکا کیا جائے ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ہر بڑے ناشکرے کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان پر قضا آئے کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے جہنم کا عذاب کچھ ہلکا کیا جائیگا، ہم ہر بڑے ناشکرے کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ: اور جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے۔﴾ مومنین کے اوصاف بیان کرنے کے بعد اب کفار کے بارے میں بیان کیا جا رہا ہے کہ جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان پر قضا آئے کہ وہ مر جائیں اور مر کر عذاب سے چھوٹ سکیں اور نہ ان سے پلک جھپکنے کی مقدار جہنم کا عذاب کچھ ہلکا کیا جائے گا، جس طرح کی ہم نے انہیں سزا دی ایسی ہی سزا ہم ہر بڑے ناشکرے کو دیتے ہیں۔ [2]

---

1 ......بخاری، کتاب المرضی، باب تمنّی المریض الموت، ٤/١٣، الحدیث: ٥٦٧٣.

2 ......جلالین مع صاوی، فاطر، تحت الآیة: ٣٦، ٥/١٦٩٨.

وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا یَتَذَكَّرُ فِیْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِیْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ ﴿۳۷﴾

ع ۱۱ ۱۶

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ اس میں چلاّ تے ہوں گے اے ہمارے رب ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا تو اب چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ اس میں چیختے چلاتے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہمیں نکال دے تاکہ ہم اچھا کام کریں اس کے برخلاف جو ہم پہلے کرتے تھے (جواب ملے گا) اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھنے والا سمجھ لیتا اور تمہارے پاس ڈر سنانے والا تشریف لایا تھا تو اب مزہ چکھو، پس ظالموں کیلئے کوئی مددگار نہیں۔

﴿ وَهُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْهَا: اور وہ اس میں چیختے چلاّ تے ہوں گے۔ ﴾ یعنی کفار جہنم میں چیختے اور فریاد کرتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں جہنم سے نکال دے اور دنیا میں بھیج دے تاکہ ہم کفر کی بجائے ایمان لائیں اور مَعْصِیَت و نافرمانی کی بجائے تیری اطاعت اور فرمانبرداری کریں۔ اس پر اُنہیں جواب دیا جائے گا ''کیا ہم نے تمہیں دنیا میں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھنے والا سمجھ لیتا اور تمہارے پاس ڈر سنانے والے یعنی رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے تھے لیکن تم نے اس رسولِ محترم کی دعوت قبول نہ کی اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری بجانہ لائے تو اب عذاب کا مزہ چکھو، پس ظالموں کیلئے کوئی مددگار نہیں جو ان سے عذاب کو دور کر کے ان کی مدد کر سکے۔[1]

[1]......خازن، فاطر، تحت الآية: ٣٧، ٣/٥٣٧، مدارك، فاطر، تحت الآية: ٣٧، ص ٩٨٠، جلالين، فاطر، تحت الآية: ٣٧، ص ٣٦٧، ملتقطاً.

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ(۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللّٰہ جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات کا بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللّٰہ آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات کو جاننے والا ہے، بیشک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: بیشک اللّٰہ آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات کو جاننے والا ہے۔﴾ یعنی آسمانوں اور زمین میں جو چیزیں بندوں سے غائب اور ان سے مخفی ہیں ان تمام چیزوں کو اللّٰہ تعالیٰ جانتا ہے، جب اس کی شان یہ ہے تو اس پر کفار کے اَحوال کس طرح مخفی رہ سکتے ہیں، اللّٰہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اگر اب بھی انہیں دنیا میں لوٹا دیا جائے تو وہ کفر ہی کریں گے اور بیشک اللّٰہ تعالیٰ دلوں کی بات جانتا ہے۔[1]

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىٕفَ فِی الْاَرْضِؕ-فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗؕ-وَ لَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًاۚ-وَ لَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا(۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں اگلوں کا جانشین کیا تو جو کفر کرے اس کا کفر اسی پر پڑے اور کافروں کو ان کا کفران کے رب کے یہاں نہیں بڑھائے گا مگر بیزاری اور کافروں کو ان کا کفر نہ بڑھائے گا مگر نقصان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں (پہلے لوگوں کا) جانشین کیا تو جو کفر کرے تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے اور کافروں کے حق میں ان کا کفران کے رب کے پاس غضب ہی کو بڑھاتا ہے اور کافروں کے حق میں ان کا کفران کے نقصان میں ہی اضافہ کرتا ہے۔

1 ......روح البیان، الملائکة، تحت الآیة: ٣٨، ٧/٣٥٦، ملخصاً.

﴿ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىٕفَ فِی الْاَرْضِ : وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں جانشین کیا۔ ﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں زمین میں پہلے لوگوں کا جانشین کیا اور ان کی جائداد اور ان کے قبضے میں موجود چیزوں کا مالک اور ان میں تصرُّف کرنے والا بنایا اور ان کے مَنافع تمہارے لئے مُباح کئے تا کہ تم ایمان و طاعت اختیار کر کے شکر گزاری کرو، تو جو کفر کرے اور ان نعمتوں پر شکرِ الٰہی نہ بجالائے تو اپنے کفر کا وبال اسی کو برداشت کرنا پڑے گا اور کافروں کا کفران کے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس غضب ہی کو بڑھاتا ہے اور آخرت میں کافروں کا کفران کے نقصان میں ہی اضافہ کرے گا کیونکہ اس کی وجہ سے وہ جنت سے محروم کر دیئے جائیں گے۔[1]

قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِۚ اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰی بَیِّنَتٍ مِّنْهُۚ بَلْ اِنْ یَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بھلا بتلاؤ تو اپنے وہ شریک جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین میں سے کونسا حصہ بنایا یا آسمانوں میں کچھ ان کا ساجھا ہے یا ہم نے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس کی روشن دلیلوں پر ہیں بلکہ ظالم آپس میں ایک دوسرے کو وعدہ نہیں دیتے مگر فریب کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بھلا اپنے وہ شریک تو بتلاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں سے کونسا حصہ بنایا ہے یا آسمانوں میں ان کی کوئی شرکت ہے یا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس کی روشن دلیلوں پر ہیں؟ بلکہ ظالم آپس میں ایک دوسرے کو دھوکے، فریب کا ہی وعدہ دیتے ہیں۔

1 ......خازن، فاطر، تحت الآیة: ۳۹، ۳/۵۳۷، مدارك، فاطر، تحت الآیة: ۳۹، ص ۹۸۱، روح البیان، الملائکة، تحت الآیة: ۳۹، ۷/۳۵۷، ملتقطاً.

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کے مشرکین سے فرمادیں کہ جن بتوں کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی پوجا کرتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں سے کون سا حصہ بنایا ہے یا آسمانوں کے بنانے میں ان کی کوئی شرکت ہے جس کی وجہ سے وہ معبود ہونے میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہوگئے، یا اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کی ہے جس نے ان کے سامنے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنا شریک بنایا ہے اور مشرکین اپنے شرک کرنے میں اس کی روشن دلیلوں پر عمل پیرا ہیں؟ ان میں سے کوئی بھی بات نہیں، بلکہ ظالم لوگ آپس میں ایک دوسرے کو دھوکے، فریب کا ہی وعدہ دیتے ہیں کہ ان میں جو بہکانے والے ہیں وہ اپنی پیروی کرنے والوں کو دھوکا دیتے ہیں اور بتوں کی طرف سے اُنہیں باطل امیدیں دلاتے ہیں کہ بت ان کی شفاعت کریں گے۔[1]

اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ۬ وَ لَىٕنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کرے اور اگر وہ ہٹ جائیں تو اُنہیں کون روکے اللہ کے سوا بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ حرکت نہ کریں اور قسم ہے کہ اگر وہ ہٹ جائیں تو اللہ کے سوا انہیں کوئی نہ روک سکے گا۔ بیشک وہ حلم والا، بخشنے والا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا: بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ حرکت نہ کریں۔﴾ بیشک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں ورنہ آسمان و زمین کے درمیان شرک جیسی مَعْصِیَت ہو تو آسمان و زمین کیسے قائم رہیں اور قسم ہے کہ اگر وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو اللہ تعالیٰ

[1] ……روح البيان، الملائكة، تحت الآية: ٤٠، ٧/٣٥٧-٣٥٨، جلالين، فاطر، تحت الآية: ٤٠، ص٣٦٧، ملتقطاً.

کے سوا کوئی اور انہیں روک نہیں سکتا۔ بیشک اللہ تعالیٰ حِلم والا ہے اسی لئے وہ کفار کو جلد سزا نہیں دیتا اور جو اس کی بارگاہ میں توبہ کر لے تو اسے بخشنے والا ہے۔[1]

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىٕنْ جَآءَهُمْ نَذِیْرٌ لَّیَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِیْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَاۙ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنی قسموں میں حد کی کوشش سے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آیا تو وہ ضرور کسی نہ کسی گروہ سے زیادہ راہ پر ہوں گے پھر جب ان کے پاس ڈر سنانے والا تشریف لایا تو اُس نے انہیں نہ بڑھایا مگر نفرت کرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے اپنی قسموں میں حد بھر کی کوشش کر کے اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آیا تو وہ ضرور تمام امتوں میں سے (ہر) ایک امت سے بڑھ کر ہدایت پر ہوں گے (لیکن) پھر جب ان کے پاس ڈر سنانے والا تشریف لایا تو اس نے ان کی نفرت میں ہی اضافہ کیا۔

﴿وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ: اور انہوں نے اپنی قسموں میں حد بھر کی کوشش کر کے اللہ کی قسم کھائی۔﴾ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بعثت سے پہلے قریش نے یہودیوں اور عیسائیوں کے اپنے رسولوں کو نہ ماننے اور ان کو جھٹلانے کے بارے میں کہا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ اُن پر لعنت کرے کہ اُن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آئے اور اُنہوں نے انہیں جھٹلایا اور نہ مانا، خدا کی قسم! اگر ہمارے پاس کوئی رسول آئے تو ہم اُن سے زیادہ راہِ راست پر ہوں گے اور اس رسول کو ماننے میں ان کے بہتر گروہ پر سبقت لے جائیں گے۔ لیکن جب ان کے پاس حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رونق افروزی اور جلوہ آرائی ہوئی تو حق و ہدایت سے ان کی نفرت اور دوری میں ہی اضافہ ہوا۔[2]

1 ......خازن، فاطر، تحت الآية: ٤١، ٣/٥٣٧-٥٣٨، روح البيان، الملائكة، تحت الآية: ٤١، ٧/٣٥٨، ملتقطاً.

2 ......خازن، فاطر، تحت الآية: ٤٢، ٣/٥٣٨، مدارك، فاطر، تحت الآية: ٤٢، ص٩٨٢، ملتقطاً.

اسۡتِكۡبَارًا فِي الۡاَرۡضِ وَمَكۡرَ السَّيِّئِ ؕ وَلَا يَحِيۡقُ الۡمَكۡرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهۡلِهٖ ؕ فَهَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا سُنَّتَ الۡاَوَّلِيۡنَ ۚ فَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا ۚ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحۡوِيۡلًا ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اپنی جان کو زمین میں اونچا کھینچنا اور بُرا داؤں اور بُرا داؤں اپنے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے تو کا ہے کے انتظار میں ہیں مگر اسی کے جو اگلوں کا دستور ہوا تو تم ہرگز اللہ کے دستور کو بدلتا نہ پاؤ گے اور ہرگز اللہ کے قانون کو ٹلتا نہ پاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زمین میں بڑائی چاہنے اور برا مکروفریب کرنے کی وجہ سے (وہ ایمان نہ لائے) اور برا مکروفریب اپنے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے، تو وہ پہلے لوگوں کے دستور ہی کا انتظار کررہے ہیں تو تم ہرگز اللہ کے دستور کیلئے تبدیلی نہیں پاؤ گے اور ہرگز اللہ کے قانون کیلئے ٹالنا نہ پاؤ گے۔

﴾اِسۡتِكۡبَارًا فِي الۡاَرۡضِ وَمَكۡرَ السَّيِّئِ: زمین میں بڑائی چاہنے اور برا مکروفریب کرنے کی وجہ سے (وہ ایمان نہ لائے)۔﴿ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ زمین میں بڑائی چاہنے اور برا مکروفریب کرنے کی وجہ سے حق و ہدایت سے کفارِ قریش کی نفرت میں ہی اضافہ ہوا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جب کفار کے پاس تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے تو حق و ہدایت سے ان کی نفرت، ایمان لانے سے تکبر اور برا مکروفریب کرنے میں ہی اضافہ ہوا۔ برے مکروفریب کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد شرک اور کفر ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ مکروفریب کرنا ہے۔[1]

تکبر کیسی بیماری ہے؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تکبر وغرور ایسی بری بیماری ہے کہ اس کی وجہ سے انسان نبی کی پیروی سے محروم رہتا ہے

1 ......خازن، فاطر، تحت الآیۃ: ۴۳، ۳/۵۳۸۔

جبکہ بارگاہِ انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں عاجزی اور انکساری ایمان کا ذریعہ ہے۔ کفارِ مکہ کے کفر کی وجہ یہی ہوئی کہ انہوں نے اپنے کو نبی سے بڑھ کر جانا اور بولے کہ ہم ان سے زیادہ مالدار ہیں اور اکثر کفار نے نبیوں کو اپنے جیسے بشر کہا۔

﴿وَلَا یَحِیْقُ الْمَكْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ: اور برا مکروفریب اپنے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے۔﴾ یعنی برا فریب مکار پر ہی پڑتا ہے، چنانچہ فریب کاری کرنے والے بدر میں مارے گئے۔ (1)

جو کسی کیلئے گڑھا کھودے تو خود ہی اس میں گرتا ہے

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت کعب اَحبار رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے ان سے کہا ’’تورات میں یہ آیت ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کے لئے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گر جاتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے فرمایا: ’’قرآن میں بھی ایسی آیت ہے۔ حضرت کعب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے پوچھا: کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ آیت پڑھ لو:

وَلَا یَحِیْقُ الْمَكْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور برا مکروفریب اپنے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے۔ (2)

فی زمانہ ہمارے معاشرے میں ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرنے اور سازشی لوگوں کی مدد کرنے کا مرض بہت عام ہے، کاروباری اور تاجر حضرات ایک دوسرے کے خلاف، نوکری پیشہ حضرات اپنے ساتھیوں کے خلاف، چھوٹے منصب والے بڑے منصب والوں کے خلاف اور ہم منصب اپنے منصب والوں کے ساتھ، اسی طرح گھریلو اور خاندانی نظامِ زندگی میں ساس بہو ایک دوسرے کے خلاف، بیوی اور شوہر کے خلاف، ایک رشتہ دار دوسرے رشتہ دار کے خلاف، یونہی ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کے خلاف سازشیں کرتے نظر آتے ہیں۔ اللّٰہ تعالٰی انہیں ہدایت نصیب کرے۔ کسی کے خلاف سازش کرنے اور سازش کرنے والوں کی مدد کرنے کا انجام بہت برا ہے۔

حضرت قیس بن سعد رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’سازش کرنے والے اور دھوکہ دینے والے جہنم میں ہیں۔ (3)

(1) ......مدارك، فاطر، تحت الآية: ٤٣، ص٩٨٢.

(2) ......تفسير قرطبي، فاطر، تحت الآية: ٤٣، ٧/٢٦١، الجزء الرابع عشر.

(3) ......مسند الفردوس، باب الميم، ٤/٢١٧، الحديث: ٦٦٥٨.

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے کسی کے خادم کو اس کے خلاف کیا تو وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف بھڑکایا تو وہ ہم میں سے نہیں۔ (1)

امام زہری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم کسی کے خلاف سازش نہ کرو اور نہ ہی کسی سازش کرنے والے کی مدد کرو کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا یَحِیْقُ الْمَكْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ‏ **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور برا مکروفریب اپنے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے۔ (2)

﴿فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِیْنَ: تو وہ پہلے لوگوں کے دستور ہی کا انتظار کررہے ہیں۔﴾ یہاں بیان فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ کفار آپ کو جھٹلا کر اس بات کا انتظار کررہے ہیں کہ جس طرح ان سے پہلے رسولوں کو جھٹلانے والوں پر عذاب نازل ہوا اسی طرح ان پر بھی عذاب نازل ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ رسولوں کو جھٹلانے والے کے بارے اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب کا دستور تبدیل نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اپنے وقت سے ٹلتا ہے بلکہ وہ لازمی طور پر پورا ہوتا ہے۔ (3)

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعْجِزَهٗ مِنْ شَیْءٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِیْمًا قَدِیْرًا (۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے اُن سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا اور وہ اُن سے زور

---

1 ......مسند امام احمد، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ٣/٣٥٦، الحديث: ٩١٦٨.

2 ......تفسیر قرطبی، فاطر، تحت الآية: ٤٣، ٧/٢٦١، الجزء الرابع عشر.

3 ......مدارك، فاطر، تحت الآية: ٤٣، ص٩٨٢، ملخصاً.

میں سخت تھے اور اللّٰہ وہ نہیں جس کے قابو سے نکل سکے کوئی شے آسمانوں اور زمین میں بے شک وہ علم وقدرت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے ان سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا اور وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے اور اللّٰہ کی یہ شان نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی شے اسے عاجز کرسکے۔ بیشک وہ علم والا، قدرت والا ہے۔

﴿اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ: اور کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا۔﴾ یعنی کیا کفارِ مکہ نے شام، عراق اور یمن کے سفروں میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے والوں کی ہلاکت و بربادی اور ان کے عذاب اور تباہی کے نشانات نہیں دیکھے تاکہ اُن سے عبرت حاصل کرتے حالانکہ وہ تباہ شدہ قومیں ان اہلِ مکہ سے طاقت و قوت میں زیادہ تھیں، اس کے باوجود ان سے اتنا بھی نہ ہوسکا کہ وہ عذاب سے بھاگ کر کہیں پناہ لے سکیں، اور اللّٰہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی شے اسے عاجز کرسکے۔ بیشک وہ تمام موجودات کا علم رکھنے والا اور تمام مُمکنات پر قدرت رکھنے والا ہے۔(1)

وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ یُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّىۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِیْرًا ﴿۴۵﴾

ع ۵ ۸ ۱۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر اللّٰہ لوگوں کو اُن کے کیے پر پکڑتا تو زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا لیکن ایک مقرر میعاد تک انہیں ڈھیل دیتا ہے پھر جب ان کا وعدہ آئے گا تو بے شک اللّٰہ کے سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر اللّٰہ لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب پکڑتا تو زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک مقرر میعاد تک انہیں ڈھیل دیتا ہے پھر جب ان کی مقررہ مدت آئے گی تو بیشک اللّٰہ اپنے تمام بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

﴿وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا: اور اگر اللّٰہ لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب پکڑتا۔﴾ یعنی اگر اللّٰہ تعالیٰ لوگوں

1 ......مدارك، فاطر، تحت الآية: ٤٤، ص٩٨٢، روح البيان، الملائكة، تحت الآية: ٤٤، ٣٦٢/٧، ملتقطاً.

کوان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑتا تو زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا لیکن وہ مقررہ مدت یعنی قیامت کے دن تک انہیں ڈھیل دیتا ہے پھر جب ان کے عذاب کی مقررہ مدت آئے گی تو یاد رکھو کہ بیشک اللہ تعالٰی اپنے تمام بندوں کو دیکھ رہا ہے، وہ انہیں اُن کے اعمال کی جزا دے گا اور جو لوگ عذاب کے مستحق ہیں انہیں عذاب فرمائے گا اور جو لائقِ کرم ہیں ان پر رحم و کرم کرے گا۔ [1]

1 ......خازن، فاطر، تحت الآیة: ٤٥، ٥٣٨/٣، جلالین، فاطر، تحت الآیة: ٤٥، ص٣٦٨، ملتقطاً۔

سُوۡرَۃُ یٰسٓ

سورۂ یٰسٓ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ یٰسٓ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **5** رکوع، **83** آیتیں، **729** کلمے اور **3000** حروف ہیں۔[2]

’’یٰسٓ‘‘ نام رکھنے کی وجہ

یٰسٓ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ہے، اور چونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں لفظ ’’یٰسٓ‘‘ ہے اس وجہ سے اس سورت کا نام ’’سورۂ یٰسٓ‘‘ رکھا گیا۔

سورۂ یٰسٓ کے فضائل

اَحادیث میں سورۂ یٰسٓ کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے 4 فضائل درج ذیل ہیں:

(1)...... حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ہر چیز کے لئے قلب ہے اور قرآن کا قلب سورۂ یٰسٓ ہے اور جس نے سورۂ یٰسٓ پڑھی تو اللّٰہ تعالٰی اس کے لئے دس بار قرآن پڑھنے کا ثواب لکھتا ہے۔[3]

(2)...... حضرت معقل بن یسار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو اللّٰہ تعالٰی کی رضا کے لیے سورۂ یٰسٓ پڑھے گا تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے لہٰذا اسے مرنے والے کے پاس پڑھا کرو۔[4]

1 ......خازن، سورة يس، ٤/٢.
2 ......خازن، سورة يس، ٤/٢.
3 ......ترمذی، كتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل يس، ٤/٤٠٦، الحديث: ٢٨٩٦.
4 ......شعب الايمان، التاسع عشر من شعب الايمان... الخ، فصل فی فضائل السور والآيات، ٢/٤٧٩، الحديث: ٢٤٥٨.

(3)......حضرت عطاء بن ابی رباح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''مجھے خبر ملی ہے کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو دن کے شروع میں سورۂ یٰسٓ پڑھ لے تو اس کی تمام ضرورتیں پوری ہوں گی۔(1)

(4)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص ہر رات سورۂ یٰسٓ پڑھنے پر ہمیشگی اختیار کرے، پھر وہ مرجائے تو شہادت کی موت مرے گا۔(2)

سورۂ یٰسٓ کے مَضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں قرآنِ پاک کی عظمت، اللّٰہ تعالٰی کی قدرت و وحدانیّت، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے منصب اور قیامت میں مُردوں کو زندہ کئے جانے کو بیان کیا گیا ہے اور اس میں یہ چیزیں بیان ہوئی ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں اللّٰہ تعالٰی نے قرآن کی قسم کھا کر فرمایا کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سب جہانوں کو پالنے والے رب تعالٰی کے سچے رسول ہیں اور ان کی رسالت سے لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے، ایک گروہ عناد اور دشمنی کرنے والا جس کے ایمان لانے کی امید نہیں اور دوسرا گروہ وہ ہے جس کے لئے خیر اور ہدایت حاصل ہونے کی توقُّع ہے، ان دونوں گروہوں کے اعمال محفوظ ہیں اور اللّٰہ تعالٰی کے قدیم اور اَزلی علم میں ان کے آثار موجود ہیں۔

(2)......ایک بستی انطاکیہ کے لوگوں کی مثال بیان کی گئی کہ جنہوں نے یکے بعد دیگرے رسولوں کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا اور جو انہیں رسولوں کو جھٹلانے پر نصیحت کرنے آیا تو ان لوگوں نے اسے شہید کر دیا۔ نصیحت کرنے والا تو جنت میں داخل ہوا اور اسے شہید کرنے والوں پر اللّٰہ تعالٰی کا عذاب نازل ہوا اور وہ جہنم میں داخل ہوئے۔

(3)......کفارِ مکہ کو سابقہ امتوں کی ہلاکت کے بارے میں بتا کر اس بات سے ڈرایا گیا کہ اگر انہوں نے بھی سابقہ کفار جیسی رَوِش نہ چھوڑی تو ان پر بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے۔

(4)......مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر اللّٰہ تعالٰی کی قدرت اور اس کی وحدانیّت پر بنجر زمین کو سرسبز کرنے، رات اور دن کے آنے جانے، سورج اور چاند کو مُسَخَّر کئے جانے اور سمندروں میں کشتیوں کے چلنے سے اِستدلال کیا گیا اور ان حقائق

1......دارمي، كتاب فضائل القرآن، باب في فضل يس، ٢/٥٤٩، الحديث: ٣٤١٨.

2......معجم الاوسط، باب الميم، من اسمه: محمد، ٥/١٨٨، الحديث: ٧٠١٨.

کا انکار کرنے والے کافروں کو دنیا وآخرت میں عذاب کی وعید سنائی گئی۔

(5)......اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے شاعر ہونے کی نفی کی اور یہ بتایا کہ وہ تو قرآن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں اور اس بات کی خبر دینے والے ہیں کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا چاہئے۔

سورۂ فاطر کے ساتھ مناسبت

سورۂ یٰسٓ کی اپنے سے ماقبل سورت ''فاطر'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ فاطر میں بیان ہوا کہ کفارِ مکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے منہ موڑتے اور انہیں جھٹلاتے ہیں اور سورۂ یٰسٓ کی ابتداء میں قرآن کی قسم ذکر فرما کر ارشاد ہوا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، صراطِ مستقیم پر ہیں اور یہ اس قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں جن کے آبا وَ اَجداد کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا جا چکا ہے۔[1]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

یٰسٓ ۚ ﴿۱﴾ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۙ﴿۳﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ؕ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: حکمت والے قرآن کی قسم۔ بیشک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو۔

1......تناسق الدرر، سورة يس، ص١١٣.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یٰسٓ۔ حکمت والے قرآن کی قسم۔ بیشک تم رسولوں میں سے ہو۔ سیدھی راہ پر ہو۔

﴿یٰسٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، نیز اس کے بارے مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ سیّدالمرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَسماءِ مبارکہ میں سے ایک اسم ہے۔[1]

''یٰسین'' نام رکھنے کا شرعی حکم

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ''یٰسین'' نام رکھنے کا جو شرعی حکم بیان فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کا ''یٰسین'' اور طٰہٰ نام رکھنا منع ہے کیونکہ بقولِ بعض علماء ممکن ہے کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے ایسے نام ہیں جن کے معنی معلوم نہیں، کیا عجب کہ ان کے وہ معنی ہوں جو غیرِ خدا پر صادق نہ آسکیں، اس لئے ان سے بچنا لازم ہے اور اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے بقول یہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ایسے نام ہیں جن کے معنی سے واقف نہیں، ہوسکتا ہے ان کا کوئی ایسا معنی ہو جو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے لئے خاص ہو اور آپ کے سوا کسی دوسرے کے لئے اس کا استعمال درست نہ ہو۔ اِن ناموں کی اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی بیان کردہ رائے زیادہ مناسب ہے کیونکہ ان ناموں کا حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے لئے مُقدّس نام کے طور پر ہونا زیادہ ظاہر اور مشہور ہے۔[2]

نوٹ: جن حضرات کا نام ''یٰسین'' ہے وہ خود کو ''غلام یٰسین'' لکھیں اور بتائیں اور دوسروں کو چاہئے کہ اسے ''غلام یٰسین'' کہہ کر بلائیں۔

﴿وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ: حکمت والے قرآن کی قسم۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کافروں نے حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ ''آپ رسول نہیں ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف کوئی رسول بھیجا ہے۔'' ان کے اس قول کا یہاں اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا اور قرآنِ مجید کی قسم ارشاد فرما کر اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''حکمت والے قرآن کی قسم! بیشک آپ ان ہستیوں میں سے ہیں جنہیں رسالت کا منصب عطا کیا گیا ہے اور بیشک آپ ایسے سیدھے راستے پر ہیں جو منزلِ مقصود تک پہنچانے والا

1 ......جلالین مع صاوی، یس، تحت الآیۃ: ١، ٥/١٧٠٥.

2 ......فتاویٰ رضویہ، رسالہ: النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء، ٢٤/٦٨٠-٦٨١، ملخصاً۔

ہے۔ یہ راستہ توحید اور ہدایت کا راستہ ہے اور تمام انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اسی راستے پر رہے ہیں۔[1]

سیّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شریعت سب سے زیادہ قوی اور مُعتدل ہے

یادرہے کہ تمام انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صراطِ مستقیم پر ہی ہیں اور جب یہ ارشاد فرمادیا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رسولوں میں سے ہیں تو اسی کے ضمن میں یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صراطِ مستقیم پر بھی ہیں، البتہ یہاں حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں صراحت کے ساتھ صراطِ مستقیم پر ہونے کی خبر دینے سے معلوم ہوا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شریعت سب سے زیادہ قوی اور سب سے زیادہ معتدل ہے۔[2]

حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صراطِ مستقیم

حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خود بھی صراطِ مستقیم پر ہیں جیسا کہ یہاں اللہ تعالٰی نے صراحت کے ساتھ بیان فرمایا اور آپ لوگوں کو صراطِ مستقیم کی دعوت بھی دیتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تم انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہو۔

اور صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی بھی کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تم ضرور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہو۔

اور آپ کے ذریعے اللہ تعالٰی صراطِ مستقیم کی ہدایت بھی دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ اس کے ذریعے اسے سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے جو اللہ کی مرضی کا تابع ہو جائے اور

---

1 ......روح البیان، یس، تحت الآیة: ۲-۴، ۳٦٦/۷، جلالین، یس، تحت الآیة: ۲-۴، ص۳٦۸، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، یس، تحت الآیة: ۴، ۳٦۷/۷، ابو سعود، یس، تحت الآیة: ۴، ۳۷٦/۴، ملتقطاً.

3 ......مومنون: ۷۳.

4 ......شوری: ۵۲.

وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ[1] انہیں اپنے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

اور اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہاں ''بِہٖ'' کی ضمیر سے سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مراد ہیں۔[2]

سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر 2 تا 4 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیات سے تین باتیں مزید معلوم ہوئیں:

(1)......اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مقام اتنا بلند ہے کہ کافروں کی طرف سے آپ پر ہونے والے اعتراضات کا جواب اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے۔

(2)......اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عظمت کے ایسے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی رسالت پر اپنے مُقدّس کلام قرآنِ مجید کی قسم ارشاد فرمائی ہے اور یہ خصوصیت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علاوہ اور کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کو حاصل نہ ہوئی۔

(3)......حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سِیادت اور سرداری کا وہ رتبہ عطا ہوا ہے جو کسی دوسرے رسول اور نبی عَلَیْہِ السَّلَام کو عطا نہیں ہوا۔

تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۵﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عزت والے مہربان کا اُتارا ہوا۔ تاکہ تم اس قوم کو ڈر سناؤ جس کے باپ دادا نہ ڈرائے گئے تو وہ بے خبر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عزت والے مہربان کا اتارا ہوا۔ تاکہ تم اس قوم کو ڈراؤ جس کے باپ دادا کو نہ ڈرایا گیا تو وہ غفلت

1......مائدہ: ١٦.

2......البحر المحیط، المائدۃ، تحت الآیۃ: ١٦، ٣/٤٦٣.

میں پڑے ہوئے ہیں۔

﴿ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ: عزت والے مہربان کا اتارا ہوا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ حکیم اس رب تعالیٰ کا نازل کیا ہوا ہے جو اپنی سلطنت میں عزت والا اور اپنی مخلوق پر مہربان ہے، تاکہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ قرآنِ مجید کے ذریعے اس قوم کو اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں جس کے باپ دادا کے پاس اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کے لئے طویل عرصے سے کوئی رسول عَلَیْہِ السَّلَام نہ پہنچا جس کی وجہ سے یہ لوگ ایمان اور ہدایت سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔[1]

قومِ قریش کا تو یہی حال ہے کہ ان میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے کوئی رسول تشریف نہیں لائے اور عرب میں حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد سے لے کر سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تک ان کے پاس کوئی رسول تشریف نہیں لایا جبکہ اہلِ کتاب کے پاس حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد سے لے کر حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تک کوئی رسول تشریف نہیں لایا۔[2]

رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نذیر ہونا عام ہے

یہاں آیت میں بطورِ خاص کفارِ قریش کو اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کا فرمایا گیا اور عمومی طور پر تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اہلِ عرب، اہلِ کتاب وغیرہ سبھی کو اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام لوگوں کے لئے رسول ہیں، جیسا کہ قرآنِ مجید میں ایک مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ[3]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اے محبوب! ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

---

1 ......خازن، یس، تحت الآیة: ٥-٦، ٤/٢، روح البیان، یس، تحت الآیة: ٥-٦، ٧/٣٦٨، ملتقطاً.

2 ......جمل، یس، تحت الآیة: ٦، ٦/٢٧٥، ملخصاً.

3 ......سبا: ٢٨.

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ان میں اکثر پر بات ثابت ہوچکی ہے تو وہ ایمان نہ لائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ان میں اکثر پر بات ثابت ہوچکی ہے تو وہ ایمان نہ لائیں گے۔

﴿لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ: بیشک ان میں اکثر پر بات ثابت ہوچکی ہے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا رسول اور نذیر ہونا بیان فرمایا گیا اور اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے کہ سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذمہ داری **اللّٰہ** تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا ہے اور کسی کو ہدایت دے دینا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذمہ داری نہیں ہے (یہ اس لئے فرمایا گیا تاکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کفار کے ایمان نہ لانے پر افسردہ اور غمزدہ نہ ہوں)۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ میں سے اکثر پر **اللّٰہ** تعالیٰ کا عذاب واجب ہوچکا ہے کیونکہ **اللّٰہ** تعالیٰ اپنے ازلی علم سے جانتا ہے کہ یہ لوگ اپنے اختیار سے کفر اور انکار پر اصرار کریں گے اور کفر کی حالت میں ہی انہیں موت آئے گی، اس لئے اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ لوگ آپ کے عذابِ الٰہی سے ڈرانے کے باوجود ایمان نہیں لائیں گے۔ (1)

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دیئے ہیں کہ وہ ٹھوڑیوں تک ہیں تو یہ اوپر کو منہ اٹھائے رہ گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں تو وہ ٹھوڑیوں تک ہیں تو وہ اوپر کو منہ اٹھائے ہوئے ہیں۔

﴿اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا: ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں۔﴾ بعض مفسرین کے نزدیک اس

1 ......تفسير كبير، يس، تحت الآية: ۷، ۹/۲۵٤، تفسير قرطبی، يس، تحت الآية: ۷، ۷/۸، الجزء الخامس عشر، ملتقطاً.

آیت میں ان کافروں کے کفر میں پختہ ہونے اور وعظ و نصیحت سے فائدہ نہ اٹھا سکنے کی ایک مثال بیان فرمائی گئی ہے کہ جیسے وہ لوگ جن کی گردنوں میں غُلّ کی قسم کا طوق پڑا ہو جو کہ ٹھوڑی تک پہنچتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ سر نہیں جھکا سکتے، اسی طرح یہ لوگ کفر میں ایسے راسخ ہو چکے ہیں کہ کسی طرح حق کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اس کے حضور سر نہیں جھکاتے۔

بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ ان کے حقیقی حال کا بیان ہے اور جہنم میں انہیں اسی طرح کا عذاب دیا جائے گا، جیسا کہ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ (1) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔

شانِ نزول: یہ آیت ابو جہل اور اس کے دو مخزومی دوستوں کے بارے میں نازل ہوئی، اس کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ ابو جہل نے قسم کھائی تھی کہ اگر وہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو نماز پڑھتے دیکھے گا تو پتھر سے سر کچل ڈالے گا۔ جب اس نے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو نماز پڑھتے دیکھا تو وہ اسی فاسد ارادے سے ایک بھاری پتھر لے کر آیا اور جب اس نے پتھر کو اٹھایا تو اس کے ہاتھ گردن میں چپک کر رہ گئے اور پتھر ہاتھ کو لپٹ گیا۔ یہ حال دیکھ کر وہ اپنے دوستوں کی طرف واپس لوٹا اور ان سے واقعہ بیان کیا تو اس کے دوست ولید بن مغیرہ نے کہا: یہ کام میں کروں گا اور ان کا سر کچل کر ہی آؤں گا، چنانچہ وہ پتھر لے کر آیا اور حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ابھی نماز ہی پڑھ رہے تھے، جب وہ قریب پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی سَلب کر لی، وہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی آواز سنتا تھا لیکن آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ یہ بھی پریشان ہو کر اپنے یاروں کی طرف لوٹا اور وہ بھی اسے نظر نہ آئے، انہوں نے ہی اسے پکارا اور اس سے کہا: تو نے کیا کیا؟ وہ کہنے لگا: میں نے ان کی آواز تو سنی تھی مگر وہ نظر ہی نہیں آئے۔ اب ابو جہل کے تیسرے دوست نے دعویٰ کیا کہ وہ اس کام کو انجام دے گا اور بڑے دعوے کے ساتھ وہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی طرف چلا تھا کہ الٹے پاؤں ایسا بدحواس ہو کر بھاگا کہ اوندھے منہ گر گیا، اس کے دوستوں نے حال پوچھا تو کہنے لگا: میرا حال بہت سخت ہے، میں نے ایک بہت بڑا سانڈ دیکھا جو میرے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے درمیان حائل ہو گیا، لات وعُزّیٰ کی قسم! اگر میں ذرا بھی آگے بڑھتا تو وہ مجھے کھا ہی جاتا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(2)

---

1 ......مومن: ٧١.

2 ......خازن، یس، تحت الآیة: ٨، ٣/٤، جمل، یس، تحت الآیة: ٨، ٦/٢٧٥-٢٧٦، ملتقطاً.

وَ جَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۝۹

ترجمۂ کنزالایمان: اورہم نے اُن کے آگے دیوار بنادی اوران کے پیچھے ایک دیواراوراُنہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اورہم نے ان کے آگے دیوار بنادی اوران کے پیچھے (بھی) ایک دیوار (بنادی) پھرانہیں اوپر سے (بھی) ڈھانک دیا توانہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

﴿وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا: اورہم نے ان کے آگے دیوار بنادی۔﴾ یہ بھی مثال کا بیان ہے کہ جیسے کسی شخص کے لئے دونوں طرف دیواریں ہوں اور ہرطرف سے راستہ بند کردیا گیا ہوتو وہ کسی طرح منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا، یہی حال ان کفار کا ہے کہ ان پر ہرطرف سے ایمان کی راہ بند ہے، ان کے سامنے دنیا کے غرور کی دیوار ہے اوران کے پیچھے آخرت کوجھٹلانے کی اور وہ جہالت کے قید خانہ میں قید ہیں جس کی وجہ سے آیات اور دلائل میں غور وفکر کرنا انہیں مُیَسَّر نہیں ہے۔[1]

یاد رہے کہ اَزلی کفار پر ہدایت اور ایمان کی راہ بند کر کے ان پر جبر نہیں کیا گیا بلکہ انہوں نے خود جو کفر پر اِصرار کیا، تکبر، عناد اور سرکشی کی راہ کو مستقل اختیار کیا، اس عظیم جرم کی سزا کے طور پران کے لئے ایمان کا راستہ بند کردیا گیا ہے، لہٰذا اس پر کسی طرح کا اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

وَ سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰

ترجمۂ کنزالایمان: اوراُنہیں ایک سا ہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان لانے کے نہیں۔

1 ......جمل، یس، تحت الآیة: ۹، ۶/۲۷۷.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارا انہیں ڈرانا اور نہ ڈرانا ان پر برابر ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

﴿ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ : اور تمہارا انہیں ڈرانا اور نہ ڈرانا ان پر برابر ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جن کافروں کا کفر پر جمے رہنا تقدیرِ الٰہی میں لکھا ہوا ہے آپ کا انہیں اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا یا نہ ڈرانا ان کے حق میں برابر ہے، یہ انہیں کوئی نفع نہ دے گا اور وہ کسی صورت ایمان نہیں لائیں گے۔ کافروں کا ایمان نہ لانا اس وجہ سے نہیں کہ خدا نے انہیں کفر پر ڈٹے رہنے پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ چاہتے بھی تو ایمان نہ لا پاتے بلکہ خود ان کافروں نے ضد وعناد کی وجہ سے حق قبول کرنے کی صلاحیت ختم کر لی تھی۔

یاد رہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کافروں کو اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اپنے حق میں نہ ڈرانے کے برابر نہیں ہے کیونکہ ڈرسنا کر آپ نے تبلیغ کی ذمہ داری پوری کر دی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تبلیغ کرنے کا ثواب ملے گا۔ (1)

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴿١١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم تو اُسی کو ڈرسناتے ہو جو نصیحت پر چلے اور رحمٰن سے بے دیکھے ڈرے تو اُسے بخشش اور عزت کے ثواب کی بشارت دو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم تو صرف اسے ڈراتے ہو جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمٰن سے بغیر دیکھے ڈرے تو اسے بخشش اور عزت کے ثواب کی بشارت دو۔

﴿ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ : تم تو صرف اسے ڈراتے ہو جو نصیحت کی پیروی کرے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ

1 ......روح البيان، يس، تحت الآية: ١٠، ٣٧٣/٧، تفسير كبير، يس، تحت الآية: ١٠، ٢٥٦/٩، ملتقطاً.

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے ڈرسنانے اور خوف دلانے سے وہی نفع اٹھاتا ہے جو قرآنِ مجید کی پیروی کرے اور اس میں دیئے گئے احکامات پر عمل کرے اور اللّٰہ تعالیٰ کے غیبی عذاب سے پوشیدہ اور علانیہ ہر حال میں ڈرے اور جس کا یہ حال ہے تو آپ اسے گناہوں کی بخشش اور عزت کے ثواب جنت کی بشارت دے دیں۔[1]

اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰى وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ ۜؕ وَ كُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ۠ ﴿۱۲﴾

وقف غفران ۔ ع ۱۲ ۔ ۱۸

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم مُردوں کو جِلائیں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو (عمل) انہوں نے آگے بھیجا اور ان کے پیچھے چھوڑے ہوئے نشانات کو اور ایک ظاہر کردینے والی کتاب میں ہر چیز ہم نے شمار کررکھی ہے۔

﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰى: بیشک ہم مُردوں کو زندہ کریں گے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں دین کے ایک بنیادی اصول یعنی رسالت کا ذکر ہوا اور اب یہاں سے ایک اور بنیادی اصول یعنی قیامت کا ذکر کیا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک قیامت کے دن ہم اپنی کامل قدرت سے مُردوں کو زندہ کریں گے نیز دنیا کی زندگی میں انہوں نے جو نیک اور برے اعمال کئے وہ ہم لکھ رہے ہیں تاکہ ان کے مطابق انہیں جزا دی جائے اور ہم ان کی وہ نشانیاں اور وہ طریقے بھی لکھ رہے ہیں جو وہ اپنے بعد چھوڑ گئے خواہ وہ طریقے نیک ہوں یا برے، اور ایک ظاہر کردینے والی کتاب لوحِ محفوظ میں ہر چیز ہم نے شمار کررکھی ہے۔[2]

﴿وَاٰثَارَهُمْ: اور ان کے پیچھے چھوڑے ہوئے نشانات۔﴾ آیت کی تفسیر میں بیان ہوا کہ لوگ جو طریقے اپنے پیچھے چھوڑ

1 ......خازن، يس، تحت الآية: ١١، ٣/٤.

2 ......تفسير كبير، يس، تحت الآية: ١٢، ٩/٢٥٧، مدارك، يس، تحت الآية: ١٢، ص٩٧٤-٩٧٥، خازن، يس، تحت الآية: ١٢، ٣/٤، ملتقطاً.

گئے وہ لکھے جا رہے ہیں، یہ طریقے اچھے بھی ہو سکتے ہیں اور برے بھی، دونوں کا حکم جدا جدا ہے لہٰذا لوگ جو نیک طریقے نکالتے ہیں ان کو بدعتِ حَسَنہ یعنی اچھی بدعت کہتے ہیں اور اس طریقے کو نکالنے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں دونوں کو ثواب ملتا ہے اور جو برے طریقے نکالتے ہیں ان کو بدعتِ سَیِّئہ یعنی بری بدعت کہتے ہیں، اس طریقے کو نکالنے والے اور عمل کرنے والے دونوں گناہ گار ہوتے ہیں۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس شخص نے اسلام میں نیک طریقہ نکالا اس کو طریقہ نکالنے کا بھی ثواب ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کا بھی ثواب ملے گا اور عمل کرنے والوں کے اپنے ثواب میں کچھ کمی نہ کی جائے گی اور جس نے اسلام میں برا طریقہ نکالا تو اس پر وہ طریقہ نکالنے کا بھی گناہ ہوگا اور اس طریقے پر عمل کرنے والوں کا بھی گناہ ہوگا اور ان عمل کرنے والوں کے اپنے گناہ میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ سینکڑوں اچھے کام جیسے شریعت کے مطابق فاتحہ، گیارہویں، سوئم، چالیسواں، عرس، ختم، اور میلاد کی محفلیں وغیرہ جنہیں کم علم لوگ بدعت کہہ کر منع کرتے ہیں اور لوگوں کو ان نیکیوں سے روکتے ہیں، یہ سب نیک کام درست اور اجر و ثواب کا باعث ہیں اور ان کو بدعتِ سیِّئہ یعنی بری بدعت بتانا غلط ہے۔ یہ طاعات اور نیک اعمال جو ذکر و تلاوت اور صدقہ و خیرات پر مشتمل ہیں بری بدعت نہیں، کیونکہ بری بدعت وہ برے طریقے ہیں جن سے دین کو نقصان پہنچتا ہے اور جو سنت کے مخالف ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا کہ جو قوم بدعت نکالتی ہے اس سے بدعت کی مقدار سنت اٹھ جاتی ہے۔ [2]

تو بری بدعت وہی ہے جس سے سنت اُٹھتی ہو جیسا کہ بعض لوگوں نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہلِ بیت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ سے عداوت رکھنے کی بری بدعت نکالی جس کی وجہ سے صحابۂ کرام اور اہلِ بیت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے ساتھ محبت اور نیازمندی کا طریقہ اٹھ گیا حالانکہ شریعت میں اس کا تاکیدی حکم ہے۔ کچھ لوگوں نے اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ کے مقبول بندوں جیسے انبیاءِ کرام عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے اور تمام مسلمانوں کو مشرک قرار دینے کی بدترین بدعت نکالی، اس

1 ......مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحثّ علی الصدقۃ ولو بشقّ تمرۃ... الخ، ص۵۰۸، الحدیث: ٦٩(١٠١٧).

2 ......مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث غضیف بن الحارث رضی اللّٰہ تعالی عنہ، ٦/٤٠، الحدیث: ١٦٩٦٧.

سے بزرگانِ دین کی حرمت، عزت، ادب وتکریم اور مسلمانوں کے ساتھ اُخُوَّت اور محبت کی سنتیں اٹھ جاتی ہیں حالانکہ ان کی بہت شدید تاکیدیں ہیں اور یہ دین میں بہت ضروری چیزیں ہیں۔[1]

مرنے کے بعد باقی رہ جانے والے اچھے اور برے اعمال کی مثالیں

آیت کی تفسیر میں بیان ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ انسان کی وہ نشانیاں اور وہ طریقے بھی لکھ رہا ہے جو وہ اپنے بعد چھوڑ گیا خواہ وہ طریقے نیک ہوں یا برے، اس مناسبت سے یہاں ہم انسان کے ان اچھے اور برے اعمال کی پانچ پانچ عام مثالیں دیتے ہیں جو اس کے مرنے کے بعد بھی جاری رہتے ہیں اور یہ لوگوں کے مشاہدے میں بھی ہیں، چنانچہ اچھے اعمال کی پانچ مثالیں یہ ہیں:

(1)......کوئی شخص دین کا علم پڑھاتا ہے، پھر اس کے شاگرد اپنے استاد کی وفات کے بعد بھی اس علم کی اشاعت کرتے رہتے ہیں۔

(2)......کوئی شخص دینی مدرسہ بنا دیتا ہے جس میں طلباءِ علمِ دین پڑھتے ہیں اور بانی کی وفات کے بعد بھی طلباء دین کا علم حاصل کرتے رہتے ہیں۔

(3)......کوئی انسان کسی دینی موضوع پر کتاب تصنیف کرتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد بھی اس کتاب کی اشاعت ہوتی رہتی ہے۔

(4)......کوئی شخص مسجد بنا دیتا ہے جس میں لوگ نماز پڑھتے ہیں اور یہ سلسلہ اس کے مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔

(5)......کوئی شخص کنواں کھدوا کر یا بورنگ کروا کر لوگوں کے لئے پانی کا انتظام کر دیتا ہے اور لوگ اس کے مرنے کے بعد بھی پانی حاصل کرتے رہتے ہیں۔

برے اعمال کی 5 مثالیں یہ ہیں،

(1)......کوئی شخص فلم سٹوڈیو، سینما گھر، ویڈیو شاپ یا میوزک ہاؤس بناتا ہے جس میں اس کے مرنے کے بعد بھی فلمیں بنانے، دکھانے، بیچنے، میوزک تیار کرنے اور سننے سنانے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

(2)......کوئی شراب خانہ یا قحبہ خانہ بناتا ہے اور عورتوں کو بدکاری کے لئے تیار کرتا ہے جہاں لوگ شرابیں پیتے اور

---

1 ......خزائن العرفان، یٰس، تحت الآیۃ: ۱۲، ص۸۱۵، ملخصاً۔

بدکاری کرتے ہیں، پھراس کے مرنے کے بعد بھی وہ شراب اور بدکاری کے اڈے قائم رہتے ہیں، ان میں لوگ شرابیں پیتے رہتے اور بدکاری ہوتی رہتی ہے اوراس کی تیار کردہ عورتیں بدکاری کرواتی رہتی ہیں۔

(3)......انٹرنیٹ پر فحش ویب سائٹ یا سوشل میڈیا پر فحاشی، عُریانی اور بے حیائی کی اشاعت کے لئے پیج بناتا ہے، پھراس کے مرنے کے بعد بھی لوگ انہیں دیکھتے رہتے اور گناہ میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں۔

(4)......کوئی انسان جُوا خانہ بنا کر مرجاتا ہے جس میں اس کے مرنے کے بعد بھی جوئے اور سٹے بازی چلتی رہتی ہے۔

(5)......کوئی شخص ایسے قوانین بناتا ہے جو ظلم اور ناانصافی پر مشتمل ہوں اور لوگوں کے درمیان شر اور فساد کی بنیادیں کھڑی کرتا ہے، پھراس کے مرنے کے بعد بھی ان قوانین پر عمل ہوتا رہتا ہے اور لوگوں میں شر وفساد جاری رہتا ہے۔

ان مثالوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس حدیث پاک کو ایک بار پھر پڑھیں، چنانچہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس شخص نے اسلام میں نیک طریقہ نکالا اس کو طریقہ نکالنے کا بھی ثواب ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کا بھی ثواب ملے گا اور عمل کرنے والوں کے اپنے ثواب میں کچھ کمی نہ کی جائے گی اور جس نے اسلام میں برا طریقہ نکالا تو اس پر وہ طریقہ نکالنے کا بھی گناہ ہوگا اور اس طریقے پر عمل کرنے والوں کا بھی گناہ ہوگا اور ان عمل کرنے والوں کے اپنے گناہ میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔[1]

اس میں جاری رہنے والے نیک اعمال کرنے والوں کے لئے تو ثواب کی بشارت ہے اور ان لوگوں کے لئے وعید ہے جو جاری رہنے والے گناہوں کا سلسلہ شروع کئے ہوئے ہیں، یہ اپنے انجام پر خود ہی غور کرلیں کہ جب اپنے گناہوں کے ساتھ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ ان کے کندھے پر بھی ہوگا اور اپنے گناہوں کے عذاب کے ساتھ ساتھ دوسروں کے گناہ کا عذاب بھی پائیں گے تو ان کا کیا حال ہوگا۔ اللّٰہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور گناہِ جاریہ کے جاری سلسلے ختم کرکے سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اس آیت کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ آثار سے مراد وہ قدم ہیں جو نمازی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے مسجد کی طرف چلنے میں رکھتا ہے اور اس معنی پر آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ بنی سلمہ مدینہ طیبہ کے کنارے پر رہتے تھے، انہوں نے چاہا کہ مسجد شریف کے قریب رہائش اختیار کرلیں، اس پر یہ آیت

1 ......مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحثّ علی الصدقۃ ولو بشقّ تمرۃ... الخ، ص۵۰۸، الحدیث: ٦۹(۱۰۱۷).

نازل ہوئی اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے قدم لکھے جاتے ہیں، اس لئے تم مکان تبدیل نہ کرو، یعنی جتنی دور سے آؤ گے اتنے ہی قدم زیادہ پڑیں گے اور اجر وثواب زیادہ ہوگا۔[1]

باجماعت نماز پڑھنے کے لئے دور سے آنے والوں کی فضیلت اور صحابۂ کرام کا جذبہ

اس سے معلوم ہوا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے جو بندہ مسجد کی طرف چل کر جاتا ہے اسے ہر قدم پر ثواب دیا جاتا ہے اور جو زیادہ دور سے چل کر آئے گا اس کا ثواب بھی زیادہ ہوگا، ترغیب کے لئے یہاں اس سے متعلق مزید 3 اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب آدمی اچھی طرح وضو کرے، پھر مسجد کی طرف نکلے اور اسے (گھر وغیرہ سے مسجد کی طرف جانے کے لئے) نماز نے نکالا ہو تو جو قدم بھی وہ رکھتا ہے اس کے بدلے ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے۔[2]

(2)......حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’لوگوں میں سب سے زیادہ نماز کا اجر اس شخص کو ملتا ہے جو سب سے زیادہ دور سے نماز پڑھنے آئے، اس کے بعد اسے اجر ملتا ہے جو اس کے بعد دور سے آنے والا ہو۔[3]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو شخص مسجد سے جتنا زیادہ دور ہے اسے (جماعت میں شامل ہونے کے باعث) اتنا ہی زیادہ ثواب ملتا ہے۔[4]

یہاں باجماعت نماز پڑھنے کے لئے دور سے چل کر آنے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے جذبے کی ایک جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ

حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جس کا گھر مسجدِ نبوی سے سب سے زیادہ دور تھا اور اس کی نماز کبھی قضا نہیں ہوتی تھی، میں نے اسے مشورہ دیا کہ دراز گوش خرید لو جس پر سوار ہو کر

1 ......ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة یس، ۵/۱۵٤، الحدیث: ۳۲۳۷.

2 ......بخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاة الجماعة، ۱/۲۳۳، الحدیث: ٦٤۷.

3 ......مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل کثرة الخطا الی المساجد، ص۳۳٤، الحدیث: ۲۷۷(٦٦۲).

4 ......ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی فضل المشی الی الصلاة، ۱/۲۳۱، الحدیث: ۵۵٦.

دھوپ اور اندھیرے میں آسانی سے (مسجد تک) آسکو۔ اس نے کہا: اگر میرا گھر مسجدِ نبوی کے پہلو میں ہوتا تو یہ میرے لئے کوئی خوشی کی بات نہ تھی، میری نیت یہ ہے کہ میرے لئے گھر سے مسجد تک آنے اور مسجد سے اپنے اہلِ خانہ کی طرف لوٹنے کا ثواب لکھا جائے۔ (جب رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس کی یہ بات معلوم ہوئی تو) حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (اس سے) ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے یہ تمام (ثواب) تمہارے لئے جمع کر دیا۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی نیتیں مبارک اور جذبات مقدس ہوتے اور وہ نیکیاں جمع کرنے کے انتہائی حریص ہوا کرتے تھے اور چونکہ نماز کے لئے آنے اور جانے میں ہر قدم پر نیکی ملتی ہے، اس لئے وہ زیادہ نیکیاں جمع کرنے کے لئے مسجد سے دور بسنے کا ارادہ کرتے اور پھر بر وقت جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا پورا اہتمام بھی کرتے تھے۔ افسوس! فی زمانہ لوگوں کا حال اور اندازِ فکر ہی بدل چکا ہے کہ گھر قریب ہونے کے باوجود جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آنا ان کے لئے تکلیف دِہ ہے، مسجد سے دور گھر اس لئے لیتے ہیں تاکہ شرعی طور پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ان پر واجب نہ رہے اور بسا اوقات ان کا حال یہ ہوجاتا ہے کہ جماعت تو رہی ایک طرف نماز بھی ضائع کرنے لگ جاتے ہیں، یہ تو عوام کا حال ہے اور ان سے زیادہ افسوس ناک صورتِ حال یہ ہے کہ جماعت کا باقاعدہ اہتمام ان حضرات کے ہاں بھی مفقود ہوتا جا رہا ہے جو اپنے آپ کو دین کا ستون سمجھے بیٹھے ہیں، البتہ جو شرعاً معذور ہیں ان پر کوئی حکم نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچی ہدایت اور نیکیاں جمع کرنے کی حرص نصیب فرمائے، اٰمین۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ انسان کے نشانِ قدم میں سے کچھ چھوڑتا تو اسے چھوڑ دیتا جسے ہوائیں مٹا دیتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ انسان کے اس نشانِ قدم اور اس کے ہر عمل کا شمار رکھتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس نشانِ قدم کو بھی شمار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اٹھا اور اسے بھی جو مَعْصِیَت میں چلا، تو اے لوگو! تم میں سے جو اس چیز کی طاقت رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے قدم لکھے جائیں تو وہ ایسا کرے۔[2]

مسلمان کی عیادت اور ملاقات کیلئے جانے کے فضائل

اس سے معلوم ہوا کہ بندہ جس نیک کام کے لئے بھی قدم اٹھاتا ہے اس کا وہ قدم شمار کیا جاتا ہے اور اسے ان

---

1 ......مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل کثرة الخطا الی المساجد، ص٣٣٤، الحدیث: ٢٧٨(٦٦٣).

2 ......در منثور، یس، تحت الآیة: ١٢، ٧/٤٧.

قدموں کے حساب سے ثواب دیا جائے گا، اسی مناسبت سے یہاں بطورِ خاص مریض کی عیادت کے لئے جانے اور کسی مسلمان سے ملاقات کیلئے جانے کے فضائل ملاحظہ ہوں کہ یہ قدم بھی اطاعتِ الٰہی میں شمار کئے جاتے ہیں۔

(1)......حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ (اس کے پاس سے) لوٹ آنے تک جنت کے باغ میں رہتا ہے۔‘‘[1]

(2)......حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجۡہَہُ الۡکَرِیۡم سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو مسلمان صبح کے وقت کسی مسلمان کی عیادت کرے تو ستر ہزار فرشتے اسے شام تک دعائیں دیتے ہیں اور جو شام کے وقت عیادت کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اسے دعائیں دیتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں باغ ہوگا۔‘‘[2]

(3)......حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو کسی مریض کی عیادت کرتا ہے یا اللّٰہ تعالٰی کے لئے اپنے کسی مسلمان بھائی سے ملنے جاتا ہے تو ایک مُنادی اسے مُخاطَب کر کے کہتا ہے: خوش ہو جا کیونکہ تیرا یہ چلنا مبارک ہے اور تو نے جنت میں اپنا ٹھکانہ بنالیا ہے۔‘‘[3]

(4)......حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ایک شخص کسی شہر میں اپنے کسی بھائی سے ملنے گیا تو اللّٰہ تعالٰی نے ایک فرشتہ اس کے راستے میں بھیجا، جب وہ فرشتہ اس کے پاس پہنچا تو اس سے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: اس شہر میں میرا ایک بھائی رہتا ہے اس سے ملنے جارہا ہوں۔ اس فرشتے نے پوچھا: کیا اس کا تجھ پر کوئی احسان ہے جسے اتارنے جارہا ہے؟ اس شخص نے کہا: نہیں! بلکہ میں اللّٰہ تعالٰی کے لئے اس سے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا: مجھے اللّٰہ تعالٰی نے تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ تجھے بتادوں کہ اللّٰہ تعالٰی بھی تجھ سے اسی طرح محبت فرماتا ہے جس طرح تو اس کے لئے دوسروں سے محبت کرتا ہے۔‘‘[4]

اللّٰہ تعالٰی ہمیں مسلمان مریضوں کی عیادت کے لئے جانے اور اپنی رضا کے لئے مسلمان بھائیوں سے ملنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......مسلم، کتاب البرّ والصلة والآداب، باب فضل عیادة المریض، ص١٣٨٩، الحدیث: ٤١(٢٥٦٨).

2 ......ترمذی، کتاب الجنائز عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، باب ما جاء فی عیادة المریض، ٢/٢٩٠، الحدیث: ٩٧١.

3 ......ترمذی، کتاب البرّ والصلة، باب ما جاء فی زیارة الاخوان، ٣/٤٠٥، الحدیث: ٢٠١٥.

4 ......مسلم، کتاب البرّ والصلة والآداب، باب فی فضل الحبّ فی اللّٰہ، ص١٣٨٨، الحدیث: ٣٨(٢٥٦٧).

وقف لازم

وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْیَةِۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَۚ (۱۳) اِذْ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهِمُ اثْنَیْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلَیْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ (۱۴) قَالُوْا مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَاۙ وَ مَاۤ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ (۱۵) قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّاۤ اِلَیْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ (۱۶) وَ مَا عَلَیْنَاۤ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (۱۷) قَالُوْۤا اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِكُمْۚ لَىٕنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَ لَیَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۱۸) قَالُوْا طَآىٕرُكُمْ مَّعَكُمْؕ اَىٕنْ ذُكِّرْتُمْؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ (۱۹) وَ جَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ یَّسْعٰى قَالَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَۙ (۲۰) اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْــٴَـلُكُمْ اَجْرًا وَّ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ (۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان سے مثال بیان کرو اس شہر والوں کی جب ان کے پاس فرستادے آئے۔ جب ہم نے اُن کی طرف دو بھیجے پھر انہوں نے ان کو جھٹلایا تو ہم نے تیسرے سے زور دیا اب ان سب نے کہا کہ بیشک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور رحمٰن نے کچھ نہیں اُتارا تم نرے جھوٹے ہو۔ وہ بولے ہمارا رب جانتا ہے کہ بے شک ضرور ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ اور ہمارے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔ بولے ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں بے شک تم اگر باز نہ آئے تو ضرور ہم تمہیں سنگسار کریں گے بے شک ہمارے ہاتھوں تم پر دکھ کی مار پڑے گی۔ انہوں نے فرمایا تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہے کیا اس پر بدکتے ہو کہ تم سمجھائے گئے بلکہ تم حد سے

بڑھنے والے لوگ ہو۔اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک مرد دوڑتا آیا بولا اے میری قوم بھیجے ہوؤں کی پیروی کرو۔
ایسوں کی پیروی کرو جو تم سے کچھ نیگ نہیں مانگتے اور وہ راہ پر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوران سے شہر والوں کی مثال بیان کرو جب ان کے پاس رسول آئے۔ جب ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے پھر انہوں نے ان کو جھٹلایا تو ہم نے تیسرے کے ذریعے مدد کی تو ان سب نے کہا کہ بیشک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا: تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو اور رحمٰن نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم صرف جھوٹ بول رہے ہو۔ رسولوں نے کہا: ہمارا رب جانتا ہے کہ بیشک ضرور ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ اور ہمارے ذمہ صرف صاف صاف تبلیغ کر دینا ہی ہے۔ لوگوں نے کہا: ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں۔ بیشک اگر تم باز نہ آئے تو ضرور ہم تمہیں سنگسار کریں گے اور ضرور تمہیں ہماری طرف سے دردناک سزا پہنچے گی۔ رسولوں نے فرمایا: تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہے۔ کیا (اس پر بدکتے ہو) کہ تمہیں نصیحت کی گئی ہے بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔ اور شہر کے دور کے کنارے سے ایک مرد دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا: اے میری قوم! ان رسولوں کی پیروی کرو۔ ایسوں کی پیروی کرو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

﴿ **وَاضۡرِبۡ لَہُمۡ مَّثَلًا اَصۡحٰبَ الۡقَرۡیَۃِ : اوران سے شہر والوں کی مثال بیان کرو۔** ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ کفارِ مکہ کے سامنے شہر والوں کا واقعہ بیان کر کے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں تاکہ جس وجہ سے اس شہر کے کافروں پر عذاب نازل ہوا اس سے یہ لوگ بچیں۔

شہر والوں کے واقعے کا خلاصہ

اس آیت میں شہر والوں کا جو واقعہ بیان کرنے کا فرمایا گیا اس کے کچھ حصے اگلی 16 آیات میں بھی بیان ہوئے ہیں، اس کے حوالے سے یہ بات یاد رہے کہ یہاں جس شہر اور جن رسولوں کا تذکرہ ہے ان کے بارے میں مفسرین کے متعدد اَقوال ہیں اور ان میں بہت سے اختلافات ہیں اور ان اختلافات کی اکثر صورتوں پر کئی اِشکالات ہیں، اس لئے ہم ان آیات کی تفسیر میں اس واقعے کے صرف اتنے حصے کو بیان کریں گے جو قرآنِ مجید کی آیات و روایات سے زیادہ واضح طور پر سامنے آرہا ہے اور وہ بطورِ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو رسولوں کو ایک شہر والوں کی طرف مبعوث فرمایا جنہوں نے ان

شہر والوں کو توحید و رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی لیکن ان کی دعوت سن کر شہر والوں نے انہیں جھٹلایا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک تیسرے رسول کو پہلے دونوں کی مدد کیلئے بھیجا۔ اب ان تینوں رسولوں نے قوم سے اِرشاد فرمایا کہ ہم تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، لیکن قوم نے اِس بات کو تسلیم کرنے کی بجائے وہی اعتراض کیا جو اکثر و بیشتر امتوں نے اپنے رسولوں پر کیا تھا اور وہ اعتراض یہ تھا کہ تم تو ہمارے جیسے انسان ہو، لہٰذا تم کیسے خدا کے رسول ہو سکتے ہو؟ یعنی اُن کافروں کے اعتقاد کے مطابق رسول انسانوں میں سے نہیں بلکہ فرشتوں میں سے ہونا چاہیے تھا اور یہ چونکہ انسان تھے اس لئے ان کے نزدیک رسول نہیں ہو سکتے تھے۔ اس کے ساتھ کافروں نے یہ بھی کہا کہ خدائے رحمٰن عَزَّوَجَلَّ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا یعنی وحی کے نزول کا دعویٰ غلط ہے اور تم جھوٹے ہو جو ہمارے سامنے رسالت کا دعویٰ کر رہے ہو۔ اُن رسولوں نے سخت الفاظ کا جواب سختی کے ساتھ دینے کی بجائے بڑے خوبصورت انداز میں جواب دیا کہ ہمارا رب جانتا ہے کہ یقیناً ہم خدا کے رسول ہیں اور مزید یہ بھی جان لو ہماری صرف یہ ذمہ داری ہے کہ تم تک خدا کا پیغام واضح طور پر پہنچا دیں۔ اس کے جواب میں قوم نے کہا کہ ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں، لہٰذا تم اپنی اس تبلیغ سے باز آ جاؤ ورنہ ہم تمہیں سخت سزا دیں گے اور تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔ اُن رسولوں نے جواب دیا کہ ہمیں منحوس قرار نہ دو کیونکہ تمہاری نحوست تمہارے کفر و ضلالت کی صورت میں تمہارے ساتھ موجود ہے۔ کیا تم لوگ ہمیں اس لئے پتھر مارو گے کہ ہم نے تمہیں صحیح بات سمجھانے کی کوشش کی ہے، اگر یہ بات ہے تو تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔

جب یہ مکالمہ جاری تھا اور قوم اُن رسولوں کو شہید کرنے، ایذاء پہنچانے اور ان کے پیغام کو نہ ماننے پر تُلی ہوئی تھی، اسی دوران یہ بات ایک مردِ مومن تک پہنچی جو پہلے سے ہی مومن تھا یا اِن رسولوں سے ملاقات کے بعد مسلمان ہوا تھا اور وہ شہر کے کنارے پر رہتا تھا، وہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تائید اور اپنی قوم کو سمجھانے کیلئے بھاگا ہوا آیا اور ان سے کہنے لگا کہ اِن رسولوں کی پیروی کرو، اِن کے حقّانیّت پر ہونے کی یہ بڑی واضح دلیل ہے کہ اِن کا اِس پیغام پہنچانے میں کوئی دُنْیَوی مفاد نہیں، یہ تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے، نیز یہ ہدایت یافتہ ہیں کہ ان کی باتیں معقول اور سمجھ میں آنے والی ہیں۔ نیز اے میری قوم! میں بھی مسلمان ہوں اور خالقِ کائنات کی عبادت کرنے والا ہوں اور مجھے کیا ہے کہ میں اس خدا کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا، کیا میں اُس کے علاوہ ایسے بتوں کو معبود بناؤں جن کی سفارش مجھے کوئی نفع نہیں دے سکتی اور نہ وہ مجھے اس وقت بچا سکتے ہیں جب خدا مجھے نقصان پہنچانا چاہے۔ اگر اس کے

باوجود میں خدا کے علاوہ کسی کی عبادت کروں تو پھر میں کھلی گمراہی میں ہوں گا، پس میں تو اپنے رب پر ایمان لایا تو تم میری بات سنو اور اس بات پر غور کر کے ایمان لاؤ۔ مردِ مومن کی اِن باتوں کو سننے کے باوجود لوگ ایمان نہ لائے بلکہ اُسے بھی تنگ کرنے کے درپے ہوگئے پھر یا تو وہ خیر خواہ مردِ مومن فوت ہوگئے یا قوم نے انہیں شہید کر دیا اور بعدِ وفات فرشتوں کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے اُسے جنت کی بشارت سنائی۔ جنت کی خوشخبری سن کر بھی اُس مردِ ناصح نے اپنی قوم کا غم کیا اور یہ تمنا کی: کاش میری قوم کو معلوم ہو جائے کہ میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے مجھے بخش دیا اور میری عزت افزائی فرمائی ہے۔ آخر کار قوم کے تکذیب کرنے اور ایمان نہ لانے پر اُن پر خدائی عذاب آیا جو ایک چیخ کی صورت میں تھا جس کے نتیجے میں وہ ایسے ہلاک ہوگئے جیسے بجھی ہوئی راکھ ہوتی ہے۔[1]

رسولوں اور مردِ مومن کے واقعے سے حاصل ہونے والی معلومات

اس واقعے سے 6 باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......اللہ تعالیٰ اپنے مُقَرَّب بندوں کی دوسرے مقرب بندوں کے ذریعے مدد فرماتا اور انہیں تَقْوِیَت پہنچاتا ہے۔

(2)......دین کی دعوت دینے کے دوران سننے والے کی طرف سے جاہلانہ سلوک ہو تو اس پر صبر کرنا، عَفْوْ درگُزر سے کام لینا اور حِلم و بُردباری کا مظاہرہ کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔

(3)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے جیسا بشر کہنا ہمیشہ سے کفار کا طریقہ رہا ہے۔

(4)......اللہ تعالیٰ کے نیک اور مُقَرَّب بندوں کو منحوس سمجھنا اور انہیں تکلیف پہنچانے کی دھمکیاں دینا کافروں کا طریقہ ہے۔

(5)......اصل نحوست کفر اور گناہ کی صورت میں ہوتی ہے۔

(6)......اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اپنی زندگی میں اور وفات کے بعد بھی مخلوق کی خیر خواہی کرتے ہیں۔

اَشیاء کو منحوس سمجھنے میں لوگوں کی عادت

لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جس چیز کی طرف ان کے دل مائل ہوں اور ان کی طبیعت اسے قبول کرے تو وہ اس چیز کو اپنے حق میں بابرکت سمجھتے ہیں اور جس چیز سے نفرت کرتے اور اسے ناپسند کرتے ہوں تو اس چیز کو اپنے

---

[1]......ابن کثیر،یس،تحت الآیۃ:١٣-١٤،٦/٤٠٥-٥٠٥، روح البیان، یس، تحت الآیۃ:١٤-١٥،٧/٣٧٨-٣٨٠، ابو سعود، یس، تحت الآیۃ: ١٦-١٧، ٣٨٠/٤، خازن، یس، تحت الآیۃ :١٨-٢٩ ، ٤/٥-٦ ، روح المعانی، یس، تحت الآیۃ:٢٠-٢٩، ١١/٥٤٣-٥٤٩،١٢/٥-٦، جلالین، یس، تحت الآیۃ:٢٠-٢٩،ص٣٦٩.

حق میں منحوس سمجھتے ہیں، اسی لئے اگر انہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے تو کہتے ہیں کہ یہ فلاں کی نحوست ہے اور اس کی وجہ سے ہمارا یہ نقصان ہوگیا، آپس میں لڑائی جھگڑا شروع ہوگیا، رشتہ ٹوٹ گیا، اگر چہ ان سب کی حقیقی وجہ کچھ اور ہو۔ یاد رہے کہ شرعی طور پر نہ کوئی شخص منحوس ہے، نہ کوئی جگہ، وقت یا چیز منحوس ہے، اسلام میں اس کا کوئی تصوُّر نہیں اور یہ محض وہمی خیالات ہوتے ہیں۔ یہاں اسی سے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ سے ہونے والا ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو تا کہ ان وہمی خیالات سے بچنے کا ذہن بنے اور انہیں دور کرنے کے اِقدامات کریں۔

سوال: ایک شخص نجابت خاں جاہل اور بدعقیدہ ہے اور سود خوار بھی ہے، نماز روزہ خیرات وغیرہ کرنا بے کارِ محض سمجھتا ہے، اس شخص کی نسبت عام طور پر جملہ مسلمانان واہلِ ہنود میں یہ بات مشہور ہے کہ اگر صبح کو اس کی منحوس صورت دیکھ لی جائے یا کہیں کام کو جاتے ہوئے یہ سامنے آجائے تو ضرور کچھ نہ کچھ دقت اور پریشانی اٹھانی پڑے گی اور چاہے کیسا ہی یقینی طور پر کام ہو جانے کا وُثوق ہو لیکن ان کا خیال ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرور رکاوٹ اور پریشانی ہوگی، چنانچہ اُن لوگوں کو ان کے خیال کے مناسب برابر تجربہ ہوتا رہتا ہے اور وہ لوگ برابر اس امر کا خیال رکھتے ہیں کہ اگر کہیں جاتے ہوئے سامنے پڑ گیا تو اپنے مکان کو واپس جاتے ہیں اور چندے (یعنی کچھ دیر) تَوَقُّف کرکے (اور) یہ معلوم کرکے کہ وہ منحوس سامنے تو نہیں ہے، جاتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کا یہ عقیدہ اور طرزِ عمل کیسا ہے؟ (اس میں) کوئی قباحتِ شرعیہ تو نہیں؟

جواب: شرعِ مُطَہَّر میں اس کی کچھ اصل نہیں، لوگوں کا وہم سامنے آتا ہے۔ شریعت میں حکم ہے: ''**اِذَا تَطَیَّرْتُمْ فَامْضُوْا**'' جب کوئی شگونِ بد، گمان میں آئے تو اس پر عمل نہ کرو۔ وہ طریقہ محض ہندوانہ ہے، مسلمان کو ایسی جگہ چاہیے کہ ''**اَللّٰھُمَّ لَا طَیْرَ اِلَّا طَیْرُکَ وَ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُکَ وَ لَا اِلٰـهَ غَیْرُکَ**'' (ترجمہ: اے اللہ! نہیں ہے کوئی برائی مگر تیری طرف سے اور نہیں ہے کوئی بھلائی مگر تیری طرف سے اور تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔) پڑھ لے، اور اپنے رب پر بھروسا کرکے اپنے کام کو چلا جائے، ہرگز نہ رکے نہ واپس آئے۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں کسی چیز کو منحوس سمجھنے اور اس سے بدشگونی لینے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔[2]

---

1 ...... فتاوی رضویہ، ۲۹/۶۴۱۔

2 ...... بدشگونی سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''بدشگونی'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

پارہ نمبر...... 23

وَمَالِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور مجھے کیا ہے کہ اس کی بندگی نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تمہیں پلٹنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مجھے کیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

﴿وَمَالِیَ: اور مجھے کیا ہے۔﴾ جب مردِ مومن نے قوم سے رسولوں کی پیروی کرنے کا کہا تو قوم نے ان سے کہا: کیا تم ہمارے دین کے مخالف، ان لوگوں کی پیروی کرنے لگے ہو اور ان کے خدا پر ایمان لے آئے ہو؟ اس کے جواب میں اُس مومن نے کہا کہ اس حقیقی مالک کی عبادت نہ کرنے کا کیا مطلب جس نے مجھے پیدا کیا اور جس کی طرف لوٹ کر سب کو جانا ہے۔ ہر شخص اپنے وجود پر نظر کر کے اس کی نعمت اور احسان کے حق کو پہچان سکتا ہے۔[1]

مُبلّغ کے لئے نصیحت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کو وعظ و نصیحت کرتے وقت ایسا انداز اختیار نہیں کرنا چاہئے جس سے وہ غور و فکر کرنے کی بجائے نصیحت کرنے والے کی مخالفت پر اتر آئے، جیسے یہاں اُس خیر خواہ مومن نے قوم کو یہ نہیں کہا کہ تم گمراہ اور خطا کار ہو، تمہاری سوچ غلط اور عقیدے میں خطا ہے بلکہ یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا ہے اور یہ اس کے حقیقی معبود اور عبادت کا مستحق ہونے کی ایک دلیل ہے، تو اگر میں اس کی وحدانیت کا اقرار نہ کروں اور صرف اسی کی عبادت نہ کروں تو یہ میری ناشکری، احسان فراموشی اور میری خطا ہے، یوں اس لئے کہا تاکہ قوم اس بات پر غور کرے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنا اور صرف اسی کو عبادت کا مستحق ماننا غلط طریقہ ہوتا تو یہ شخص اپنے لئے اسے اختیار نہ کرتا

1 ......خازن، یس، تحت الآیة: ۲۲، ۶/۴، روح البیان، یس، تحت الآیة: ۲۲، ۳۸۵/۷، **خزائن العرفان، یٰس، تحت الآیۃ: ۲۲، ص ۸۱۸، ملتقطاً۔**

کیونکہ انسان اپنے لئے ہمیشہ صحیح چیز کو ہی اختیار کرتا ہے، اس کے بعد انتہائی لطیف طریقے سے قوم کو اس کی گمراہی پر تنبیہ کی کہ مرنے کے بعد جب تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو اس وقت تمہیں اللہ تعالیٰ ہی کی بارگاہ میں لوٹایا جائے گا اور تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا اور جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسی تمہیں جزا ملے گی، اس لئے دانش مندی کا تقاضا یہی ہے کہ تم اِن رسولوں کی اتباع کرو اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کر کے صرف اسی کی عبادت کرو۔

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْــٴًـا وَّ لَا یُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّیْۤ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّیْۤ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اللہ کے سوا اور خدا ٹھہراؤں کہ اگر رحمٰن میرا کچھ برا چاہے تو ان کی سفارش میرے کچھ کام نہ آئے اور نہ وہ مجھے بچاسکیں۔ بے شک جب تو میں کھلی گمراہی میں ہوں۔ مقرر میں تمہارے رب پر ایمان لایا تو میری سنو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا میں اللہ کے سوا اور معبود بنالوں کہ اگر رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو اِن کی سفارش مجھے کوئی نفع نہ دے اور نہ وہ مجھے بچاسکیں گے۔ بیشک جب تو میں کھلی گمراہی میں ہوں گا۔ بیشک میں تمہارے رب (اللہ) پر ایمان لایا تو تم میری سنو۔

﴿ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً: کیا میں اللہ کے سوا اور معبود بنالوں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مردِ مومن نے مزید یہ کہا: کیا میں اپنے خالق اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان بتوں کو اپنا معبود بنالوں جن کی بے بسی کا حال یہ ہے کہ اگر رحمٰن عَزَّوَجَلَّ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو یہ بت مجھے کوئی نفع نہیں پہنچاسکتے کیونکہ انہیں سفارش کرنے کی اہلیت اور اس کا حق حاصل ہی نہیں اور نہ ہی وہ خود اپنی قدرت اور طاقت کے ذریعے مجھے اس نقصان سے بچاسکیں گے اور بتوں کا عاجز اور بے بس ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ بت عبادت کے مستحق ہرگز نہیں ہیں اور اگر میں اللہ تعالیٰ کی بجائے

بتوں کو اپنا معبود بنالوں جب تو بیشک میں کھلی گمراہی میں ہوں گا کیونکہ عاجز اور بے بس بتوں کو اس خالق کے ساتھ شریک کرنا جس کے علاوہ کسی اور کو حقیقی قدرت حاصل نہیں، ایسی گمراہی ہے جو کہ کسی بھی عقل مند سے پوشیدہ نہیں۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹے معبود بت وغیرہ کسی کی شفاعت نہ کر سکیں گے اور اس سے پتہ لگا کہ اللہ تعالیٰ کے وہ محبوب بندے جن کو شفاعت کا اِذن مل چکا ہے وہ ضرور شفاعت کریں گے۔

﴿اِنِّیْۤ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ: بیشک میں تمہارے رب (اللہ) پر ایمان لایا۔﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ جب اُس مُبَلِّغ مومن نے اپنی قوم سے ایسا نصیحت آمیز کلام کیا تو وہ لوگ ان پر یکبارگی ٹوٹ پڑے، ان پر پتھراؤ شروع کیا اور پاؤں سے کچلا، جب قوم نے ان پر حملہ شروع کیا تو انہوں نے جلدی سے رسولوں کی خدمت میں عرض کیا: بیشک میں آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لایا تو آپ میرے ایمان کے گواہ ہو جائیں۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ اُس مُبَلِّغ نے اپنی قوم کو مُخاطَب کرتے ہوئے کہا کہ بے شک میں تمہارے اس رب پر ایمان لے آیا ہوں جس کا تم انکار کرتے ہو (کیونکہ وہی میرا، تمہارا اور ساری کائنات کا حقیقی رب ہے) تو تم اِن رسولوں کی پیروی کرنے سے متعلق میری بات غور سے سنو اور میری بات مان لو، میں نے تمہیں حق پر مُتَنَبِّہ کر دیا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ عبادت کا حق دار وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور جس کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔ قوم نے ان کی نصیحت پر عمل کرنے کی بجائے انہیں شہید کر دیا۔

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿٢٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس سے فرمایا گیا کہ جنت میں داخل ہو کہا کسی طرح میری قوم جانتی۔ جیسی میرے رب نے میری مغفرت کی اور مجھے عزت والوں میں کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اس سے) فرمایا گیا کہ تو جنت میں داخل ہو جا، اس نے کہا: اے کاش کہ میری قوم جان لیتی۔ جیسی

---

[1] ......روح البیان، یس، تحت الآیة: ٢٣-٢٤، ٧/٣٨٥، ملتقطاً۔

میرے رب نے میری مغفرت کی اور مجھے عزت والوں میں شامل کیا۔

﴿قِيْلَ: (اس سے) فرمایا گیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب لوگوں نے اُس مخلص مُبلِّغ کو شہید کردیا تو عزت و اِکرام کے طور پر مُبلِّغ سے فرمایا گیا: تو جنت میں داخل ہوجا۔ جب وہ جنت میں داخل ہوئے اور وہاں کی نعمتیں دیکھیں تو انہوں نے یہ تمنا کی کہ ان کی قوم کو معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے اور میری بہت عزت افزائی فرمائی ہے۔

دشمنوں پر رحم کرنا اور ان کی خیر خواہی کرنا بزرگانِ دین کا طریقہ ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اُس مخلص مومن اور خیر خواہ مُبلِّغ نے زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی اپنی قوم کا بھلا چاہا اور ان کے ایمان لانے کی تمنا کی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کا طریقہ یہ ہے کہ وہ غصہ پی جاتے ہیں اور اپنے دشمنوں پر بھی رحم فرماتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن اور خصوصاً مُبلِّغ کی شان کے لائق یہ ہے کہ وہ لوگوں کی دشمنی اور مخالفت کی طرف توجہ نہ کرے بلکہ ہر حال میں ان کا خیر خواہ رہے اور ان کی اصلاح کی دعا کرتا رہے۔ اسی مناسبت سے یہاں دشمنوں پر رحم اور ان کی خیر خواہی کرنے سے متعلق تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت سے 3 واقعات اور خود کو تکلیف پہنچانے والوں کی خیر خواہی کرنے سے متعلق دیگر بزرگانِ دین کے دو واقعات ملاحظہ ہوں،

(1)......ایک مرتبہ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا جنگِ اُحد کے دن سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آپ پر گزرا ہے؟ ارشاد فرمایا ''ہاں، اے عائشہ! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا، وہ دن میرے لئے جنگِ اُحد کے دن سے بھی زیادہ سخت تھا جب میں نے طائف میں وہاں کے ایک سردار ''ابنِ عبد یالیل بن عبد کلال'' کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے دعوتِ اسلام کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا (اور اہلِ طائف نے مجھ پر پتھراؤ کیا) میں اس رنج و غم میں سر جھکائے چلتا رہا یہاں تک کہ مقام ''قَرنُ الثَّعالب'' میں پہنچ کر میرے ہوش و حواس بجا ہوئے۔ وہاں پہنچ کر جب میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بدلی مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے، اس بادل میں سے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھے آواز دی اور کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا قول

اوران کا جواب سن لیا اور اب آپ کی خدمت میں پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے۔تا کہ وہ آپ کے حکم کی تعمیل کرے۔حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بیان ہے کہ پہاڑوں کا فرشتہ مجھے سلام کرکے عرض کرنے لگا: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللّٰہ تعالٰی نے آپ کی قوم کا قول اورانہوں نے آپ کو جو جواب دیا ہے وہ سب کچھ سن لیا ہے اور مجھ کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تا کہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں اور میں آپ کا حکم بجالاؤں۔اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں ''اَخْشَبَیْن''(ابوقُبَیس اور قُعَیقِعان نام کے)دونوں پہاڑوں کو ان کفار پر اُلٹ دوں تو میں اُلٹ دیتا ہوں۔یہ سن کر حضور رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جواب دیا:(نہیں) بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللّٰہ تعالٰی ان کی نسلوں سے اپنے ایسے بندوں کو پیدا فرمائے گا جو صرف اللّٰہ تعالٰی کی ہی عبادت کریں گے اور شرک نہیں کریں گے۔[1]

(2)......حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جس وقت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مُقدّس دانت شہید ہوئے،آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا اور خود آپ کے سر مبارک پر ٹوٹ گیا اس وقت میں وہاں حاضر تھا اور میں انہیں بھی جانتا ہوں جنہوں نے آپ کے چہرے سے خون دھویا اور جنہوں نے چہرے پر پانی ڈالا اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کے زخم پر کیا چیز ڈالی گئی جس سے خون رک گیا۔اللّٰہ تعالٰی کے رسول محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شہزادی حضرت فاطمہ زہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا چہرے سے خون دھو رہی تھیں اور حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم ان کے پاس اپنی ڈھال میں پانی بھر بھر کر لا رہے تھے، جب حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اپنے والد گرامی کے چہرے سے خون دھولیا تو کھجور کی چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا اور اس کی راکھ زخم پر رکھ دی یہاں تک کہ خون بہنا رک گیا، پھر اس وقت سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا''اس قوم پر اللّٰہ تعالٰی کا غضب شدید ہوا جس نے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چہرے کو زخمی کیا، پھر کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد دعا فرمائی: اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتے۔[2]

(3)......حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں:(غزوۂ طائف کے دوران کچھ) لوگوں نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ثقیف کے تیروں نے ہمیں جلا ڈالا ہے، آپ ان کے خلاف دعا فرمادیں تو رسولِ کریم صَلَّی

---

1 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم: آمین والملائکۃ فی السماء... الخ، ۳۸۶/۲، الحدیث: ۳۲۳۱.

2 ......معجم الکبیر، زھرۃ بن عمرو بن معبد التیمی عن ابی حزام، ۱۶۲/۶، الحدیث: ۵۸۶۲.

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (ان کے خلاف دعا کرنے کی بجائے ان کے حق میں یہ) دعا فرمائی: اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، ثقیف کو ہدایت دیدے۔[1]

(4)......حضرت ابراہیم بن ادھم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ایک دن کسی صحرا کی طرف تشریف لے گئے تو وہاں آپ کو ایک سپاہی ملا، اس نے کہا: تم غلام ہو؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: بستی کدھر ہے؟ آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ فرما دیا۔ سپاہی نے کہا میں آبادی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: وہ تو قبرستان ہے، یہ سن کر اسے غصہ آیا اور اس نے ایک ڈنڈا آپ کے سر میں دے مارا اور آپ کو زخمی کر کے شہر کی طرف لے آیا، آپ کے ساتھی راستے میں ملے تو پوچھا: یہ کیا ہوا؟ سپاہی نے سب کچھ بیان کر دیا کہ انہوں نے یہ بات کہی ہے۔ لوگوں نے کہا: یہ تو حضرت ابراہیم بن ادھم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ہیں۔ یہ سن کر سپاہی فوراً گھوڑے سے اترا اور آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو چومنے لگا، پھر آپ سے پوچھا گیا: آپ نے یہ کیوں کہا کہ میں غلام ہوں؟ فرمایا: اس نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ تو کس کا بندہ ہے بلکہ صرف یہ کہا کہ تو بندہ ہے؟ تو میں نے کہا: ہاں، کیونکہ میں اللّٰہ تعالٰی کا بندہ ہوں اور جب اس نے میرے سر میں مارا تو میں نے اللّٰہ تعالٰی سے اس کے لئے جنت کا سوال کیا۔ عرض کی گئی: جب اس نے آپ پر ظلم کیا تو آپ نے اس کے لئے دعا کیوں مانگی؟ فرمایا: مجھے معلوم تھا کہ اس مصیبت پر مجھے (صبر کرنے کا) ثواب ملے گا تو میں نے مناسب نہ سمجھا کہ مجھے تو اچھا اجر ملے اور اُسے عذاب ہو (جو میرے لئے ثواب پانے کا ذریعہ بنا ہے)۔[2]

(5)......ایک شخص نے حضرت احنف بن قیس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو گالی دی تو آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا، وہ گالیاں دیتے ہوئے آپ کے پیچھے چلتا رہا، جب آپ اپنے محلے کے قریب پہنچے تو رک گئے اور فرمایا: اگر تمہارے دل میں کوئی اور بات ہے تو وہ بھی یہیں کہہ دو تا کہ محلے کے نا سمجھ لوگ تمہاری بات سن کر تمہیں اَذِیَّت نہ پہنچائیں۔[3]

اللّٰہ تعالٰی ان بزرگانِ دین کی پاکیزہ سیرت کا صدقہ ہمیں بھی اپنی مخالفت کرنے اور تکلیف پہنچانے والوں کی خیر خواہی کرنے اور ان کے حق میں دعائے خیر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

1......ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب فی ثقیف وبنی حنیفۃ، ۴۹۲/۵، الحدیث: ۳۹۶۸.

2......احیاء علوم الدین، کتاب ریاضۃ النفس... الخ، بیان علامات حسن الخلق، ۸۷/۳.

3......احیاء علوم الدین، کتاب ریاضۃ النفس... الخ، بیان علامات حسن الخلق، ۸۸/۳.

دشمنی، ظلم اور مخالفت کرنے والوں سے متعلق اسلام کی حسین تعلیمات

جن لوگوں کے ساتھ دشمنی اور مخالفت کی جاتی ہے اور جن پر ظلم و ستم کیا جاتا ہے انہیں دشمنوں، مخالفوں اور ظالموں کے بارے میں دینِ اسلام نے کیسی عظیم اور حسین تعلیمات دی ہیں اس کی جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ٘ وَ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْاؕ اِعْدِلُوْا۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى٘ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ اور تمہیں کسی قوم کی عداوت اس پر نہ اُبھارے کہ تم انصاف نہ کرو (بلکہ) انصاف کرو، یہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ تمہارے تمام اعمال سے خبردار ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْاۚ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اچھائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی۔ برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کر دو تو تمہارے اور جس شخص کے درمیان دشمنی ہوگی تو اس وقت وہ ایسا ہو جائے گا کہ جیسے وہ گہرا دوست ہے۔ اور یہ دولت صبر کرنے والوں کو ہی ملتی ہے اور یہ دولت بڑے نصیب والے کو ہی ملتی ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس میں تین چیزیں ہوں گی اللہ تعالیٰ اس کا آسان حساب لے گا اور اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ تین چیزیں کون سی ہیں؟ ارشاد فرمایا ’’جو تم سے رشتہ توڑے تم اس سے رشتہ جوڑو، جو تمہیں محروم کرے تم اسے عطا کرو اور جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کر دو۔ (3)

1 ......مائدہ: ۸.

2 ......حم السجدۃ: ۳۴، ۳۵.

3 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ۲۶۳/۱، الحدیث: ۹۰۹.

اور حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص تم سے تعلق توڑے تم اس کے ساتھ تعلق جوڑو اور جو تم سے برا سلوک کرے تم اس سے اچھا سلوک کرو اور حق بات کہو اگرچہ وہ تمہارے خلاف ہو۔''[1]

دینِ اسلام کی ان عظیم الشّان تعلیمات کو دیکھ کر ہر انصاف پسند آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ جو دین دشمنی، مخالفت اور ظلم کرنے والوں کے بارے ایسی بہترین تعلیم دے رہا ہے اس سے بڑا امن و سلامتی کا داعی دین اور کون ہو سکتا ہے۔

وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہ اتارا اور نہ ہمیں وہاں کوئی لشکر اتارنا تھا۔ وہ تو بس ایک ہی چیخ تھی جبھی وہ بجھ کر رہ گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہ اتارا اور نہ ہم وہاں (کوئی لشکر) اتارنے والے تھے۔ وہ صرف ایک چیخ تھی تو جبھی وہ بجھ کر رہ گئے۔

﴿مِنْۢ بَعْدِهٖ: اس کے بعد۔﴾ جب مذکورہ بالا مومن کو شہید کر دیا گیا اور قوم نے ایمان لانے سے بھی انکار کر دیا تو اللہ تعالٰی کا اس قوم پر غضب نازل ہوا اور ان کی سزا میں تاخیر نہ فرمائی گئی۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو حکم ہوا اور ان کی ایک ہی ہَولناک آواز سے سب کے سب مر گئے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا گیا: اور ہم نے اس کی قوم سے اِنتقام لینے کے لئے ان پر آسمان سے کوئی لشکر نہ اتارا اور نہ ہم اس قوم کی ہلاکت کے لئے وہاں کوئی لشکر اتارنے والے تھے بلکہ ان کی سزا کے لئے تو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی صرف ایک چیخ ہی کافی تھی جس سے وہ اس

[1]...... کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، صلة الرحم و الترغیب فیھا... الخ، ۲/۱۴۵، الحدیث: ۶۹۲۶، الجزء الثالث.

طرح فنا ہو گئے جیسے آگ بجھ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان

اس آیت کے تحت مفسرین نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان سے متعلق بہت ہی پیارا کلام فرمایا ہے، چنانچہ

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: غزوۂ بدر وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کے لشکر نازل فرمانا سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم کے لئے تھا ورنہ کافروں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے ایک فرشتے کا اپنے پر کو ہلا دینا ہی کافی تھا۔(1)

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (کفار کو ہلاک کرنے کے لئے) صرف ایک فرشتہ ہی کافی ہے، جیسے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے شہر حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے پروں میں سے ایک پر سے تباہ و برباد کر دیئے گئے اور حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم ثمود کے علاقے ایک ہی چیخ سے تباہ کر دیئے گئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر، حتّٰی کہ اُولُو العزم رسولوں پر بھی ہر چیز میں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فضیلت عطا فرمائی ہے تو حبیب (اس مومن کا نام جس کا اوپر ذکر ہوا) پر بدرجہ اَولیٰ فضیلت دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کرامت اور اعزاز کے وہ اَسباب عطا فرمائے ہیں جو کسی اور کو عطا نہیں کئے، انہی میں سے ایک یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے آسمان سے لشکر اتارے اور یہاں آیت میں **"وَمَاۤ اَنْزَلْنَا"** اور **"وَمَا كُنَّا مُنْزِلِیْنَ"** فرما کر گویا کہ اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، فرشتوں کے لشکر نازل کرنا انتہائی عظمت کا حامل ہے اور اس کے لئے آپ کے سوا اور کوئی اہلیت نہیں رکھتا اور ہم آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے ایسا نہیں کریں گے۔(2)

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ان آیات میں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان کی طرف اشارہ ہوتا ہے کیونکہ جب فرشتے کی ہلکی سی چیخ کثیر جماعت کو ہلاک کرنے کے لئے کافی ہے تو

---

1 ......تفسیر کبیر، یس، تحت الآیۃ: ۲۸، ۹/۲۶۹.

2 ......تفسیر قرطبی، یس، تحت الآیۃ: ۲۸، ۸/۱۸، الجزء الخامس عشر.

اس سے ظاہر ہوا کہ غزوۂ بدر اور غزوۂ خندق کے دن آسمان سے لشکروں کو اتارا جانا فرشتوں کی مدد کی ضرورت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ سیّدُالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان کی تعظیم اور آپ کے مرتبے کی عظمت کی وجہ سے تھا۔[1]

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: غزوۂ بدر کے دن حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ساتھ مل کر (کفار سے) لڑائی کرنے کے لئے آسمان سے فرشتے نازل ہوئے، انہیں نازل کیا جانا تمام کفار کو ہلاک کرنے کے لئے نہ تھا بلکہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی عزت و تکریم کے لئے تھا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ فرشتوں کا نزول اور ان کے ذریعے مدد پہنچایا جانا تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خصوصیات میں سے ہے۔[2]

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۰﴾

وقف غفران

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہا گیا کہ ہائے افسوس ان بندوں پر جب ان کے پاس کوئی رسول آتا ہے تو اس سے ٹھٹھا ہی کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اور کہا گیا کہ) ہائے افسوس ان بندوں پر کہ ان کے پاس کوئی رسول آتا ہے تو اس سے ٹھٹھا مذاق ہی کرتے ہیں۔

﴿یٰحَسْرَةً: ہائے افسوس۔﴾ ممکن ہے کہ فرشتوں نے یہ کلام کیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مومنین کا کلام ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کلام اللّٰہ تعالٰی نے فرمایا ہو، پہلی دو صورتوں میں آیت کا معنی واضح ہے اور تیسری صورت میں یہاں حسرت سے اس کا حقیقی معنی مراد نہیں ہوگا کیونکہ یہ اللّٰہ تعالٰی کی شان کے لائق نہیں بلکہ یہاں معنی یہ ہوگا حضرت حبیب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی قوم کے لوگ اور ان کے جیسے وہ لوگ جو اللّٰہ تعالٰی کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے کی وجہ سے ہلاک ہوئے، یہ اس بات کے حق دار ہیں کہ حسرت کرنے والے ان پر حسرت کریں اور افسوس کرنے والے ان کے حال پر افسوس

1 ......روح البیان، یس، تحت الآیۃ: ۲۸، ۷/۳۸۸۔

2 ......صاوی، یس، تحت الآیۃ: ۲۸، ۵/۱۷۱۳۔

کریں کیونکہ ان کا حال یہ تھا کہ جب بھی ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول تشریف لائے تو یہ اس سے ٹھٹھا مذاق ہی کرتے تھے۔ [1]

نوٹ: اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے اور اقوال بھی تفاسیر میں موجود ہیں، ان کی معلومات حاصل کرنے کے لئے علماءِ کرام عربی تفاسیر کی طرف رجوع فرمائیں۔

اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿٣١﴾ وَ اِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہوں نے نہ دیکھا ہم نے ان سے پہلے کتنی سنگتیں ہلاک فرمائیں کہ وہ اب ان کی طرف پلٹنے والے نہیں۔ اور جتنے بھی ہیں سب کے سب ہمارے حضور حاضر لائے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں کہ وہ اب ان کی طرف پلٹنے والے نہیں۔ اور جتنے بھی ہیں سب کے سب ہمارے حضور حاضر کئے جائیں گے۔

﴿اَلَمْ یَرَوْا: کیا انہوں نے نہ دیکھا۔﴾ سابقہ لوگوں کا حال بیان کرنے کے بعد یہاں سے سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے میں موجود لوگوں سے کلام کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کفارِ مکہ جو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تکذیب کرتے ہیں، کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں اور ان کا حال یہ ہے کہ اب وہ دنیا کی طرف لوٹنے والے نہیں۔ تو کیا یہ لوگ ان کے حال سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ [2]

آیت " اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ " سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......اس آیت میں آواگون کی نفیس تردید ہے یعنی ہندوؤں کے اعتقاد کے مطابق بار بار مرنے اور جنم لینے کا سلسلہ

1 ......جلالين مع جمل، يس، تحت الآية: ٣٠، ٢٨٧/٦، مدارك، يس، تحت الآية: ٣٠، ص٩٨٧، ملتقطاً.
2 ......تفسير كبير، يس، تحت الآية: ٣١، ٢٧٠/٩-٢٧١، خازن، يس، تحت الآية: ٣١، ٦/٤، ملتقطاً.

باطل ہے کیونکہ ایک بار مرنے کے بعد کوئی دوبارہ پلٹ کر دنیا میں نہیں آئے گا۔

(2)......یہ بھی معلوم ہوا کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت پر **اللّٰہ** تعالیٰ کا بڑا فضل وکرم ہے کہ اس نے اسے آخری امت بنایا تا کہ اس امت کے لوگ سابقہ امتوں سے عبرت اور نصیحت حاصل کریں اور یہ کسی اور امت کے لئے عبرت و نصیحت نہ ہوں۔

﴿ وَ اِنْ كُلٌّ : اور جتنے بھی ہیں۔﴾ یعنی تمام امتیں قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے کے بعد حساب اور جزاء کے لئے ہماری بارگاہ میں حاضر کی جائیں گی اور ہم انہیں ان کے اچھے برے تمام اعمال کی جزادیں گے۔[1]

وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ ۚۖ اَحْیَیْنٰهَا وَ اَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ(۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے ہم نے اسے زندہ کیا اور پھر اس سے اناج نکالا تو اس میں سے کھاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے اناج نکالا تو اس میں سے وہ کھاتے ہیں۔

﴿ وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ : اور ان کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں حشر کا بیان ہوا اور اب یہاں سے اس چیز کو ذکر کیا جا رہا ہے جو اس کے ممکن ہونے پر دلالت کرتی ہے تا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والوں کا رد ہو، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے ہیں ان کے لیے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر دلالت کرنے والی ایک عظیم اور واضح نشانی مردہ یعنی خشک اور بنجر

---

1 ......جلالین، یس، تحت الآیة: ۳۲، ص۳۷۰، خازن، یس، تحت الآیة: ۳۲، ۴/ ۶، ابن کثیر، یس، تحت الآیة: ۳۲، ۶/ ۵۱۰، ملتقطاً.

زمین ہے اور یہ نشانی اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بارش کا پانی برسا کر اسے زندہ کیا یعنی اس میں نَشْوُونُما کی قوت پیدا کی اور پھر اس زمین سے اناج نکالا جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے اور ان کے مویشیوں کے لئے رزق بنایا ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے اسی طرح وہ مُردوں کو بھی زندہ فرمائے گا۔[1]

وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اس میں باغ بنائے کھجوروں اور انگوروں کے اور ہم نے اس میں کچھ چشمے بہائے۔ کہ اس کے پھلوں میں سے کھائیں اور یہ ان کے ہاتھ کے بنائے نہیں تو کیا حق نہ مانیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے اور ہم نے اس میں کچھ چشمے بہائے۔ تاکہ لوگ اس کے پھلوں میں سے کھائیں اور یہ ان کے ہاتھوں نے نہیں بنائے تو کیا وہ شکرادا نہیں کریں گے؟

﴿وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ: اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے زمین میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے اور ان باغوں کی آب پاشی کے لئے زمین میں چشمے جاری کئے تاکہ لوگ اناج کی طرح ان باغات کے پھلوں میں سے بھی کھائیں اور اگرچہ اناج اور پھل حاصل کرنے کے لئے بیج لوگوں نے بوئے اور آب پاشی انہوں نے کی، مگر بیج سے شاخ انہوں نے نہیں نکالی، اس شاخ کو بالی اور تنا ور درخت انہوں نے نہیں بنایا، بالی سے اناج اور درخت سے پھل پیدا کرنے میں ان کا کوئی عمل دخل نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں کیونکہ اس پر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی قدرت نہیں رکھتا، تو کیا ان دلائل کا مُشاہدہ کرنے کے بعد بھی وہ حق کو نہیں مانیں گے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیّت کا اقرار کرکے اس کی ان نعمتوں کا شکرادا نہیں کریں گے؟

[1]......تفسیر کبیر، یس، تحت الآیۃ: ۳۳، ۹/۲۷۲، روح البیان، یس، تحت الآیۃ: ۳۳، ۷/۳۹۲، ملتقطاً.

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ(۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: پاکی ہے اسے جس نے سب جوڑے بنائے ان چیزوں سے جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان سے اور ان چیزوں سے جن کی انہیں خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پاک ہے وہ جس نے سب جوڑے بنائے، زمین کی اگائی ہوئی چیزوں سے اور لوگوں سے اور ان چیزوں سے جنہیں وہ جانتے بھی نہیں ہیں۔

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا: پاک ہے وہ جس نے سب جوڑے بنائے۔﴾ یہاں آیت میں اَزواج سے مراد اَصناف اور اَقسام ہیں اور ازواج کو اَنواع اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہر نَوع اپنی قسم کا جوڑا ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ شریک سے اور ہر نقص وعیب سے پاک ہے جس نے تمام اصناف اور انواع کو پیدا فرمایا، ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہیں زمین اگاتی ہے جیسے اناج، پھل اور نباتات وغیرہ، اور کچھ وہ ہیں جن کا تعلق خود لوگوں کے نفسوں سے ہے جیسے ان کی مذکر اور مؤنث اولاد اور کچھ وہ ہیں جن کی انسانوں کو خبر بھی نہیں ہے۔[1]

وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ(۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے ہم اس پر سے دن کھینچ لیتے ہیں جبھی وہ اندھیرے میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے ہم اس پر سے دن کو کھینچ لیتے ہیں تو جبھی وہ اندھیروں میں رہ جاتے ہیں۔

---

1 ......روح البیان، یس، تحت الآیة: ۳٦، ۷/۳۹۵.

﴿وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ: اوران کے لیےایک نشانی رات ہے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں زمین کے اَحوال سے اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر اِستدلال فرمایا گیا اور اب اس آیت میں رات کے وجود سے قدرت اور وحدانیّت پر اِستدلال فرمایا جا رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ جو لوگ مُردوں کے دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں، ان کے لئے اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرنے والی ایک نشانی رات ہے اور یہ نشانی اس طرح ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ سورج کو غروب کر کے رات کو دن سے جدا کر دیتا ہے، اس کے بعد رات ایسے تاریک ہو جاتی ہے جیسے انتہائی کالی شے پر چڑھا ہوا سفید لباس اتار لیا جائے تو پھر وہ سیاہ ہی سیاہ رہ جاتی ہے اور رات ہونے پر لوگوں کو اندھیرے میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ پس دن کی روشنی کو رات سے جدا کر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت کامل ہے، کوئی چیز اسے عاجز نہیں کر سکتی اور اس کی قدرت ذاتی ہے کسی کی دی ہوئی نہیں، تو جس کی قدرت کا یہ حال ہے وہ مخلوق کو اس کی موت کے بعد زندہ کرنے پر بھی قادر ہے کیونکہ ظاہری اعتبار سے یہ دن کو رات سے جدا کر دینے سے بھی زیادہ آسان ہے۔[1]

وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَاؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِؕ۝۳۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لیے یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سورج اپنے ٹھہرنے کے وقت تک چلتا رہے گا، یہ زبردست، علم والے کا مقرر کیا ہوا ہے۔

﴿وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا: اور سورج اپنے ٹھہرنے کے وقت تک چلتا رہے گا۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرنے والوں کے لئے اس کی عظیم قدرت اور انتہاء کو پہنچی ہوئی حکمت پر دلالت کرنے والی ایک نشانی سورج ہے اور یہ نشانی اس طرح ہے کہ سورج اپنے ٹھہرنے کے وقت تک چلتا رہے گا۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ جس وقت تک سورج کے چلنے کی انتہا مقرر فرمائی گئی ہے اس وقت تک وہ چلتا ہی رہے گا اور وہ انتہائی وقت قیامت کا دن ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ سورج اپنی منزلوں میں چلتا ہے اور جب سب سے دور والے مغرب میں پہنچتا ہے تو پھر لوٹ پڑتا ہے

---

1 ……روح البیان، یس، تحت الآیۃ: ۳۷، ۷/۳۹۶، مدارک، یس، تحت الآیۃ: ۳۷، ص۹۸۹، تاویلات اهل السنه، یس، تحت الآیۃ: ۳۷، ۴/۲۰۰، ملتقطاً.

کیونکہ یہی اس کا مُستقر ہے اور سورج کا اِس طرح چلتے رہنا اُس اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے جو اپنی سلطنت میں زبردست اور اپنی تمام مخلوقات کا علم رکھنے والا ہے اور اس کی قدرت بھی کامل ہے، تو جس کی یہ شان ہے وہی واحد معبود ہے اور وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قدرت بھی رکھتا ہے۔(1)

وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ پھر ہوگیا جیسے کھجور کی پرانی ڈال۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی شاخ جیسا ہوجاتا ہے۔

﴿وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ: اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کیں۔﴾ چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں، ہر رات ایک منزل میں ہوتا ہے اور پوری منزل طے کرلیتا ہے، نہ کم چلتا ہے نہ زیادہ، اپنے طلوع ہونے کی تاریخ سے لے کر اٹھائیسویں تاریخ تک تمام منزلیں طے کرلیتا ہے اور اگر مہینہ تیس کا ہو تو دو راتیں اور انتیس کا ہو تو ایک رات چھپتا ہے اور جب اپنی آخری منزل میں پہنچتا ہے تو کھجور کی پرانی شاخ جیسا ہوجاتا ہے جو سوکھ کر پتلی، کمان کی طرح خم دار اور زرد ہوگئی ہو۔(2)

لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سورج کو نہیں پہنچتا کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن پر سبقت لے جائے اور ہر ایک ایک گھیرے میں پیر رہا ہے۔

---

(1) ......روح البیان، یس، تحت الآیۃ: ۳۸، ۷ / ۳۹۷، خازن، یس، تحت الآیۃ: ۳۸، ۴ / ۷، جلالین، یس، تحت الآیۃ: ۳۸، ص ۳۷۰، ملتقطاً.

(2) ......مدارک، یس، تحت الآیۃ: ۳۹، ص۹۸۹، جلالین، یس، تحت الآیۃ: ۳۹، ص ۳۷۰، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالعرفان: سورج کولائق نہیں کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جانے والی ہے اور ہر ایک ایک دائرے میں تیر رہا ہے۔

﴿ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ :سورج کولائق نہیں کہ چاند کو پکڑے۔﴾ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللّٰہ تعالٰی نے سورج، چانداور رات وغیرہ کو حکمت کے تقاضوں کے مطابق پیدا فرمایا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ سورج ایسا نہیں کر سکتا کہ وہ رات میں چاند کو پکڑ سکے جو کہ چاند کی شوکت کے ظہور کا وقت ہے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ سورج چاند کے ساتھ جمع ہو کر اس کے نور کو مغلوب کر دے کیونکہ سورج اور چاند میں سے ہر ایک کی شوکت کے ظہور کے لئے ایک وقت مقرر ہے یعنی سورج کے لئے دن اور چاند کے لئے رات۔ نیز رات دن پر سبقت نہیں لے جاسکتی، یوں کہ دن کا وقت پورا ہونے سے پہلے آ جائے بلکہ رات اور دن دونوں مُعَیَّن حساب کے ساتھ آتے جاتے ہیں، کوئی ان میں سے اپنے وقت سے پہلے نہیں آتا اور سورج و چاند میں سے کوئی دوسرے کی شوکت کی حدود میں داخل نہیں ہوتا، نہ سورج رات میں چمکتا ہے نہ چاند دن میں اور ان میں سے ہر ایک ایک دائرے میں چل رہا ہے۔

کائنات کی ابتدا سے لے کر اب تک سورج اور چاند کے نظام کا اس مَربوط اور مُنَظَّم انداز میں چلنا اور اس میں کسی طرح کا کوئی اختلاف واقع نہ ہونا اس بات کی بڑی واضح دلیل ہے کہ اسے چلانے والا موجود ہے، وہ واحد ہے، کامل قدرت اور بے انتہاء علم والا ہے۔

وَ اٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِۙ(۴۱) وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ(۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ انہیں ان کے بزرگوں کی پیٹھ میں ہم نے بھری کشتی میں سوار کیا۔ اور ان کے لیے ویسی ہی کشتیاں بنادیں جن پر سوار ہوتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ان کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی نسلوں کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اور ہم نے

ان کے لیے ویسی ہی کشتیاں بنادیں جن پر سوار ہوتے ہیں۔

﴿وَ اٰیَةٌ لَّهُمْ: اوران کے لیے ایک نشانی یہ ہے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں زمینی اورآسمانی مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مَظاہر کا ذکر ہوا اور اب یہاں سے بحری مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مَظاہر بیان کئے جارہے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرنے والی ایک عظیم نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی ذُرِّیَّت (یعنی نسل) کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ ذُرِّیَّت کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں ذُرِّیَّت سے مراد کفارِ مکہ کی اولادیں ہیں جنہیں وہ تجارت کے لئے بھیجا کرتے تھے اور جس کشتی میں وہ سوار ہوتے تھے وہ سامان اور اَسباب وغیرہ سے بھری ہوئی ہوتی تھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں جس کشتی کا ذکر ہے اس سے مراد حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی کشتی ہے جس میں مکہ والوں کے آباؤ اَجداد سوار کئے گئے تھے اور یہ ان کی ذُرِّیَّت (ذرات کی شکل میں) ان کی پُشت میں تھی اور حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی کشتی سامان اور اسباب وغیرہ سے بھری ہوئی تھی۔ [1]

اور یہ نشانی اس طرح ہے کہ وزنی چیز پانی میں ڈوب جاتی ہے لیکن کشتی انتہائی وزنی ہونے کے باوجود ڈوبتی نہیں بلکہ سینکڑوں افراد اور ٹنوں کے حساب سے وزن اٹھا کر بھی پانی کی سطح پر چلتی رہتی ہے کیونکہ خدا نے یہ نظام ایسے ہی بنایا ہے۔

﴿وَ خَلَقْنَا لَهُمْ: اور ہم نے ان کے لیے بنادیں۔﴾ یعنی ہم نے مکہ والوں کے لیے صورت اور شکل میں حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی کشتی جیسی ہی کشتیاں بنادیں جن پر وہ سمندری سفر کے دوران سوار ہوتے ہیں۔ [2]

وَ اِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ وَ لَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰى حِیْنٍ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم چاہیں تو انہیں ڈبو دیں تو نہ کوئی ان کی فریاد کو پہنچنے والا ہو اور نہ وہ بچائے جائیں۔ مگر ہماری

1 ......روح البیان، یس، تحت الآیة: ۴۱، ۷/۴۰۳، ابو سعود، یس، تحت الآیة: ۴۱، ۴/۳۸۶، ملتقطاً.
2 ......روح البیان، یس، تحت الآیة: ۴۲، ۷/۴۰۴، سمرقندی، یس، تحت الآیة: ۴۲، ۳/۱۰۱، ملتقطاً.

طرف کی رحمت اور ایک وقت تک برتنے دینا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم چاہیں تو انہیں ڈبو دیں تو نہ کوئی ان کی فریاد کو پہنچنے والا ہو اور نہ انہیں بچایا جائے۔ مگر ہماری طرف سے رحمت اور ایک وقت تک فائدہ اٹھانے (کی مہلت ہو)۔

﴿**وَ اِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ: اور اگر ہم چاہیں تو انہیں ڈبو دیں۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو کشتیوں میں موجود لوگوں کو ڈبو دیں تو اس وقت کوئی ایسا نہ ہوگا جو اُن ڈوبنے والوں کی فریاد کو پہنچ کر ان کی مدد کرے اور نہ ہی خدا کے حکم کے بعد لوگوں کو ڈوب کر مرنے سے بچایا جائے گا البتہ دو صورتوں میں یہ لوگ بچ سکتے ہیں، پہلی یہ کہ ہم ان پر رحم فرمائیں، دوسری یہ کہ ان کی دنیا سے فائدہ اٹھانے کی مہلت ابھی باقی ہو۔[1]

سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر 43 اور 44 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیات سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......اپنی حفاظت کے مادی اَسباب اور ذرائع پر غرور نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسباب اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے کرم پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

(2)......عیش و آرام اور نعمتوں سے مالا مال ہونے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کے قہر و غضب سے غافل اور بے خوف نہیں ہونا چاہئے اور دورانِ سفر تو اس کا خاص خیال رکھنا چاہئے کیونکہ سفر کی حالت میں انسان کے حادثے کا شکار ہونے کے خطرات بڑھ جاتے ہیں اور یہ دیکھا بھی گیا ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر اور موج مستی کرتے ہوئے سفر کر رہے ہوتے ہیں کہ اچانک ٹرین اور بس وغیرہ حادثے کا شکار ہو جاتی ہے اور لوگ مرجاتے ہیں، اسی طرح بحری جہاز میں سفر کرنے والے اچانک سمندری طوفان کی لپیٹ میں آ کر غرق ہو جاتے ہیں، یونہی ہوائی جہاز میں سفر کرنے والے دورانِ پرواز اچانک کسی حادثہ کا شکار ہو کر موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَ مَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ

[1]......ابن كثير، يس، تحت الآية: ٤٣-٤٤، ٦/٥١٥-٥١٦، البحر المحيط، يس، تحت الآية: ٤٣-٤٤، ٣٢٤/٧، جلالين، يس، تحت الآية: ٤٣-٤٤، ص ٣٧٠، ملتقطاً.

تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ مَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان سے فرمایا جاتا ہے ڈرو تم اس سے جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے آنے والا ہے اس امید پر کہ تم پر مہر ہو تو منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور جب کبھی ان کے رب کی نشانیوں سے کوئی نشانی ان کے پاس آتی ہے تو منہ ہی پھیر لیتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب ان سے فرمایا جاتا ہے، ڈرو اس سے جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے آنے والا ہے اس امید پر کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اور جب کبھی ان کے رب کی نشانیوں سے کوئی نشانی ان کے پاس آتی ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

﴿ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ: اور جب ان سے فرمایا جاتا ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کفارِ مکہ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ہوئے فرمایا جاتا ہے کہ تم اس عذاب سے ڈرو جو دنیا میں تم پر آسکتا ہے اور اس عذاب سے بھی ڈرو جو آخرت میں آنے والا ہے اور ایمان لے آؤ تاکہ تم پر رحم کیا جائے اور تم عذاب سے نجات پا جاؤ تو وہ اس نصیحت پر عمل کرنے کی بجائے اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور ان کا کردار صرف یہیں تک محدود نہیں بلکہ وہ ایسے پتھر دل ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس جب کبھی ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی آتی ہے تو یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور ان کا دستور اور طریقہ کار ہی یہ ہے کہ وہ ہر آیت اور نصیحت سے اِعراض اور رُوگردانی کرتے ہیں۔

نصیحت سے منہ پھیرنا کفار کا کام ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنے کا کہا جائے اور ان کی نافرمانی کرنے پر ہونے والے عذاب سے ڈرا کر نصیحت کی جائے تو اس سے منہ پھیر لینا کفار کا طریقہ اور ان کا دستور ہے۔ افسوس! فی زمانہ مسلمانوں میں بھی اس سے ملتی جلتی صورتِ حال نظر آرہی ہے کہ

جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے اور بدعملی وگناہوں سے بچنے کا کہا جاتا ہے اور ایسا نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا جاتا ہے تو ان کے طرزِ عمل سے صاف نظر آتا ہے کہ یہ نصیحت سے منہ پھیر رہے ہیں اور انہیں جو نصیحت کی گئی ہے اس کی انہیں کوئی پرواہ نہیں ۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ، اٰمین ۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان سے فرمایا جائے اللہ کے دیئے میں سے کچھ اس کی راہ میں خرچ کرو تو کافر مسلمانوں کے لیے کہتے ہیں کہ کیا ہم اسے کھلائیں جسے اللہ چاہتا تو کھلا دیتا تم تو نہیں مگر کھلی گمراہی میں ۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور جب ان سے فرمایا جائے کہ اللہ کے دیئے میں سے کچھ اس کی راہ میں خرچ کرو تو کافر مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ کیا ہم اسے کھلائیں جسے اللہ چاہتا تو کھلا دیتا تم تو کھلی گمراہی میں ہی ہو۔

﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ : اور جب ان سے فرمایا جائے ۔﴾ **شانِ نزول:** یہ آیت کفارِ قریش کے بارے میں نازل ہوئی جن سے مسلمانوں نے انسانی ہمدردی کی بنا پر کہا تھا کہ تم اپنے مالوں کا وہ حصہ مسکینوں پر خرچ کرو جو تم نے اپنے گمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لئے نکالا ہے ۔ اس پر انہوں نے کہا کہ کیا ہم ان کو کھلائیں جنہیں اللہ تعالیٰ کھلانا چاہتا تھا تو کھلا دیتا ۔ ان کا اس بات سے مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی کو یہ منظور ہے کہ مسکین لوگ محتاج رہیں ، اس لئے انہیں کھانے کو دینا اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت کے خلاف ہوگا ۔ یہ بات انہوں نے بخل اور کنجوسی کی وجہ سے مذاق اڑانے کے طور پر کہی تھی اور یہ بات انتہائی باطل تھی کیونکہ دنیا امتحان کی جگہ ہے ، فقیری اور امیری دونوں آزمائشیں ہیں ، فقیر کی آزمائش صبر سے اور مالدار کی آزمائش اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے ہوتی ہے ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق میں حکمت اور مَشِیَّت ہے ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں زندیق لوگ تھے ، جب ان سے

کہا جاتا تھا کہ مسکینوں کو صدقہ دو تو وہ اس کے جواب میں کہتے تھے: ہرگز نہیں! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جس کو اللّٰہ تعالٰی محتاج کردے اسے ہم کھلائیں۔ (1)

لوگوں کی مالداری اور محتاجی میں ان کی آزمائش ہے

یاد رہے کہ مالی اعتبار سے تمام لوگوں کو ایک جیسا نہیں بنایا گیا بلکہ بعض کو امیر اور بعض کو غریب بنایا گیا ہے اور اس امیری وغریبی کی ایک حکمت یہ ہے کہ لوگوں کو آزمایا جائے، جیسا کہ ایک مقام پر اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىٕفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب بنایا اور تم میں ایک کو دوسرے پر کئی درجے بلندی عطا فرمائی تاکہ وہ تمہیں اس چیز میں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا فرمائی ہے بیشک تمہارا رب بہت جلد عذاب دینے والا ہے اور بیشک وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم ضرور تمہیں کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنادو۔

اور حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اگر اللّٰہ تعالٰی چاہتا تو ضرور تم سب کو مالدار بنادیتا اور تم میں سے کوئی محتاج نہ ہوتا اور اگر اللّٰہ تعالٰی چاہتا تو ضرور تم سب کو محتاج بنادیتا اور تم میں سے کوئی مالدار نہ ہوتا، لیکن اللّٰہ تعالٰی نے تم میں سے بعض کو بعض کے ذریعے امتحان میں مبتلا کیا ہے۔ (4)

1 ......خازن، یس، تحت الآیۃ: ٤٧، ٨/٤، مدارك، یس، تحت الآیۃ: ٤٧، ص ٩٩٠، ملتقطاً.

2 ......انعام: ١٦٥.

3 ......بقرہ: ١٥٥.

4 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزھد، ما ذکر عن نبیّنا صلی اللہ علیہ وسلم فی الزھد، ٢٨/١٢، الحدیث: ٣٥٣٣٤. الفاروق الحدیثیۃ للطباعۃ والنشر قاھرہ.

امیر کی آزمائش یوں بھی ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے یا نہیں اور غریب کی آزمائش یوں بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنی غربت اور محتاجی پر صبر وشکر کا مظاہرہ کرتا ہے یا نہیں، لہٰذا جس مسلمان کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال اسی کی راہ میں اور اسی کی اطاعت میں خرچ کرے تا کہ اس امتحان میں کامیاب ہو، یونہی جسے اللہ تعالیٰ نے محتاج بنایا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ صبر وتحمُّل کا دامن مضبوطی سے تھامے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہ کر اس امتحان میں سُرخْرُو ہونے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ خدا میں خرچ کرنے کی سعادت عطا فرمائے اور محتاجی سے محفوظ فرمائے اور محتاجی میں مبتلا ہو جانے کی صورت میں صبر وشکر کرنے اور اپنی رضا پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

خرچ کرنے کے فضائل اور بخل کی مذمت

یہاں راہِ خدا میں خرچ نہ کرنے پر کفار کی مذمت کی گئی، اسی مناسبت سے یہاں راہِ خدا میں خرچ کرنے کے فضائل اور بخل کرنے کی مذمت پر مشتمل دو اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’روزانہ جب بندے صبح کے وقت اٹھتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک یوں دعا کرتا ہے: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، خرچ کرنے والے کو (اس کی خرچ کی ہوئی چیز کا) بدل عطا فرما۔ دوسرا فرشتہ یوں دعا کرتا ہے: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، بخل کرنے والے نے جو مال بچا کر رکھا ہے اسے ضائع کر دے۔[1]

(2)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بخل کرنے والے اور خیرات کرنے والے کی مثال ان دو شخصوں کی طرح ہے جن کے بدن پر لوہے کی زِرَہیں ہوں اور ان کے دونوں ہاتھ سینے کے ساتھ گلے سے بندھے ہوئے ہوں، جب خیرات کرنے والا کوئی خیرات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زرہ ڈھیلی ہو جاتی ہے اور بخیل جب خیرات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زِرَہ کا ہر حلقہ اپنی جگہ پر سخت ہو جاتا ہے۔[2]

اس مثال کا حاصل یہ ہے کہ سخی آدمی جب خیرات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے اور

---

1 ...... بخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللّٰہ تعالی: فامّا من اعطی واتقی... الخ، ۱/۴۸۵، الحدیث: ۱۴۴۲.

2 ...... بخاری، کتاب اللباس، باب جیب القمیص من عند الصدر وغیرہ، ۴/۴۹، الحدیث: ۵۷۹۷.

خرچ کرنے کے لئے اس کا ہاتھ کھل جاتا ہے جبکہ بخیل شخص جب خیرات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور اس کے ہاتھ بندھ جاتے ہیں۔ (1)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو راہِ خدا میں خرچ کرنے اور بخل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ: تم تو کھلی گمراہی میں ہی ہو۔﴾ مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ یہ بات کفار نے مسلمانوں سے کہی تھی۔ اس صورت میں اس کا معنی یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم کھلی گمراہی میں ہو کیونکہ تم نے ہمارے طریقے کو چھوڑ دیا اور محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی پیروی کرنے لگ گئے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جب کافروں نے مسلمانوں کی بات کا جواب دیا تو اللہ تعالیٰ نے کافروں سے فرمایا کہ تم تو کھلی گمراہی میں ہی ہو۔ (2)

وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۸﴾ مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَ هُمْ یَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَةً وَّ لَاۤ اِلٰۤى اَهْلِهِمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾

ع ٣ ١٨ ٢

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں کب آئے گا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔ راہ نہیں دیکھتے مگر ایک چیخ کی کہ انہیں آلے گی جب وہ دنیا کے جھگڑے میں پھنسے ہوں گے۔ تو نہ وصیت کرسکیں گے اور نہ اپنے گھر پلٹ کر جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کہتے ہیں: یہ وعدہ کب آئے گا؟ اگر تم سچے ہو (تو بتاؤ)۔ وہ صرف ایک چیخ کا انتظار کررہے ہیں جو انہیں اس حالت میں پکڑ لے گی جب وہ دنیا کے جھگڑے میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔ تو نہ وہ وصیت کرسکیں گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی طرف پلٹ کر جاسکیں گے۔

﴿وَ یَقُوْلُوْنَ: اور کہتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کافروں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہ

1 ......التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف المیم، ۲/۳۷۰.

2 ......خازن، یس، تحت الآیۃ: ۴۷، ۴/۹.

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے کہا: تم ہمیں یہ کہہ رہے ہو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور قیامت قائم ہو گی، اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب آئے گا؟ ان لوگوں کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا کہ ان کے بار بار پوچھنے سے یہی نظر آرہا ہے کہ وہ صرف صُور کے پہلے نفخہ کی اس چیخ کا انتظار کر رہے ہیں جسے حضرت اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام پھونکیں گے اور وہ چیخ اس حال میں ان تک پہنچے گی کہ وہ دنیا کے جھگڑوں جیسے خرید و فروخت میں، کھانے پینے میں، بازاروں اور مجلسوں میں اور دنیا کے کاموں میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''خریدار اور بیچنے والے کے درمیان کپڑا پھیلا ہوگا، نہ سودا تمام ہونے پائے گا، نہ کپڑا لپٹ سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ یعنی لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے اور وہ کام ویسے ہی نا تمام رہ جائیں گے، نہ انہیں خود پورا کر سکیں گے، نہ کسی دوسرے سے پورا کرنے کو کہہ سکیں گے اور جو گھر سے باہر گئے ہیں وہ واپس نہ آسکیں گے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ اس وقت جو لوگ اپنے گھر والوں کے درمیان ہوں گے وہ وصیت نہ کر سکیں گے اور جو لوگ گھروں سے باہر ہوں گے وہ اپنے گھر پلٹ کر نہ جا سکیں گے بلکہ جہاں چیخ سنیں گے وہیں مر جائیں گے اور قیامت انہیں کچھ کرنے کی فرصت اور مہلت نہ دے گی۔[1]

دنیا میں قیامت کی تیاری کرنا ہی عقلمندی ہے

یہاں کفارِ مکہ کو قیامت قائم ہونے کا وقت نہیں بتایا گیا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے اور انہیں جو جواب دیا گیا اس میں ان لوگوں کو یقینی طور پر آنے والی چیز پر تنبیہ فرمائی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان قیامت کا وقت اور اس کی تاریخ کی تحقیق میں وقت ضائع کرنے کی بجائے قیامت کی تیاری کرے اور اپنی مختصر زندگی میں وہ کام کرے جن سے اسے قیامت کے دن کامیابی نصیب ہو لیکن افسوس! کفار کی غفلت تو اپنی جگہ مسلمانوں کی غفلت اور سُستی کا حال دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ بھی اس انتظار میں ہیں کہ قیامت قائم ہو جائے تو ہی اس کے بارے میں کچھ سوچیں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگوں کا حساب قریب آگیا اور وہ

1 ......خازن، یس، تحت الآیة: ۴۸-۵۰، ۹/۴، مدارك، یس، تحت الآیة: ۴۸-۵۰، ص ۹۹۰، جلالین، یس، تحت الآیة: ۴۸-۵۰، ص ۳۷۱، ابو سعود، یس، تحت الآیة: ۴۸-۵۰، ۳۸۸/۴-۳۸۹، ملتقطاً.

مُّعْرِضُوْنَ ۚ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَ هُمْ یَلْعَبُوْنَ ۙ لَاهِیَةً قُلُوْبُهُمْ (1)

غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ جب ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے کھیلتے ہوئے ہی سنتے ہیں۔ ان کے دل کھیل میں پڑے ہوئے ہیں۔

اور لوگوں کی غفلت کا ایک سبب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ ؕ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ۙ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ ۙ ثُمَّ لَتُسْــٴَـلُنَّ یَوْمَىٕذٍ عَنِ النَّعِیْمِ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زیادہ مال جمع کرنے کی طلب نے تمہیں غافل کردیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔ ہاں ہاں اب جلد جان جاؤ گے۔ پھر یقیناً تم جلد جان جاؤ گے۔ یقیناً اگر تم یقینی علم کے ساتھ جانتے (تو مال سے محبت نہ رکھتے)۔ بیشک تم ضرور جہنم کو دیکھو گے۔ پھر بیشک تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھو گے۔ پھر بیشک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔

اور قیامت کے دن کی ہولناکی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ۝ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بیشک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے (تو یہ حالت ہوگی کہ) ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشے میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے لیکن ہے یہ کہ اللّٰہ کا عذاب بڑا شدید ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

---

(1)……انبیاء: ۱۔۳۔

(2)……تکاثر: ۱۔۸۔

(3)……حج: ۱۔۲۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ٘ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْــٴًـاؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاٙ وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرواور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی بچہ اپنے باپ کو کچھ نفع دینے والا ہوگا۔ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو دنیا کی زندگی ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے اور ہرگز بڑا دھوکہ دینے والا تمہیں اللہ کے علم پر دھوکے میں نہ ڈالے۔

اور انسان کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِۚ(۶) فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖۙ(۷) فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًاۙ(۸) وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًاؕ(۹) وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖۙ(۱۰) فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًاۙ(۱۱) وَّ یَصْلٰى سَعِیْرًاؕ(۱۲) اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًاؕ(۱۳) اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَۚۛ(۱۴) بَلٰۤىۚۛ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے انسان! بیشک تو اپنے رب کی طرف دوڑنے والا ہے پھر اس سے ملنے والا ہے تو جسے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوشی خوشی پلٹے گا اور جسے اس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائیگا تو وہ عنقریب موت مانگے گا اور وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔ بیشک وہ اپنے گھر میں خوش تھا، اس نے سمجھا کہ وہ واپس نہیں لوٹے گا۔ ہاں، کیوں نہیں! بیشک اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ غفلت اور سُستی سے جان چھڑا کر اپنی آخرت بہتر بنانے کی بھرپور کوشش کرے اور اپنی زندگی اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہوئے گزارے تاکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے اسے کامیابی نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنی آخرت کی فکر کرنے اور اس کے لئے خوب تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

❶......لقمان:۳۳.

❷......انشقاق:٦۔۱۵.

وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ٚ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور پھونکا جائے گا صور جبھی وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے چلیں گے۔ کہیں گے ہائے ہماری خرابی کس نے ہمیں سوتے سے جگا دیا یہ ہے وہ جس کا رحمٰن نے وعدہ دیا تھا اور رسولوں نے حق فرمایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور صور میں پھونک ماری جائے گی تو اسی وقت وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے چلے جائیں گے۔ کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! کس نے ہمیں ہماری نیند سے جگا دیا؟ یہ وہ ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ فرمایا تھا۔

﴿ وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ: اور صور میں پھونک ماری جائے گی۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت مُردوں کو اٹھانے کے لئے دوسری مرتبہ صُور میں پھونک ماری جائے گی تو اسی وقت وہ کفار زندہ ہو کر اپنی قبروں سے نکل آئیں گے اور اپنے حقیقی رب عَزَّوَجَلَّ کے اس مقام کی طرف دوڑتے چلے جائیں گے جو حساب اور جزا کے لئے تیار کیا گیا ہو گا اور وہ کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! کس نے ہمیں ہماری نیند سے جگا دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: وہ یہ بات اس لئے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ دونوں نَفخوں کے درمیان ان سے عذاب اٹھا دے گا اور اتنا زمانہ وہ سوتے رہیں گے اور دوسرے نَفخہ کے بعد جب وہ دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اور قیامت کی ہَولناکیاں دیکھیں گے تو اس طرح چیخ اٹھیں گے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب کفار جہنم اور اس کے عذاب دیکھیں گے تو اس کے مقابلے میں انہیں قبر کا عذاب آسان معلوم ہو گا، اس لئے وہ خرابی اور افسوس پکار اٹھیں گے اور اس وقت کہیں گے: یہ وہ ہے جس کا رحمٰن عَزَّوَجَلَّ نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سچ فرمایا تھا، لیکن اس وقت کا اقرار

انہیں کچھ نفع نہ دے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ فرشتے کافروں سے یہ کہیں گے اور ایک قول یہ ہے کہ جب کافر کہیں گے: کس نے ہمیں ہماری نیند سے جگا دیا؟ تو اس وقت مومنین کہیں گے کہ یہ وہ ہے جس کا رحمٰن عَزَّوَجَلَّ نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سچ فرمایا تھا۔[1]

اِنۡ كَانَتۡ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمۡ جَمِيۡعٌ لَّدَيۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ ﴿۵۳﴾ فَالۡيَوۡمَ لَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَيۡـًٔا وَّلَا تُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تو نہ ہوگی مگر ایک چنگھاڑ جبھی وہ سب کے سب ہمارے حضور حاضر ہو جائیں گے۔ تو آج کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور تمہیں بدلہ نہ ملے گا مگر اپنے کئے کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ تو صرف ایک چیخ ہوگی تو اسی وقت وہ سب کے سب ہمارے حضور حاضر کردیئے جائیں گے۔ تو آج کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور تمہیں تمہارے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔

﴿ اِنۡ كَانَتۡ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً: وہ تو صرف ایک چیخ ہوگی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ دوسرا نَفخہ ایک ہَولناک آواز ہوگی تو اسی وقت وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب کے لئے حاضر کر دیئے جائیں گے، پھر ان کافروں سے کہا جائے گا: آج کسی جان پر اس کے ثواب میں کمی کر کے یا اس کے عذاب میں اضافہ کر کے کچھ ظلم نہ ہوگا اور اے کافرو! یہاں تمہیں تمہارے ان اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم نے دنیا میں کئے تھے۔[2]

اِنَّ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ الۡيَوۡمَ فِىۡ شُغُلٍ فٰكِهُوۡنَ ﴿۵۵﴾ ۚ هُمۡ وَاَزۡوَاجُهُمۡ فِىۡ ظِلٰلٍ عَلَى الۡاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوۡنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمۡ فِيۡهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمۡ مَّا يَدَّعُوۡنَ ﴿۵۷﴾ ۚۖ

[1] ......روح البیان، یس، تحت الآیۃ: ۵۱-۵۲، ۷/۴۱۱-۴۱۲، خازن، یس، تحت الآیۃ: ۵۱-۵۲، ۴/۹، ملتقطاً۔

[2] ......خازن، یس، تحت الآیۃ: ۵۳-۵۴، ۴/۹، روح البیان، یس، تحت الآیۃ: ۵۳-۵۴، ۷/۴۱۲-۴۱۳، ملتقطاً۔

سَلٰمٌ ۟ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جنت والے آج دل کے بہلاووں میں چین کرتے ہیں۔ وہ اور ان کی بیبیاں سایوں میں ہیں تختوں پر تکیہ لگائے۔ ان کے لیے اس میں میوہ ہے اور ان کے لیے ہے اس میں جو مانگیں۔ ان پر سلام ہوگا مہربان رب کا فرمایا ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جنت والے آج دل بہلانے والے کاموں میں لطف اندوز (ہو رہے) ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیویاں تختوں پر تکیہ لگائے سایوں میں ہوں گے۔ ان کے لیے جنت میں پھل میوہ ہوگا اور ان کے لیے ہر وہ چیز ہوگی جو وہ مانگیں گے۔ مہربان رب کی طرف سے فرمایا ہوا سلام ہوگا۔

﴿اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ: بیشک جنت والے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں قیامت کے دن کافروں کا حال بیان کیا گیا اور اب یہاں سے اہلِ جنت کا حال بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات میں اہلِ جنت کے چار اَحوال بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......قیامت کے دن جنت والے دل بہلانے والے کاموں میں لطف اندوز ہو رہے ہوں گے اور طرح طرح کی نعمتیں، قسم قسم کے سُرُور، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت، جنّتی نہروں کے کنارے، جنّتی درختوں کی دلنواز فضائیں، طَرب اَنگیز نغمات، جنت کی حسین و جمیل حوروں کا قرب اور قسم قسم کی نعمتوں سے لذت حاصل کرنا، یہ ان کے شغل ہوں گے۔

(2)......وہ اور ان کی بیویاں تختوں پر تکیہ لگائے سایوں میں ہوں گے۔ ان بیویوں میں دنیا کی مومنہ منکوحہ بیویاں بھی داخل ہیں اور حوریں بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حوریں لونڈیوں کی حیثیت سے نہ ہوں گی بلکہ بیوی کی حیثیت سے ہوں گی۔

(3)......ان کے لیے جنت میں ہر قسم کا پھل میوہ ہوگا اور ان کے لیے ہر وہ چیز ہوگی جو وہ مانگیں گے۔ یاد رہے کہ جنت میں چونکہ نفسِ اَمّارہ فنا کر دیا جائے گا اس لئے کوئی جنتی بری چیز کی خواہش نہ کرے گا۔

(4)......ان پر مہربان رب کی طرف سے فرمایا ہوا سلام ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ ان پر سلام فرمائے گا خواہ واسطے کے ساتھ ہو

یا واسطے کے بغیر اور یہ خدا کے سلام والی نعمت وفضیلت سب سے عظیم ومحبوب مراد ہے۔ فرشتے اہلِ جنت کے پاس ہر دروازے سے آکر کہیں گے تم پر تمہارے رحمت والے رب کا سلام ہو۔[1]

وَ امْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور آج الگ پھٹ جاؤ اے مجرمو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (کہا جائے گا) اے مجرمو! آج الگ الگ ہوجاؤ۔

﴿وَ امْتَازُوا الْیَوْمَ: اور آج الگ الگ ہوجاؤ۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اہلِ جنت کا اُخروی حال بیان کیا گیا اور اب یہاں سے اہلِ جہنم کا اُخروی حال بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن کہا جائے گا: اے مجرمو! آج جدا ہوجاؤ۔ اس کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ جس وقت مومن جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے، اس وقت کفار سے کہا جائے گا کہ الگ ہٹ جاؤ اور مومنین سے علیحدہ ہوجاؤ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ کفار کو یہ حکم ہوگا کہ الگ الگ جہنم میں اپنے اپنے مقام پر چلے جائیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ قیامت کے دن مجرموں کو ایک دوسرے سے الگ الگ کر دیا جائے گا جیسے یہودیوں، عیسائیوں،، مجوسیوں، ستارہ پرستوں اور ہندوؤں کو جو کہ الگ الگ فرقے ہیں ایک دوسرے سے جدا کر دیا جائے گا۔[2]

ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول نقل کرتے ہیں کہ (قیامت کے دن) ایک منادی یوں ندا کرے گا: اے کافرو! تم مومنوں سے الگ ہوجاؤ کیونکہ وہ کامیاب ہوگئے ہیں اور اے منافقو! تم مخلص لوگوں سے جدا ہوجاؤ کیونکہ وہ کامیاب ہوگئے ہیں اور اے فاسقو! تم نیک لوگوں سے جدا ہوجاؤ کیونکہ وہ کامیاب ہوگئے ہیں اور اے گناہگارو! تم اطاعت گزاروں سے جدا ہوجاؤ کیونکہ وہ کامیاب ہوگئے ہیں۔[3]

---

1 ......خازن، یس، تحت الآیة: ۵۵-۵۸، ۴/۹-۱۰، مدارك، یس، تحت الآیة: ۵۵-۵۸، ص ۹۹۱، ملتقطاً.

2 ......مدارك، یس، تحت الآیة: ۵۹، ص ۹۹۲، قرطبی، یس، تحت الآیة: ۵۹، ۸/۳۵-۳۶، الجزء الخامس عشر، ملتقطاً.

3 ......تفسیر سمرقندی، یس، تحت الآیة: ۵۹، ۳/۱۰۴.

مجھے نہیں معلوم کہ میں کس گروہ میں جدا کیا جاؤں گا؟

اس قول کے مطابق مسلمانوں کے لئے بھی اس آیت میں بڑی عبرت ہے اورانہیں بھی اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرنے کی بہت حاجت ہے کہ کہیں ان میں سے بھی کسی فرد کو مجرموں کے گروہ میں داخل نہ کر دیا جائے۔ ہمارے بزرگانِ دین اس حوالے سے کس قدر فکر مند رہا کرتے تھے، اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ کچھ لوگوں نے حضرت ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے عرض کی کہ آپ لوگوں کے پاس کیوں نہیں بیٹھتے اوران سے باتیں کیوں بیان نہیں کرتے؟ تو آپ نے فرمایا: چار باتوں نے مجھے مشغول کر دیا ہے، اگر میں ان سے فارغ ہو گیا تو میں ضرور تمہارے پاس بیٹھوں گا اور تمہارے ساتھ باتیں بھی کروں گا۔ لوگوں نے عرض کی: وہ چار باتیں کیا ہیں؟ اس کے جواب میں آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے وہ باتیں ارشاد فرمائیں اوران میں سے ایک بات یہ فرمائی کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ”وَ امْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ “ میں غور کیا تو مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ میں کس گروہ میں جدا کیا جاؤں گا۔[1] اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اُخروی انجام کی فکر کرنے اوراس کی بہتری کے لئے خوب کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌۙ(۶۰) وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِیْؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ(۶۱) وَ لَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًاؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ(۶۲)

وقف غفران

ترجمۂ کنزالایمان: اے اولادِ آدم کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور میری بندگی کرنا یہ سیدھی راہ ہے۔ اور بے شک اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو بہکا دیا تو کیا تمہیں عقل نہ تھی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا بیشک وہ تمہارا کھلا

[1] ......مدخل، فصل فی آداب الفقیر المنقطع التارك للاسباب... الخ، ۲/۲۶.

دشمن ہے۔ اور میری عبادت کرنا، یہ سیدھی راہ ہے۔ اور بیشک اس نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا تو کیا تم سمجھتے نہ تھے۔

﴿یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ: اے اولادِ آدم!۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجرموں سے فرمائے گا کہ اے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد! کیا میں نے اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی معرفت تمہیں یہ حکم نہ دیا تھا کہ شیطان تمہیں جو وسوسے دلاتا ہے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو مُزَیَّن کرتا ہے اس میں تم اُس کی فرمانبرداری نہ کرنا بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور اس کی عداوت بالکل ظاہر ہے اور کیا میں نے یہ حکم نہ دیا تھا کہ صرف میری عبادت کرنا اور کسی کو عبادت میں میرا شریک نہ کرنا، یہ ایسی سیدھی راہ ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی سیدھی راہ نہیں اور بیشک شیطان نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا تو کیا تم میں عقل نہ تھی کہ تم اس کی عداوت اور گمراہ گری کو سمجھتے اور اپنے برے اعمال چھوڑ دیتے تا کہ تم عذاب کے حقدار قرار نہ پاتے۔ (1)

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۶۳﴾ اِصۡلَوۡهَا الۡيَوۡمَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہے وہ جہنم جس کا تم سے وعدہ تھا۔ آج اس میں جاؤ بدلہ اپنے کفر کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ہے وہ جہنم جس سے تمہیں ڈرایا جاتا تھا۔ اپنے کفر کے سبب آج اس میں داخل ہو جاؤ۔

﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ: یہ ہے جہنم۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مجرم جہنم کے قریب پہنچیں گے تو ان سے کہا جائے گا: اے مجرمو! یہ ہے وہ جہنم جس کا تم سے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ذریعے دنیا میں وعدہ کیا جاتا تھا اور اب تم جہنم کو دیکھ کر اس کی تصدیق کر لو، مگر یہ تصدیق مفید نہیں اور آج تم اس جہنم میں داخل ہو جاؤ اور دنیا میں جو تم

1 ......خازن، يس، تحت الآية: ٦٠-٦٢، ٤/١٠، مدارك، يس، تحت الآية: ٦٠-٦٢، ص٩٩٢، جلالين، يس، تحت الآية: ٦٠-٦٢، ص٣٧١، روح البيان، يس، تحت الآية: ٦٠-٦٢، ٤٢١/٧-٤٢٣، ملتقطاً.

اپنے کفر پر ہی قائم رہے اس کے سبب جہنم کے عذابات چکھو۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام پر اعتماد کرنے کا نام ایمان ہے۔ کفار آخرت کو دیکھ کر ساری چیزیں مان جائیں گے مگر وہ ماننا کارآمد نہ ہوگا کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھ پر اعتماد کیا نہ کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام پر۔

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آج ہم ان کے مونھوں پر مہر کردیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے کئے کی گواہی دیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

﴿ **اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ: آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگادیں گے۔**﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ابتداء میں کفار اپنے کفر اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے کا انکار کریں گے اور کہیں گے، ہمیں اپنے رب **اللّٰہ** کی قسم کہ ہم ہرگز مشرک نہ تھے، تو **اللّٰہ** تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگادے گا تاکہ وہ بول نہ سکیں، پھر ان کے دیگر اَعضاء بول اٹھیں گے اور جو کچھ ان سے صادر ہوا ہے سب بیان کردیں گے تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ وہ اَعضا جو گناہوں پر ان کے مددگار تھے وہ ان کے خلاف ہی گواہ بن گئے۔ (1)

قیامت کے دن انسان کی اپنی ذات اس کے خلاف گواہ ہوگی

معلوم ہوا کہ بندہ اپنے جسم کے جن اَعضاء سے گناہ کرتا ہے وہی اَعضاء قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی

(1)......خازن، یس، تحت الآیة: ۶۵، ۴/۱۰، مدارك، یس، تحت الآیة: ۶۵، ص۹۹۲، جلالین، یس، تحت الآیة: ۶۵، ص۳۷۲، ملتقطاً.

دیں گے اور اس کے تمام اعمال بیان کر دیں گے اور اس کی ایک حکمت یہ ہے کہ بندے کی ذات خود اس کے خلاف حجت ہو، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ایک طویل حدیث کے آخر میں ہے کہ بندہ کہے گا: اے میرے رب! میں تجھ پر، تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا، میں نے نماز پڑھی، روزہ رکھا اور صدقہ دیا، وہ بندہ اپنی اِستطاعت کے مطابق اپنی نیکیاں بیان کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ''ابھی پتا چل جائے گا، پھر اس سے کہا جائے گا: ہم ابھی تیرے خلاف اپنے گواہ بھیجتے ہیں۔ وہ بندہ اپنے دل میں سوچے گا: میرے خلاف کون گواہی دے گا؟ پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران، اس کے گوشت اور اس کی ہڈیوں سے کہا جائے گا: تم بولو۔ پھر اس کی ران، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال بیان کریں گی اور یہ اس لئے کیا جائے گا کہ خود اس کی ذات اس کے خلاف حجت ہو اور یہ بندہ وہ منافق ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا۔[1]

یاد رہے کہ مونہوں پر لگائی جانے والی مہر ہمیشہ کے لئے نہ ہوگی بلکہ اعضا کی گواہی لے کر توڑ دی جائے گی، اس لئے وہ دوزخ میں پہنچ کر شور مچائیں گے۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤى اَعْیُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى یُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں مٹا دیتے پھر لپک کر رستے کی طرف جاتے تو انہیں کچھ نہ سوجھتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں مٹا دیتے تو وہ جلدی سے راستے کی طرف جاتے تو کہاں سے دکھائی دیتا؟

﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤى اَعْیُنِهِمْ: اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں مٹا دیتے۔﴾ یعنی جہنم کا عذاب تو آخرت میں ہوگا جبکہ اگر ہم چاہتے تو دنیا میں بھی ان کے کفر کی سزا کے طور پر ان کی آنکھیں مٹا کر انہیں اندھا کر دیتے، پھر وہ جلدی سے راستے کی طرف چلنے کے لئے جاتے تو انہیں کہاں سے دکھائی دیتا کیونکہ ہم نے تو انہیں اندھا کر دیا تھا، لیکن ہم نے ایسا نہ کیا اور اپنے فضل و کرم سے آنکھ کی نعمت ان کے پاس باقی رکھی، تو اب ان پر حق یہ ہے کہ وہ شکر گزاری کریں

1 ......مسلم، کتاب الزھد والرقائق، ص١٥٨٧، الحدیث: ١٦(٢٩٦٨).

کفر نہ کریں۔(1)

وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِیًّا وَّ لَا یَرْجِعُوْنَ۠ ﴿۶۷﴾

ع ۴

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم چاہتے تو ان کے گھر بیٹھے ان کی صورتیں بدل دیتے کہ نہ آگے بڑھ سکتے نہ پیچھے لوٹتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم چاہتے تو ان کی جگہ پر ہی ان کی صورتیں بدل دیتے تو نہ وہ آگے بڑھ سکتے اور نہ پیچھے لوٹتے۔

﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ: اور اگر ہم چاہتے تو ان کی جگہ پر ہی ان کی صورتیں بدل دیتے۔﴾ یعنی اس سزا سے بڑھ کر اگر ہم چاہتے تو جن گھروں میں یہ بیٹھے ہوئے تھے وہیں ان کے کفر کی سزا میں ان کی صورتیں بدل کر انہیں بندر یا سور بنا دیتے، پھر وہ نہ آگے بڑھ سکتے اور نہ پیچھے لوٹ سکتے اور ان کے جرم ایسے تھے کہ وہ اس سزا کا تقاضا کرتے تھے لیکن ہم نے اپنی رحمت اور حکمت کے تقاضے کے مطابق انہیں عذاب دینے میں جلدی نہ کی اور ان کے لئے مہلت رکھی تا کہ وہ توبہ کر کے ایمان لے آئیں اور نعمتوں کا شکر ادا کریں۔(2)

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِؕ اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے ہم بڑی عمر کا کریں اسے پیدائش میں الٹا پھیریں تو کیا وہ سمجھتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں تو خلقت و بناوٹ میں ہم اسے الٹا پھیر دیتے ہیں، تو کیا وہ سمجھتے نہیں؟

﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ: اور جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اوپر بیان کی گئی سزاؤں کا واقع ہونا قابلِ

(1)......خازن، یس، تحت الآیۃ: ۶۶، ۱۱/۴، جمل، یس، تحت الآیۃ: ۶۶، ۳۰۵/۶، ملتقطاً۔

(2)......جلالین مع جمل، یس، تحت الآیۃ: ۶۷، ۳۰۶/۶، روح البیان، یس، تحت الآیۃ: ۶۷، ۴۲۷/۷، ملتقطاً۔

تعجب نہیں، اس کی ایک نظیر پر ہماری قدرت گواہ ہے کہ جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں تو اسے پیدائش میں الٹا پھیر دیتے ہیں کہ وہ بچپن جیسی کمزوری اور ناتوانی کی طرف واپس ہونے لگتا ہے اور دم بدم اس کی طاقتیں، قوتیں، جسم اور عقل کم ہونے لگتے ہیں، تو کیا اس حالت کو دیکھ کر وہ سمجھتے نہیں کہ جو اَحوال کو بدلنے پر ایسا قادر ہو کہ بچپن کی کمزوری، ناتوانی، چھوٹے جسم اور نادانی کے بعد شباب کی قوتیں، توانائی، مضبوط جسم اور دانائی عطا فرماتا ہے، پھر بڑی عمر اور عمر کے آخری حصے میں اسی قوی ہیکل جوان کو دبلا اور حقیر کر دیتا ہے، اب نہ وہ جسم باقی ہے نہ قوتیں، نشست بَرخاست میں مجبوریاں درپیش ہیں، عقل کام نہیں کرتی، بات یاد نہیں رہتی، عزیز واَقارب کو پہچان نہیں سکتا، تو جس پروردگار نے یہ تبدیلی کی وہ اس پر قادر ہے کہ آنکھیں دینے کے بعد انہیں مٹا دے اور اچھی صورتیں عطا کرنے کے بعد ان کو مَسخ کر دے اور موت دینے کے بعد پھر زندہ کر دے۔ (1)

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌۙ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے نبی کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ: اور ہم نے نبی کو شعر کہنا نہ سکھایا۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نہ شعر گوئی کا ملکہ دیا ہے اور نہ قرآن مجید شعر کی تعلیم ہے اور نہ ہی شعر کہنا میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان کے لائق ہے اور قرآنِ کریم کی شان تو یہ ہے کہ وہ صاف صریح حق و ہدایت ہے، تو کہاں وہ تمام علوم کی جامع پاک آسمانی کتاب اور کہاں شعر جیسا جھوٹا کلام، ان میں نسبت ہی کیا ہے۔ شانِ نزول: کفارِ قریش نے کہا تھا کہ محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) شاعر ہیں اور جو وہ فرماتے ہیں یعنی قرآنِ پاک وہ شعر ہے، اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ (مَعَاذَ اللّٰہ) یہ کلام جھوٹا ہے جیسا کہ قرآنِ کریم میں ان کا مقولہ نقل فرمایا گیا ہے کہ

1 ......خازن، يس، تحت الآية: ٦٨، ١١/٤، مدارك، يس، تحت الآية: ٦٨، ص٩٩٢-٩٩٣، ملتقطاً.

بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ خود اس (نبی) نے اپنی طرف سے بنالیا ہے بلکہ یہ شاعر ہیں۔

اسی کا اس آیت میں رد فرمایا گیا ہے کہ ہم نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایسی باطل گوئی کا ملکہ ہی نہیں دیا اور یہ کتاب اَشعار یعنی جھوٹی باتوں پر مشتمل نہیں، کفارِ قریش زبان سے ایسے بدذوق اور نظمِ عروضی سے ایسے ناواقف نہ تھے کہ نثر کو نظم کہہ دیتے اور کلامِ پاک کو شعرِ عروضی بتا بیٹھتے اور کلام کا مَحض وزنِ عروضی پر ہونا ایسا بھی نہ تھا کہ اس پر اعتراض کیا جاسکے، اس سے ثابت ہوگیا کہ ان بے دینوں کی شعر سے مراد جھوٹا کلام تھی۔ [2]

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اَوّلین و آخرین کے علوم تعلیم فرمائے گئے ہیں

صدرُ الافاضل، مولانا نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت میں اشارہ ہے کہ حضور سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے علومِ اَوّلین و آخرین تعلیم فرمائے گئے جن سے کشفِ حقائق ہوتا ہے اور آپ کی معلومات واقعی نفس الامری ہیں، کِذبِ شِعری نہیں جو حقیقت میں جہل ہے، وہ آپ کی شان کے لائق نہیں اور آپ کا دامنِ تقدس اس سے پاک ہے۔ اس میں شعر بمعنی کلامِ مَوزون کے جاننے اور اس کے صحیح وسقیم جید ورَدِی کو پہچاننے کی نفی نہیں۔ علمِ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں طعن کرنے والوں کے لئے یہ آیت کسی طرح سند نہیں ہوسکتی، اللّٰہ تعالیٰ نے حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کو علومِ کائنات عطا فرمائے، اس کے انکار میں اس آیت کو پیش کرنا مَحض غلط ہے۔ [3]

لِّیُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَیًّا وَّ یَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہ اسے ڈرائے جو زندہ ہو اور کافروں پر بات ثابت ہوجائے۔

1 ......الانبياء: ٥.

2 ......مدارك، يس، تحت الآية: ٦٩، ص٩٩٣، جمل، يس، تحت الآية: ٦٩، ٦/٣٠٧، روح البيان، يس، تحت الآية: ٦٩، ٧/٤٣١، خزائن العرفان، یٰس، تحت الآیۃ: ۶۹، ص۸۲۳، ملتقطاً۔

3 ......خزائن العرفان، یٰس، تحت الآیۃ: ۶۹، ص۸۲۳۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تا کہ وہ ہر ایسے شخص کو ڈرائے جو زندہ ہو اور کافروں پر بات ثابت ہوجائے۔

﴿ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا: تاکہ وہ ہر ایسے شخص کو ڈرائے جو زندہ ہو۔﴾ مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ یہاں ڈرانے والے سے مراد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآنِ مجید ہے، اور زندہ سے مراد وہ شخص ہے جو دل کا زندہ ہو اور کلام و خطاب کو سمجھتا ہے، یہ مومن کی شان ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا: قرآنِ پاک نصیحت اور روشن قرآن ہے تاکہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یا قرآن، مومن کو گناہوں پر ہونے والے عذاب سے ڈرائیں (تاکہ وہ گناہوں سے باز رہے) اور کفر پر قائم رہنے والے کافروں پر عذاب کی بات ثابت ہوجائے۔ اس میں اشارہ ہے کہ جس دل میں اللّٰہ تعالٰی کی معرفت کا نور ہو وہی دل زندہ ہوتا ہے اور اسی کو اللّٰہ تعالٰی کے عذاب سے ڈرانا فائدہ مند ہوتا ہے، وہی اس ڈرانے کا اثر قبول کرتا ہے اور دنیا سے اِعراض کر کے آخرت اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ زندہ سے مراد وہ شخص ہے جو اللّٰہ تعالٰی کے علم میں ایمان لانے والا ہے کیونکہ ہمیشہ کی کامیاب زندگی تو صرف ایمان سے حاصل ہوتی ہے، یعنی جو شخص اللّٰہ تعالٰی کے علم میں ایمان والا ہے اس کا ایمان ایسے ہے جیسے بدن کے لئے زندگی کیونکہ ایمان ابدی زندگی حاصل ہونے کا سبب ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا: قرآنِ پاک نصیحت اور روشن قرآن ہے تاکہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یا قرآن اسے عذاب سے ڈرائیں جو اللّٰہ تعالٰی کے علم میں ایمان لانے والا ہے تاکہ وہ ایمان لے آئے اور کفر پر قائم رہنے والے کافروں پر عذاب کی بات ثابت ہوجائے۔ (1)

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

1 ......تفسیر کبیر، یس، تحت الآیۃ: ۷۰، ۹/۳۰۵، جلالین، یس، تحت الآیۃ: ۷۰، ص۳۷۲، روح البیان، یس، تحت الآیۃ: ۷۰، ۷/۴۳۲، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے چوپائے ان کے لیے پیدا کئے تو یہ ان کے مالک ہیں۔ اور انہیں ان کے لیے نرم کردیا تو کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کو کھاتے ہیں۔ اور ان کے لیے ان میں کئی طرح کے نفع اور پینے کی چیزیں ہیں تو کیا شکر نہ کریں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے چوپائے ان کے لیے پیدا کیے تو یہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے ان چوپایوں کو ان کے لیے تابع کردیا تو ان چوپایوں سے کچھ ان کی سواریاں ہیں اور کچھ سے وہ کھاتے ہیں۔ اور لوگوں کے لیے ان چوپایوں میں کئی طرح کے منافع اور پینے کی چیزیں ہیں تو کیا وہ لوگ شکر ادا نہیں کریں گے۔

﴿ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ: اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان کے لیے پیدا کیے۔﴾ اِس آیت سے اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت کو دلائل کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا مکہ کے مشرکین نے اس بات پر غور نہیں کیا اور یقینی طور پر نہیں جانا کہ ہم نے اپنی قدرت سے بنائے ہوئے چوپائے ان کے اور ان کے فائدے کے لئے پیدا کیے اور یہ ہمارے مالک بنانے کی وجہ سے ان چوپایوں کے مالک ہیں اور ان میں تَصَرُّف کرتے ہیں کیونکہ چوپایوں کو پیدا کرنے کے بعد اگر ہم مالک نہ بناتے تو یہ ان سے نفع نہیں اٹھا سکتے تھے اور ہم نے ان چوپایوں کو ان کے لیے مُسَخَّر اور تابع کردیا جس کے نتیجے میں طاقتور اور مضبوط چوپایوں پر سوار ہونا، سامان لادنا، جہاں چاہے انہیں لے جانا اور ذبح کرنا ان کے لئے کوئی مشکل نہیں اور ان کے بڑے بڑے منافع یہ ہیں کہ کچھ چوپائے ان کی سواریاں ہیں اور کچھ سے وہ گوشت اور چربی کھاتے ہیں اور ان کے علاوہ بھی چوپایوں میں ان کے لیے کئی طرح کے منافع اور فائدے ہیں جیسا کہ وہ ان کی کھالوں، بالوں اور اون وغیرہ کو کام میں لاتے ہیں اور پینے کی چیزیں جیسے دودھ اور دودھ سے بننے والی چیزیں جیسے دہی وغیرہ حاصل ہوتی ہیں، تو کیا وہ مشرکین یہ نعمتیں عطا فرمانے والے رب تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرکے اور عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرا کر اس کا شکر ادا نہیں کریں گے۔ (1)

---

1 ......تفسیر کبیر، یس، تحت الآیۃ: ٧١-٧٣، ٣٠٦/٩، روح البیان، یس، تحت الآیۃ: ٧١-٧٣، ٤٣٣/٧-٤٣٤، ملتقطاً۔

نوٹ: آیت میں ہاتھ کا لفظ ہے، یہ بطورِ محاورہ کے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانی ہاتھوں سے پاک ہے۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے اللہ کے سوا اور خدا ٹھہرا لیے کہ شاید ان کی مدد ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنالئے کہ شاید ان کی مدد ہوجائے۔

﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً: اور انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنالئے۔﴾ یہاں سے کفارِ مکہ کی گمراہی میں زیادتی اور انتہاء بیان کی جارہی ہے کہ ان پر تو یہ لازم تھا کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرکے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے نفع یا نقصان پہنچانے سے عاجز بتوں کو پوجنا شروع کردیا اور ان سے یہ توقُّع رکھنے لگ گئے کہ شاید ان کی مدد ہوجائے اور یہ بت مصیبت کے وقت ان کے کام آئیں اور عذاب سے بچائیں اور ایسا ہونا ممکن نہیں۔(1)

لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ ان کی مدد نہیں کرسکتے اور وہ ان کے لشکر سب گرفتار حاضر آئیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ معبود اِن کی مدد نہیں کرسکتے اور وہ لوگ خود ان معبودوں کیلئے حاضرِ خدمت لشکر بنے ہوئے ہیں۔

﴿ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ: وہ معبود ان کی مدد نہیں کرسکتے۔﴾ یعنی مشرکوں کا اپنے معبودوں سے مدد کی توقع رکھنا بیکار ہے، ان کے معبود ان کی مدد کرسکتے ہیں اور نہ ہی ان سے عذاب دور کرسکتے ہیں کیونکہ وہ جَماد، بے جان بے قدرت اور بے شعور ہیں اور الٹا معاملہ یہ ہے کہ یہ بت پرست خود اپنے معبودوں کی حفاظت کیلئے ان کے لشکر بنے ہوئے ہیں جو بتوں کی خدمت کے لئے موجود رہتے ہیں۔ دوسرا معنی یہ کیا گیا ہے کہ آخرت میں کافروں کے ساتھ ان کے بت بھی

---

1 ......تفسیر کبیر، یس، تحت الآیۃ: ۷۴، ۹/۳۰۶.

گرفتار کر کے حاضر کئے جائیں گے اور سب جہنم میں داخل ہوں گے، بت بھی اور ان کے پجاری بھی۔ یاد رہے کہ بتوں کا جہنم میں داخلہ اپنے پجاریوں کو عذاب دینے کے لئے ہوگا اور پجاریوں کا داخلہ عذاب پانے کے لئے ہوگا۔

فَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم ان کی بات کا غم نہ کرو بے شک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان کی بات تمہیں غمگین نہ کرے بیشک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔

﴿فَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ: تو ان کی بات تمہیں غمگین نہ کرے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب یہ کفار ایسے واضح اور کھلے ہوئے اُمور میں بھی مخالفت ہی کرتے ہیں تو آپ کفار کی تکذیب و انکار سے، ان کی ایذاؤں اور جفا کاریوں سے غمگین نہ ہوں، بیشک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں ہم انہیں ان کے کردار کی سزا دیں گے۔[1]

اَوَ لَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۷﴾ وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِیَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَ هِیَ رَمِیْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُۙ ﴿۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا آدمی نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے پانی کی بوند سے بنایا جبھی وہ صریح جھگڑالو ہے۔ اور ہمارے لیے کہاوت کہتا ہے اور اپنی پیدائش بھول گیا بولا ایسا کون ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرے جب وہ بالکل گل گئیں۔ تم فرماؤ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے۔

[1] ......مدارك، يس، تحت الآية: ٧٦، ص ٩٩٤، جلالين، يس، تحت الآية: ٧٦، ص ٣٧٢، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا آدمی نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے ایک بوند سے بنایا پھر تب ہی وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے۔ اور ہمارے لیے مثال دیتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ کہنے لگا: ایسا کون ہے جو ہڈیوں کو زندہ کردے جبکہ وہ بالکل گلی ہوئی ہوں ۔تم فرماؤ: ان ہڈیوں کو وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور وہ ہر پیدائش کو جاننے والا ہے۔

﴿ اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ: اور کیا آدمی نے نہ دیکھا۔**﴾** **شانِ نزول:** یہ آیت عاص بن وائل یا ابوجہل اور مشہور قول کے مطابق اُبی بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی جو مرنے کے بعد اُٹھنے کے انکار میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بحث وتکرار کرنے آیا تھا، اس کے ہاتھ میں ایک گلی ہوئی ہڈی تھی، وہ اس کو توڑتا جاتا اور حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہتا جاتا تھا کہ کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ اس ہڈی کو گل جانے اور ریزہ ریزہ ہوجانے کے بعد بھی **اللہ** تعالٰی زندہ کرے گا؟ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ہاں! اور تجھے بھی مرنے کے بعد اٹھائے گا اور جہنم میں داخل فرمائے گا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور اس کی جہالت کا اظہار فرمایا گیا، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو انسان گلی ہوئی ہڈی کا بکھرنے کے بعد **اللہ** تعالٰی کی قدرت سے زندگی قبول کرنا اپنی نادانی سے ناممکن سمجھتا ہے، وہ کتنا احمق ہے، اپنے آپ کو نہیں دیکھتا کہ ابتدا میں ایک گندہ نطفہ تھا جو کہ گلی ہوئی ہڈی سے بھی حقیر تر ہے، **اللہ** تعالٰی کی قدرتِ کاملہ نے اس میں جان ڈالی، انسان بنایا تو ایسا مغرور ومتکبر انسان ہوا کہ **اللہ** تعالٰی کی قدرت ہی کا منکر ہو کر جھگڑنے آگیا، اتنا نہیں دیکھتا کہ جو قادرِ برحق پانی کی بوند کو ایک قوی اور طاقتور انسان کی صورت بنا دیتا ہے اس کی قدرت سے گلی ہوئی ہڈی کو دوبارہ زندگی بخش دینا کیا بعید ہے اور اس کو ناممکن سمجھنا کتنی کھلی ہوئی جہالت ہے اور وہ گلی ہوئی ہڈی کو ہاتھ سے مل کر ہمارے لئے مثال دیتا ہے کہ یہ ہڈی تو ایسی بکھری ہوئی ہے، یہ کیسے زندہ ہوگی اور یہ کہتے ہوئے اپنی پیدائش کو بھول گیا کہ منی کے قطرے سے پیدا کیا گیا ہے۔ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس سے فرمادیں کہ ان ہڈیوں کو وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور وہ پہلی اور بعد والی ہر پیدائش کو جاننے والا ہے اور جب اس کا علم بھی کامل ہے، قدرت بھی کامل تو پھر تمہیں دوبارہ زندہ کئے جانے کو ماننے میں کیوں تأمُّل ہے۔[1]

1 ......خازن، یس، تحت الآیۃ: ۷۷-۷۹، ۱۳/۴، البحر المحیط، یس، تحت الآیۃ: ۷۷-۷۹، ۲۳۲/۷، مدارک، یس، تحت الآیۃ: ۷۷-۷۹، ص۹۹۴، ملتقطاً۔

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس نے تمہارے لیے ہرے پیڑ میں سے آگ پیدا کی جبھی تم اس سے سلگاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی تو جبھی تم اس سے آگ جلاتے ہو۔

﴿اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا: جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی۔﴾ عرب کے دو درخت ہوتے ہیں جو وہاں کے جنگلوں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں ایک کا نام مَرخ ہے دوسرے کا عفار، ان کی خاصیت یہ ہے کہ جب ان کی سبز شاخیں کاٹ کر ایک دوسرے پر رگڑی جائیں تو ان سے آگ نکلتی ہے حالانکہ وہ اتنی تر ہوتی ہیں کہ ان سے پانی ٹپکتا ہوتا ہے۔ اس میں قدرت کی کیسی عجیب و غریب نشانی ہے کہ آگ اور پانی دونوں ایک دوسرے کی ضد، ہر ایک ایک جگہ ایک لکڑی میں موجود، نہ پانی آگ کو بجھائے نہ آگ لکڑی کو جلائے، جس قادرِ مُطْلَق کی یہ حکمت ہے وہ اگر ایک بدن پر موت کے بعد زندگی وارد کرے تو اس کی قدرت سے کیا عجیب اور اس کو ناممکن کہنا آثارِ قدرت دیکھ کر جاہلانہ اور سرکشی والا انکار کرنا ہے۔[1]

اَوَ لَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؔ بَلٰى ۗ وَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۱﴾

وقف غفران

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا وہ جس نے آسمان اور زمین بنائے ان جیسے اور نہیں بنا سکتا کیوں نہیں اور وہی بڑا پیدا کرنے والا سب کچھ جانتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے وہ اس بات پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور پیدا کردے؟ کیوں

---

1 ......جلالين، يس، تحت الآية: ۸۰، ص۳۷۳، مدارك، يس، تحت الآية: ۸۰، ص۹۹۵، ملتقطاً.

نہیں! اور وہی بڑا پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ: جس نے آسمان اور زمین بنائے۔﴾ اس آیت میں مُردوں کو زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کی ایک اور دلیل بیان کی جا رہی ہے کہ جس رب تعالیٰ نے آسمان اور زمین جیسی عظیم مخلوق بنا دی کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ آخرت میں ان جیسے چھوٹے اور حقیر انسان دوبارہ بنا دے؟ کیوں نہیں! بے شک وہ اس پر قادر ہے اور عقل بھی یہی فیصلہ کرتی ہے کہ جو آسمان و زمین جیسی عظیم مخلوق کو پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے پر زیادہ قدرت رکھتا ہے اور اس کی قدرت کامل اور اس کا علم تمام معلومات کو شامل ہے کیونکہ وہی بڑا پیدا کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔(1)

اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْـٴًـا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے فرماتا ہے،''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔

﴿اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗ: اس کا کام تو یہی ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے فرماتا ہے،''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے یعنی مخلوقات کا وجود اس کے حکم کے تابع ہے اور جب خدا کسی چیز کو وجود میں آنے کا حکم فرماتا ہے تو اسے لوگوں کی طرح مختلف اَشیاء کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ خدا کے حکم پر ہر چیز امرِ الٰہی کے مطابق وجود میں آ جاتی ہے۔

فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع

ع ۵ / ۱۶

ترجمۂ کنزالایمان: تو پاکی ہے اسے جس کے ہاتھ ہر چیز کا قبضہ ہے اور اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔

1 ......تفسیر کبیر، یس، تحت الآیة: ۸۱، ۹/ ۳۰۹، روح البیان، یس، تحت الآیة: ۸۱، ۷/ ۴۴۰، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا قبضہ ہے اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔

﴿ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ : تو پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا قبضہ ہے۔﴾ یعنی بیان کردہ سب چیزوں سے ثابت ہوگیا کہ مشرکین جو کہتے ہیں اس سے وہ رب تعالیٰ پاک ہے جس کے دستِ قدرت میں ہر چیز کا قبضہ ہے اور وہ ہر چیز کا مالک ہے اور مرنے کے بعد اسی کی طرف تم آخرت میں پھیرے جاؤ گے کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی علَی الاِطْلاق مالک نہیں ہے۔ (1)

1 ......مدارك، یس، تحت الآية: ۸۳، ص۹۹۶، روح البیان، یس، تحت الآية: ۸۳، ۷/۴۴۲، ملتقطاً.

سورۂ صافّات کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ صافّات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **5** رکوع، **182** آیتیں، **860** کلمے اور **3826** حروف ہیں۔[2]

’’صافّات‘‘ نام رکھنے کی وجہ

صافّات کا معنی ہے صفیں باندھنے والے، اور اس سورت کی پہلی آیت میں صفیں باندھنے والوں کی قسم ارشاد فرمائی گئی اس مناسبت سے اس کا نام ’’سورۂ صافّات‘‘ رکھا گیا۔

سورۂ صافّات کی فضیلت

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے جمعہ کے دن سورۂ یٰسین اور سورۂ **وَالصّٰٓفّٰت** کی تلاوت کی، پھر اس نے **اللّٰہ** تعالٰی سے کوئی سوال کیا تو **اللّٰہ** تعالٰی اس کا وہ سوال پورا کر دے گا۔[3]

سورۂ صافّات کے مضامین

جس طرح دیگر مکی سورتوں میں اکثر بنیادی عقائد کے بیان پر زور دیا گیا ہے اسی طرح اس سورت میں بھی توحید، وحی، نبوت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء ملنے کو ثابت کیا گیا ہے اور اس میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں:

---

1 ......خازن، تفسير سورة والصافات، ١٤/٤.

2 ......خازن، تفسير سورة والصافات، ١٤/٤.

3 ......در منثور، سورة الصافات، ٧٧/٧.

(1)......اس سورت کی ابتداء میں صفیں باندھنے والوں، جھڑک کر چلانے والوں اور قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے والی جماعتوں کی قسم ذکر کر کے فرمایا گیا عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے جو کہ آسمانوں، زمینوں، ان کے درمیان موجود تمام چیزوں اور تمام مَشرقوں کا رب ہے اور یہ بتایا گیا کہ آسمان کو تمام سرکش جِنّات سے محفوظ کر دیا گیا ہے اور اب وہ عالَمِ بالا کے فرشتوں کی باتیں نہیں سن سکتے اور جو ان کی باتیں سننے کے لئے اوپر جائے تو اسے شِہابِ ثاقب سے مارا جاتا ہے۔

(2)......جو کفار نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معجزات دیکھ کر مذاق اڑاتے تھے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے ہیں ان کی مذمت بیان کی گئی اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی کہ وہ دن عنقریب آنے والا ہے جس میں ان کافروں کا انجام انتہائی دردناک ہوگا۔

(3)......اخلاص کے ساتھ ایمان لانے والوں کی جزاء میں جنت کی نعمتیں بیان کی گئیں اور یہ بتایا گیا کہ لوگوں کو کس چیز کے لئے عمل کرنا چاہئے۔

(4)......پچھلی امتوں کے احوال بیان کئے گئے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا گیا اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے رسولوں کی پیروی کی تو وہ عذاب سے محفوظ رہے۔

(5)......حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت الیاس، حضرت لوط اور حضرت یونس عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان کئے اور ان میں سے حضرت ابراہیم اور حضرت یونس عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا۔

(6)......کفار کا ایک عقیدہ یہ تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، ان کے اس عقیدے کا رد کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کی گئی۔

سورۂ یٰسٓ کے ساتھ مناسبت

سورۂ صافّات کی اپنے سے ماقبل سورت "یٰسٓ" کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ یٰسٓ میں ہلاک کی گئی سابقہ اُمتوں کے احوال کی طرف اشارہ کیا گیا اور سورۂ صافّات میں ان امتوں کے اَحوال تفصیل سے بیان کئے گئے۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ یٰسٓ میں دنیا اور آخرت میں کافروں اور مسلمانوں کے اَحوال اِجمالی طور پر ذکر کئے گئے اور سورۂ صافّات میں تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَ الصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: قسم ان کی کہ باقاعدہ صف باندھیں۔ پھر ان کی کہ جھڑک کر چلائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کی قسم جو باقاعدہ صفیں باندھے ہوئے ہیں۔ پھر ان کی قسم جو جھڑک کر چلانے والے ہیں۔

﴾ وَ الصّٰٓفّٰتِ صَفًّا: ان کی قسم جو باقاعدہ صفیں باندھے ہوئے ہیں۔﴿ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چند گروہوں کی قسم یاد فرمائی، ان کے بارے میں مفسرین کا **ایک قول** یہ ہے کہ ان سے مراد فرشتوں کے گروہ ہیں جو نمازیوں کی طرح صف بستہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر رہتے ہیں۔ **دوسرا قول** یہ ہے کہ ان سے علماءِ دین کے گروہ مراد ہیں جو تہجُّد اور تمام نمازوں میں صفیں باندھ کر عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ **تیسرا قول** یہ ہے کہ ان سے مراد غازیوں کے گروہ ہیں جو راہِ خدا میں صفیں باندھ کر دشمنانِ حق کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں۔[1]

جہاد میں اور نماز میں صفیں باندھنے والوں کی فضیلت

یہاں صف باندھنے والوں کی قسم ارشاد فرمانے سے معلوم ہوا کہ صف باندھنا بہت اہمیت اور فضیلت کا باعث ہے، اسی مناسبت سے یہاں جہاد میں صف باندھ کر لڑنے کی اور نماز میں صف باندھنے کی فضیلت ملاحظہ ہو، چنانچہ جہاد میں صفیں باندھ کر لڑنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

1 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ۱، ص۹۹۷، ملخصاً.

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ ان لوگوں سے محبت فرماتا ہے جواس کی راہ میں اس طرح صفیں باندھ کرلڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں۔

اور نماز میں صف باندھنے کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’(اے لوگو!) نماز میں صف کو قائم کرو کیونکہ صف کو قائم کرنا نماز کے حسن میں سے ہے۔[2]

﴿فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا: پھر ان کی قسم جو جھڑک کر چلانے والے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیت میں صفیں بنانے والوں کی تفسیر میں ذکر کردہ تین اَقوال میں سے **پہلے قول** کے مطابق یہاں جھڑک کر چلانے والوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بادل پر مقرر ہیں اور اس کو حکم دے کر چلاتے ہیں اور **دوسرے قول** کے مطابق ان سے علماء مراد ہیں جو وعظ و نصیحت سے لوگوں کو جھڑک کر یعنی بعض اوقات موقع محل اور موضوع کی مناسبت سخت الفاظ کے ساتھ دین کی راہ پر چلاتے ہیں اور **تیسرے قول** کے مطابق ان سے غازی مراد ہیں جو گھوڑوں کو ڈپٹ کر جہاد میں چلاتے ہیں۔[3]

فَالتّٰلِیٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ان جماعتوں کی کہ قرآن پڑھیں۔ بے شک تمہارا معبود ضرور ایک ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی قسم۔ بیشک تمہارا معبود ضرور ایک ہے۔

﴿فَالتّٰلِیٰتِ ذِكْرًا: پھر قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی قسم۔﴾ اس آیت میں بھی قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے والوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو نماز میں تلاوت کرتے ہیں، یا وہ علماء مراد ہیں جو اپنے درس اور بیانات میں قرآنِ کریم کی

1 ......الصف: ٤.

2 ......بخاری، کتاب الاذان، باب اقامة الصفّ من تمام الصلاة، ١/٢٥٧، الحدیث: ٧٢٢.

3 ......مدارك، الصافات، تحت الآیة: ٢، ص٩٩٧، ملخصاً.

تلاوت کرتے ہیں یا وہ غازی مراد ہیں جو جہاد کرتے وقت قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔[1]

تلاوتِ قرآن بڑی اعلیٰ عبادت ہے

اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے والوں کی قسم یاد فرمائی، اس سے معلوم ہوا کہ تلاوتِ قرآن بڑی اعلیٰ عبادت ہے، لہٰذا اسے سفر وحضر کسی حال میں بھی نہ چھوڑا جائے۔ ترغیب کے لئے یہاں اس سے متعلق دو اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم اپنی آنکھوں کو عبادت میں سے ان کا حصہ دیا کرو۔ عرض کی گئی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، عبادت میں سے آنکھوں کا حصہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ’’دیکھ کر قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا، اس (کی آیات اور معانی) میں غور وفکر کرنا اور اس میں ذکر کئے گئے عجائبات پڑھتے وقت نصیحت حاصل کرنا۔[2]

(2)......حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میرے امتی کی افضل عبادت قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا ہے۔[3]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں قرآنِ عظیم کی تلاوت کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿ اِنَّ اِلٰهَكُمْ: بیشک تمہارا معبود۔﴾ کفارِ مکہ تعجب کے طور پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا اس نے بہت سارے خداؤں کو ایک خدا کر دیا؟ بیشک یہ ضرور بڑی عجیب بات ہے۔

اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا چیزوں کی قسم یاد فرما کر ان کی عظمت وشرافت بھی بیان کر دی اور بتوں کے پجاریوں کا رد کرتے ہوئے فرما دیا کہ اے اہلِ مکہ! بیشک تمہارا معبود ضرور ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، لہٰذا تم

---

1 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ٣، ص٩٩٧، ملخصاً.

2 ......شعب الايمان، التاسع عشر من شعب الايمان... الخ، فصل فی القراءة من المصحف، ٢/٤٠٨، الحديث: ٢٢٢٢.

3 ......نوادر الاصول، الاصل الخامس والخمسون والمائتان، ٢/١٠٤١، الحديث: ١٣٤٣.

4 ......سورة ص:٥.

بتوں کو اپنا معبود قرار نہ دو۔ حقیقی اعتبار سے اس آیت میں تمام انسانوں سے خطاب کیا گیا ہے۔[1]

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مالک آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور مالک مشرقوں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے اور مشرقوں کا مالک ہے۔

﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔﴾ اس آیت میں بیان فرمایا کہ آسمان اور زمین اور ان کی درمیانی کائنات اور تمام حدود وجہات سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے تو کوئی دوسرا کس طرح عبادت کا مستحق ہوسکتا ہے، لہٰذا وہ شریک سے مُنَزَّہ ہے۔[2]

ربُّ العالَمین کی بارگاہ میں سیّدالمرسلین کا مقام

یہاں ایک نکتہ قابلِ ذکر ہے کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیّت اور اپنی صفات کو آیات میں مذکور چیزوں کی قسم کے ساتھ بیان کیا جبکہ قرآنِ پاک میں ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت ورسالت کو جب بیان کیا تو کسی جگہ قرآن کی قسم اور کسی جگہ اپنی رَبُوبیّت کی قسم کے ساتھ بیان فرمایا، جیسا کہ سورۂ یٰسین میں ارشاد فرمایا:

وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حکمت والے قرآن کی قسم۔ بیشک تم رسولوں میں سے ہو۔

سورۂ نساء میں ارشاد فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اے حبیب! تمہارے رب کی قسم،

1 ......خازن، والصافات، تحت الآية: ٤، ١٤/٤، روح البيان، الصافات، تحت الآية: ٤، ٤٤٦/٧، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الصافات، تحت الآية: ٥، ٤٤٧/٧، خازن، والصافات، تحت الآية: ٥، ١٤/٤، ملتقطاً.

3 ......يس: ٢،٣.

فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ[1] یہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنالیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مقام بہت بلند ہے۔

﴿وَرَبُّ الْمَشَارِقِ: اور مشرقوں کا مالک ہے۔﴾ اس آیت میں جمع کا صیغہ ''مَشَارِق'' ذکر کیا گیا ہے، اس کے بارے میں مفسر سُدِّی کا قول ہے کہ چونکہ سورج طلوع ہونے کی **360** جگہیں ہیں اسی طرح سورج غروب ہونے کی بھی **360** جگہیں ہیں اور ہر روز سورج نئی جگہ سے طلوع ہوتا اور نئی جگہ میں غروب ہوتا ہے (اس لئے یہاں جمع کا صیغہ ذکر ہوا۔)[2]

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں اس آیت میں ''مَشَارِق'' جمع کا صیغہ ہر روز کے مشرق اور مغرب کے اعتبار سے ذکر کیا گیا ہے کیونکہ سال میں سورج طلوع اور غروب ہونے کی 360 جگہیں ہیں اور ہر روز سورج ان میں سے ایک مشرق سے طلوع ہوتا ہے، اسی طرح ہر روز ایک مغرب میں غروب ہوتا ہے۔ سورہ رحمٰن کی آیت میں جو ''مَشْرِقَيْنِ'' اور ''مَغْرِبَيْنِ'' تثنیہ کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے، یہ گرمیوں اور سردیوں کے موسم میں سورج طلوع اور غروب ہونے کے اعتبار سے ہے اور سورہ مُزَّمِّل کی آیت میں جو ''مَشْرِق'' اور ''مَغْرِب'' واحد کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے یہ ہر سال کے مشرق اور مغرب کے اعتبار سے ہے۔[3]

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اور علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''سورہ مزمل کی آیت میں ''مَشْرِق'' اور ''مَغْرِب'' واحد کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے یہ اس اعتبار سے ہے کہ یہاں مشرق اور مغرب کی جہت مراد ہے۔[4]

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِۨالْكَوَاكِبِ ﴿۶﴾ وَ حِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو تاروں کے سنگار سے آراستہ کیا۔ اور نگاہ رکھنے کو ہر شیطان سرکش سے۔

1 ......النساء: ٦٥.

2 ......خازن، والصافات، تحت الآية: ٥، ١٤/٤.

3 ......صاوی، الصافات، تحت الآية: ٥، ١٧٣١/٥.

4 ......خازن، والصافات، تحت الآية: ٥، ١٤/٤-١٥، روح البيان، الصافات، تحت الآية: ٥، ٤٤٧/٧.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو ستاروں کے سنگھار سے آراستہ کیا۔ اور ہر سرکش شیطان سے حفاظت کیلئے۔

﴿اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا: بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو آراستہ کیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں آسمان کو ستاروں سے سجانے کے دو فوائد بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......زینت کے لئے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو جو دوسرے آسمانوں کی بہ نسبت زمین سے قریب تر ہے، ستاروں کے سنگھار سے آراستہ کیا کیونکہ دیکھنے والے کو سارے ستارے پہلے آسمان پر ایسے محسوس ہوتے ہیں جیسے کسی چادر پر رنگ برنگ موتی بکھرے ہوئے ہیں۔

(2)......سرکش شیطانوں سے آسمان کی حفاظت کیلئے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے آسمان کو ہر ایک نافرمان شیطان سے محفوظ رکھنے کیلئے ستاروں سے سجایا کہ جب شَیاطین آسمان پر جانے کا ارادہ کریں تو فرشتے شہاب مار کر ان کو دور کر دیں۔[1]

لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَ یُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿٨﴾ دُحُوْرًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿٩﴾ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿١٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عالَمِ بالا کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور ان پر ہر طرف سے مار پھینک ہوتی ہے۔ انہیں بھگانے کو اور ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب۔ مگر جو ایک آدھ بار اُچک لے چلا تو روشن انگارا اس کے پیچھے لگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ شیاطین عالَمِ بالا کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور انہیں ہر جانب سے مارا جاتا ہے۔ (انہیں) بھگانے

1 ......تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیة: ٦، ٩/٣١٧، خازن، والصافات، تحت الآیة: ٦-٧، ٤/١٥، صاوی، الصافات، تحت الآیة: ٦-٧، ٥/١٧٣١-١٧٣٢، ملتقطاً.

کیلئے اوران کے لیے ہمیشہ کا عذاب ہے۔مگر جو ایک آدھ بار (کوئی بات) اُچک کر لے چلے تو روشن انگارا اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔

﴿لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى: وہ شیاطین عالَمِ بالا کی طرف کان نہیں لگا سکتے۔﴾ شیاطین آسمان کے قریب جاتے اور بعض اوقات فرشتوں کا کلام سن کر اس کی خبر کاہنوں کو دیتے اور کاہن اس بنا پر غیب کی باتیں جاننے کا دعویٰ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے شِہاب کے ذریعے شیطانوں کو آسمان تک پہنچنے سے روک دیا۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ شیاطین آسمان کے فرشتوں کی باتیں سننے کیلئے عالَمِ بالا کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور وہ آسمان کے فرشتوں کی گفتگو نہیں سن سکتے اور جب وہ گفتگو سننے کی نیت سے آسمان کی طرف جائیں تو انہیں دور کرنے کیلئے ہر طرف سے انگاروں کے ساتھ مارا جاتا ہے، یہ ان کا دنیا میں عارضی عذاب ہے جبکہ آخرت میں ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب ہے، اور اگر کوئی شیطان ایک آدھ بار فرشتوں کی کوئی بات سن کر بھاگنے لگے تو روشن انگارا اسے جلانے یا ایذا پہنچانے کے لئے اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ [1]

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان سے پوچھو کیا ان کی پیدائش زیادہ مضبوط ہے یا ہماری اور مخلوق (آسمانوں اور فرشتوں وغیرہ) کی بیشک ہم نے ان کو چپکتی مٹی سے بنایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان سے پوچھو، کیا اِن لوگوں کی پیدائش زیادہ مضبوط ہے یا ہماری (دوسری) مخلوق کی۔ بیشک ہم نے انہیں چپکنے والی مٹی سے بنایا۔

[1] ......خازن، والصافات، تحت الآیة: ۸-۱۰، ۱۵/۴، مدارك، الصافات، تحت الآیة: ۸-۱۰، ص۹۹۸، جلالین، الصافات، تحت الآیة: ۸-۱۰، ص۳۷۳، ملتقطاً۔

﴿فَاسْتَفْتِهِمْ: تو ان سے پوچھو۔﴾ کفارِ مکہ دوبارہ زندہ کئے جانے کو عقلی طور پر محال سمجھتے تھے تو اس آیت میں اللّٰہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ آپ کفارِ مکہ سے پوچھیں ''کیا اِن کی پیدائش زیادہ مضبوط ہے یا ہماری دوسری مخلوق مثلاً آسمان، زمین اور فرشتوں وغیرہ کی؟ تو جس قادرِ برحق کو آسمان وزمین جیسی عظیم مخلوق کو پیدا کر دینا کچھ بھی مشکل اور دشوار نہیں تو انسانوں کو پیدا کرنا اس پر کیا مشکل ہوسکتا ہے۔ بیشک ہم نے انسانوں کو چپکنے والی مٹی سے بنایا، یہ ان کے کمزور ہونے کی ایک اور دلیل ہے کہ ان کی پیدائش کا اصل مادہ مٹی ہے جو کوئی شدت اور قوت نہیں رکھتی اور اس میں ان پر ایک اور دلیل قائم فرمائی گئی ہے کہ چپکتی مٹی ان کا مادۂ پیدائش ہے تو اب جسم کے گل جانے اور حد یہ ہے کہ مٹی ہو جانے کہ بعد اُس مٹی سے پھر دوبارہ پیدائش کو وہ کیوں ناممکن جانتے ہیں، جب مادہ موجود اور بنانے والا موجود تو پھر دوبارہ پیدائش کیسے محال ہوسکتی ہے۔ [1]

بَلْ عَجِبْتَ وَ یَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ اِذَا ذُكِّرُوْا لَا یَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِذَا رَاَوْا اٰیَةً یَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَ قَالُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ تمہیں اچنبا آیا اور وہ ہنسی کرتے ہیں۔ اور سمجھائے نہیں سمجھتے۔ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں ٹھٹھا کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ تم نے تعجب کیا اور وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ اور جب انہیں سمجھایا جائے تو سمجھتے نہیں۔ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو ٹھٹھا کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ تو کھلا جادو ہی ہے۔

﴿بَلْ عَجِبْتَ: بلکہ تم نے تعجب کیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ نے کفارِ مکہ کے انکار پر تعجب کیا کہ آپ کی رسالت اور مرنے کے بعد اٹھنے پر دلالت کرنے والی واضح نشانیاں اور دلائل ہونے کے باوجود وہ کس طرح انکار کرتے ہیں اور وہ کفار آپ کا اور آپ کے تعجب کرنے کا یا

[1] ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ١١، ص٩٩٨-٩٩٩، ملخصاً.

مرنے کے بعد اٹھنے کا مذاق اڑاتے ہیں، اور جب انہیں کسی چیز کے ذریعے سمجھایا جائے تو سمجھتے نہیں، اور جب چاند کے ٹکڑے ہونا وغیرہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو مذاق کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو کھلا جادو ہی ہے۔ [1]

ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَ اَنْتُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے کیا ہم ضرور اٹھائے جائیں گے۔ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی۔ تم فرماؤ ہاں یوں کہ ذلیل ہو کے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہم ضرور اٹھائے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟ تم فرماؤ: ہاں اور اس وقت تم ذلیل و رسوا ہوگے۔

﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا: کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں کفارِ مکہ کا ایک سوال ذکر کیا گیا ہے کہ کیا ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ ضرور زندہ کیا جائے گا حالانکہ ہم تو مٹی ہو چکے ہوں گے اور ہماری صرف ہڈیاں باقی ہوں گی، اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا کو بھی دوبارہ زندہ کیا جائے گا حالانکہ انہیں مرے ہوئے ایک زمانہ گزر چکا ہے۔ کفار کے نزدیک چونکہ اُن کے باپ دادا کا زندہ کیا جانا خود اُن کے زندہ کئے جانے سے زیادہ بعید تھا اس لئے انہوں نے یہ کہا۔ [2]

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ آپ ان کفار سے فرمادیں کہ ”ہاں! تم سب دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور اس وقت تمہارا حال یہ ہوگا کہ تم ذلیل و رُسوا ہوگے۔ [3]

---

1 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ١٢-١٥، ص٩٩٩.

2 ......صاوی، الصافات، تحت الآية: ١٦، ١٧٣٣/٥-١٣٣٤، مدارك، الصافات، تحت الآية: ١٦-١٧، ص٩٩٩، ملتقطاً.

3 ......روح البيان، الصافات، تحت الآية: ١٨، ٤٥٢/٧، ملخصاً.

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾

ع ۱ ۲۱ ۵

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ تو ایک ہی جھڑک ہے جبھی وہ دیکھنے لگیں گے۔ اور کہیں گے ہائے ہماری خرابی ان سے کہا جائے گا یہ انصاف کا دن ہے۔ یہ ہے وہ فیصلہ کا دن جسے تم جھٹلاتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ تو ایک جھڑک ہی ہوگی تو جبھی وہ دیکھنے لگیں گے۔ اور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! یہ بدلے کا دن ہے۔ یہ وہ فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے تھے۔

﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ: تو وہ تو ایک جھڑک ہی ہوگی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو وہ نفخۂ ثانیہ کی ایک ہی ہَولناک آواز ہوگی اور وہ اسی وقت زندہ ہو کر اپنے اَفعال اور پیش آنے والے اَحوال دیکھنے لگیں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! فرشتے ان سے کہیں گے کہ ''یہ انصاف کا دن ہے، یہ حساب و جزا کا دن ہے اور یہ وہ فیصلے کا دن ہے جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔''[1]

قیامت کے 18 نام اور ان کی وجوہِ تَسمِیَہ

آیت نمبر 21 سے معلوم ہوا کہ قیامت کے بہت سے نام ہیں اور یہ نام اس دن کے کاموں کے لحاظ سے ہیں، ان میں سے قرآنِ پاک میں ذکر کردہ کچھ نام یہاں مذکور ہیں،

(1)......قیامت کا دن قریب ہے کیونکہ ہر وہ چیز جس کا آنا یقینی ہے وہ قریب ہے، اس اعتبار سے اسے ''يَوْمُ الْاٰزِفَةِ'' یعنی قریب آنے والا دن کہتے ہیں۔

(2)......دنیا میں قیامت کے عذاب کی وعید سنائی گئی ہے، اس اعتبار سے اسے ''يَوْمُ الْوَعِيْدِ'' یعنی عذاب کی وعید کا دن کہتے ہیں۔

---

[1] ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ۱۹-۲۱، ص۹۹۹، جلالين، الصافات، تحت الآية: ۱۹-۲۱، ص۳۷٤، ملتقطاً.

(3)......اس دن اللہ تعالیٰ سب کو دوبارہ زندہ فرمائے گا اس لئے وہ ''یَوْمُ الْبَعْث''یعنی مرنے کے بعد زندہ ہونے کا دن ہے۔

(4)......اس دن لوگ اپنی قبروں سے نکلیں گے اس لئے وہ ''یَوْمُ الْخُرُوْج''یعنی نکلنے کا دن ہے۔

(5)......اس دن اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو حشر کے میدان میں جمع فرمائے گا اس لئے وہ ''یَوْمُ الْجَمع''اور ''یَوْمُ الْحَشْر'' یعنی جمع ہونے اور اکٹھا ہونے کا دن ہے۔

(6)......اس دن تمام مخلوق حاضر ہوگی اس لئے وہ ''یَوْمٌ مَشْہُوْدٌ''یعنی حاضری کا دن ہے۔

(7)......اس دن تمام مخلوق کے اعمال کا حساب ہوگا اس لئے وہ ''یَوْمُ الْحِسَاب''یعنی حساب کا دن ہے۔

(8)......اس دن بدلہ دیا جائے گا اور انصاف کیا جائے گا لہٰذا وہ ''یَوْمُ الدِّیْن''یعنی بدلے اور انصاف کا دن ہے۔

(9)......دہشت، حساب اور جزاء کے اعتبار سے وہ بڑا دن ہے، اس لئے اسے ''یَوْمٌ عَظِیْمٌ''یعنی بڑا دن کہتے ہیں۔

(10)......اس دن لوگوں کا فیصلہ یا ان میں فاصلہ اور جدائی ہو جائے گی اس لئے وہ ''یَوْمُ الْفَصْل''یعنی فیصلے یا فاصلے کا دن ہے۔

(11)......قیامت کے دن چونکہ کفار کے لئے اصلاً کوئی بھلائی نہ ہوگی، اس اعتبار سے اسے ''یَوْمٌ عَقِیْمٌ''یعنی بانجھ دن کہتے ہیں۔

(12)......برے حساب اور عذاب کے اعتبار سے وہ دن کافروں پر بہت سخت ہوگا، اس لئے اسے ''یَوْمٌ عَسِیْرٌ''یعنی بڑا سخت دن کہتے ہیں۔

(13)......اس دن مجرم عذاب میں گھیر لئے جائیں گے اس لئے وہ ''یَوْمٌ مُحِیْطٌ''یعنی گھیر لینے والا دن ہے۔

(14)......اس دن کفار و مشرکین کو دردناک عذاب ہوگا، اس اعتبار سے اسے ''یَوْمٌ اَلِیْمٌ''یعنی دردناک دن کہتے ہیں۔

(15)......اس دن کی سختی کے اعتبار سے اسے ''یَوْمٌ کَبِیْرٌ''یعنی بڑی سختی والا دن کہتے ہیں۔

(16)......اس دن لوگ نادم اور مغموم ہوں گے، اس اعتبار سے اسے ''یَوْمُ الْحَسْرَۃ''یعنی حسرت زدہ ہونے کا دن کہتے ہیں۔

(17)......قیامت کے دن روحیں اور اَجسام ملیں گے، زمین والے اور آسمان والے ملیں گے، غیرِ خدا کی عبادت کرنے

والے اور ان کے معبود ملیں گے، عمل کرنے والے اور اعمال ملیں گے، پہلے اور آخری لوگ ملیں گے، ظالم اور مظلوم ملیں گے اور جہنمی عذاب دینے والے فرشتوں کے ساتھ ملیں گے اس اعتبار سے اسے ''یَوْمُ التَّلَاقِ'' یعنی ملنے کا دن کہتے ہیں۔

(18)......قیامت کے دن مختلف اعتبارات سے جنّتیوں کی جیت اور کفار کی شکست ظاہر ہو جائے گی اس لئے اسے ''یَوْمُ التَّغَابُنْ'' یعنی ہار ظاہر ہونے کا دن کہتے ہیں۔

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جن اُمور کا قرانِ مجید میں ذکر ہے ان میں سے ایک قیامت ہے، اللہ تعالٰی نے اس کے مَصائب کا ذکر کیا اور اس کے بہت سے نام ذکر فرمائے تا کہ تم اس کے ناموں کی کثرت سے اس کے معانی کی کثرت پر مطلع ہو جاؤ، زیادہ ناموں کا مقصد ناموں اور اَلقاب کو بار بار ذکر کرنا نہیں بلکہ اس میں عقلمند لوگوں کے لئے تنبیہ ہے کیونکہ قیامت کے ہر نام کے تحت ایک راز ہے اور اس کے ہر وصف کے تحت ایک معنی ہے، تو تجھے اس کے معانی کی معرفت اور پہچان حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔[1]

نوٹ: یہاں جو نام ذکر کئے گئے ان کے علاوہ قیامت کے اور نام بھی قرآنِ مجید میں مذکور ہیں، نیز قیامت کے مزید ناموں اور اس دن لوگوں کو پیش آنے والے مَصائب کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے احیاء العلوم جلد 4 کا مطالعہ فرمائیں۔

اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِیْمِ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ظالموں اور ان کے جوڑوں کو اور جو کچھ وہ پوجتے تھے۔ اللہ کے سوا ان سب کو ہانکو راہِ دوزخ کی طرف۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ظالموں اور ان کے ساتھیوں کو اور جن کی یہ اللہ کے سوا پوجا کرتے تھے ان سب کو اکٹھا کر دو۔ پھر ان سب کو دوزخ کا راستہ دکھاؤ۔

---

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت وما بعدہ، الشطر الثانی، صفۃ یوم القیامۃ ودواھیہ واسامیہ، ۵/۲۷۵.

﴿ اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا: ظالموں کو اکٹھا کردو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ ظالموں اور ان کے ساتھیوں کو اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن بتوں کی یہ پوجا کرتے تھے ان سب کو ایک ہی جگہ اکٹھا کردو، پھر ان سب کو جہنم کا راستہ دکھاؤ۔ اس آیت میں ظالموں سے مراد کافر ہیں اور اُن کے ساتھیوں سے مراد وہ شیاطین ہیں جو دنیا میں ان کے ہم نشین اور پاس رہتے تھے۔ ہر ایک کافر اپنے شیطان کے ساتھ ایک ہی زنجیر میں جکڑ دیا جائے گا اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ ساتھیوں سے مراد اس کی جنس کے دوسرے افراد ہیں۔[1]

یعنی ہر کافر اپنی ہی قسم کے کفار کے ساتھ ہانکا جائے گا، جیسے بت پرست بت پرستوں کے ساتھ اور آتش پرست آتش پرستوں کے ساتھ۔

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں ٹھہراؤ ان سے پوچھنا ہے۔ تمہیں کیا ہوا ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں ٹھہراؤ، بیشک ان سے پوچھ گچھ کی جائے گی۔ (کہا جائے گا:) تمہیں کیا ہوا؟ تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟

﴿ وَقِفُوْهُمْ: اور انہیں ٹھہراؤ۔﴾ جب کفار جہنم کے قریب پہنچیں گے تو فرشتوں سے کہا جائے گا کہ انہیں پل صراط کے پاس ٹھہراؤ، بیشک ان سے ابھی پوچھ گچھ کی جائے گی۔[2]

قیامت کے دن ہونے والی پوچھ گچھ

یاد رہے کہ قیامت کے دن جہنم کے خازن بھی مشرکین سے سوال کریں گے، جیسا کہ سورۂ زُمر میں ارشادِ باری

---

1 ......خازن، والصافات، تحت الآیة: ۲۲-۲۳، ۱۶/۴، قرطبی، الصافات، تحت الآیة: ۲۲-۲۳، ۵۵/۸، الجزء الخامس عشر، ملتقطاً.

2 ......قرطبی، الصافات، تحت الآیة: ۲۴، ۵۵/۸، الجزء الخامس عشر، خازن، والصافات، تحت الآیة: ۲۴، ۱۶/۴، ملتقطاً.

تعالیٰ ہے:

وَسِیْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًاؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَتْلُوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِ رَبِّكُمْ وَیُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَاؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں کو گروہ درگروہ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو جہنم کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں تمہارے اِس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں مگر عذاب کا قول کافروں پر ثابت ہوگیا۔

اور کفار کے علاوہ بھی ہر ایک سے اس کے اَقوال اور اَفعال کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ حضرت ابو بَرزہ اسلمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن بندہ اپنی جگہ سے اس وقت تک ہل نہ سکے گا جب تک اس سے چار باتیں نہ پوچھ لی جائیں۔ **(1)** اس کی عمر کہ کس کام میں گزری۔ **(2)** اس کا علم کہ اس پر کیا عمل کیا۔ **(3)** اُس کا مال کہ کہاں سے کمایا کہاں خرچ کیا۔ **(4)** اس کا جسم کہ اس کو کس کام میں لایا۔ [2]

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس بلانے والے نے کسی چیز (یعنی شرک اور گناہ) کی طرف بلایا ہوگا تو قیامت کے دن وہ ٹھہرا رہے گا اور اس چیز سے چمٹا ہوگا اور اس سے جدا نہ ہوگا اگرچہ ایک ہی آدمی کو بلایا ہو، پھر آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: ''وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَۙ(۲۴) مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ''۔ [3]

لہٰذا ان روایات کو سامنے رکھتے ہوئے مسلمانوں کو بھی اپنے اَقوال اور اَعمال کے بارے میں ہونے والی پوچھ گچھ کے بارے میں فکر کرنی چاہئے اور کسی صورت بھی اس حوالے سے غفلت کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ اللّٰہ تعالیٰ ہمیں دنیا

1 ......زمر: ۷۱.

2 ......ترمذی، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، باب فی القيامة، ۴/۱۸۸، الحديث: ۲۴۲۵.

3 ......ترمذی، كتاب التفسير، باب ومن سورة الصافات، ۵/۱۵۶، الحديث: ۳۲۳۹.

کی زندگی میں ہی اپنے اُخروی حساب اور سوالات کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے ، اٰمین۔

﴿مَا لَكُمْ: تمہیں کیا ہوا؟۔﴾ یعنی جہنم کے خازن ڈانٹتے ہوئے مشرکین سے کہیں گے کہ آج تمہیں کیا ہوا، تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے حالانکہ دنیا میں تم ایک دوسرے کی مدد کرنے پر بہت گھمنڈ رکھتے تھے۔ (1)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے شفاعت فرمائیں گے

یاد رہے کہ قیامت کے دن مشرکین ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں گے جبکہ اَنبیاء واَولیاء وصُلحاء اللہ تعالیٰ کے اِذن سے اہلِ ایمان کی شفاعت فرما کر ان کی مدد فرمائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ﴿۶۷﴾ یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَ لَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔ (ان سے فرمایا جائے گا) اے میرے بندو! آج نہ تم پر خوف ہے اور نہ تم غمگین ہوگے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗؕ حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَاۙ قَالَ رَبُّكُمْؕ قَالُوا الْحَقَّۚ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر (اس کی) جس کے لیے وہ اجازت دیدے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور فرما دی جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: حق فرمایا ہے اور وہی بلندی والا، بڑائی والا ہے۔

البتہ یاد رہے کہ بزرگانِ دین کی شفاعت کی امید پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری چھوڑ دینا، اس کے عذاب سے بے خوف ہو جانا اور گناہوں میں مبتلا رہنا کسی صورت درست نہیں ہے۔ امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ

1 ......جلالین مع صاوی، الصافات، تحت الآیۃ: ۲۵، ۱۷۳۵/۵۔

2 ......زخرف: ۶۷، ۶۸۔

3 ......سبا: ۲۳۔

فرماتے ہیں: شفاعت کی امید پر گناہوں میں مبتلا ہونا اور تقویٰ کو چھوڑ دینا ایسے ہے جیسے کوئی مریض کسی ایسے ماہر ڈاکٹر پر اعتماد کر کے بد پرہیزی میں مبتلا ہو جائے جو اس کا قریبی عزیز اور اس پر شفقت کرنے والا ہو جیسے باپ یا بھائی وغیرہ، اور یہ اعتماد جہالت ہے کیونکہ ڈاکٹر کی کوشش، اس کی ہمت اور مہارت بعض بیماریوں کے ازالے میں نفع دیتی ہے تمام بیماریوں کے ازالے کے لئے نہیں، لہٰذا محض ڈاکٹر پر اعتماد کر کے مُطْلَقاً پرہیز کو ترک کر دینا جائز نہیں۔ طبیب کا اثر ہوتا ہے لیکن معمولی اَمراض اور مُعتدل مزاج کے غلبہ کے وقت ہوتا ہے، اس لئے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور صلحاءِ عظام رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کی عنایتِ شفاعت اپنوں اور غیروں کے لئے اسی انداز میں ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے خوف اور پرہیز کو ترک نہیں کرنا چاہئے اور اسے کیسے ترک کر سکتے ہیں جبکہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد سب سے بہتر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ تھے، لیکن وہ آخرت کے خوف سے تمنّا کرتے تھے کہ کاش وہ چوپائے ہوتے، حالانکہ ان کا تقویٰ کامل، اعمال عمدہ اور دل صاف تھے اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جنت کا خصوصی وعدہ بھی سن چکے تھے اور وہ تمام مسلمانوں کے لئے عمومی طور پر شفاعت کے بارے میں بھی جانتے تھے، لیکن انہوں نے اس پر بھروسہ نہیں کیا اور ان کے دلوں سے خوف اور خشوع جدا نہیں ہوا اور جو لوگ صحابیّت کے درجے پر بھی فائز نہیں اور انہیں اسلام لانے میں سبقت بھی حاصل نہیں وہ کس طرح خود پسندی میں مبتلا ہو سکتے ہیں اور وہ کیسے شفاعت پر بھروسہ کر کے بیٹھ سکتے ہیں۔[1]

بَلْ هُمُ الْیَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْۤا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْیَمِیْنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَ مَا كَانَ لَنَا عَلَیْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِیْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَیْنَا قَوْلُ رَبِّنَاۤ ۖۗ اِنَّا لَذَآىٕقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَیْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِیْنَ ﴿۳۲﴾

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب ذمّ الکبر والعجب، الشطر الثانی، بیان اقسام ما به العجب وتفصیل علاجه، ۳/۴۶۰-۴۶۱.

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ وہ آج گردن ڈالے ہیں۔اور ان میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا آپس میں پوچھتے ہوئے۔بولے تم ہمارے دہنی طرف سے بہکانے آتے تھے۔جواب دیں گے تم خود ہی ایمان نہ رکھتے تھے۔اور ہمارا تم پر کچھ قابو نہ تھا بلکہ تم سرکش لوگ تھے۔تو ثابت ہوگئی ہم پر ہمارے رب کی بات ہمیں ضرور چکھنا ہے۔تو ہم نے تمہیں گمراہ کیا کہ ہم خود گمراہ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ وہ آج گردن جھکائے ہوئے ہوں گے۔اور ان میں ایک دوسرے کی طرف آپس میں سوال کرتے ہوئے متوجہ ہوگا۔پیروکار کہیں گے:تم ہمارے پاس طاقت وقوت سے آتے تھے۔سردار کہیں گے: بلکہ تم خود ہی ایمان والے نہیں تھے۔اور ہمارا تم پر کچھ قابو نہ تھا بلکہ تم سرکش لوگ تھے۔تو ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی (کہ) ہم ضرور مزہ چکھیں گے۔تو ہم نے تمہیں گمراہ کیا، بیشک ہم خود گمراہ تھے۔

﴿بَلْ هُمُ: بلکہ وہ۔﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن کفار عاجز و ذلیل ہو کر گردن جھکائے ہوئے ہوں گے اور کوئی حیلہ انہیں کام نہ آئے گا۔ (1)

﴿وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ: اور ان میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوگا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی پانچ آیات میں قیامت کے دن کفار کا آپس میں ہونے والا مُکالمہ بیان کیا گیا ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سردار اور ان کی پیروی کرنے والے آپس میں سوال کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے اور پیروی کرنے والے اپنے سرداروں سے کہیں گے: دنیا میں تم ہمیں اپنی طاقت اور قوت کے زور پر گمراہی پر آمادہ کرتے تھے اور ہم تمہارے خوف کی وجہ سے گمراہی کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہوگئے۔اس پر کفار کے سردار کہیں گے کہ ”ہم نے تم پر کوئی زبردستی نہیں کی کہ اس کی وجہ سے تم ہماری پیروی کرنے پر مجبور ہوگئے ہو بلکہ تم پہلے ہی سے کافر اور سرکش تھے اور اپنے اختیار سے خود ہی ایمان سے اِعراض کر چکے تھے۔اب ہم پر ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ کی وہ بات ثابت ہوگئی جو اُس نے فرمائی تھی کہ ”میں **ضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھروں گا**۔لہٰذا اس کے عذاب کا مزہ گمراہوں کو بھی اور گمراہ کرنے والوں کو بھی ضرور چکھنا ہے، ہم خود گمراہ تھے تو ہمارے پاس سے گمراہی ہی مل سکتی تھی، تم ہمارے پاس آئے ہی کیوں۔ (2)

1 ......خازن، والصافات، تحت الآية: ٢٦، ١٧/٤، ملخصاً.

2 ......خازن، والصافات، تحت الآية: ٢٧-٣٢، ١٧/٤، مدارك، الصافات، تحت الآية: ٢٧-٣٢، ص ١٠٠٠، ملتقطاً.

نوٹ: میدانِ محشر میں کفار کا اسی طرح کا ایک مُکالمہ سورۂ سبا کی آیت نمبر 31 میں بھی گزر چکا ہے۔

فَاِنَّهُمْ یَوْمَىٕذٍ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس دن وہ سب کے سب عذاب میں شریک ہیں۔ مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس دن وہ سب کے سب عذاب میں شریک ہیں۔ مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔

﴿فَاِنَّهُمْ یَوْمَىٕذٍ: تو اس دن وہ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن گمراہ بھی اور انہیں گمراہ کرنے والے سردار بھی سب عذاب میں شریک ہوں گے اگرچہ ان کے عذاب کی کَیفِیّت میں فرق ہو گا کیونکہ یہ سب لوگ دنیا میں گمراہی میں شریک تھے اور ہم نے گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کے ساتھ جو کیا کہ عذاب میں انہیں جمع کر دیا، مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔ (1)

اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ اَىٕنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللّٰہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اونچے کھینچتے تھے۔ اور کہتے تھے کیا ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللّٰہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے۔ اور کہتے تھے

1 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ۳۳-۳۴، ص ۱۰۰۰، روح المعاني، الصافات، تحت الآية: ۳۳-۳۴، ۱۲/۱۱۲، روح البيان، الصافات، تحت الآية: ۳۳-۳۴، ۷/۴۵۶، ملتقطاً.

کیا ہم ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ: بیشک جب ان سے کہا جاتا تھا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں کفار کے عذاب میں مبتلا ہونے کا سبب بیان کیا گیا ہے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے اور نہ توحید قبول کرتے اور نہ ہی اپنے شرک سے باز آتے بلکہ کہتے تھے کہ کیا ہم ایک دیوانے شاعر یعنی محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کہنے پر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟[1]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه'' کہہ لیں اور جس نے ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه'' کہہ لیا تو اس نے شرعی حق کے علاوہ اپنا مال اور اپنی جان مجھ سے بچا لی اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں (ایمان قبول کرنے سے) تکبر کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ'' اور (جبکہ مسلمانوں کے بارے میں اسی کلمہ طیبہ کے حوالے سے) فرمایا:

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب! یاد کریں) جب کافروں نے اپنے دلوں میں زمانہ جاہلیت کی ہٹ دھرمی جیسی ضد رکھی تو اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرما دیا اور مسلمان اس کلمہ کے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے۔

اور وہ کلمہ ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه'' ہے۔[3]

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾

1 ......خازن، والصافات، تحت الآية: ۳۵-۳۶، ۴/۱۷، مدارك، الصافات، تحت الآية: ۳۵-۳۶، ص ۱۰۰۰، ملتقطاً.

2 ......فتح: ۲۶.

3 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ۱/۳۴۹، الحديث: ۱۲۷۲.

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق فرمائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق فرمائی ہے۔

﴿بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ: بلکہ وہ تو حق لائے ہیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی بات کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ نبی دیوانے اور شاعر نہیں، بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے دین، توحید اور شرک کی نفی میں اپنے سے پہلے رسولوں عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تصدیق فرمائی ہے۔[1]

اِنَّكُمْ لَذَآىِٕقُوا الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ وَ مَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہیں ضرور دکھ کی مار چکھنی ہے۔ تو تمہیں بدلہ نہ ملے گا مگر اپنے کیے کا۔ مگر جو اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تم ضرور دردناک عذاب چکھنے والے ہو۔ تو تمہیں تمہارے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔ مگر جو اللہ کے چُنے ہوئے بندے ہیں۔

﴿اِنَّكُمْ: بیشک تم۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جن کافروں نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی طرف شاعری اور جنون کی نسبت کی، ان سے فرمایا گیا کہ بیشک تم ضرور آخرت میں دردناک عذاب چکھنے والے ہو اور تم جو دنیا میں شرک اور تکذیب کر آئے ہو تمہیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا۔[2]

﴿اِلَّا: مگر۔﴾ اس آیت میں مخلص بندوں کا عذاب کے حکم سے اِستثناء کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ البتہ جو اللہ تعالیٰ کے

---

1 ......خازن، والصافات، تحت الآیة: ۳۷، ۴/۱۷، روح البیان، الصافات، تحت الآیة: ۳۷، ۷/۴۵۷، ملتقطاً۔

2 ......تفسیر طبری، الصافات، تحت الآیة: ۳۸-۳۹، ۱۰/۴۸۳، خازن، والصافات، تحت الآیة: ۳۸-۳۹، ۴/۱۷، ملتقطاً۔

چنے ہوئے یعنی ایمان اور اخلاص والے بندے ہیں وہ دردناک عذاب نہیں چکھیں گے اور ان کے حساب میں سوال وکلام نہ ہوگا بلکہ اگر ان سے کوئی خطا سرزد ہوئی ہوگی تو اس سے درگزر کر دیا جائے گا اور انہیں ایک نیکی کا بدلہ دس سے لے کر سات سو گنا یا اس سے جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ چاہے دیا جائے گا۔ (1)

اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے لیے وہ روزی ہے جو ہمارے علم میں ہے۔ میوے اور ان کی عزت ہوگی۔ چین کے باغوں میں۔ تختوں پر ہوں گے آمنے سامنے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے لیے وہ روزی ہے جو معلوم ہے۔ پھل میوے ہیں اور وہ معزز ہوں گے۔ چین کے باغوں میں۔ تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے۔

﴿اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ: ان کے لیے روزی ہے۔﴾ اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت قبول کرنے سے انکار کرنے اور رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے انکار پر قائم رہنے والوں کا حال بیان کرنے کے بعد یہاں سے ایمان والے مخلص بندوں کے ثواب کی کیفیّت بیان کی جارہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 3 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان والے مخلص بندوں کے لئے جنت میں وہ روزی ہے جو (قرآن کے ذریعے) معلوم (ہو چکی) ہے یا جو ہمارے علم میں ہے اور وہ روزی پھل میوے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت میں پیدا فرمائے ہیں اور وہ انتہائی نفیس، لذیذ، خوش ذائقہ، خوشبودار اور خوش منظر ہوں گے اور یہ روزی انتہائی عزت و تعظیم کے ساتھ انہیں پیش کی جائے گی اور وہ چین کے باغوں میں ایک دوسرے سے مانوس اور مَسرور تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے۔ (2)

1 ......ابن کثیر، الصافات، تحت الآیة: ۴۰، ۱۰/۷.

2 ......تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیة: ۴۱-۴۴، ۹/۳۳۲، تفسیر طبری، الصافات، تحت الآیة: ۴۱-۴۴، ۱۰/۴۸۴، مدارک، الصافات، تحت الآیة: ۴۱-۴۴، ص۱۰۰۱، خازن، والصافات، تحت الآیة: ۴۱-۴۴، ۴/۱۷، ملتقطاً.

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍۭ ﴿۴۵﴾ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّ لَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان پر دورہ ہوگا نگاہ کے سامنے بہتی شراب کے جام کا۔ سفید رنگ پینے والوں کے لیے لذت۔ نہ اس میں خُمار ہے اور نہ اس سے ان کا سر پھرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: خالص شراب کے جام کے ان پر دَور ہوں گے۔ سفید رنگ کی شراب ہوگی، پینے والوں کے لیے لذت بخش ہوگی۔ نہ اس میں عقل کی خرابی ہوگی اور نہ وہ اس سے نشے میں لائے جائیں گے۔

﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ: ان پر دَور ہوں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں ایمان والے مخلص بندوں کو جنت میں ملنے والی شراب اور اس کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جنتی شراب کی پاکیزہ نہریں ان کی نگاہوں کے سامنے جاری ہوں گی اور وہ خالص شراب ہوگی جس کے جام کے ان پر دَور ہوں گے، اس شراب کے اوصاف یہ ہیں۔ (1) دودھ سے بھی زیادہ سفید رنگ کی شراب ہوگی۔ (2) پینے والوں کے لیے لذت بخش ہوگی، جبکہ دنیا کی شراب میں یہ وصف نہیں بلکہ وہ بدبودار اور بدذائقہ ہوتی ہے اور پینے والا اس کو پیتے وقت منہ بگاڑتا رہتا ہے۔ (3) جنتی شراب میں خُمار نہیں ہے جس سے عقل میں خلل آئے۔ (4) جنتی اس شراب سے نشے میں نہیں آئیں گے۔ جبکہ دنیا کی شراب میں یہ اوصاف نہیں بلکہ اس میں بہت سے فسادات اور عیب ہیں، اس سے پیٹ میں بھی درد ہوتا ہے اور سر میں بھی، پیشاب میں بھی تکلیف ہو جاتی ہے، طبیعت متلانے لگتی ہے، قے آتی ہے، سر چکراتا ہے اور عقل ٹھکانے نہیں رہتی۔[1]

وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾

1 ......خازن، والصافات، تحت الآية: ۴۵-۴۷، ۱۷/۴-۱۸، جلالين، الصافات، تحت الآية: ۴۵-۴۷، ص ۳۷۵، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اوران کے پاس ہیں جوشوہروں کے سوادوسری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گی ۔ بڑی آنکھوں والیاں گویا وہ انڈے ہیں پوشیدہ رکھے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوران کے پاس نگاہیں نیچی رکھنے والی، بڑی آنکھوں والی (بیویاں) ہوں گی ۔ گویا وہ پوشیدہ رکھے ہوئے انڈے ہیں۔

﴿وَعِنْدَهُمْ: اوران کے پاس۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت میں ایمان والے مخلص بندوں کو جنت میں ملنے والی حوروں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ وہ اوصاف یہ ہیں۔ (1) وہ حوریں شوہروں کے سوادوسری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گی کہ اس کے نزدیک اس کا شوہر ہی صاحبِ حسن اور پیارا ہے۔ (2) بڑی اور خوبصورت آنکھوں والی ہوں گی۔ (3) وہ گردوغبار سے پاک اوراس قدر صاف شفاف اور سفید ہوں گی گویا کہ وہ چھپا کر رکھے ہوئے انڈے ہیں۔ [1]

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ قَآىٕلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِیْنٌ ﴿۵۱﴾ یَّقُوْلُ اَىٕنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ ﴿۵۶﴾ وَ لَوْ لَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے۔ ان میں سے کہنے والا بولا میرا ایک ہم نشین تھا۔ مجھ سے کہا کرتا کیا تم اسے سچ مانتے ہو۔ کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہمیں جزا سزا دی

[1] ......جلالین، الصافات، تحت الآیة: ۴۸-۴۹، ص۳۷۵، خازن، والصافات، تحت الآیة: ۴۸-۴۹، ۴/۱۸، ملتقطاً.

جائے گی۔ کہا کیا تم جھانک کر دیکھو گے۔ پھر جھانکا تو اسے بیچ بھڑکتی آگ میں دیکھا۔ کہا خدا کی قسم قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک کردے۔ اور میرا رب فضل نہ کرے تو ضرور میں بھی پکڑ کر حاضر کیا جاتا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پھر جنتی آپس میں سوال کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے۔ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا: بیشک میرا ایک ساتھی تھا۔ (مجھ سے) کہا کرتا تھا: کیا تم تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟ کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہمیں جزا سزا دی جائے گی؟ جنتی کہے گا: کیا تم جھانک کر دیکھو گے؟ تو وہ جھانکے گا تو اس ساتھی کو بھڑکتی آگ کے درمیان میں دیکھے گا۔ وہ جنتی کہے گا: خدا کی قسم، قریب تھا کہ تو ضرور مجھے ہلاک کردیتا۔ اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو ضرور میں بھی پکڑ کر حاضر کیا جاتا۔

﴿ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ : پھر جنتی ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی **7** آیات میں بیان کی گئی اہلِ جنت کی باہمی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جنتی شرابِ طَہور پینے کے دوران آپس میں سوال کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے کہ دنیا میں کیا حالات اور واقعات پیش آئے۔ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا: دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا جو مرنے کے بعد اُٹھنے کا منکر تھا اور اس کے بارے میں طنز کے طور پر مجھ سے کہا کرتا تھا کہ کیا تم مرنے کے بعد اُٹھنے کو سچ مانتے ہو؟ اور کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہمیں جزا سزا دی جائے گی اور ہم سے حساب لیا جائے گا؟ یہ بیان کر کے وہ جنتی اپنے جنتی دوستوں سے کہے گا: کیا تم جھانک کر دیکھو گے کہ میرے اس ہم نشین کا جہنم میں کیا حال ہے۔ وہ جواب دیں گے کہ تم ہم سے زیادہ اسے جانتے ہو۔ پھر جب وہ جھانکے گا تو اپنے اس دنیا کے ساتھی کو بھڑکتی آگ کے درمیان میں دیکھے گا کہ عذاب کے اندر گرفتار ہے، تو وہ جنتی اس سے کہے گا: خدا کی قسم! قریب تھا کہ تو ضرور مجھے بھی راہِ راست سے بہکا کر ہلاک کردیتا۔ اور اگر میرے رب عَزَّوَجَلَّ کا احسان نہ ہوتا اور وہ اپنی رحمت و کرم سے مجھے تیرے بہکانے سے محفوظ نہ رکھتا اور اسلام پر قائم رہنے کی توفیق نہ دیتا تو ضرور میں بھی تیرے ساتھ جہنم میں موجود ہوتا۔ (1)

1 ......خازن، و الصافات، تحت الآية: ۵۰-۵۷، ۱۸/٤، مدارك، الصافات، تحت الآية: ۵۰-۵۷، ص ۱۰۰۲، جلالين، الصافات، تحت الآية: ۵۰-۵۷، ص۳۷۵، ملتقطاً.

اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا ہمیں مرنا نہیں۔ مگر ہماری پہلی موت اور ہم پر عذاب نہ ہوگا۔ بے شک یہی بڑی کامیابی ہے۔ ایسی ہی بات کے لیے کامیوں کو کام کرنا چاہیے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو کیا ہم مریں گے نہیں؟ سوائے ہماری پہلی موت کے اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ بیشک یہی بڑی کامیابی ہے۔ ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔

﴿اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ: تو کیا ہم مریں گے نہیں؟﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب موت ذبح کر دی جائے گی تو اہلِ جنت فرشتوں سے کہیں گے: کیا ہم دنیا میں ہو جانے والی پہلی موت کے سوا مریں گے نہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا؟ فرشتے کہیں گے: نہیں یعنی اب تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ اس پر جنتی کہیں گے کہ بیشک یہ بڑی کامیابی ہے جو ہمیں نصیب ہوئی۔ یاد رہے کہ اہلِ جنت کا یہ دریافت کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ لذّت حاصل کرنے کیلئے ہوگا اور اس لئے ہوگا تاکہ وہ دائمی حیات کی نعمت اور عذاب سے مامون ہونے کے احسان پر اللہ کی نعمت کو یاد کریں اور اس ذکر سے انہیں سُرور حاصل ہوگا۔[1]

﴿لِمِثْلِ هٰذَا: ایسی ہی کامیابی کے لیے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بدلے ثواب اور اُخروی انعامات حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ عمل کرنے والوں کو ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنا چاہیے۔[2]

اُخروی کامیابی کے لئے ہی عمل کرنا چاہئے

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اصل اور حقیقی کامیابی یہ ہے کہ قیامت کے دن انسان کو جہنم کے عذاب سے

1 ......خازن، والصافات، تحت الآية: ۵۸-۶۰، ۱۸/۴، مدارك، الصافات، تحت الآية: ۵۸-۶۰، ص۱۰۰۲، ملتقطاً۔

2 ......خازن، والصافات، تحت الآية: ۶۱، ۱۸/۴-۱۹۔

بچالیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے ،لہٰذا اسی کامیابی کو حاصل کرنے کی بھر پور کوشش کرنی چاہئے ۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عملِ مبارک میں بھی اس کی ترغیب موجود ہے، چنانچہ حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دستِ اَقدس میرے ہاتھ میں تھا، اسی دوران آپ نے ایک جنازہ دیکھا تو آپ جلدی جلدی چلنے لگے حتّٰی کہ قبر کے پاس پہنچ کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور اتنا روئے کہ آپ کے مبارک آنسوؤں سے مٹی تر ہوگئی، پھر ارشاد فرمایا:

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ — ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایسی ہی کامیابی کیلئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔ (1)

اور ہمارے دیگر بزرگانِ دین بھی اسی کی ترغیب دیتے رہے ہیں، چنانچہ منقول ہے کہ حضرت عبداللّٰہ بن مبارک رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے وفات کے وقت آنکھیں کھولیں، پھر مسکرائے اور فرمایا:

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ — ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔ (2)

حضرت سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سفیان ثوری رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو خواب میں دیکھا گویا کہ وہ جنت میں ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف پرواز کر رہے ہیں اور یہ فرما رہے ہیں:

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ — ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔ (3)

اللّٰہ تعالٰی ہمیں بھی اپنی آخرت کو کامیاب بنانے کے لئے زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے ،اٰمین۔

اَذٰلِكَ خَیْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۳﴾

1 ......در منثور، الصافات، تحت الآیة: ٦١، ٩٥/٧.

2 ......تاریخ دمشق، حرف المیم فی اسماء آباء العبادلة، عبد الله بن المبارك بن واضح... الخ، ٤٧٦/٣٢.

3 ......احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت وما بعده، الشطر الاول، الباب الثامن، بیان منامات المشایخ... الخ، ٢٦٦/٥.

ترجمۂ کنزالایمان: تو یہ مہمانی بھلی یا تھوہڑ کا پیڑ۔ بے شک ہم نے اسے ظالموں کی جانچ کیا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو یہ مہمان نوازی بہتر ہے یا زقوم کا درخت؟ بیشک ہم نے اس درخت کوظالموں کے لئے آزمائش بنادیا ہے۔

﴿ اَذٰلِكَ خَیْرٌ نُّزُلًا : تو یہ مہمان نوازی بہتر ہے۔﴾ یعنی جنت کی نعمتیں، لذتیں، وہاں کے نفیس ولطیف کھانے اور مشروبات، دائمی عیش اور بے انتہا راحت وسُرور بہتر ہے یا جہنم میں ملنے والا زَقوم کا درخت جو نہایت تلخ، انتہائی بدبودار، حددرجہ کا بدمزہ اور سخت ناگوار ہے، اس سے دوزخیوں کی میزبانی کی جائے گی اور ان کو اس کے کھانے پر مجبور کیا جائے گا۔[1]

جہنمی درخت زقوم کی کیفیت

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اگر زقوم کے درخت کا ایک قطرہ بھی دنیا والوں پر گرا دیا جائے تو ان کی زندگی برباد ہو جائے گی تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا کھانا ہی زقوم ہوگا۔[2]

اللّٰہ تعالیٰ ہمارا ایمان سلامت رکھے اور جہنم کے اس عذاب سے ہماری حفاظت فرمائے، اٰمین۔

﴿ اِنَّا جَعَلْنٰهَا : بیشک ہم نے اس درخت کو بنادیا۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ بے شک ہم نے زقوم کے درخت کو آخرت میں کافروں کے لئے عذاب بنا دیا ہے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ بیشک ہم نے اس درخت کو دنیا میں کافروں کیلئے آزمائش بنادیا ہے۔ جب کفار نے جہنم میں اس درخت کے بارے میں سنا تو وہ اس کی وجہ سے فتنے میں پڑ گئے اور وہ فتنہ یہ کہ اس کے سبب قرآن اور نبوت پر طعن کرتے ہوئے کہنے لگے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آگ میں درخت ہو حالانکہ آگ تو درختوں کو جلا ڈالتی ہے۔ یہ لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے جانتے نہیں کہ جو رب تعالیٰ ایسا حیوان پیدا

1 ...... مدارك، الصافات، تحت الآية: ٦٢، ص١٠٠٢، خازن، والصافات، تحت الآية: ٦٢، ١٩/٤، ملتقطاً.

2 ...... ترمذي، كتاب صفة جهنم، باب ما جاء في صفة شراب اهل النار، ٢٦٣/٤، الحديث: ٢٥٩٤.

کرنے پر قدرت رکھتا ہے جو آگ میں زندگی گزارتا اور آگ سے لذت حاصل کرتا ہے تو وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ آگ میں درخت پیدا فرما دے اور اسے جلنے سے محفوظ رکھے۔[1]

اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِیْۤ اَصْلِ الْجَحِیْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ ایک پیڑ ہے کہ جہنم کی جڑ میں نکلتا ہے۔ اس کا شگوفہ جیسے دیووں کے سر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے۔ اس کا شگوفہ ایسے ہے جیسے شیطانوں کے سر ہوں۔

﴿ اِنَّهَا شَجَرَةٌ: بیشک وہ ایک درخت ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں کافروں کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ بیشک زقوم ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے اور اس کی شاخیں جہنم کے ہر طبقے میں پہنچتی ہیں، اس کا شگوفہ بدصورتی میں ایسے ہے جیسے شیطانوں کے سر ہوں یعنی نہایت بدہیئت اور قبیح المنظر، سانپوں کے پھن کی طرح۔ چونکہ کفار کا کفر دل میں تھا اور بداعمالیاں ظاہری جسم میں اور وہ خود انسانی شکل میں شیطان تھے۔ اس لئے انہیں سزا بھی اسی قسم کی دی گئی، نیز جب اس درخت کا اصل عُنصر ہی آگ ہے تو آگ اسے کیسے جلائے گی؟[2]

فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِــٴُـوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَیْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِیْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِیْمِ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر بے شک وہ اس میں سے کھائیں گے پھر اس سے پیٹ بھریں گے۔ پھر بے شک ان کے لیے

1 ......روح البيان، الصافات، تحت الآية: ٦٣، ٧/٤٦٤-٤٦٥.

2 ......روح البيان، الصافات، تحت الآية: ٦٤-٦٥، ٧/٤٦٥، ملخصاً.

اس پر کھولتے پانی کی ملونی ہے۔ پھر ان کی بازگشت ضرور بھڑکتی آگ کی طرف ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر بیشک وہ اس میں سے کھائیں گے پھر اس سے پیٹ بھریں گے۔ پھر بیشک ان کے لیے اس پر کھولتے پانی کی ملاوٹ ہے۔ پھر بیشک ان کا لوٹنا ضرور بھڑکتی آگ کی طرف ہے۔

﴿فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا: پھر بیشک وہ اس میں سے کھائیں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں جہنم میں کفار کے کھانے اور مشروب کا بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار بھوک کی شدت سے مجبور ہو کر جہنمی تھوہڑ میں سے کھائیں گے، یہاں تک کہ اس سے ان کے پیٹ بھر جائیں گے، وہ تھوہڑ جلتا ہو گا اور ان کے پیٹوں کو جلائے گا، اس کی سوزش سے پیاس کا غلبہ ہو گا اور وہ ایک عرصے تک تو پیاس کی تکلیف میں رکھے جائیں گے۔ پھر جب پینے کو دیا جائے گا تو گرم کھولتا پانی، اس کی گرمی اور سوزش، اُس تھوہڑ کی گرمی اور جلن سے مل کر تکلیف و بے چینی اور بڑھا دے گی۔[1]

﴿ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ: پھر بیشک ان کا لوٹنا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ پھر بیشک ان کا لوٹنا ضرور بھڑکتی آگ کی طرف ہے کیونکہ زقوم کھلانے اور گرم پانی پلانے کے لئے ان کو اپنے دَرکات یعنی عذاب کے مقام سے دوسرے درکات میں لے جایا جائے گا اس کے بعد پھر اپنے درکات کی طرف لوٹائے جائیں گے۔[2]

اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّیْنَ ﴿٦٩﴾ فَهُمْ عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ یُهْرَعُوْنَ ﴿٧٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک انہوں نے اپنے باپ دادا گمراہ پائے۔ تو وہ انہیں کے نشانِ قدم پر دوڑے جاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا۔ تو وہ انہیں کے نشانِ قدم پر دوڑائے جا رہے ہیں۔

﴿اِنَّهُمْ: بیشک انہوں نے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں کفار کے عذاب کا مستحق ہونے کی وجہ بیان فرمائی گئی کہ اپنے باپ دادا کو گمراہ پانے کے باوجود وہ انہیں کے نشانِ قدم پر دوڑے جا رہے ہیں اور گمراہی میں ان کی پیروی

[1] ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ٦٦-٦٧، ص١٠٠٣.

[2] ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ٦٨، ص١٠٠٣.

کرتے ہیں جبکہ حق کے واضح دلائل سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔[1]

گمراہوں کی پیروی ہلاکت میں مبتلا ہونے کا سبب ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح نیک بندوں کی پیروی ہدایت حاصل ہونے کا ذریعہ ہے اسی طرح گمراہوں کی پیروی ہلاکت میں مبتلا ہونے کا سبب ہے۔اس آیت سے ان لوگوں کونصیحت حاصل کرنی چاہئے جن کے پاس غیر شرعی رسم ورواج کے صحیح ہونے کی دلیل صرف خاندان میں عرصۂ دراز سے اسی طرح ہوتے آنا ہے یا آج تک کسی سے اس کا ناجائز ہونا نہ سننا ہے۔یونہی ان لوگوں کے لئے بھی نصیحت ہے جو غیر عالم سے سنے ہوئے غلط مسائل پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور جب انہیں درست مسائل بتائے جائیں تو ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ ہم نے یہ مسئلہ اتنے لوگوں سے سنا ہے اور ہمیں آج تک کسی نے نہیں کہا کہ یہ غلط ہے اور تم نے دو چار لفظ کیا پڑھ لئے اب ہمیں سمجھانے بیٹھ گئے ہو۔انہیں چاہئے کہ رسم ورواج پر عمل کرنا ہو یا انہیں کوئی شرعی مسئلہ درپیش ہو تو اپنے بڑے بوڑھوں کے عمل اور عام لوگوں کے جواب کو دلیل بنا کر پیش کرنے کی بجائے مُستند سنی عالِم دین سے شرعی رہنمائی لے کر ہی اس پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے،آمین۔

وَ لَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۷۱﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا فِیْهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ان سے پہلے بہت سے اگلے گمراہ ہوئے۔اور بے شک ہم نے ان میں ڈر سنانے والے بھیجے۔تو دیکھو ڈرائے گیوں کا کیسا انجام ہوا۔مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ان سے پہلے بہت سے اگلے لوگ گمراہ ہوئے۔اور بیشک ہم نے ان میں ڈر سنانے والے بھیجے۔تو دیکھو ڈرائے جانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟ مگر اللہ کے چُنے ہوئے بندے۔

[1]......مدارك، الصافات، تحت الآية: ٦٩-٧٠، ص١٠٠٣، ملخصاً.

﴿وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ :اور بیشک ان سے پہلے گمراہ ہوئے۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک کفارِ قریش سے پہلے بہت سے اگلے لوگ اسی وجہ سے گمراہ ہوئے کہ اُنہوں نے اپنے باپ دادا کی غلط راہ نہ چھوڑی اور حجت و دلیل سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا، اور بیشک ہم نے ان میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھیجے جنہوں نے ان کو گمراہی اور بدعملی کے برے انجام کا خوف دلایا لیکن انہوں نے اپنے جاہل باپ داداؤں کی پیروی نہ چھوڑی اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا کہنا نہ مانا جس کی وجہ سے ان ڈرائے جانے والوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ عذاب سے ہلاک کر دیئے گئے جبکہ اللّٰہ تعالیٰ کے چنے ہوئے ایماندار بندے عافیت میں رہے اور انہوں نے اپنے اخلاص کے سبب عذاب سے نجات پائی۔ (1)

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِیْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ ﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہمیں نوح نے پکارا تو ہم کیا ہی اچھے قبول فرمانے والے۔ اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی تکلیف سے نجات دی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک نوح نے ہمیں پکارا تو ہم کیا ہی اچھے جواب دینے والے ہیں۔ اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی تکلیف سے نجات دی۔

﴿وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ :اور بیشک نوح نے ہمیں پکارا۔﴾ یہاں سے اللّٰہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے 7 واقعات بیان فرمائے، سب سے پہلے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان فرمایا اور اس کے بعد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ، حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ، حضرت الیاس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ، حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ اور حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

1 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ۷۱-۷۴، ص۱۰۰۳، خازن، والصافات، تحت الآية: ۷۱-۷۴، ۱۹/٤، ملتقطاً.

کا واقعہ بیان فرمایا۔ان تمام واقعات کو بیان فرمانے سے مقصود حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دینا اوران کی امت میں سے کفر کرنے والوں کو عذاب سے ڈرانا ہے۔[1]

جب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی قوم کے ایمان قبول کرنے کی امید نہ رہی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی،

اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ [2]

ترجمۂ کنزالعرفان: میں مغلوب ہوں تو تو میرا بدلہ لے۔

اور عرض کی:

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ۝۲۶ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا یَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا [3]

ترجمۂ کنزالعرفان: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔ بیشک اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کردیں گے اور یہ اولاد بھی ایسی ہی جنیں گے جو بدکار، بڑی ناشکری ہوگی۔

زیرِ تفسیر آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہمیں پکارا اور ہم سے اپنی قوم پر عذاب نازل کرنے اور انہیں ہلاک کردینے کی درخواست کی تو ہم کیا ہی اچھے جواب دینے والے ہیں کہ ہم نے اُن کی دعا قبول کی اور دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد کی اور اُن کے دشمنوں سے پورا انتقام لیا کہ انہیں غرق کر کے ہلاک کردیا۔[4]

﴿وَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗ: اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی۔﴾ یعنی ہم نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اور جو ان پر ایمان لایا انہیں غرق ہونے سے نجات دی۔[5]

---

1 ……صاوی، الصافات، تحت الآیۃ: ٧٥، ١٧٤٢/٥.

2 ……قمر: ١٠.

3 ……نوح: ٢٦، ٢٧.

4 ……مدارک، الصافات، تحت الآیۃ: ٧٥، ص١٠٠٣، جلالین، الصافات، تحت الآیۃ: ٧٥، ص٣٧٦، قرطبی، الصافات، تحت الآیۃ: ٧٥، ٦٦/٨، الجزء الخامس عشر، ملتقطاً.

5 ……مدارک، الصافات، تحت الآیۃ: ٧٦، ص١٠٠٣.

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِیْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسی کی اولاد باقی رکھی۔ اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔ نوح پر سلام ہو جہان والوں میں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم نے اسی کی اولاد باقی رکھی۔ اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔ تمام جہان والوں میں نوح پر سلام ہو۔

﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّیَّتَهٗ: اور ہم نے اسی کی اولاد کو کر دیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد ہی باقی رکھی تو اب دنیا میں جتنے انسان ہیں سب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نسل سے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کشتی سے اترنے کے بعد آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد اور ان کی بیویوں کے علاوہ جتنے مرد و عورت تھے سبھی آگے کوئی نسل چلائے بغیر فوت ہو گئے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد سے دنیا کی نسلیں چلیں۔ عرب، فارس اور روم آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فرزند سام کی اولاد سے ہیں۔ سوڈان کے لوگ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بیٹے حام کی نسل سے ہیں۔ ترک اور یاجوج ماجوج وغیرہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صاحب زادے یافث کی اولاد سے ہیں۔[1]

﴿وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ: اور ہم نے اس کی تعریف باقی رکھی۔﴾ یعنی حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد والے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اُن کی اُمتوں میں حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکرِ جمیل باقی رکھا۔[2]

وفات کے بعد دنیا میں ذکرِ خیر رہنا اللہ تعالٰی کی رحمت ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ وفات کے بعد دنیا میں ذکرِ خیر رہنا اللہ تعالٰی کی رحمت ہے اور دنیا میں لوگوں کا اچھے

---

1 ……خازن، والصافات، تحت الآية: ٧٧، ٤/١٩-٢٠، مدارك، الصافات، تحت الآية: ٧٧، ص١٠٠٣-١٠٠٤، ملتقطاً.

2 ……خازن، والصافات، تحت الآية: ٧٨، ٤/٢٠.

الفاظ میں یاد کرنا کس قدر باعثِ رحمت ہے اس کا اندازہ اس حدیثِ پاک سے لگایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا، لوگوں نے اس کی تعریف کی تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی۔ جب دوسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی مذمت کی۔ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، ایک جنازہ گزرا اور لوگوں نے اس کی اچھائی بیان کی تو آپ نے تین بار فرمایا'' واجب ہوگئی! اور ایک دوسرا جنازہ گزرا، لوگوں نے اس کی برائی بیان کی تو بھی آپ نے تین بار فرمایا: ''واجب ہوگئی! تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس جنازے کی تم نے تعریف کی اس پر جنت واجب ہوگئی اور جس جنازے کی تم نے مذمت بیان کی اس پر جہنم واجب ہوگئی۔ تم زمین پر اللّٰہ تعالٰی کے گواہ ہو، تم زمین پر اللّٰہ تعالٰی کے گواہ ہو، تم زمین پر اللّٰہ تعالٰی کے گواہ ہو۔ [1]

﴿سَلٰمٌ: سلام ہو۔﴾ یعنی فرشتے، جنات اور انسان سب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر قیامت تک سلام بھیجتے رہیں گے۔ [2]

بچھو کے ڈنگ اور زہریلے جانوروں سے محفوظ رہنے کا وظیفہ

حضرت سعید بن مسیّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جو شخص شام کے وقت یہ آیت ''سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ '' پڑھ لیا کرے تو اسے بچھو نہیں کاٹے گا۔ [3] اور بعض بزرگوں نے فرمایا کہ جو شخص یہ آیت صبح شام پڑھ لیا کرے وہ زہریلے جانوروں سے امن میں رہے اور اگر کشتی میں سوار ہوتے وقت پڑھ لے تو ڈوبنے سے محفوظ رہے۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۱﴾

---

1 ......مسلم، كتاب الجنائز، باب فيمن يثنى عليه خير او شرّ من الموتى، ص٤٧٣، الحديث: ٦٠(٩٤٩).

2 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ٧٩، ص١٠٠٤.

3 ......التمهيد لابن عبد البر، سهيل بن ابى صالح، ٥٦٥/٨، تحت الحديث: ٦١١.

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہے۔ پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نیکوں کوایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہے۔ پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا۔

﴿اِنَّا كَذٰلِكَ: بیشک ہم ایسا ہی۔﴾ یعنی حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا قبول فرما کر، ان کی نسل کو باقی رکھ کر، بعد والوں میں ان کی تعریف باقی چھوڑ کر اور تمام جہان والوں میں ان پر سلام بھیج کر جو انہیں مقام اور مرتبہ عطا کیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔[1]

﴿اِنَّهٗ: بیشک وہ۔﴾ یعنی حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نیک ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں۔ اسے بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ سب سے اعلیٰ درجہ اور سب سے زیادہ عزت کا مقام اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی طاعت کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینا ہے۔ پھر جو اِس ایمان و اطاعت میں جتنا زیادہ ہے وہ اتنا ہی مُقَرّب ہے۔

﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا: پھر ہم نے ڈبو دیا۔﴾ اس آیت کا تعلق آیت نمبر 76 کے ساتھ ہے اور معنی یہ ہے کہ ہم نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والوں کو غرق ہونے سے نجات دی، پھر ان کی قوم کے تمام کافروں کو غرق کر دیا۔

وَ اِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِیْمَ ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک اسی کے گروہ سے ابراہیم ہے۔

---

1 ......صاوی، الصافات، تحت الآیة: ۸۰، ۱۷۴۲/۵، ملخصاً۔

وقف لازم

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک اسی (نوح) کے گروہ سے ابراہیم ہے۔

﴿ وَ اِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ: اور بیشک اسی کے گروہ سے۔ ﴾ یہاں سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دین وملت اور انہیں کے طریقے پر ہیں۔

حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درمیان دو ہزار سے زیادہ برس کے زمانے کا فرق ہے اور دونوں حضرات کے درمیان جو زمانہ گزرا اس میں صرف دو نبی، حضرت ہود اور حضرت صالح عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تشریف لائے اور حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے تین نبی، حضرت ادریس، حضرت شیث اور حضرت آدم عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تشریف لائے، اس طرح حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ساتویں نبی ہیں۔ [1]

اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب کہ اپنے رب کے پاس حاضر ہوا غیر سے سلامت دل لے کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جبکہ اپنے رب کے پاس سلامت دل لے کر حاضر ہوا۔

﴿ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ: جبکہ اپنے رب کے پاس حاضر ہوا۔ ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور عبادت کی دعوت دی تو اس وقت ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص تھا اور انہوں نے دنیا کی ہر چیز سے اپنے دل کو فارغ کرلیا تھا۔ [2]

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا ذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَىٕفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ

1 ......خازن، والصافات، تحت الآية: ۸۳، ۴/ ۲۰، مدارك، الصافات، تحت الآية: ۸۳، ص۱۰۰۴، صاوى، الصافات، تحت الآية: ۸۳، ۵/ ۱۷۴۳، ملتقطاً.

2 ......قرطبى، الصافات، تحت الآية: ۸۴، ۸/ ۶۸، الجزء الخامس عشر، مدارك، الصافات، تحت الآية: ۸۴، ص۱۰۰۴، ملتقطاً.

تُرِيْدُوْنَ ﴿٨٦﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو۔کیا بہتان سے اللّٰہ کے سوا اور خدا چاہتے ہو۔تو تمہارا کیا گمان ہے ربُّ العالمین پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو؟ کیا بہتان باندھ کر اللّٰہ کے سوا اور معبود چاہتے ہو؟ تو تمہارا رب العالمین پر کیا گمان ہے؟

﴿اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ : جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم بتوں کی پوجا کرتی تھی ،اس پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے عرفی باپ آزر اور اپنی قوم سے عتاب کے طور پر فرمایا: ’’تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ کیا تم بہتان باندھ کر اللّٰہ تعالیٰ کے سوا اور معبودوں کی عبادت کرتے ہو؟ تمہارا رب العالمین پر کیا گمان ہے کہ جب تم اس کے سوا دوسرے کی پوجا کرو گے تو کیا وہ تمہیں عذاب دیئے بغیر چھوڑ دے گا ،حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہی درحقیقت نعمتیں عطا کرنے والا اور عبادت کا مستحق ہے۔قوم نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جواب دیا کہ ’’کل کے دن ہماری عید ہے ،جنگل میں میلہ لگے گا ،ہم نفیس کھانے پکا کر بتوں کے پاس رکھ جائیں گے اور میلے سے واپس آ کر تبرُّک کے طور پر وہ کھانے کھائیں گے۔آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں اور مجمع اور میلہ کی رونق دیکھیں ،وہاں سے واپس آ کر بتوں کی زینت ،سجاوٹ اور ان کا بناؤ سنگار دیکھیں ،یہ تماشا دیکھنے کے بعد ہم سمجھتے ہیں کہ آپ بت پرستی پر ہمیں ملامت نہیں کریں گے۔ [1]

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِی النُّجُوْمِ ﴿٨٨﴾ فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴿٨٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اس نے ایک نگاہ ستاروں کو دیکھا۔پھر کہا میں بیمار ہونے والا ہوں۔

1 ......روح البيان، الصافات، تحت الآية: ٨٥-٨٧، ٧/٤٦٩، خازن، والصافات، تحت الآية: ٨٥-٨٧، ٤/٢٠، مدارك، الصافات، تحت الآية: ٨٥-٨٧، ص١٠٠٤، جلالين، الصافات، تحت الآية: ٨٥-٨٧، ص٣٧٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھراس نے ستاروں کوایک نگاہ دیکھا۔تو کہا: میں بیمار ہونے والا ہوں۔

﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً: پھراس نے ایک نگاہ دیکھا۔﴾ اس آیت اوراس کے بعدوالی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قوم کا جواب سن کرحضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اورایک نظرستاروں کی طرف ایسے دیکھا جیسے ستارہ شناس اورعلمِ نجوم کے ماہرستاروں کے ملنے اورجدا ہونے کی جگہ کودیکھا کرتے ہیں،اس کے بعدفرمایا:''میں بیمار ہونے والا ہوں۔حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کی قوم چونکہ ستاروں کی بہت معتقدتھی اس لئے وہ سمجھی کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام نے ستاروں سے اپنے بیمار ہونے کا حال معلوم کرلیا ہے۔[1]

نوٹ: یادرہے کہ علمِ نجوم حق ہےاور یہ علم سیکھنے میں مشغول ہونا منسوخ ہوچکا ہے۔

فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِیْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰۤى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ اس پر پیٹھ دے کر پھر گئے۔پھران کے خداؤں کی طرف چھپ کر چلا تو کہا کیا تم نہیں کھاتے۔ تمہیں کیا ہوا کہ نہیں بولتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو قوم کے لوگ اس سے پیٹھ پھیر کر چلے گئے۔پھرآپ ان کے خداؤں کی طرف چھپ کر چلے پھر فرمایا: کیاتم کھاتے نہیں؟تمہیں کیا ہوا کہ تم بولتے نہیں؟

﴿فَتَوَلَّوْا عَنْهُ: تو قوم کے لوگ اس سے پھر گئے۔﴾ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام نے ستاروں کی طرف دیکھ کرفرمایا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں تواس وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کی قوم کے لوگ اپنی عیدگاہ کی طرف پھر گئے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کواس لئے ساتھ لے کرنہ گئے تا کہ ان کے اعتقاد کے مطابق آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کی بیماری اُڑ

1 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ۸۸-۸۹، ص ۱۰۰٤، ملخصاً.

کر انہیں نہ لگ جائے۔[1]

﴿ فَرَاغَ اِلٰۤى اٰلِهَتِهِمْ: پھر ان کے خداؤں کی طرف چھپ کر چلے۔﴾ جب قوم کے لوگ چلے گئے تو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان سے نگاہ بچاتے ہوئے ان کے بت خانے کی طرف چلے، پھر وہاں جا کر بتوں کا مذاق اڑاتے ہوئے ان سے فرمایا: کیا تم اس کھانے کو نہیں کھاتے جو تمہارے سامنے وہ لوگ اس لئے رکھ گئے ہیں تا کہ برکت والا ہو جائے؟ ان بتوں کی تعداد کافی زیادہ تھی، ان میں سے بعض بت پتھر کے تھے، بعض لکڑی کے، بعض سونے کے، بعض چاندی کے، بعض تانبے کے، بعض لوہے کے، اور بعض سیسے کے بنے ہوئے تھے، سب سے بڑا بت سونے کا بنا ہوا تھا اور اس پر جواہرات لگے ہوئے تھے۔[2]

﴿ مَا لَكُمْ: تمہیں کیا ہوا۔﴾ جب بتوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات کا کوئی جواب نہ دیا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: ”تمہیں کیا ہوا کہ تم بولتے نہیں؟ پھر بھی بتوں کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور وہ جواب ہی کیا دیتے کیونکہ وہ تو بے جان تھے۔

فَرَاغَ عَلَیْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْیَمِیْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْۤا اِلَیْهِ یَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو لوگوں کی نظر بچا کر انہیں دہنے ہاتھ سے مارنے لگا۔ تو کافر اس کی طرف جلدی کرتے آئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو لوگوں سے نظر بچا کر دائیں ہاتھ سے انہیں مارنے لگے۔ تو کافر اس کی طرف جلدی کرتے ہوئے آئے۔

﴿ فَرَاغَ عَلَیْهِمْ ضَرْبًا: تو لوگوں سے نظر بچا کر انہیں مارنے لگے۔﴾ جب بتوں نے بالکل کوئی جواب نہ دیا تو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے لوگوں سے نظر بچا کر دائیں ہاتھ میں کلہاڑا اٹھایا اور ان بتوں کو مارنے لگے یہاں تک کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بتوں کو مار مار کر پارہ پارہ کر دیا۔[3]

1 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیة: ۹۰، ۷/۴۷۰، خازن، والصافات، تحت الآیة: ۸۹-۹۰، ۴/۲۰، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، الصافات، تحت الآیة: ۹۱، ۴/۴۱۴، جمل، الصافات، تحت الآیة: ۹۱، ۶/۳۴۱، ملتقطاً.

3 ......بحر المیحط، الصافات، تحت الآیة: ۹۳، ۷/۳۵۱، قرطبی، الصافات، تحت الآیة: ۹۳، ۸/۷۰، الجزء الخامس عشر، ملتقطاً.

نوٹ: اس واقعہ کی تفصیل سورۂ انبیاء آیت نمبر 57، 58 میں بیان ہوچکی ہے۔

﴿فَاَقْبَلُوْۤا اِلَیْهِ: تو کافر اس کی طرف آئے۔﴾ جب کافروں کو اس بات کی خبر پہنچی تو وہ بہت جلد حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے کہ ہم تو ان بتوں کو پوجتے ہیں اور تم انہیں توڑتے ہو۔[1]

قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا کیا اپنے ہاتھ کے تراشوں کو پوجتے ہو۔ اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جنہیں خود تراشتے ہو؟ اور اللہ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ گفتگو کے بعد حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کافروں سے فرمایا: کیا تم ان بتوں کی عبادت کرتے ہو جنہیں تم خود اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو؟ حالانکہ تمہیں اور تمہارے اعمال کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور جو خالق ہے وہی درحقیقت عبادت کے لائق ہے جبکہ مخلوق کسی طرح بھی عبادت کی مستحق نہیں۔[2]

قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْیَانًا فَاَلْقُوْهُ فِی الْجَحِیْمِ ﴿۹۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اس کے لیے ایک عمارت چُنو پھر اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قوم نے کہا: اس کے لیے ایک عمارت بناؤ پھر اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دو۔

﴿قَالُوْا: قوم نے کہا۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جواب سن کر وہ لوگ حیران ہوگئے اور اُن سے کوئی جواب

---

1 ......خازن، والصافات، تحت الآیۃ: ۹۴، ۴/۲۱، جلالین، الصافات، تحت الآیۃ: ۹۴، ص۳۷۶-۳۷۷، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ۹۵-۹۶، ۷/۴۷۱.

نہ بن پایا تو کہنے لگے کہ ’’اس کے لیے پتھر کی لمبی چوڑی چار دیواری بناؤ، پھر اس کو لکڑیوں سے بھر دو اور ان میں آگ لگا دو، یہاں تک کہ جب آگ زور پکڑ لے تو پھر انہیں بھڑکتی آگ میں ڈال دو۔‘‘ [1] چنانچہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے انہیں ایک کمرے میں بند کر دیا اور ان کے لئے لکڑیاں جمع کرنے لگ گئے اور سب نے جوش و خروش سے حصہ لیا، جب انہوں نے کثیر تعداد میں لکڑیاں جمع کر کے آگ لگائی تو اس کے شعلے اتنے بلند ہوئے کہ اگر اس طرف سے کوئی پرندہ گزرتا تو وہ اس کی تپش سے جل جاتا تھا۔ جب لوگوں نے عمارت کے کنارے تک حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بلند کیا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا، اس وقت آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں اور فرشتوں نے فریاد کی: ’’اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تیرے نام کو بلند کرنے کی پاداش میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جلایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ’’مجھے یہ بات معلوم ہے، اگر وہ تمہیں پکارے تو تم اس کی مدد کرنا۔ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو عرض کی: ’’اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو واحد ہے اور میں زمین میں واحد ہوں اور زمین میں میرے علاوہ اور کوئی بندہ ایسا نہیں جو تیری عبادت کرے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہت ہی اچھا کارساز ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا:

یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ [2] ترجمۂ کنز العرفان: اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔[3]

نوٹ: اس واقعے کی بعض تفصیل سورۂ اَنبیاء کی آیت نمبر 68 کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

فَاَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِیْنَ ﴿۹۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہوں نے اس پر داؤں چلنا چاہا ہم نے انہیں نیچا دکھایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہوں نے اس کے ساتھ فریب کرنا چاہا تو ہم نے انہیں نیچا کر دیا۔

1 ......خازن، والصافات، تحت الآية: ٩٧، ٤/٢١، ملتقطاً.

2 ......الانبياء: ٦٩.

3 ......در منثور، الصافات، تحت الآية: ٩٧، ٧/١٠١-١٠٢.

﴿فَاَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا: تو انہوں نے اس کے ساتھ فریب کرنا چاہا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کفار نے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو آگ میں ڈال کر ان کے ساتھ فریب کرنا چاہا تو ہم نے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس آگ میں سلامت رکھ کر کفار کے فریب کو باطل کر کے انہیں ذلیل کر دیا۔[1]

نوٹ: اس واقعہ کی مزید تفصیل سورۂ انبیاء آیت نمبر 68 تا 70 میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں اب وہ مجھے راہ دے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ابراہیم نے کہا: بیشک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، اب وہ مجھے راہ دکھائے گا۔

﴿وَقَالَ: اور فرمایا۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو آگ سے نجات عطا فرما دی تو آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے اہلِ خانہ کو ہجرت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: بیشک میں اس کفر کے مقام سے ہجرت کر کے وہاں جانے والا ہوں جہاں جانے کا میرا رب عَزَّوَجَلَّ حکم دے، اب وہ مجھے میرے مقصد کی طرف راہ دکھائے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سرزمینِ شام میں ارضِ مُقَدَّسہ کے مقام پر پہنچے۔[2]

ہجرت اور فتنے کے اَیّام میں گوشہ نشینی کی اصل

ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: ''یہ آیتِ مبارکہ ہجرت اور (فتنے کے اَیّام میں) گوشہ نشینی کی اصل ہے اور سب سے پہلے جس نے ہجرت کی وہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔[3]

اور حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قریب ہے کہ مسلمان کا بہترین مال اس کی بکریاں ہوں گی جن کے پیچھے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور چٹیل

1 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیة: ۹۸، ۷/۴۷۱، ملخصاً.
2 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیة: ۹۹، ۷/۴۷۲، جلالین، الصافات، تحت الآیة: ۹۹، ص۳۷۷، ملتقطاً.
3 ......تفسیر قرطبی، الصافات، تحت الآیة: ۹۹، ۸/۷۲، الجزء الخامس عشر.

میدانوں میں اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کی خاطر بھاگتا پھرے گا۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کہیں جانا اللہ تعالیٰ کی طرف جانا ہے کیونکہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہجرت کر کے شام کی طرف تشریف لے گئے تھے، لیکن آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف جانے والا ہوں۔

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: الٰہی مجھے لائق اولاد دے۔ تو ہم نے اسے خوش خبری سنائی ایک عقل مند لڑکے کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما۔ تو ہم نے اسے ایک بردبار لڑکے کی خوشخبری سنائی۔

﴿رَبِّ: اے میرے رب!﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب ارضِ مُقَدَّسہ کے مقام پر پہنچے تو اس وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس اولاد نہیں تھی، چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی: ''اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے نیک اولاد عطا فرما جو کہ دینِ حق کی دعوت دینے اور تیری عبادت کرنے پر میری مددگار رہو اور پردیس میں مجھے اس سے اُنسِیَّت حاصل ہو۔[2]

نیک اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیک اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس لئے جب بھی اللہ تعالیٰ سے اولاد کی دعا مانگی جائے تو نیک اور صالح اولاد کی دعا مانگنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے کامل ایمان والوں کا ایک وصف یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ نیک، صالح اور متقی بیویوں اور اولاد کی دعا مانگتے ہیں تاکہ اُن کے اچھے عمل دیکھ کر نیز اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل خوش ہوں، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور وہ جو عرض کرتے ہیں: اے

1 ......بخاری، کتاب الایمان، باب من الدّین الفرار من الفتن، ۱/۱۸، الحدیث: ۱۹.

2 ......ابو سعود، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۰، ۴/۴۱۵.

وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا [1]

ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

﴿فَبَشَّرْنٰهُ: تو ہم نے اسے خوشخبری سنائی۔﴾ اس آیت میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تین بشارتیں دی گئیں۔ **(1)** ان کے ہاں جو اولاد ہوگی وہ لڑکا ہوگا۔ **(2)** وہ بالغ ہونے کی عمر کو پہنچے گا۔ **(3)** وہ عقلمند اور بُردبار ہوگا۔ [2]

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا وصف

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حلیم اور بُردبار لڑکے کی بشارت دی اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خود بھی حلیم تھے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ابراہیم بہت آہ وزاری کرنے والا، بہت برداشت کرنے والا تھا۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ابراہیم بڑے تحمل والا، بہت آہیں بھرنے والا، رجوع کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو علومِ خَمسہ کی خبر دی جاتی ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو علومِ خمسہ کی خبر دی جاتی ہے، کیونکہ بیٹے کی ولادت سے پہلے اس کی خبر دے دینا علمِ غیب بلکہ ان پانچ علوم میں سے ہے جن کے علم کا اللہ تعالیٰ کے پاس ہونا بطورِ خاص قرآن میں مذکور ہوا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ ۚ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہ بارش اتارتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ

1 ......فرقان: ۷۴.

2 ......ابو سعود، الصافات، تحت الآیة: ۱۰۱، ۴/۴۱۵.

3 ......توبہ: ۱۱۴.

4 ......ہود: ۷۵.

مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (1)

میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بیشک اللہ علم والا، خبردار ہے۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ٘ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ (۱۰۲)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہوگیا کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے کہا اے میرے باپ کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ اس کے ساتھ کوشش کرنے کے قابل عمر کو پہنچ گیا تو ابراہیم نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کررہا ہوں۔ اب تو دیکھ کہ تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا: اے میرے باپ! آپ وہی کریں جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

﴿ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ: پھر جب وہ اس کے ساتھ کوشش کرنے کے قابل عمر کو پہنچ گیا۔ ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فرزند عطا فرمایا، وہ پلتے بڑھتے جب اس عمر تک پہنچ گئے جس میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی حاجت اور ضروریات میں ان کے ساتھ کام کرنے کے قابل ہوگئے تو ان سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کررہا ہوں اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خواب حق ہوتے ہیں اور ان کے افعال اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا کرتے ہیں، اب تو دیکھ لے کہ تیری

1 ......لقمان: ٣٤.

کیا رائے ہے؟ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ اس لئے کہا تھا کہ ان کے فرزند کو ذبح ہونے سے وحشت نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کے لئے رغبت کے ساتھ تیار ہو جائیں، چنانچہ اس فرزندِ اَرْجمند نے اللہ تعالیٰ کی رضا پر فدا ہونے کا کمالِ شوق سے اظہار کرتے ہوئے فرمایا ''اے میرے باپ! آپ وہی کریں جس کا آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جارہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو عنقریب آپ مجھے ذبح پر صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ (1)

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی ۔۔۔ سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا اس وقت کا حال نہ پوچھ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب ان دونوں نے (ہمارے حکم پر) گردن جھکا دی اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹایا (اس وقت کا حال نہ پوچھ)۔

﴿ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا: تو جب ان دونوں نے (ہمارے حکم پر) گردن جھکا دی۔﴾ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے فرزند نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے فرزند کو ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان کے فرزند نے عرض کی ''اے والدِ محترم! اگر آپ نے مجھے ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو پہلے مجھے رسیوں کے ساتھ مضبوطی سے باندھ لیں تاکہ میں تڑپ نہ سکوں اور اپنے کپڑے بھی سمیٹ لیں تاکہ میرے خون کے چھینٹے آپ پر نہ پڑیں اور میرا اجر کم نہ ہو کیونکہ موت بہت سخت ہوتی ہے اور اپنی چھری کو اچھی طرح تیز کر لیں تاکہ وہ مجھ پر آسانی سے چل جائے اور جب آپ مجھے ذبح کرنے کے لئے لٹائیں تو پہلو کے بل لٹانے کی بجائے پیشانی کے بل لٹائیں کیونکہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ جب آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑے گی تو اس وقت آپ کے

1 ......ابو سعود، الصافات، تحت الآية: ۱۰۲، ۴/ ۴۱۵-۴۱۶، خازن، والصافات، تحت الآية: ۱۰۲، ۴/ ۲۲، جلالين، الصافات، تحت الآية: ۱۰۲، ص۳۷۷، ملتقطاً.

دل میں رقت پیدا ہوگی اور وہ رقت اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور آپ کے درمیان حائل ہوسکتی ہے اور اگر آپ مناسب سمجھیں تو میری قمیص میری ماں کو دیدیں تاکہ انہیں تسلی ہو اور انہیں مجھ پر صبر آجائے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ’’اے میرے بیٹے! تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں میرے کتنے اچھے مددگار ثابت ہو رہے ہو۔ اس کے بعد فرزند کی خواہش کے مطابق پہلے اسے اچھی طرح باندھ دیا، پھر اپنی چھری کو تیز کیا اور اپنے فرزند کو منہ کے بل لٹا کر ان کے چہرے سے نظر ہٹالی، پھر ان کے حلق پر چھری چلادی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں چھری کو پلٹ دیا، اس وقت انہیں ایک ندا کی گئی ’’اے ابراہیم! تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا اور اپنے فرزند کو ذبح کے لئے بے دریغ پیش کر کے اطاعت وفرمانبرداری کمال کو پہنچادی، بس اب اتنا کافی ہے، یہ ذبیحہ تمہارے بیٹے کی طرف سے فدیہ ہے اسے ذبح کردو۔ یہ واقعہ منیٰ میں واقع ہوا۔ [1]

جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے فرزند کو ذبح کرنے کیلئے چلے تو شیطان ایک مرد کی صورت میں حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس آیا اور کہنے لگا ’’کیا آپ جانتی ہیں کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آپ کے صاحبزادے کو لے کر کہاں گئے ہیں؟ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا ’’وہ اس گھاٹی میں لکڑیاں لینے کیلئے گئے ہیں۔ شیطان نے کہا ’’خدا کی قسم! ایسا نہیں، وہ تو آپ کے بیٹے کو ذبح کرنے کیلئے لے گئے ہیں۔ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا ’’ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ تو اپنے فرزند پر بہت شفقت کرتے اور اس سے بڑا پیار کرتے ہیں۔ شیطان نے کہا ’’ان کا گمان یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا ہے۔ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: ’’اگر انہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو پھر اس سے اچھی اور کیا بات ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت کریں۔ یہاں سے نامراد ہو کر شیطان حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس پہنچا اور ان سے کہا ’’اے لڑکے! کیا تم جانتے ہو کہ آپ کے والد آپ کو کہاں لے کر جا رہے ہیں؟ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’ہم اپنے اہلِ خانہ کے لئے اس گھاٹی سے لکڑیاں لینے جا رہے ہیں۔ شیطان نے کہا: ’’خدا کی قسم! وہ آپ کو ذبح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’وہ اس چیز کا ارادہ کیوں رکھتے ہیں؟ شیطان نے کہا ’’ان کے رب تعالیٰ نے انہیں یہ حکم دیا ہے۔ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا پھر تو انہیں اپنے رب تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنا چاہئے، مجھے بسر وچشم یہ حکم قبول ہے۔

---

1 ......بغوی، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ۴/۲۸-۲۹، مدارک، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ص۱۰۰۶، ملتقطاً۔

جب شیطان نے یہاں سے بھی منہ کی کھائی تو وہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس پہنچا اور کہنے لگے ’’اے شیخ! آپ کہاں جارہے ہیں؟ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ’’اس گھاٹی میں اپنے کسی کام سے جارہا ہوں۔ شیطان نے کہا’’ اللہ کی قسم! میں سمجھتا ہوں کہ شیطان آپ کے خواب میں آیا اور اس نے آپ کو اپنا فرزند ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی بات سن کر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے پہچان لیا اور فرمایا’’ اے دشمنِ خدا! مجھ سے دور ہٹ جا، خدا کی قسم! میں اپنے رب تعالیٰ کے حکم کو ضرور پورا کروں گا۔ یہاں سے بھی شیطان ناکام و نامراد ہی لوٹا۔ (1)

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم نہایت اس کی حُسین ابتدا ہے اسماعیل

وَ نَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَ فَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ ۖ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم۔ بیشک تو نے خواب سچ کر دکھائی ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بے شک یہ روشن جانچ تھی۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے صدقہ میں دے کر اسے بچالیا۔ اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔ سلام ہو ابراہیم پر۔ ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اسے ندائی فرمائی کہ اے ابراہیم! بیشک تو نے خواب سچ کردکھایا ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ بیشک یہ ضرور کھلی آزمائش تھی۔ اور ہم نے اسماعیل کے فدیے میں ایک بڑا ذبیحہ دیدیا۔ اور ہم

1 ……خازن، والصافات، تحت الآیة: ۱۰۳، ۴/۲۳.

نے بعد والوں میں اس کی تعریف باقی رکھی ۔ ابراہیم پر سلام ہو۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ۔ بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں ۔

﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ : ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے صاحبزادے اس اطاعت میں نیکی کرنے والے تھے تو جس طرح ہم نے ان دونوں نیک ہستیوں کو جزا دی اسی طرح ہم ہر نیکی کرنے والے کو جزا دیں گے ۔ (1)

﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ : بیشک یہ ضرور کھلی آزمائش تھی ۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جان، مال اور وطن کی قربانیاں پہلے ہی پیش فرما دی تھیں اور اب اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے اس فرزند کو بھی قربانی کے لئے پیش کر دیا جسے اپنی آخری عمر میں بہت دعاؤں کے بعد پایا، جو گھر کا اجالا، گود کا پالا اور آنکھوں کا نور تھا اور یہ سب سے سخت آزمائش تھی ۔

﴿وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ : اور ہم نے اسماعیل کے فدیے میں ایک بڑا ذبیحہ دیدیا ۔﴾ علامہ بیضاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں اس ذبیحہ کی شان بہت بلند ہونے کی وجہ سے اسے بڑا فرمایا گیا کیونکہ یہ اس نبی عَلَیْهِ السَّلَام کا فدیہ بنا جن کی نسل سے سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ہیں ۔ (2)

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰۤى اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے خوشخبری دی اسحٰق کی کہ غیب کی خبریں بتانے والا ہمارے قربِ خاص کے سزاواروں میں ۔ اور ہم نے برکت اتاری اس پر اور اسحٰق پر اور ان کی اولاد میں کوئی اچھا کام کرنے والا اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا ۔

1 ......تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۵، ۹/ ۳۵۰.

2 ......بیضاوی، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۷، ۵/ ۲۲.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی جو اللہ کے خاص قرب کے لائق بندوں میں سے ایک نبی ہے۔ اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت اتاری اور ان کی اولاد میں کوئی اچھا کام کرنے والا ہے اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا ہے۔

﴿وَ بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ: اور ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی۔﴾ ذبح کا واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت اسحٰق عَلَیْہِ الصّلٰوۃُوَالسَّلام کی خوشخبری دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصّلٰوۃُوَالسَّلام ہیں۔

﴿وَ بٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَ عَلٰۤى اِسْحٰقَ: اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت اتاری۔﴾ یعنی ہم نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصّلٰوۃُوَالسَّلام اور حضرت اسحاق عَلَیْہِ الصّلٰوۃُوَالسَّلام پر دینی اور دُنْیَوی ہر طرح کی برکت اتاری اور ظاہری برکت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصّلٰوۃُوَالسَّلام کی اولاد میں کثرت کی اور حضرت اسحاق عَلَیْہِ الصّلٰوۃُوَالسَّلام کی نسل سے حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصّلٰوۃُوَالسَّلام سے لے کر حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصّلٰوۃُوَالسَّلام تک بہت سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصّلٰوۃُ وَالسَّلام مبعوث کئے۔[1]

﴿وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ: اور ان کی اولاد میں کوئی اچھا کام کرنے والا ہے۔﴾ یعنی ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی ایمان لا کر اچھا کام کرنے والا ہے اور کوئی کفر کر کے اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی باپ کے بکثرت فضائل والا ہونے سے اولاد کا بھی ویسا ہی ہونا لازم نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی شانیں ہیں کہ کبھی نیک سے نیک پیدا کرتا ہے کبھی بد سے بد اور کبھی بد سے نیک، تاکہ نہ اولاد کا بد ہونا آباء کے لئے عیب ہو اور نہ آباء کی بَدی اولاد کے لئے باعثِ عار ہو۔[2]

وَ لَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ نَجَّیْنٰهُمَا وَ قَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَ نَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۱۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان فرمایا۔ اور انہیں اور ان کی قوم کو بڑی سختی سے نجات

1 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ۱۱۳، ص۱۰۰۸.

2 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ۱۱۳، ص۱۰۰۸، خازن، والصافات، تحت الآية: ۱۱۳، ۴/۲۴، ملتقطاً.

بخشی۔اوران کی ہم نے مدد فرمائی تو وہی غالب ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان فرمایا۔اور انہیں اوران کی قوم کو بہت بڑی سختی سے نجات بخشی۔اور ہم نے ان کی مدد فرمائی تو وہی غالب ہوئے۔

﴿وَلَقَدْ مَنَنَّا: اور بیشک ہم نے احسان فرمایا۔﴾ یہاں سے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر کئے گئے انعامات اوراحسانات بیان کئے جارہے ہیں، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا کہ بیشک ہم نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر احسان فرمایا کہ انہیں نبوت و رسالت عنایت فرمائی اوراس کے علاوہ دینی اور دُنْیَوی نعمتوں سے نوازا۔[1]

﴿وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا: اور انہیں اوران کی قوم کو نجات بخشی۔﴾ ایک احسان یہ فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کواوران کی قوم بنی اسرائیل کو بہت بڑی سختی سے نجات بخشی کہ انہیں فرعون اوراس کی قوم قبطیوں کے ظلم وستم سے رہائی دی۔بنی اسرائیل کی مَظلُومِیَّت کا سبب یہ ہوا تھا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے آباء واَجداد اپنے والد حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس ان کی سلطنت مصر میں تشریف لے آئے اور وہیں قیام پذیر رہے، جب فرعون کی حکومت آئی تو اس نے تکبر وسرکشی کی اور بنی اسرائیل کو غلام بنالیا اور انہیں قبطیوں کا خدمتگار بنادیا۔[2]

﴿وَنَصَرْنٰهُمْ: اور ہم نے ان کی مدد فرمائی۔﴾ ایک احسان یہ فرمایا کہ ہم نے قبطیوں کے مقابلے میں دلائل اور معجزات کے ساتھ ان کی مدد فرمائی تو وہی فرعون اوراس کی قوم پر ہر حال میں غالب رہے اور آخر کار انہیں سلطنت اور حکومت بھی عطا فرمائی۔[3]

وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ

1 ......صاوی، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۱۴، ۵/۱۷۴۸، ابو سعود، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۱۴، ۴/۴۱۸، ملتقطاً.

2 ......جلالین مع صاوی، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۱۵، ۵/۱۷۴۸.

3 ......جلالین ، الصافات ، تحت الآیۃ : ۱۱۶ ، ص۳۷۷ ، مدارك ، الصافات ، تحت الآیۃ : ۱۱۶، ص۱۰۰۸، تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۱۶، ۹/۳۵۲، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان دونوں کو روشن کتاب عطا فرمائی۔ اور ان کو سیدھی راہ دکھائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے ان دونوں کو روشن کتاب عطا فرمائی۔ اور انہیں سیدھی راہ دکھائی۔

﴿ وَاٰتَیْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ: اور ہم نے ان دونوں کو روشن کتاب عطا فرمائی۔ ﴾ ایک احسان یہ فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو روشن کتاب عطا فرمائی جس کا بیان بلیغ اور وہ حدود و احکام وغیرہ کی جامع ہے۔ اس کتاب سے مراد توریت شریف ہے۔ (1) جو کہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بلاواسطہ عطا ہوئی اور حضرت ہارون عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واسطے سے عطا ہوئی۔

﴿ وَهَدَیْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ: اور انہیں سیدھی راہ دکھائی۔ ﴾ ایک احسان یہ فرمایا کہ انہیں عقلی اور سمعی دلائل سے دینِ حق پر مضبوطی سے قائم رہنے، باطل سے بچے رہنے اور حق سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائی۔ (2)

وَتَرَكْنَا عَلَیْهِمَا فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور پچھلوں میں ان کی تعریف باقی رکھی۔ سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور پچھلوں میں ان کی تعریف باقی رکھی۔ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔

﴿ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِمَا فِی الْاٰخِرِیْنَ: اور پچھلوں میں ان کی تعریف باقی رکھی۔ ﴾ ایک احسان یہ فرمایا کہ بعد میں آنے والوں میں ان کے اچھے ذکر کو باقی رکھا۔ یہاں بعد میں آنے والوں سے مراد حضور سیّد المرسلین صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی امت ہے اور اچھے ذکر سے ان کی تعریف و توصیف اور ثناءِ جمیل مراد ہے۔ (3)

1 ......جلالین، الصافات، تحت الآیة: ۱۱۷، ص ۳۷۷.

2 ......تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیة: ۱۱۸، ۹/۳۵۲.

3 ......تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیة: ۱۱۹، ۹/۳۵۲.

﴿سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ: موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ قیامت تک مخلوق ان دونوں بزرگوں پر سلام بھیجتی رہے گی اور ان کا ذکرِ خیر کرتی رہے گی۔ (1) دوسرا معنی یہ ہے کہ خالق کی طرف سے وہ دونوں ہمیشہ امن و سلامتی میں رہیں گے۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بے شک وہ دونوں ہمارے اعلیٰ درجہ کے کاملُ الایمان بندوں میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک نیکی کرنے والوں کو ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ بیشک وہ دونوں ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں۔

﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ: بیشک نیکی کرنے والوں کو ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔﴾ یعنی جس طرح ہم نے فرعون کے مَظالم سے نجات دے کر، قبطیوں کے مقابلے میں ان کی مدد کرکے، حدود و اَحکام کی جامع کتاب عطا فرما کر اور قیامت تک ذکرِ خیر باقی رکھ کے حضرتِ موسیٰ اور حضرتِ ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جزا عطا فرمائی اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ (2)

اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کرنے والوں کو دیگر ثوابوں کے علاوہ دنیا میں ذکرِ خیر اور امن و سلامتی بھی عطا ہوتی ہے۔

﴿اِنَّهُمَا: بیشک وہ دونوں۔﴾ اس آیت سے اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ سب سے بڑی فضیلت اور سب سے اعلیٰ شرف کامل ایمان سے حاصل ہوتا ہے۔ (3)

وَ اِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۲۳﴾ط

1 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیة: ۱۲۰، ۷/۴۸۰.

2 ......صاوی، الصافات، تحت الآیة: ۱۲۱، ۵/۱۷۴۹، ملخصاً.

3 ......تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیة: ۱۲۲، ۹/۳۵۲.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک الیاس پیغمبروں سے ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک الیاس ضرور رسولوں میں سے ہے۔

﴿وَ اِنَّ اِلْیَاسَ: اور بیشک الیاس۔﴾ یہاں سے حضرت الیاس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ حضرت الیاس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے ہیں اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بہت عرصہ بعد بَعْلَبَکْ اور ان کے اطراف کے لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے۔

چار پیغمبروں کی ابھی تک ظاہری وفات نہیں ہوئی

یاد رہے کہ چار پیغمبر ابھی تک زندہ ہیں۔ دو آسمان میں، **(1)** حضرت ادریس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام **(2)** حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، **اور دو زمین پر۔** **(1)** حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔ **(2)** حضرت الیاس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔ حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سمندر پر اور حضرت الیاس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خشکی پر مُنْتَظِم ہیں۔[1] جب قیامت قریب آئے گی تو اس وقت وفات پائیں گے اور بعض بزرگوں کی ان سے ملاقات بھی ہوئی ہے۔

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَ رَبَّ اٰبَآىٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں۔ کیا بعل کو پوجتے ہو اور چھوڑتے ہو سب سے اچھا پیدا کرنے والے اللہ کو۔ جو رب ہے تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ کیا تم بعل (بت) کی پوجا کرتے ہو اور بہترین خالق کو چھوڑتے ہو؟ اللہ جو تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب ہے۔

---

1 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیة: ۱۲۳، ۱۳۲، ۷/۴۸۱، ۴۸۳.

﴿اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ: جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت الیاس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا ''اے لوگو! کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں اور تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود کی عبادت کرنے پر اس کے عذاب سے ڈرتے نہیں؟ کیا تم بعل کی پوجا کرتے ہو اور اس سے بھلائیاں طلب کرتے ہو جبکہ اس رب تعالیٰ کی عبادت کو ترک کرتے ہو جو بہترین خالق ہے اور وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادا کا بھی رب ہے۔

''بَعْل'' اُن لوگوں کے بت کا نام تھا جو سونے کا بنا ہوا تھا، اس کی لمبائی 20 گز تھی اور اس کے چار منہ تھے، وہ لوگ اس کی بہت تعظیم کرتے تھے، جس مقام میں وہ بت تھا اس جگہ کا نام ''بک'' تھا اس لئے اس کا نام بَعلبک مشہور ہو گیا، یہ ملک شام کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ (1)

فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۱۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر انہوں نے اسے جھٹلایا تو وہ ضرور پکڑے آئیں گے۔ مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر انہوں نے اسے جھٹلایا تو وہ ضرور پیش کئے جائیں گے۔ مگر اللہ کے چُنے ہوئے بندے۔

﴿فَكَذَّبُوْهُ: پھر انہوں نے اسے جھٹلایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قوم نے حضرت الیاس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تو وہ اپنے جھٹلانے کی وجہ سے قیامت کے دن ضرور ہمارے عذاب میں حاضر کئے جائیں گے اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے البتہ اس قوم میں سے اللہ تعالیٰ کے وہ بَرگُزیدہ بندے جو حضرت الیاس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لائے انہوں نے عذاب سے نجات پائی۔ (2)

وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ یَاسِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ

1 ......تفسیر طبری، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۲۴-۱۲۵، ۱۰/۵۲۰، ابو سعود، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۲۵، ۴/۴۱۹، روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۲۴-۱۲۶، ۷/۴۸۱۔

2 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۲۷-۱۲۸، ۷/۴۸۲، خازن، والصافات، تحت الآیۃ: ۱۲۷-۱۲۸، ۴/۲۶، ملتقطاً۔

نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے پچھلوں میں اس کی ثنا باقی رکھی۔ سلام ہو الیاس پر۔ بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔ الیاس پر سلام ہو۔ بیشک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہے۔

﴿سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ یَاسِیْنَ: الیاس پر سلام ہو۔﴾ اِل یاسین بھی الیاس کی ایک لغت ہے۔ جیسے سینا اور سِیْنِیْن دونوں ''طورِ سینا'' ہی کے نام ہیں، ایسے ہی الیاس اور اِلْ یاسین ایک ہی ذات کے نام ہیں۔ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت الیاس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر سلام ہو اور دوسرا معنی یہ ہے کہ قیامت تک بندے ان کے حق میں دعا کرتے اور ان کی تعریف بیان کرتے رہیں گے۔ (1)

وَ اِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ؕ اِذْ نَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳۴﴾ۙ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک لوط پیغمبروں میں ہے۔ جب کہ ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی۔ مگر ایک بڑھیا کہ رہ جانے والوں میں ہوئی۔ پھر دوسروں کو ہم نے ہلاک فرمادیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک لوط ضرور رسولوں میں سے ہے۔ جب ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی۔ مگر ایک بڑھیا پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگئی۔ پھر دوسروں کو ہم نے ہلاک فرمادیا۔

---

1 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۳۰، ۷/۴۸۲، جلالین، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۳۰، ص۳۷۸، ملتقطاً۔

﴿وَ اِنَّ لُوْطًا: اور بیشک لوط۔﴾ یہاں سے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کی قوم کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔اس آیت اوراس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اہلِ سدوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا، ان لوگوں نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید کرنے کا ارادہ کرلیا، اس وقت حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا مانگی ''اے میرے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، مجھے اور میرے گھر والوں کو ان لوگوں کے عمل سے نجات دے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اوران کے سب گھر والوں کو نجات بخشی البتہ ایک بڑھیا عذاب کے اندر رہ جانے والوں میں شامل ہوگئی، یہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیوی ''واہلہ'' تھی جو کافرہ اور خائنہ تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے کفار پر پتھر برسا کر اوران کی بستیوں کا تختہ الٹ کر سب کو ہلاک کر دیا۔[1]

نوٹ: حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کی قوم کا واقعہ سورۂ ہود اور سورۂ شعراء میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔

وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَیْهِمْ مُّصْبِحِیْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَ بِالَّیْلِؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

ع ۴ ۲۵ ۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک تم ان پر گزرتے ہو صبح کو۔ اور رات میں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے لوگو!) بیشک تم صبح کے وقت ان کے پاس سے گزرتے ہو۔ اور رات کے وقت (بھی ان بستیوں سے گزرتے ہو)۔تو کیا تم سمجھتے نہیں؟

﴿وَ اِنَّكُمْ: اور بیشک تم۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت میں کفارِ مکہ سے فرمایا گیا کہ اے کفارِ مکہ! تم ملکِ شام کی طرف اپنے کاروباری سفروں کے دوران صبح وشام ان بستیوں سے گزرتے ہو اوران کی ہلاکت و بربادی کے آثار کا تم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ ان کی اجڑی ہوئی بستیوں سے عبرت حاصل کرو اوراس بات سے ڈرو کہ جیسا عذاب اہلِ سدوم پر نازل ہوا ویسا تم پر بھی نازل ہوسکتا ہے کیونکہ جو رب تعالیٰ کفر اور تکذیب کی وجہ سے اہلِ سدوم کو ہلاک کرنے پر قادر ہے تو اے کفارِ مکہ! وہ تمہیں بھی ہلاک کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔[2]

1 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۳۳-۱۳۶، ۷/۴۸۴-۴۸۵، ملخصاً.

2 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۳۷-۱۳۸، ۷/۴۸۵.

وَ اِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک یونس پیغمبروں سے ہے۔ جب کہ بھری کشتی کی طرف نکل گیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک یونس ضرور رسولوں میں سے ہے۔ جب وہ بھری کشتی کی طرف نکل گیا۔

﴿وَ اِنَّ یُوْنُسَ: اور بیشک یونس۔﴾ یہاں سے حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نام یونس بن متیٰ ہے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا لقب ذُو النُّون اور صَاحِبُ الْحُوْت ہے، آپ بستی نِیْنَوٰی کے نبی تھے جو مُوصَل کے علاقہ میں دجلہ کے کنارے پر واقع تھی۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چالیس سال ان لوگوں کو بت پرستی چھوڑنے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اور اپنے شرک سے باز نہ آئے، تب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں تین دن کے بعد عذاب آجانے کی خبر دی۔ [1]

﴿اِذْ اَبَقَ: جب وہ نکل گیا۔﴾ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو عذاب آنے کی جو خبر دی تھی جب اس میں تاخیر ہوئی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی قوم کے کفر و نافرمانی پر اِصرار کرنے کی وجہ سے غضبناک ہو کر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ہی ہجرت کے ارادے سے چل دیئے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر کوئی تنگی نہیں کرے گا اور نہ ہی اس فعل پر مجھ سے کوئی باز پُرس ہوگی۔ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہجرت کرنے اور غضبناک ہونے کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ اس شخص کو قتل کر دیتے تھے جس کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام یقینی طور پر سچے تھے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے وحیِ الٰہی سے ہی انہیں بتایا کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو تم پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عذاب آئے گا لیکن چونکہ فی الحال عذاب آیا نہیں تھا تو قوم کی نظر میں آپ کا کہنا واقع کے خلاف تھا اسی لئے وہ آپ کے قتل کے درپے تھے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اسی اندیشے سے وہاں سے چل دیئے حالانکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے عذاب کا تو فرمایا تھا لیکن انہیں کوئی مُتَعَیَّن وقت نہیں بتایا تھا کہ جس پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو مَعَاذَ اللہ آپ کی قوم جھوٹا کہہ سکتی۔

1 ......روح البيان، الصافات، تحت الآية: ۱۳۹، ۷/۴۸۶.

حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت وہب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا قول ہے کہ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے عذاب کا وعدہ کیا تھا، جب اس میں تاخیر ہوئی تو (قتل سے بچنے کے لئے) آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اُن سے چھپ کر نکل گئے، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دریائی سفر کا قصد کیا اور بھری کشتی پر سوار ہو گئے، جب کشتی دریا کے درمیان پہنچی تو ٹھہر گئی اور اس کے ٹھہرنے کا کوئی ظاہری سبب موجود نہ تھا۔ ملاحوں نے کہا: اس کشتی میں اپنے مولا سے بھاگا ہوا کوئی غلام ہے، قرعہ اندازی کرنے سے ظاہر ہو جائے گا کہ وہ کون ہے۔ چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی تو اس میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی کا نام نکلا، اس پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ میں ہی وہ غلام ہوں۔ اس کے بعد آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پانی میں ڈال دیئے گئے کیونکہ ان لوگوں کا دستور یہی تھا کہ جب تک بھاگا ہوا غلام دریا میں غرق نہ کر دیا جائے اس وقت تک کشتی چلتی نہ تھی۔ [1]

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے اجتہاد کی وجہ سے کشتی میں سوار ہوئے تھے کیونکہ جب عذاب میں تاخیر ہوئی تو حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہ گمان ہوا کہ اگر وہ اپنی قوم میں ٹھہرے رہے تو وہ انہیں شہید کر دیں گے کیونکہ ان لوگوں کا دستور یہ تھا کہ جس کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے تو وہ اسے قتل کر دیتے تھے لہٰذا حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا کشتی میں سوار ہونا اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں اور نہ ہی کوئی کبیرہ یا صغیرہ گناہ تھا اور مچھلی کے پیٹ میں قید کر کے ان کا جو مُؤاخذہ ہوا وہ اَولیٰ کام کی مخالفت کی بنا پر ہوا کیونکہ ان کے لئے اَولیٰ یہی تھا کہ آپ اللّٰہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرتے۔ [2]

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿١٤١﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿١٤٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو قرعہ ڈالا تو دھکیلے ہوؤں میں ہوا۔ پھر اسے مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کشتی والے نے قرعہ ڈالا تو یونس دھکیلے جانے والوں میں سے ہو گئے۔ پھر انہیں مچھلی نے نگل

---

1 ......خازن، والصافات، تحت الآية: ١٤٠، ٢٦/٤، مدارك، الصافات، تحت الآية: ١٤٠، ص١٠٠٩، ملتقطاً.

2 ......صاوی، الصافات، تحت الآية: ١٤٠، ١٧٥٢/٥، ملخصاً.

لیااور وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے۔

﴿ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ: پھر انہیں مچھلی نے نگل لیا۔﴾ جب حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دریا میں ڈال دیئے گئے تو انہیں ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا اور اس وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حال یہ تھا کہ آپ خود کو اس بات پر ملامت کر رہے تھے کہ نکلنے میں جلدی کیوں کی اور قوم سے جدا ہونے میں اللّٰہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کیوں نہ کیا۔ مروی ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے مچھلی کو اِلہام فرمایا: ''میں نے حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تیرے لئے غذا نہیں بنایا بلکہ تیرے پیٹ کو اس کے لئے قید خانہ بنایا ہے لہٰذا تم نہ تو ان کی کوئی ہڈی توڑنا اور نہ ہی ان کے گوشت کو کاٹنا۔ (1)

فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَ هُوَ سَقِیْمٌ ﴿۱۴۵﴾

النصف

ترجمۂ کنزالایمان: تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا۔ ضرور اس کے پیٹ میں رہتا جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے۔ پھر ہم نے اسے میدان پر ڈال دیا اور وہ بیمار تھا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا۔ تو ضرور اس دن تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتا جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔ پھر ہم نے اسے میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار تھا۔

﴿ فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ: تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ذکرِ الٰہی کی کثرت کرنے والے اور مچھلی کے پیٹ میں ''لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ﳓ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ'' پڑھنے والے نہ ہوتے تو ضرور قیامت کے دن تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔ (2)

دعا قبول ہونے کا وظیفہ

حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مچھلی

1 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیة: ١٤٢، ٧/٤٨٧، ملخصاً.
2 ......خازن، والصافات، تحت الآیة: ١٤٣-١٤٤، ٤/٢٧.

کے پیٹ میں حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ دعا مانگی: ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ'' اور جو مسلمان اس کے ذریعے اللّٰہ تعالٰی سے دعا مانگے گا تو اس کی دعا قبول کی جائے گی۔ (1)

مفسرین فرماتے ہیں: ''تم آسانی کے وقت اللّٰہ تعالٰی کا ذکر کرو تو وہ تمہیں تمہاری سختی اور مصیبت کے وقت یاد کرے گا کیونکہ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللّٰہ تعالٰی کے نیک بندے اور اللّٰہ تعالٰی کا ذکر کرنے والے تھے، جب وہ مچھلی کے پیٹ میں گئے تو اللّٰہ تعالٰی نے ان کے بارے میں فرمایا:

فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا۔ تو ضرور اس دن تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتا جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔

اس کے برعکس فرعون ساری زندگی تو سرکش، نافرمان اور اللّٰہ تعالٰی کو بھولا رہا لیکن جب وہ ڈوبنے لگا تو خدا کو یاد کر کے کہنے لگا:

اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میں اس بات پر ایمان لایا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔

تو اللّٰہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اُسے کہا گیا) کیا اب (ایمان لاتے ہو؟) حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمان رہا۔ (4)

﴿ **فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ: پھر ہم نے اسے میدان میں ڈال دیا۔** ﴾ جب حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا مانگی تو اللّٰہ تعالٰی نے انہیں مچھلی کے پیٹ سے نکال کر میدان میں ڈال دیا اور مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے آپ ایسے کمزور، دبلے پتلے اور نازک ہو گئے تھے جیسے بچہ پیدائش کے وقت ہوتا ہے، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جسم کی کھال نرم ہو گئی تھی

1 ......ابن عساکر، حرف السین فی آبائھم، عمر بن سعد بن ابی وقاص... الخ، ۳۸/۴۵۔

2 ......یونس: ۹۰۔

3 ......یونس: ۹۱۔

4 ......تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۴۳-۱۴۴، ۹/۳۵۷۔

اور بدن پر کوئی بال باقی نہ رہا تھا۔[1]

حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی مدت کے بارے میں مختلف اَقوال ہیں۔ اُسی دن یا 3 دن یا 7 دن یا 20 دن یا 40 دن کے بعد آپ مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے۔[2]

وَ اَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍۚ(۱۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اس پر کدو کا پیڑ اگایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اس پر کدو کا پیڑ اگا دیا۔

﴿ وَ اَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ: اور ہم نے اس پر کدو کا پیڑ اگا دیا۔﴾ جس جگہ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مچھلی کے پیٹ سے باہر تشریف لائے وہاں کوئی سایہ نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سایہ کرنے اور انہیں مکھیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے کدو کا پیڑ اگا دیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے روزانہ ایک بکری آتی اور اپنا تھن حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دہنِ مبارک میں دے کر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو صبح وشام دودھ پلا جاتی یہاں تک کہ جسم مبارک کی جلد شریف یعنی کھال مضبوط ہوئی اور اپنے مقام سے بال اگ آئے اور جسم میں توانائی آئی۔[3]

یاد رہے کہ کدو کی بیل ہوتی ہے جو زمین پر پھیلتی ہے مگر یہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا معجزہ تھا کہ یہ کدو کا درخت قد والے درختوں کی طرح شاخ رکھتا تھا اور اس کے بڑے بڑے پتوں کے سائے میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آرام کرتے تھے۔

کدو (یعنی لوکی) کو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بہت پسند فرماتے تھے، جیسا کہ حضرت انس رَضِیَ

1 ......روح البيان، الصافات، تحت الآية: ١٤٥، ٤٨٨/٧.

2 ......جلالين، الصافات، تحت الآية: ١٤٥، ص٣٧٨.

3 ......خازن، والصافات، تحت الآية: ١٤٦، ٢٧/٤.

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کدو شریف پسند فرماتے تھے۔[1]

ایک مرتبہ کسی نے عرض کی: ''یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کدو شریف بہت پسند فرماتے ہیں۔ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ہاں، یہ میرے بھائی حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا درخت ہے۔[2]

یونہی صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور بزرگانِ دین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ بھی کدو بہت پسند فرماتے تھے، چنانچہ حضرتِ انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی کھانے کی دعوت کی، میں بھی حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ گیا، جَو کی روٹی اور شوربا حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے لایا گیا جس میں کدو اور خشک کیا ہوا نمکین گوشت تھا، کھانے کے دوران میں نے حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیکھا کہ پیالے کے کناروں سے کدو کی قاشیں تلاش کر رہے ہیں، اسی لئے میں اس دن سے کدو پسند کرنے لگا۔[3]

حضرت ابوطالوت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''میں حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس حاضر ہوا، وہ کدو کھا رہے تھے اور فرما رہے تھے ''اے درخت! تیری کیا شان ہے، تو مجھے کس قدر محبوب ہے (اور یہ محبت صرف) اس لئے (ہے) کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تجھے محبوب رکھا کرتے تھے۔[4]

امامِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے شاگرد امام ابویوسف رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے سامنے جب اِس روایت کا ذکر آیا کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کدو پسند فرماتے تھے، تو مجلس کے ایک شخص نے کہا: لیکن مجھے پسند نہیں۔ یہ سن کر امام ابویوسف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تلوار کھینچ لی اور اس سے فرمایا: ''جَدِّدِ الْاِیْمَانَ وَ اِلَّا لَاَقْتُلَنَّکَ'' تجدیدِ ایمان کر، ورنہ میں تمہیں قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔[5]

---

1 ......ابن ماجه، كتاب الاطعمة، باب الدبّاء، ٤/٢٧، الحديث: ٣٣٠٢.
2 ......بيضاوى، الصافات، تحت الآية: ١٤٦، ٥/٢٧.
3 ......بخارى، كتاب البيوع، باب ذكر الخيّاط، ٢/١٧، الحديث: ٢٠٩٢.
4 ......ترمذى، كتاب الاطعمة، باب ما جاء فى اكل الدبّاء، ٣/٣٣٦، الحديث: ١٨٥٦.
5 ......مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الثالث، ٣/١٦٦، تحت الحديث: ١٠٨٣.

کدو (لوکی) کے طبی فوائد

لوکی کا استعمال نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت ہے۔طب کے ماہرین نے اس کے بہت سے طبی فوائد بھی بیان کئے ہیں، یہاں ان میں سے 7 طبی فوائد ملاحظہ ہوں۔

(1)......لوکی میں موجود قدرتی وٹامن سی، سوڈیم، پوٹاشیم اور فولاد نہ صرف طاقت بخش ثابت ہوتا ہے بلکہ اس کا روزانہ استعمال پیٹ کے مختلف اَمراض کے خلاف مُؤثّر حفاظت بھی فراہم کرتا ہے۔

(2)......لوکی میں پائے جانے والے اَجزا کی تاثیر قدرتی طور پر ٹھنڈی ہوتی ہے جو گرمی کا اثر کم کرنے کے ساتھ ساتھ تھکن کا احساس بھی گھٹا دیتا ہے۔

(3)......لوکی کھانے سے خوب بھوک لگتی ہے اور کمزوری دور ہوتی ہے۔

(4)......قبض کے مریضوں کے لئے لوکی بہت فائدہ مند ہے۔

(5)......کدو جگر کے درد کو دور کرنے میں مفید ہے۔

(6)...... پیشاب کے امراض، معدے کے امراض اور یرقان کی مرض میں بہت فائدہ دیتا ہے۔

(7)......اس کے بیجوں کا تیل دردِ سر اور سر کے بالوں کیلئے بہت مفید ہے اور نیند لاتا ہے۔

وَ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِیْنٍ ﴿۱۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے لاکھ آدمیوں کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ۔تو وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں ایک وقت تک برتنے دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اسے ایک لاکھ بلکہ زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا۔تو وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں ایک وقت تک فائدہ اٹھانے دیا۔

﴾ وَ اَرْسَلْنٰهُ: اور ہم نے اسے بھیجا۔﴿ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی نے حضرت

یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پہلے کی طرح موصل کی سرزمین میں قومِ نینوٰی کے ایک لاکھ بلکہ اس سے کچھ زیادہ آدمیوں کی طرف انتہائی عزت واحترام کے ساتھ بھیجا، انہوں نے عذاب کے آثار دیکھ کر توبہ کر لی تھی، پھر حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دوبارہ تشریف لانے پر باقاعدہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیعت کی اور اللہ تعالیٰ نے آخری عمر تک انہیں آسائش کے ساتھ رکھا۔

نوٹ: حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی توبہ کا بیان سورۂ یونس آیت نمبر **98** میں گزر چکا ہے اور اس واقعہ کا بیان سورۂ انبیاء کی آیت نمبر 87، 88 میں بھی گزر چکا ہے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان سے پوچھو کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کے بیٹے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان سے پوچھو، کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کیلئے بیٹے ہیں؟

﴿فَاسْتَفْتِهِمْ: تو ان سے پوچھو۔﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسلی کے لئے گزشتہ نبیوں اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان فرمانے کے بعد ان آیات میں قبیلہ جُہَیْنَہ اور بنی سلمہ وغیرہ کفار کے اس عقیدے ''فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں'' کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کفار سے پوچھیں کہ کیا تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کیلئے بیٹے ہیں؟ تم اپنے لئے تو بیٹیاں گوارا نہیں کرتے اور انہیں بُری جانتے ہو اور پھر ایسی چیز کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہو۔[1]

کفار کا اپنی بیٹیوں سے نفرت کا حال

کفار خود بیٹیوں سے کس قدر نفرت کرتے اور انہیں اپنے لئے کتنا باعثِ عار سمجھتے تھے، اس کا حال بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

1 ......تفسیر قرطبی، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۴۹، ۸/۹۸، الجزء الخامس عشر، خازن، و الصافات، تحت الآیۃ: ۱۴۹، ۴/۲۷، ملتقطاً.

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِیْمٌ(۵۸) یَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖؕ اَیُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِؕ اَلَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصے سے بھرا ہوتا ہے۔ اس بشارت کی برائی کے سبب لوگوں سے چھپا پھرتا ہے۔ کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا؟ خبردار! یہ کتنا برا فیصلہ کر رہے ہیں۔

اور یہ کتنا افسوس کا مقام ہے کہ جس چیز سے وہ اتنی نفرت کرتے ہیں اور اپنے لئے اتنا باعثِ عار سمجھتے ہیں کہ اسے زندہ دفن کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں، اسی چیز کو وہ اولاد ہی سے پاک رب تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْاُنْثٰى(۲۱) تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰى [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہارے لئے بیٹا اور اس کیلئے بیٹی ہے۔ جب تو یہ سخت بری تقسیم ہے۔

اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓىٕكَةَ اِنَاثًا وَّ هُمْ شٰهِدُوْنَ(۱۵۰) اَلَاۤ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَیَقُوْلُوْنَ(۱۵۱) وَلَدَ اللّٰهُۙ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ(۱۵۲) اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِیْنَ(۱۵۳) مَا لَكُمْٙ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ(۱۵۴) اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ(۱۵۵) اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِیْنٌ(۱۵۶) فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ(۱۵۷)

ترجمۂ کنزالایمان: یا ہم نے ملائکہ کو عورتیں پیدا کیا اور وہ حاضر تھے۔ سنتے ہو بے شک وہ اپنے بہتان سے کہتے ہیں۔ کہ اللہ کی اولاد ہے اور بے شک ضرور وہ جھوٹے ہیں۔ کیا اس نے بیٹیاں پسند کیں بیٹے چھوڑ کر۔ تمہیں کیا ہے کیسا حکم

---

1 ...... نحل: ۵۸، ۵۹.

2 ...... النجم: ۲۱، ۲۲.

لگاتے ہو۔تو کیا دھیان نہیں کرتے۔یاتمہارے لیےکوئی کھلی سند ہے۔تو اپنی کتاب لاؤ اگر سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا ہم نے ملائکہ کو عورتیں پیدا کیا اور وہ موجود تھے۔خبردار! بیشک وہ اپنے بہتان سے یہ بات کہتے ہیں۔کہ **اللّٰہ** کی اولاد ہے اور بیشک وہ ضرور جھوٹے ہیں۔کیا **اللّٰہ** نے بیٹے چھوڑ کر بیٹیاں پسند کیں۔تمہیں کیا ہے؟تم کیسا حکم لگاتے ہو؟ تو کیا تم دھیان نہیں کرتے ؟ یا تمہارے لیے کوئی کھلی دلیل ہے؟ تو اپنی کتاب لاؤ اگر تم سچے ہو۔

﴿اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓىٕكَةَ اِنَاثًا: یا ہم نے ملائکہ کو عورتیں پیدا کیا تھا۔﴾ کفار فرشتوں کو عورتیں سمجھتے تھے،ان کی یہ بات اس وقت درست ثابت ہوسکتی ہے کہ انہوں نے فرشتوں کو پیدا ہوتے ہوئے دیکھا ہو، یا کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں اس کی خبر دی ہو یا ان کے پاس اس کی کوئی واضح دلیل ہو۔**پہلی صورت** کا رد اسی آیت میں ہے کہ کفار فرشتوں کی پیدائش کے وقت وہاں موجود نہیں تھے لہٰذا ان کی بات درست نہیں ۔اسی طرح ایک اور مقام پر کفار کے اس نظریے کا رد کرتے ہوئے **اللّٰہ** تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ جَعَلُوا الْمَلٰٓىٕكَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًاؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَ یُسْــٴَـلُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے فرشتوں کو عورتیں ٹھہرایا جوکہ رحمٰن کے بندے ہیں۔کیا یہ کفار ان کے بناتے وقت موجود تھے؟ ان کی گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے جواب طلب ہوگا۔

دوسری صورت کا رد آیت نمبر 151 تا 154 میں فرمایا کہ انہیں کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے خبر نہیں دی بلکہ ان کے فاسد مذہب کی بنیاد صریح اور بدترین بہتان پر ہے، چنانچہ **اللّٰہ** تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَاۤ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَیَقُوْلُوْنَۙ(۱۵۱) وَلَدَ اللّٰهُۙ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ(۱۵۲) اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِیْنَؕ(۱۵۳) مَا لَكُمْ۫ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: خبردار! بیشک وہ اپنے بہتان سے یہ بات کہتے ہیں۔کہ اللّٰہ کی اولاد ہے اور بیشک وہ ضرور جھوٹے ہیں۔کیا اللّٰہ نے بیٹے چھوڑ کر بیٹیاں پسند کیں۔تمہیں کیا ہے؟ تم کیسا حکم لگاتے ہو؟

1 ......زخرف:۱۹.

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِیْنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ اِنَاثًاؕ-اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِیْمًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہارے رب نے تمہارے لئے بیٹے چن لئے اور اپنے لیے فرشتوں سے بیٹیاں بنالیں۔ بیشک تم بہت بڑی بات بول رہے ہو۔

تیسری صورت یہ تھی کہ ان کے پاس اپنا عقیدہ ثابت کرنے کے لئے کوئی واضح دلیل ہوتی اور وہ ان کے پاس موجود نہیں، اس کے بارے میں آیت نمبر155 تا157 میں ارشاد فرمایا:

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تم دھیان نہیں کرتے؟ یا تمہارے لیے کوئی کھلی دلیل ہے؟ تو اپنی کتاب لاؤ اگر تم سچے ہو۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ فرشتوں کو عورتیں سمجھنے والا کفار کا نظریہ ہر اعتبار سے باطل ہے۔[2]

وَ جَعَلُوْا بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًاؕ-وَ لَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس میں اور جنّوں میں رشتہ ٹھہرایا اور بے شک جنّوں کو معلوم ہے کہ وہ ضرور حاضر لائے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے اللہ اور جنوں کے درمیان نسب کا رشتہ ٹھہرایا اور بیشک جنوں کو معلوم ہے کہ ان کی پیشی کی جائے گی۔

﴿وَ جَعَلُوْا بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا: اور انہوں نے اللہ اور جنوں کے درمیان نسب کا رشتہ ٹھہرایا۔﴾ بعض مشرکین

1 ......بنی اسرائیل: ٤٠.

2 ......تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیة: ١٥٠، ٩/٣٥٩، روح البیان، الصافات، تحت الآیة: ١٥٠، ٧/٤٩٢، ملتقطاً.

کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جنّات میں شادی کی جس سے فرشتے پیدا ہوئے۔(مَعَاذَاللہ)اس آیت میں ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ مشرکین اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان نسب کا رشتہ ٹھہرا کر کیسے عظیم کفر کے مُرتکِب ہوئے اور بیشک جنوں کو معلوم ہے کہ یہ بے ہودہ بات کہنے والے ضرور جہنم میں عذاب کے لئے حاضر کئے جائیں گے۔بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں جنّات سے مراد فرشتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں اور کفار نے فرشتوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو نسبی رشتہ ٹھہرایا اس سے مراد ان کا یہ کہنا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔(مَعَاذَاللہ)(1)

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۱۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پاکی ہے اللہ کو ان باتوں سے کہ یہ بتاتے ہیں۔مگر اللہ کے چُنے ہوئے بندے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ اس سے پاک ہے جو یہ بتاتے ہیں۔مگر اللہ کے چُنے ہوئے بندے۔

﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ:اللہ پاک ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا ایک معنی یہ ہے مشرکین اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو باتیں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے ایماندار بندے ان تمام باتوں سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو کفارِ نابکار کہتے ہیں۔دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام بیہودہ باتوں سے پاک ہے جو مشرکین اس کے بارے میں کہتے ہیں نیز اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے مومن اور متقی بندے جہنم کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔(2)

فَاِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ بِفٰتِنِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِیْمِ ﴿۱۶۳﴾

---

1 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ١٥٨، ص ١٠١٠-١٠١١، جلالين، الصافات، تحت الآية: ١٥٨، ص ٣٧٩، ملتقطاً.
2 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ١٥٩-١٦٠، ص ١٠١١، ملخصاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اور جو کچھ تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔تم اس کے خلاف کسی کو بہکانے والے نہیں ۔مگر اسے جو بھڑکتی آگ میں جانے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم اور جنہیں تم (اللہ کے سوا) پوجتے ہو۔تم اس کے خلاف (کسی کو) فتنے میں ڈالنے والے نہیں ۔ مگر اسے جو بھڑکتی آگ میں داخل ہونے والا ہے۔

﴿فَاِنَّكُمْ: تو تم۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کا مذہب فاسد ہونے پر دلائل بیان کئے گئے جبکہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں فرمایا گیا کہ اے کفارِ مکہ! تمہارے سب کے سب بت اور تم اللہ تعالٰی کے خلاف کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے ،البتہ اسے گمراہ کر سکتے ہو جس کی قسمت ہی میں یہ ہے کہ وہ اپنی بدکرداری کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہو۔ (1)

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرشتے کہتے ہیں ہم میں ہر ایک کا ایک مقام معلوم ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (فرشتے کہتے ہیں) ہم میں ہر ایک کیلئے ایک جگہ مقرر ہے۔

﴿وَمَا مِنَّآ: ہم میں ہر ایک کیلئے۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اے کفار! جن فرشتوں کو تم اللہ تعالٰی کی بیٹیاں کہتے ہو، اللہ تعالٰی اور فرشتوں کے درمیان نسب ثابت کر کے ان کی عبادت کرتے ہو، ان فرشتوں کا اقرار تو یہ ہے کہ ہم رب تعالٰی کی عبادت کرتے ہیں اور ہم سب کے مقامات علیحدہ ہیں جہاں رہ کر اس کی بتائی ہوئی عبادت کرتے ہیں، اور جب وہ اپنی عَبدِیَّت اور اللہ تعالٰی کی معبودِیَّت کا اقرار کر رہے ہیں تو وہ اللہ تعالٰی کی اولاد کس طرح ہو سکتے ہیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ حضرت جبریل عَلَیْهِ السَّلَام نے حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ہم فرشتوں کے گروہوں میں سے ہر ایک کیلئے ایک جگہ مقرر ہے جس میں وہ اپنے رب تعالٰی کی عبادت کرتا ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے فرمایا کہ آسمانوں

1 ......تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۶۱-۱۶۳، ۳۶۱/۹، مدارك، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۶۱ -۱۶۳، ص۱۰۱۱، ملتقطاً.

میں بالشت بھر بھی جگہ ایسی نہیں ہے جس میں کوئی فرشتہ نماز نہ پڑھتا ہو یا تسبیح نہ کرتا ہو۔[1]

حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے، میں وہ باتیں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چرچرایا اور اس کا چرچرانا حق ہے، اس میں چار انگل جگہ بھی ایسی نہیں جہاں فرشتے اپنی پیشانی رکھے اللّٰہ تعالٰی کے لئے سجدے میں نہ ہوں۔[2]

وَّ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَ اِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم پر پھیلائے حکم کے منتظر ہیں۔ اور بے شک ہم اس کی تسبیح کرنے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم (حکم کے انتظار میں) صف باندھے ہوئے ہیں۔ اور بیشک ہم (اس کی) تسبیح کرنے والے ہیں۔

﴿وَ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ: اور بیشک ہم (حکم کے انتظار میں) صف باندھے ہوئے ہیں۔﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ فرشتے کہتے ہیں: بیشک ہم اطاعت کے مقامات اور خدمت کی جگہوں میں پر پھیلائے اللّٰہ تعالٰی کے حکم کے منتظر ہیں۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ جس طرح لوگ زمین میں صفیں باندھ کر نماز پڑھتے ہیں اسی طرح ہم (آسمان میں) صفیں باندھ کر اللّٰہ تعالٰی کی عبادت میں مشغول ہیں۔ **تیسری تفسیر** یہ ہے کہ ہم عرش کے اردگرد اللّٰہ تعالٰی کے حکم کے انتظار میں صفیں باندھے ہوئے ہیں۔[3]

﴿وَ اِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ: اور بیشک ہم (اس کی) تسبیح کرنے والے ہیں۔﴾ یعنی ہم اللّٰہ تعالٰی کی پاکی بیان کرنے والے ہیں کہ وہ ہر نقص و عیب سے پاک ہے۔

وَ اِنْ كَانُوْا لَیَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۶۸﴾

---

1 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۶۴، ۷/۴۹۴-۴۹۵، خازن، والصافات، تحت الآیۃ: ۱۶۴، ۴/۲۸، ملتقطاً۔

2 ......ترمذی، کتاب الزھد، باب فی قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لو تعلمون ما اعلم... الخ، ۴/۱۴۰، الحدیث: ۲۳۱۹.

3 ......ابو سعود، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۶۵، ۴/۴۲۴، خازن، و الصافات، تحت الآیۃ: ۱۶۵، ۴/۲۸، روح المعانی، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۶۵، ۱۲/۲۰۵، ملتقطاً۔

لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک وہ کہتے تھے۔ اگر ہمارے پاس اگلوں کی کوئی نصیحت ہوتی۔ تو ضرور ہم اللہ کے چُنے بندے ہوتے۔ تو اس کے منکر ہوئے تو عنقریب جان لیں گے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک کافر کہتے تھے۔ اگر ہمارے پاس اگلوں کی کوئی نصیحت ہوتی۔ تو ضرور ہم اللہ کے چُنے ہوئے بندے ہوتے۔ تو اس کے منکر ہوئے تو عنقریب انہیں پتہ چل جائے گا۔

﴿ وَ اِنْ كَانُوْا لَیَقُوْلُوْنَ: اور بیشک وہ کہتے تھے۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کے کفار ومشرکین تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری سے پہلے کہا کرتے تھے کہ اگر ہمیں بھی پہلے لوگوں پر نازل ہونے والی کتابوں تورات اور انجیل کی طرح کوئی کتاب ملتی تو ضرور ہم اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے ہوتے، ہم اس کی اطاعت کرتے اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالاتے اور جس طرح انہوں نے جھٹلایا اس طرح ہم نہ جھٹلاتے اور جس طرح انہوں نے مخالفت کی اس طرح ہم مخالفت نہ کرتے، پھر جب تمام کتابوں سے افضل واشرف اور اپنی مثل لانے سے عاجز کر دینے والی کتاب انہیں ملی یعنی قرآن مجید نازل ہوا تو یہی لوگ اس کے منکر ہوگئے، پس عنقریب یہ لوگ اپنے کفر کا انجام جان لیں گے۔ (1)

وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۷۱﴾ۚۖ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾۪ وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۱۷۴﴾ۙ وَّ اَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾

1 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ۱۶۷-۱۷۰، ص۱۰۱۲، ملخصاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہمارا کلام گزر چکا ہے ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے۔ کہ بے شک انہیں کی مدد ہوگی۔ اور بے شک ہمارا ہی لشکر غالب آئے گا۔ تو ایک وقت تک تم ان سے منہ پھیر لو۔ اور انہیں دیکھتے رہو کہ عنقریب وہ دیکھیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہمارا کلام گزر چکا ہے۔ کہ بیشک انہی کی مدد کی جائے گی۔ اور بیشک ہمارا لشکر ہی غالب ہوگا۔ تو ایک وقت تک تم ان سے منہ پھیر لو۔ اور انہیں دیکھتے رہو تو عنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے۔

﴿ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا: اور بیشک ہمارا کلام گزر چکا ہے۔ ﴾ کفار کو ان کے انجام سے ڈرانے کے بعد اللّٰہ تعالیٰ نے یہاں سے ایسا کلام فرمایا ہے جس سے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دل کو تَقْوِیَت حاصل ہو۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہمارا کلام لوحِ محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے کہ بیشک انہی کی مدد کی جائے گی اور جس کی ہم مدد کریں وہ کبھی مغلوب نہ ہوگا اور بیشک رسولوں اور ان کی پیروی کرنے والے اہلِ ایمان کا لشکر ہی اپنے دشمنوں پر دنیا اور آخرت میں غالب ہوگا، تو اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب آپ نے جان لیا کہ نصرت اور غلبہ آپ کا اور آپ کی پیروی کرنے والوں کا ہوگا تو آپ ان مشرکین سے منہ پھیر لیں اور ان کی اَذِیَّتوں پر صبر فرمائیں یہاں تک کہ آپ کو ان کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیدیا جائے اور جب ان پر عذاب نازل ہو تو انہیں دیکھتے رہیں، عنقریب وہ لوگ دنیا و آخرت میں طرح طرح کے عذاب دیکھیں گے۔ (1)

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٧٦﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٧﴾

1 ......تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیۃ: ١٧١-١٧٥، ٩/٣٦٣، روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ١٧١-١٧٥، ٧/٤٩٧-٤٩٨، خازن، والصافات، تحت الآیۃ: ١٧١-١٧٥، ٤/٢٩، مدارک، الصافات، تحت الآیۃ: ١٧١-١٧٥، ص١٠١٢، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں۔ پھر جب اترے گا ان کے آنگن میں تو ڈرائے گیوں کی کیا ہی بُری صبح ہوگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں؟ پھر جب ان کے صحن میں عذاب اترے گا تو ڈرائے جانے والوں کی کیا ہی بری صبح ہوگی۔

﴿اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ: تو کیا ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں؟﴾ جب اس سے اوپر والی آیت نازل ہوئی تو کفار نے مذاق اڑانے کے طور پر کہا کہ یہ عذاب کب نازل ہوگا؟ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا اس پختہ وعید کے بعد بھی کفار ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں، پھر جب ان کے صحن میں وہ عذاب اترے گا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو ڈرائے جانے والوں کی کیا ہی بُری صبح ہوگی۔[1]

وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایک وقت تک ان سے منہ پھیر لو۔ اور انتظار کرو کہ وہ عنقریب دیکھیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایک وقت تک ان سے منہ پھیر لو۔ اور دیکھتے رہو تو عنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے۔

﴿وَتَوَلَّ عَنْهُمْ: اور ان سے منہ پھیر لو۔﴾ یہاں دوبارہ یہ کلام عذاب کی وعید کو تاکید کے ساتھ بیان کرنے کے لئے کیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آیت نمبر 174 اور 175 میں کفار کے دُنیوی اَحوال کے بارے میں کلام فرمایا گیا اور اب یہاں سے ان کے اُخروی اَحوال کے بارے میں کلام فرمایا جا رہا ہے۔ اس صورت میں آیات میں تکرار نہیں ہے۔[2]

---

1 ......ابو سعود، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۷۶-۱۷۷، ۴/۴۲۵، روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۷۶-۱۷۷، ۷/۴۹۸-۴۹۹، ملتقطاً.

2 ......خازن، والصافات، تحت الآیۃ: ۱۷۸، ۴/۲۹.

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۸۲﴾

ع۵ ۹

ترجمۂ کنزالایمان: پاکی ہے تمہارے رب کو عزت والے رب کو ان کی باتوں سے۔ اور سلام ہے پیغمبروں پر۔ اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہاں کا رب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارا رب عزت والا ان تمام باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ اور رسولوں پر سلام ہو۔ اور تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

﴿ سُبْحٰنَ رَبِّكَ : تمہارا رب پاک ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کا عزت والا رب ان تمام باتوں سے پاک اور بَری ہے جو کافر اس کی شان میں کہتے ہیں اور اس کے لئے شریک اور اولاد ٹھہراتے ہیں۔ [1]

﴿ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ : اور رسولوں پر سلام ہو۔﴾ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ اور وسیلہ چونکہ رسول ہیں اس لئے ان کی شان کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ رسولوں پر سلام ہو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے توحید اور احکامِ شرع پہنچائے کیونکہ انسانی مَراتب میں سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ خود کامل ہو اور دوسروں کی تکمیل کرے، یہ شان انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ہے، لہٰذا ہر ایک پر ان حضرات کی پیروی اور ان کی اِقتدا لازم ہے۔ [2] اور ہم چونکہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت ہیں اس لئے ہم پر ان کی پیروی لازم ہے۔

سورۂ صافّات کی آخری 3 آیات کی فضیلت

سورۂ صافّات کی ان آخری 3 آیات کی بہت فضیلت ہے، چنانچہ

1 ……تفسیر طبری، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۸۰، ۱۰/۵۴۳، ملخصاً.

2 ……روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۸۱، ۷/۵۰۰، خازن، والصافات، تحت الآیۃ: ۱۸۱، ۴/۲۹، ملتقطاً.

حضرت ارقم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے ہر نماز کے بعد تین مرتبہ کہا: ''**سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ﴿﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ**'' تو اس نے اپنا اجر کا پیمانہ بھر لیا۔[1]

اور حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں، جسے یہ پسند ہو کہ قیامت کے دن اسے اجر کا پیمانہ بھر بھر کے دیا جائے تو اسے چاہئے کہ اس کی مجلس کا آخری کلام یہ ہو: ''**سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ﴿﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ**''۔[2]

---

1 ......معجم الکبیر، عبد اللّٰہ بن زید بن ارقم عن ابیہ، ٥/٢١١، الحدیث: ٥١٢٤.

2 ......تفسیر بغوی، الصافات، تحت الآیۃ: ١٨٢، ٤/٤٠.

سورۂ صٓ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ صٓ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **5** رکوع، **88** آیتیں، **732** کلمے اور **3067** حرف ہیں۔[2]

''صٓ'' نام رکھنے کی وجہ

اس سورت کی ابتداء میں حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ''صٓ'' ذکر کیا گیا، اس مناسبت سے اسے سورۂ صٓ کہتے ہیں۔

سورۂ صٓ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں کفار سے ان کے عقائد کے بارے بحث کے ضمن میں اسلام کے بنیادی عقائد جیسے توحید، نبوت و رسالت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کو ثابت کیا گیا ہے اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں

(1)......اس سورت کی ابتداء میں بتایا گیا کہ کفار صرف تکبُّر اور عناد کی وجہ سے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت پر عمل پیرا ہیں اور انہیں اس بات پر تعجب ہو رہا ہے کہ انہیں میں سے ایک ڈر سنانے والا عظیم رسول تشریف لایا اور اس نے ان سب بتوں کی عبادت کو باطل قرار دے دیا جن کی وہ بڑے عرصے سے عبادت کرتے چلے آرہے ہیں۔

(2)......اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے والی سابقہ امتوں کے دردناک انجام کو بیان کر کے کفارِ مکہ کو نصیحت کی گئی کہ اگر وہ بھی اپنی سرکشی پر قائم رہے تو انہیں بھی ہلاک کر دیا جائے گا۔

---

1 ......خازن، تفسیر سورة ص، ٤/٣٠.

2 ......خازن، تفسیر سورة ص، ٤/٣٠.

(3)......حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت ایوب عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے اور حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت اسماعیل، حضرت یَسَع اور حضرت ذُوالْکِفْل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات اِجمالی طور پر بیان کئے گئے اور ان واقعات کو بیان کرنے سے مقصود نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر تسلی دینا ہے۔

(4)......آخر میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق اور شیطان کے انہیں سجدہ نہ کرنے والا واقعہ بیان کیا گیا۔

سورۂ صافّات کے ساتھ مناسبت

سورۂ صٓ کی اپنے سے ماقبل سورت ''صافّات'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ صافّات میں حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت الیاس، حضرت لوط اور حضرت یونس عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات ذکر کئے گئے اور سورۂ صٓ میں حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب (اور حضرت آدم عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کے واقعات بیان کئے گئے اور بقیہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف اشارہ کر دیا گیا تو گویا کہ سورۂ صٓ سورۂ صافّات میں بیان کئے گئے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات کا تَتِمَّہ ہے۔ [1]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

صٓ وَ الۡقُرۡاٰنِ ذِی الذِّکۡرِ ؕ﴿۱﴾ بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ عِزَّۃٍ وَّ شِقَاقٍ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس نامور قرآن کی قسم۔ بلکہ کافر تکبر اور خلاف میں ہیں۔

1......تناسق الدرر، سورة ص، ص١١٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: صٓ، نصیحت والے قرآن کی قسم۔ بلکہ کافر تکبر اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔

﴿صٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿وَ الْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ: اس نامور قرآن کی قسم۔﴾ اس آیت میں مذکور لفظ ''اَلذِّكْرِ'' کا ایک معنی ہے عظمت، نامْوَری اور دوسرا معنی ہے نصیحت۔ پہلے معنی کے اعتبار سے اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کی تفسیر یہ ہے کہ نامْوَر قرآن جو شرف والا اور اپنی مثل کلام لانے سے عاجز کردینے والا ہے، اس قرآن کی قسم! کافر اس کا یقین کرنے اور حق کا اعتراف کرنے سے تکبر کرتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت کرنے میں مصروف ہیں۔ دوسرے معنی کے اعتبار سے اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کی تفسیر یہ ہے کہ اس نصیحت والے قرآن کی قسم جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ جس طرح کفار مُتَعَدّد خدا مانتے ہیں درحقیقت ویسا ہے نہیں، بلکہ کافر تکبُّر اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عداوت رکھتے ہیں اس لئے حق کا اعتراف نہیں کرتے۔[1]

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّ لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے ان سے پہلے کتنی سنگتیں کھپائیں تو اب وہ پکاریں اور چھوٹنے کا وقت نہ تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں تو وہ پکارنے لگے حالانکہ بھاگنے کا وقت نہ تھا۔

﴿كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ: ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اسی تکبر اور انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مخالفت کے باعث ہم نے آپ کی قوم سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کردیں اور جب ان پر عذاب نازل ہونے کا وقت آیا تو انہوں نے فریاد کی اور توبہ و اِستغفار کرنے لگے تاکہ اس

---

1 ......مدارك، ص، تحت الآية: ۱-۲، ص۱۰۱٤، تفسير طبرى، ص، تحت الآية: ۱-۲، ۱۰/٥٤٤-٥٤٥، جلالين، ص، تحت الآية: ۱-۲، ص۳۸۰، خازن، ص، تحت الآية: ۱-۲، ۳۰/٤، ملتقطاً.

عذاب سے نجات پاجائیں حالانکہ اس وقت بھاگنے اور عذاب سے نجات پانے کا وقت نہ تھا اور اس وقت ان کی فریاد بیکار تھی کیونکہ وہ وقت مایوس ہوجانے کا تھا،لیکن کفارِ مکہ نے اُن کے حال سے عبرت حاصل نہ کی۔ [1]

وَعَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ٘ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌۚۖ(۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں اس کا اچنبا ہوا کہ ان کے پاس انہیں میں کا ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا اور کافر بولے یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہیں میں سے ایک ڈر سنانے والا (رسول) تشریف لایا اور کافروں نے کہا: یہ جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے۔

﴿ وَعَجِبُوْۤا: اور انہیں تعجب ہوا۔﴾ یعنی کفارِ مکہ کو اس بات پر تعجب ہوا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ظاہری خِلقت ، باطنی اَخلاق ،نسب اور شکل وصورت میں تو ہم جیسے انسان ہیں ، پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم میں سے صرف وہ رسالت جیسے بلند منصب کے حق دار ٹھہریں اور جب کفار تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان دیکھ کر حیران رہ گئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو (مَعَاذَ اللہ) جادوگر اور جھوٹا کہنے لگے۔ [2]

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًاۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ(۵)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس نے بہت خداؤں کا ایک خدا کردیا بے شک یہ عجیب بات ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا اس نے بہت سارے خداؤں کو ایک خدا کردیا؟ بیشک یہ ضرور بڑی عجیب بات ہے۔

---

1 ……جلالین، ص، تحت الآیة: ۳، ص ۳۸۰، روح البیان، ص، تحت الآیة: ۳، ۳/۸، ملتقطاً.

2 ……روح البیان، ص، تحت الآیة: ۴، ۴/۸.

﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا: کیا اس نے بہت سارے خداؤں کو ایک خدا کر دیا؟﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اسلام لائے تو مسلمانوں کو خوشی ہوئی اور کافروں کو انتہائی رنج ہوا، ولید بن مغیرہ نے قریش کے پچیس سرداروں اور بڑے آدمیوں کو جمع کیا اور انہیں ابو طالب کے پاس لایا۔ اُن سے کہا کہ تم ہمارے سردار اور بزرگ ہو، ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ تم ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان فیصلہ کر دو، ان کی جماعت کے چھوٹے درجے کے لوگوں نے جو شورش برپا کر رکھی ہے وہ تم جانتے ہو۔ ابو طالب نے حضور سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بلا کر عرض کی ''یہ آپ کی قوم کے لوگ ہیں اور آپ سے صلح کرنا چاہتے ہیں، آپ اُن کی طرف سے یک لَخت اِنحراف نہ کیجئے۔ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''یہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ اُنہوں نے کہا: ہم اتنا چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں اور ہمارے معبودوں کے ذکر کو چھوڑ دیجئے، ہم آپ کے اور آپ کے معبود کو برا نہیں کہیں گے۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ کیا تم ایک کلمہ قبول کر سکتے ہو جس سے عرب وعجم کے مالک وفرمانْرَوا ہو جاؤ۔ ابو جہل نے کہا: ایک کیا، ہم ایسے دس کلمے قبول کر سکتے ہیں۔ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا'' کہو ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ'' اس پر وہ لوگ اُٹھ گئے اور کہنے لگے کہ کیا انہوں نے بہت سے خداؤں کا ایک خدا کر دیا، اتنی بہت سی مخلوق کے لئے ایک خدا کیسے کافی ہو سکتا ہے، بیشک یہ ضرور بڑی عجیب بات ہے کیونکہ آج تک ہمارے آباؤ اَجداد جس چیز پر متفق رہے یہ اس کے خلاف ہے۔ [1]

وَ انْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَ اصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۚ﴿۶﴾ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚۖ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۚۖ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں کے سردار چلے کہ اس کے پاس سے چل دو اور اپنے خداؤں پر صابر رہو بے شک اس

1 ......خازن، ص، تحت الآیة: ٥، ٤/٣٠، روح البیان، ص، تحت الآیة: ٥، ٨/٥، ملتقطاً.

میں اس کا کوئی مطلب ہے۔ یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہ سنی یہ تو نری نئی گڑھت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوران میں سے جو سردار تھے وہ (یہ کہتے ہوئے) چل پڑے کہ (اے لوگو!) تم بھی چلے جاؤ اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو بیشک اس بات میں اس کی کوئی غرض ہے۔ ہم نے یہ بات پچھلے دین میں بھی نہیں سنی ۔ یہ صرف خود بنائی ہوئی جھوٹی بات ہے۔

﴿وَ انْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ: اوران میں سے جو سردار تھے وہ چل پڑے۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا جواب سن کر کفارِ قریش کے سردار ابو طالب کی مجلس سے آپس میں یہ کہتے ہوئے چل پڑے کہ اے لوگو! تم بھی یہاں سے چلے جاؤ اور اپنے معبودوں کی عبادت کرنے پر ڈٹے رہو اور یہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جو توحید کی بات کررہے ہیں اس میں ان کی کوئی ذاتی غرض پوشیدہ ہے اور یہ بات تو ہم نے پچھلے دین یعنی اپنے آباؤ اَجداد کے دین میں یا سب سے پچھلے دین، دینِ عیسائیت میں بھی نہیں سنی، کیونکہ عیسائی بھی تین خداؤں کے قائل تھے جبکہ یہ تو ایک ہی خدا بتاتے ہیں، یہ صرف ان کی خود سے بنائی ہوئی جھوٹی بات ہے۔

ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَیْنِنَاؕ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْۚ بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِؕ(۸)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ان پر قرآن اتارا گیا ہم سب میں سے بلکہ وہ شک میں ہیں میری کتاب سے بلکہ ابھی میری مار نہیں چکھی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ہمارے درمیان ان پر قرآن اتارا گیا؟ بلکہ وہ میری کتاب کے بارے شک میں ہیں بلکہ ابھی انہوں نے میرا عذاب نہیں چکھا۔

﴿ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا: کیا ہمارے درمیان ان پر قرآن اتارا گیا؟﴾ اہلِ مکہ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے منصبِ نبوت پر حسد کرتے ہوئے کہا کہ ہم میں شرف وعزت والے آدمی موجود تھے، اُن میں سے تو کسی پر قرآن نہیں اُترا، خاص حضرت محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ہی کیوں اترا حالانکہ وہ ہم سے بڑے اور ہم سے زیادہ عزت والے نہیں۔ کفار کی اس بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ ان کا یہ کہنا اس وجہ سے نہیں کہ اگر رسول ان کا کوئی شرف وعزت والا آدمی ہوتا تو یہ اس کی پیروی کر لیتے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ وہ لوگ میری کتاب کے بارے شک میں ہیں کیونکہ وہ اسے لانے والے حضرت محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تکذیب کرتے ہیں اور یہ تکذیب بھی اس وجہ سے نہیں کہ ان کے پاس کوئی دلیل ہے بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ابھی تک انہوں نے میرا عذاب نہیں چکھا، اگر میرا عذاب چکھ لیتے تو یہ شک، تکذیب اور حسد کچھ باقی نہ رہتا اور وہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تصدیق کرتے لیکن اس وقت کی تصدیق ان کے لئے مفید نہ ہوتی۔ [1]

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت سے دوری کی بنیادی وجہ

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفارِ مکہ کے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت اور فرمانبرداری نہ کرنے کی ایک وجہ دُنْیَوی عزت، وجاہت، شرافت اور مال دولت کی وسعت تھی، اور فی زمانہ بعض مسلمانوں کے اندر بھی اللّٰہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت وفرمانبرداری سے دوری کی بنیادی وجہ مالی وسعت اور دُنْیَوی عیش وعشرت کے سامان کی کثرت نظر آتی ہے، اللّٰہ تعالٰی انہیں قبر وآخرت کے عذاب سے ڈرنے اور اپنی اطاعت وعبادت کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ ۚ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا وہ تمہارے رب کی رحمت کے خزانچی ہیں وہ عزت والا بہت عطا فرمانے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ان کے پاس تمہارے عزت والے، بہت عطا فرمانے والے رب کی رحمت کے خزانے ہیں؟

﴿ **اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ:** کیا وہ تمہارے رب کی رحمت کے خزانچی ہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

[1] ……جلالین، ص، تحت الآیة: ۸، ص ۳۸۰، مدارك، ص، تحت الآیة: ۸، ص ۱۰۱۵، ملتقطاً.

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو کفار آپ کی نبوت پر اعتراض کر رہے ہیں، کیا وہ آپ کے رب کی رحمت کے خزانچی ہیں اور کیا نبوت کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں ہیں کہ جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں، وہ اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کی مالکیّت کو نہیں جانتے، وہ عزت والا بہت عطا فرمانے والا ہے، وہ اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق جسے جو چاہے عطا فرمائے اور اس نے اپنے حبیب محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نبوت عطا فرمائی تو کسی کو اس میں دخل دینے اور چوں چرا کرنے کی کیا مجال ہے۔ [1]

اب کسی کو نبوت نہیں مل سکتی

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبوت اللہ تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس سعادت سے مشرف فرما دے، لیکن یہ یاد رہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری کے بعد اب کسی کو نبوت نہیں مل سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نبوت کا سلسلہ ختم فرما دیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

اور حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’عنقریب میری امت میں تیس کذّاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں سب سے آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔‘‘ [3]

نوٹ: ختمِ نبوت سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے سورۂ اَحزاب کی آیت نمبر 40 کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

---

1 ……مدارك، ص، تحت الآية: ۹، ص۱۰۱۵، ملتقطاً.

2 ……احزاب: ۴۰.

3 ……سنن ابوداؤد، كتاب الفتن والملاحم، باب ذكر الفتن ودلائلها، ۱۳۲/۴، الحديث: ۴۲۵۲.

اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ﱟ فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ان کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے تو رسیاں لٹکا کر چڑھ نہ جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا کیا ان کے لیے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی سلطنت ہے؟ پھر تو انہیں چاہیے کہ رسیوں کے ذریعے چڑھ جائیں۔

﴿ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا : یا کیا ان کے لیے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی سلطنت ہے؟﴾ یعنی جو مشرکین تکبر اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں کیا ان کے لیے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی سلطنت ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس صورت میں انہیں چاہیے کہ رسیوں کے ذریعے آسمانوں میں چڑھ جائیں اور ایسا اختیار ان کے پاس ہو تو جسے چاہیں وحی کے ساتھ خاص کریں اور کائنات کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیں اور جب یہ کچھ نہیں ہے تو اللّٰہ تعالیٰ کے کاموں اور اس کے انتظامات میں دخل کیوں دیتے ہیں اور انہیں ایسی بے سرو پا باتیں کرنے کا کیا حق ہے؟[1]

جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ایک ذلیل لشکر ہے انہیں لشکروں میں سے جو وہیں بھگا دیا جائے گا۔

---

1 ......تفسیر طبری، ص، تحت الآیة: ۱۰، ۱۰/۵۵٤، جلالین، ص، تحت الآیة: ۱۰، ص ۳۸۰، مدارک، ص، تحت الآیة: ۱۰، ص۱۰۱۵-۱۰۱٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ لشکروں میں سے ایک ذلیل لشکر ہے جسے یہاں شکست دیدی جائے گی۔

﴿جُنۡدٌ: یہ ایک ذلیل لشکر ہے۔﴾ کفار کو جواب دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ان سے مدد و نصرت کا وعدہ فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان کفارِ قریش کی جماعت انہیں لشکروں میں سے ایک ہے جو آپ سے پہلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مقابلے میں گروہ بن کر آیا کرتے تھے اور ان پر زیادتیاں کیا کرتے تھے، اسی وجہ سے وہ ہلاک کر دیئے گئے اور یہی حال کفارِ قریش کا ہے کہ انہیں بھی شکست ہوگی۔ [1]

حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ میں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مشرکین کی شکست کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

سَیُهۡزَمُ الۡجَمۡعُ وَ یُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عنقریب سب بھگا دیئے جائیں گے اور وہ پیٹھ پھیر دیں گے۔

اور اس خبر کی صداقت غزوۂ بدر میں ظاہر ہوگئی۔ [3]

كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّ عَادٌ وَّ فِرۡعَوۡنُ ذُو الۡاَوۡتَادِ ﴿۱۲﴾ وَ ثَمُوۡدُ وَ قَوۡمُ لُوۡطٍ وَّ اَصۡحٰبُ لۡـَٔیۡكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الۡاَحۡزَابُ ﴿۱۳﴾ اِنۡ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾

ع ۱۴/۱۰

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے پہلے جھٹلا چکے ہیں نوح کی قوم اور عاد اور چومیخا کرنے والا فرعون۔ اور ثمود اور لوط کی قوم اور بَن والے یہ ہیں وہ گروہ۔ ان میں کوئی ایسا نہیں جس نے رسولوں کو نہ جھٹلایا ہو تو میرا عذاب لازم ہوا۔

---

1 ......خازن، ص، تحت الآیة: ۱۱، ۴/۳۱، مدارک، ص، تحت الآیة: ۱۱، ص۱۰۱۶، ملتقطاً.

2 ......قمر: ۴۵.

3 ......جمل، ص، تحت الآیة: ۱۱، ۶/۳۷۳.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نوح کی قوم اور عاد اور میخوں والا فرعون ان سے پہلے جھٹلا چکے ہیں۔ اور ثمود اور لوط کی قوم اور اَیکہ (نامی جنگل) والے۔ یہی گروہ ہیں۔ ان میں کوئی ایسا نہیں جس نے رسولوں کو نہ جھٹلایا ہو تو میرا عذاب لازم ہوگیا۔

﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ :ان سے پہلے نوح کی قوم جھٹلا چکی ہے۔﴾ یہاں سے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قلبی تسکین کے لئے پچھلے اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوموں کا ذکر فرمایا ہے۔ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم جنہیں حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سینکڑوں سال تبلیغ فرمائی اور عاد جنہیں حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرصۂ دراز تک تبلیغ فرمائی اور میخوں میں گاڑھ کر سزا دینے والا فرعون جو کسی پر غصہ کرتا تھا تو اُسے لِٹا کر اُس کے چاروں ہاتھ پاؤں کھینچ کر چاروں طرف کھونٹوں میں بندھوا دیتا تھا، پھر اس کو پٹواتا اور اس پر طرح طرح کی سختیاں کرتا تھا، اور حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم ثمود اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم اور اَیکہ (نامی جنگل) والے جو حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم سے تھے، یہ سب کفارِ قریش سے پہلے اپنے رسولوں کو جھٹلا چکے ہیں، یہی وہ گروہ ہیں جو اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مقابلے میں جتھے باندھ کر آئے اور مشرکینِ مکہ انہیں گروہوں میں سے ہیں اور ان لوگوں نے جب انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تو ان پر میرا عذاب لازم ہوگیا اور جب پہلے کی طاقتور قومیں عذابِ الٰہی کے سامنے بے بس و لاچار ہوگئیں تو اب کے کمزور کافر لوگوں پر جب میرا عذاب نازل ہوگا تو ان کا کیا حال ہوگا۔[1]

وَمَا يَنْظُرُ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ راہ نہیں دیکھتے مگر ایک چیخ کی جسے کوئی پھیر نہیں سکتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ ایک چیخ کا ہی انتظار کر رہے ہیں جسے کوئی پھیرنے والا نہیں۔

1 ......روح البیان، ص، تحت الآیة: ١٢-١٤، ٨/٩-١٠، خازن، ص، تحت الآیة: ١٢-١٤، ٤/٣١-٣٢، ملتقطاً.

﴿ وَمَا یَنْظُرُ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً : اور یہ ایک چیخ کا ہی انتظار کررہے ہیں۔ ﴾ اس سے پہلی آیات میں اللّٰہ تعالٰی نے سابقہ امتوں کے عذابات کا ذکر فرمایا اور یہاں سے کفارِ قریش کے عذاب کا ذکر فرمارہا ہے، چنانچہ اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ سابقہ ہلاک شدہ امتوں کی طرح کفر وتکذیب میں مبتلا کفارِ قریش قیامت کے پہلے نفخہ کی چیخ کا ہی انتظار کررہے ہیں جو اُن کے عذاب کی مقررہ مدت ہے اور وہ چیخ ایسی ہے جسے کوئی پھیر نہیں سکتا۔[1]

وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾ اِصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے اے ہمارے رب ہمارا حصہ ہمیں جلد دے دے حساب کے دن سے پہلے۔ تم ان کی باتوں پر صبر کرو اور ہمارے بندے داود نعمتوں والے کو یاد کرو بیشک وہ بڑا رُجوع کرنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہمارا حصہ ہمیں حساب کے دن سے پہلے جلد دیدے۔ تم ان کی باتوں پر صبر کرو اور ہمارے نعمتوں والے بندے داؤد کو یاد کرو بیشک وہ بڑا رجوع کرنے والا ہے۔

﴿ وَقَالُوْا: اور انہوں نے کہا۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ نضر بن حارث نے مذاق اڑانے کے طور پر کہا ''اے ہمارے رب! جہنم کے عذاب کا ہمارا حصہ ہمیں حساب کے دن سے پہلے دنیا میں ہی جلد دیدے۔ اس پر اللّٰہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ آپ ان کفار کی باتوں پر صبر کریں اور ان کی اَذِیَّتوں کو برداشت کریں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہمارے نعمتوں والے بندے حضرت داوٗد عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یاد کریں بیشک وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہر حال میں رجوع کرنے والا ہے۔ ایک برگزیدہ نبی کو یاد کرنے کا حکم دینے کا مقصد یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی کی رحمت پر دل مضبوط ہو جائے کہ اللّٰہ تعالٰی کس طرح اپنے مقبول ومحبوب بندوں کو اپنے فضل وکرم

---

[1] ......ابو سعود، ص، تحت الآیة: ۱۵، ۴/۴۳۱، خازن، ص، تحت الآیة: ۱۵، ۴/۳۲، مدارك، ص، تحت الآیة: ۱۵، ص۱۰۱۶، ملتقطاً.

سے نوازتا ہے، لہٰذا اگر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی طرف سے ایذا پہنچ رہی ہے تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ فضلِ الٰہی ان سب غموں کو دھو دے گا۔ حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ’’ذَاالْاَیْدِ‘‘ سے مراد یہ ہے کہ حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عبادت میں بہت قوت والے تھے۔[1]

حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عبادت کا حال

حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عبادت کے بارے میں حضرت عبد اللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللّٰہ تعالیٰ کو حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے (نفلی) روزے سب روزوں سے پسند ہیں، (ان کا طریقہ یہ تھا کہ) وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن چھوڑ دیتے تھے۔ اللّٰہ تعالیٰ کو حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی (نفل) نماز سب نمازوں سے پسند ہے، وہ آدھی رات تک سوتے، تہائی رات عبادت کرتے، پھر باقی چھٹا حصہ سوتے تھے۔[2]

اور بعض اوقات اس طرح کرتے کہ ایک دن روزہ رکھتے ایک دن افطار فرماتے اور رات کے پہلے نصف حصہ میں عبادت کرتے اس کے بعد رات کی ایک تہائی آرام فرماتے پھر باقی چھٹا حصہ عبادت میں گزارتے۔[3]

سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عبادت کا حال

یہاں حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عبادت کا حال بیان ہوا، اسی مناسبت سے یہاں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عبادت میں سے نماز اور روزہ کا حال بھی ملاحظہ ہو، چنانچہ علامہ عبد المصطفٰی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اعلانِ نبوت سے قبل بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غارِ حرا میں قیام ومُراقبہ اور ذکر وفکر کے طور پر خدا عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں مصروف رہتے تھے، نزولِ وحی کے بعد ہی آپ کو نماز کا طریقہ بھی بتا دیا گیا، پھر شبِ معراج میں نمازِ پنجگانہ فرض ہوئی۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نمازِ پنجگانہ کے علاوہ نمازِ اِشراق، نمازِ چاشت، تَحِیَّۃُ الوضوء، تَحِیَّۃُ المسجد، صلوٰۃُ الاَوّابین وغیرہ سُنَن ونوافل بھی ادا فرماتے تھے۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ تمام عمر نمازِ تہجد کے پابند رہے، راتوں کے نوافل کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ

1 ......خازن، ص، تحت الآية: ١٦-١٧، ٣٢/٤، مدارك، ص، تحت الآية: ١٦-١٧، ص١٠١٦-١٠١٧، ملتقطاً.
2 ......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب احبّ الصلاة الی اللّٰہ صلاة داود... الخ، ٤٤٨/٢، الحدیث: ٣٤٢٠.
3 ......جلالین مع جمل، ص، تحت الآية: ١٧، ٣٧٥/٦.

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نمازِ عشاء کے بعد کچھ دیر سوتے، پھر کچھ دیر تک اٹھ کر نماز پڑھتے پھر سو جاتے، پھر اٹھ کر نماز پڑھتے۔ غرض صبح تک یہی حالت قائم رہتی۔ کبھی دو تہائی رات گزر جانے کے بعد بیدار ہوتے اور صبح صادق تک نمازوں میں مشغول رہتے۔ کبھی نصف رات گزر جانے کے بعد بستر سے اٹھ جاتے اور پھر ساری رات بستر پر پیٹھ نہیں لگاتے تھے اور لمبی لمبی سورتیں نمازوں میں پڑھا کرتے، کبھی رکوع و سجود طویل ہوتا کبھی قیام طویل ہوتا۔ کبھی چھ رکعت، کبھی آٹھ رکعت، کبھی اس سے کم کبھی اس سے زیادہ۔ اخیر عمر شریف میں کچھ رکعتیں کھڑے ہو کر کچھ بیٹھ کر ادا فرماتے، نمازِ وتر نمازِ تہجد کے ساتھ ادا فرماتے، رمضان شریف خصوصاً آخری عشرہ میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عبادت بہت زیادہ بڑھ جاتی تھی۔ آپ ساری رات بیدار رہتے اور اپنی ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ سے بے تعلق ہو جاتے تھے اور گھر والوں کو نمازوں کے لئے جگایا کرتے تھے اور عموماً اعتکاف فرماتے تھے۔ نمازوں کے ساتھ ساتھ کبھی کھڑے ہو کر، کبھی بیٹھ کر، کبھی سربسجود ہو کر نہایت آہ و زاری اور گریہ و بُکا کے ساتھ گڑگڑا گڑگڑا کر راتوں میں دعائیں بھی مانگا کرتے، رمضان شریف میں حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ قرآنِ عظیم کا دور بھی فرماتے اور تلاوتِ قرآنِ مجید کے ساتھ ساتھ طرح طرح کی مختلف دعاؤں کا ورد بھی فرماتے تھے اور کبھی کبھی ساری رات نمازوں اور دعاؤں میں کھڑے رہتے یہاں تک کہ پائے اَقدس میں ورم آ جایا کرتا تھا۔

رمضان شریف کے روزوں کے علاوہ شعبان میں بھی قریب قریب مہینہ بھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ روزہ دار ہی رہتے تھے۔ سال کے باقی مہینوں میں بھی یہی کیفیّت رہتی تھی کہ اگر روزہ رکھنا شروع فرما دیتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ نہیں چھوڑیں گے، پھر ترک فرما دیتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ نہیں رکھیں گے۔ خاص کر ہر مہینے میں تین دن اَیّامِ بِیض کے روزے، دوشنبہ و جمعرات کے روزے، عاشوراء کے روزے، عشرۂ ذُوالحجہ کے روزے، شوال کے چھ روزے، معمولاً رکھا کرتے تھے۔ کبھی کبھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ''صَومِ وصال'' بھی رکھتے تھے، یعنی کئی کئی دن رات کا ایک روزہ، مگر اپنی امت کو ایسا روزہ رکھنے سے منع فرماتے تھے، بعض صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے عرض کیا کہ یارسولَ اللہ! (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) آپ تو صومِ وصال رکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ میں اپنے رب کے دربار میں رات بسر کرتا ہوں اور وہ مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے[1]۔[2]

1 ......بخاري، كتاب التمني، باب ما يجوز من اللّو، ٤/٤٨٨، الحديث: ٧٢٤٢.

2 ......سیرتِ مصطفیٰ، شمائل و خصائل، نماز، روزہ، ص۵۹۵-۵۹۷۔

تعریف کے قابل بندہ

ویسے تو ہر انسان اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے لیکن تعریف کے قابل وہ بندہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ خود فرما دے کہ یہ ہمارا بندہ ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو اپنا بندہ فرمایا اور یہ حضرت داؤد عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی عظمت وشرافت اور فضیلت کی بہت بڑی دلیل ہے، یونہی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو قرآنِ پاک میں کئی مقامات پر اپنا بندہ فرمایا، جیسے ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم اللہ پر اور اس پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے پر فیصلہ کے دن اتارا۔

اور ارشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں رکھی۔

اور ارشاد فرمایا

سُبْحٰنَ الَّذِيْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔

اور آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی فضیلت کا کمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو اپنا بندہ فرماتا ہے اور اپنے بارے میں فرماتا ہے کہ میں ان کا رب ہوں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تمہارے رب کی قسم! ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔

---

(1) انفال: ٤١۔
(2) الکہف: ١۔
(3) بنی اسرائیل: ١۔
(4) حجر: ٩٢۔

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑ مسخر فرمادیئے کہ تسبیح کرتے شام کو اور سورج چمکتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑوں کو تابع کردیا کہ وہ شام اور سورج کے چمکتے وقت تسبیح کریں۔

﴿اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ: بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑوں کو تابع کردیا۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تابع کردیا کہ جب شام اور سورج کے چمکتے وقت حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تسبیح کرتے تو پہاڑ بھی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ مل کر تسبیح کرتے۔ (1)

﴿بِالْعَشِیِّ وَ الْاِشْرَاقِ: شام اور سورج کے چمکتے وقت۔﴾ اس آیت میں اِشراق وچاشت کی نماز کا ثبوت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے ایک مرتبہ لوگوں سے فرمایا ''کیا تم قرآنِ پاک میں چاشت کی نماز کا ذکر پاتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: '' اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِشْرَاقِ '' اور فرمایا کہ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام چاشت کی نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ ایک عرصے سے میرے دل میں چاشت کی نماز کے بارے میں کچھ اُلجھن تھی یہاں تک کہ میں نے اس کا ذکر اس آیت '' یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِشْرَاقِ '' میں پالیا۔ (2)

اِشراق وچاشت کی نماز کے فضائل

آیت کی مناسبت سے یہاں اِشراق وچاشت کی نماز ادا کرنے کے دو فضائل ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی، پھر وہ سورج طلوع ہونے تک بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا، پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی تو اسے حج اور عمرے کا پورا پورا ثواب ملے گا۔ (3)

---

1 ......خازن، ص، تحت الآية: ۱۸، ۳۲/٤، مدارك، ص، تحت الآية: ۱۸، ص۱۰۱۷، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، ص، تحت الآية: ۱۸، ۳۷٥/۹.

3 ......ترمذی، كتاب السفر، باب ذكر ما يستحبّ من الجلوس فی المسجد بعد صلاة الصبح...الخ، ۱۰۰/۲، الحديث: ٥۸٥.

(2)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے چاشت کی نماز کی بارہ رکعتیں پڑھیں، اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں سونے کا محل بنادے گا۔‘‘[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اِشراق اور چاشت کی نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور پرندے جمع کیے ہوئے سب اس کے فرمانبردار تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جمع کئے ہوئے پرندے، سب اس کے فرمانبردار تھے۔

﴿وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً: اور جمع کئے ہوئے پرندے۔﴾ یعنی ہر جانب سے جمع کئے ہوئے پرندے حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تابع کر دیئے، پہاڑ اور پرندے سبھی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فرمانبردار تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ جب حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تسبیح کرتے تو پہاڑ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ تسبیح کرتے اور پرندے بھی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس جمع ہو کر تسبیح کرتے۔[2]

نوٹ: حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے پہاڑوں اور پرندوں کی تسخیر کا ذکر سورۂ اَنبیاء، آیت نمبر **79** اور سورۂ سبا، آیت نمبر **10** میں بھی گزر چکا ہے۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا اور اسے حکمت اور قولِ فیصل دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا اور اسے حکمت اور حق و باطل میں فرق کر دینے والا علم عطا فرمایا۔

---

1 ......ترمذی، کتاب الوتر، باب ما جاء فی صلاۃ الضحی، ۲/۱۷، الحدیث: ۴۷۲.

2 ......مدارك، ص، تحت الآیة: ۱۹، ص۱۰۱۷.

﴿وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ: اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا۔﴾ یعنی حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے وہ اَسباب و ذرائع عطا فرمائے جن کے ذریعے سلطنت مضبوط ہوتی ہے خواہ وہ لشکر کی صورت میں ہو یا ذاتی عظمت و ہیبت کی صورت میں ہو۔

﴿وَاٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ: اور اسے حکمت اور حق و باطل میں فرق کردینے والا علم عطا فرمایا۔﴾ اس آیت میں حکمت سے مراد نبوت ہے اور بعض مفسرین نے حکمت سے عدل کرنا مراد لیا ہے جبکہ بعض نے اس سے کتابُ اللہ کا علم بعض نے فقہ اور بعض نے سنت مراد لی ہے۔ اور قولِ فیصل سے قضا کا علم مراد ہے جو حق و باطل میں فرق و تمیز کردے۔(1)

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿٢١﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَاۤ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿٢٢﴾ اِنَّ هٰذَاۤ اَخِیْ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ۫ فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ ﴿٢٣﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا تمہیں اس دعوے والوں کی بھی خبر آئی جب وہ دیوار کود کر داوٗد کی مسجد میں آئے۔ جب وہ داوٗد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گیا انہوں نے عرض کی ڈریئے نہیں ہم دو فریق ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو ہم میں سچا فیصلہ فرمادیجئے اور خلافِ حق نہ کیجئے اور ہمیں سیدھی راہ بتائیے۔ بے شک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دُنبی اب یہ کہتا ہے وہ بھی مجھے حوالے کردے اور بات میں مجھ پر زور ڈالتا ہے۔

1 ......جمل، ص، تحت الآية: ٢٠، ٦/٣٧٧، مدارك، ص، تحت الآية: ٢٠، ص١٠١٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا تمہارے پاس ان دعویداروں کی خبر آئی جب وہ دیوار کود کر مسجد میں آئے۔ جب وہ داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گیا۔ انہوں نے عرض کی: ڈریئے نہیں ہم دو فریق ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو ہم میں حق کے ساتھ فیصلہ فرمادیجئے اور حق کے خلاف نہ کیجئے گا اور ہمیں سیدھی راہ بتادیں۔ بیشک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دُنبی ہے۔ اب یہ کہتا ہے کہ وہ بھی میرے حوالے کردو اور اس نے اس بات میں مجھ پر زور ڈالا ہے۔

﴿وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ: اور کیا تمہارے پاس ان دعویداروں کی خبر آئی۔﴾ مشہور قول کے مطابق یہ آنے والے فرشتے تھے جو حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی آزمائش کے لئے آئے تھے، اور انہوں نے جو یہ کہا ''**ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے**'' اس کے بارے میں صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''ان کا یہ قول ایک مسئلہ کی فرضی شکل پیش کر کے جواب حاصل کرنا تھا اور کسی مسئلہ کے متعلق حکم معلوم کرنے کے لئے فرضی صورتیں مقرر کرلی جاتی ہیں اور مُعَیَّن اَشخاص کی طرف ان کی نسبت کردی جاتی ہے تاکہ مسئلہ کا بیان بہت واضح طریقہ پر ہو اور ابہام باقی نہ رہے۔ یہاں جو صورتِ مسئلہ ان فرشتوں نے پیش کی اس سے مقصود حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کو توجہ دلانا تھی اس امر کی طرف جو انہیں پیش آیا تھا اور وہ یہ تھا کہ آپ کی ننانوے بیبیاں تھیں، اس کے بعد آپ نے ایک اور عورت کو پیام دے دیا جس کو ایک مسلمان پہلے سے پیام دے چکا تھا لیکن آپ کا پیام پہنچنے کے بعد عورت کے اَعِزّہ واَقارب دوسرے کی طرف اِلتفات کرنے والے کب تھے، آپ کے لئے راضی ہوگئے اور آپ سے نکاح ہوگیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس مسلمان کے ساتھ نکاح ہو چکا تھا آپ نے اس مسلمان سے اپنی رغبت کا اظہار کیا اور چاہا کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دے دے، وہ آپ کے لحاظ سے منع نہ کرسکا اور اس نے طلاق دے دی، آپ کا نکاح ہوگیا اور اس زمانہ میں ایسا معمول تھا کہ اگر کسی شخص کو کسی کی عورت کی طرف رغبت ہوتی تو اس سے اِستدعا کرکے طلاق دلوالیتا اور بعدِ عدت نکاح کرلیتا، یہ بات نہ تو شرعاً ناجائز ہے نہ اس زمانہ کے رسم وعادت کے خلاف، لیکن شانِ انبیاء بہت ارفع واعلیٰ ہوتی ہے اس لئے یہ آپ کے مَنصبِ عالی کے لائق نہ تھا تو مرضیٔ الٰہی یہ ہوئی کہ آپ کو اس پر آگاہ کیا جائے اور اس کا سبب یہ پیدا کیا کہ ملائکہ مدعی (یعنی دعویٰ کرنے والے) اور مدعا علیہ (یعنی جس کے خلاف دعویٰ کیا جائے) کی

شکل میں آپ کے سامنے پیش ہوئے۔[1]

بزرگوں سے خلافِ شان واقع ہونے والے کام کی اصلاح کا طریقہ

اس سے معلوم ہوا کہ اگر بزرگوں سے کوئی لغزش صادر ہو اور کوئی امر خلافِ شان واقع ہو جائے تو ادب یہ ہے کہ مُعترِضانہ زبان نہ کھولی جائے بلکہ اس واقعہ کی مثل ایک واقعہ مُتَصَوَّر کر کے اس کی نسبت سائلانہ و مُستفتیانہ و مُستفیدانہ سوال کیا جائے اور ان کی عظمت واحترام کا لحاظ رکھا جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ مالک ومولیٰ اپنے اَنبیاء کی ایسی عزت فرماتا ہے کہ ان کو کسی بات پر آگاہ کرنے کے لئے ملائکہ کو اس طریقِ ادب کے ساتھ حاضر ہونے کا حکم دیتا ہے۔[2]

نوٹ: اِس آیت کی تفسیر میں جو بیان ہوا یہی حقیقتِ حال ہے بقیہ جو اسرائیلی و یہودی روایات میں اس بارے میں بکواسات مروی ہیں وہ سب جھوٹ اور اِفتراء ہیں۔

طبعی خوف نبوت کے مُنافی نہیں

یاد رہے کہ دیوار کود کر آنے والوں کو دیکھ کر حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا گھبرانا فطری اور طبعی تھا کیونکہ کسی شخص کا عادت کے برخلاف بے وقت اور پہرہ توڑ کر اس طرح آنا عام طور پر بُری نیت سے ہی ہوتا ہے اور جو خوف اور گھبراہٹ طبعی ہو وہ نبوت کے مُنافی نہیں ہوتی۔

گفتگو کے آداب کی خلاف ورزی ہونے پر کیا کرنا چاہئے؟

دیوار کود کر آنے والوں نے آتے ہی اپنی بات شروع کر دی اور حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خاموشی کے ساتھ ان کی بات سنتے رہے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص گفتگو کے آداب کی خلاف ورزی کرے تو اسے فوراً ملامت اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے کی بجائے پہلے اس کی بات سن لینی چاہئے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے پاس اس کا کوئی جواز تھا یا نہیں اور اگر جواز نہ بھی ہو تو بھی ممکنہ حد تک صبر ہی کرنا چاہئے جیسا کہ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا۔ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آدابِ گفتگو کی خلاف ورزی ہونے پر درگزر کرتے اور صبر فرمایا کرتے تھے اور اس سلسلے

1 ......خزائن العرفان، ص، تحت الآیۃ: ٢٢، ص٨٤٠۔

2 ......خزائن العرفان، ص، تحت الآیۃ: ٢٢، ص٨٤٠۔

میں حضرت زید بن سعنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا واقعہ مشہور ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے ایک مرتبہ انتہائی سخت انداز میں حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کلام کیا لیکن حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نہ صرف خود حِلم، صبر اور عَفْو و درگزر کا مظاہرہ فرمایا بلکہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو بھی ان کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَیَبْغِیْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ قَلِیْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَ ظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَ خَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ ۩ ﴿۲۴﴾

السجدۃ

ترجمۂ کنزالایمان: داؤد نے فرمایا بے شک یہ تجھ پر زیادتی کرتا ہے کہ تیری دُنبی اپنی دُنبیوں میں ملانے کو مانگتا ہے اور بے شک اکثر ساجھے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور وہ بہت تھوڑے ہیں اب داؤد سمجھا کہ ہم نے یہ اس کی جانچ کی تھی تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع لایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: داؤد نے فرمایا: بیشک تیری دنبی کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کا سوال کرکے اس نے تجھ پر زیادتی کی ہے اور بیشک اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر ایمان والے اور اچھے کام کرنے والے اور وہ بہت تھوڑے ہیں۔ اور داؤد سمجھ گئے کہ ہم نے تو صرف اسے آزمایا تھا تو اس نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع کیا۔

﴿**قَالَ: داؤد نے فرمایا۔**﴾ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعویٰ سن کر دوسرے فریق سے پوچھا تو اس نے اعتراف کرلیا، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعویٰ کرنے والے سے فرمایا کہ ’’بیشک تیری دنبی کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کا سوال

کرکے اس نے تجھ پر زیادتی کی ہے اور بیشک اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر ایمان والے اور اچھے کام کرنے والے کسی پر زیادتی نہیں کرتے لیکن وہ ہیں بہت تھوڑے۔ حضرت داؤد عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی یہ گفتگو سن کر فرشتوں میں سے ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور تبسُّم کرکے وہ آسمان کی طرف روانہ ہو گئے۔ اب حضرت داؤد عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو صرف انہیں آزمایا تھا اور دنبی ایک کِنایہ تھا جس سے مراد عورت تھی کیونکہ ننانوے عورتیں آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے پاس ہوتے ہوئے ایک اور عورت کی آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے خواہش کی تھی اس لئے دنبی کے پیرایہ میں سوال کیا گیا، جب آپ نے یہ سمجھا تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔[1]

نوٹ: یاد رہے کہ یہ آیت ان آیات میں سے ہے جن کے پڑھنے اور سننے والوں پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ یہاں ایک مسئلہ یاد رہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں رکوع کرنا سجدۂ تلاوت کے قائم مقام ہو جاتا ہے جب کہ رکوع میں اس کی نیت کی جائے۔

اصلاح کرنے کا ایک طریقہ

اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں وحی کے ذریعے اپنے پیارے نبی حضرت داؤد عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی تربیت فرمانے کی بجائے جو خاص طریقہ اختیار فرمایا اس میں نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے والے کے لئے بھی ہدایت کا سامان موجود ہے کہ جب وہ کسی کی اصلاح کرنے لگے تو اس وقت حکمت سے کام لے اور موقع کی مناسبت سے ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے سامنے والا اپنی غلطی خود ہی محسوس کر لے، اسے زبانی تنبیہ کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے اور اس کے لئے مثال بیان کرنے کا طریقہ اور کنایہ سے کام لینا بہت مُؤثّر ہوتا ہے، اس میں کسی کی دل آزاری بھی نہیں ہوتی اور اصل مقصود بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾

1 ......مدارك، ص، تحت الآية: ٢٤، ص١٠١٩، خازن، ص، تحت الآية: ٢٤، ٤/٣٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اسے یہ معاف فرما دیا اور بے شک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اسے یہ معاف فرما دیا اور بیشک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

﴿ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ: تو ہم نے اسے یہ معاف فرما دیا۔ ﴾ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کا مقام و مرتبہ دیگر لوگوں کے مقابلے میں انتہائی بلند ہے اسی وجہ سے بہت سے وہ کام جو دوسرے لوگوں کے لئے تو رَوا ہوتے ہیں لیکن انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شان اور ان کے مقام و مرتبے کے لائق نہیں ہوتے، اسی لئے جب ان سے کوئی خلافِ شان کام واقع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ کے ان مقبول بندوں کی تربیت فرما دیتا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انتہاء درجے کی عاجزی واِنکساری کرتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے مقبول بندوں کا معاملہ ہے، وہ جیسے چاہے اپنے مقبول بندوں کی تربیت فرمائے اور یہ جیسے چاہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی واِنکساری کا اظہار کریں، عام لوگوں کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ان کے خلافِ شان کاموں اور ان پر کئے گئے عجز واِنکسار کو بنیاد بنا کر ان کے خلاف زبانِ طعن دراز کریں اور ان کی عِصمت پر اعتراضات کرنا شروع کر دیں، یہ ایمان کے لئے زہرِ قاتل سے بھی زیادہ خطرناک ہے، اس سے تمام مسلمانوں کو بچنا چاہئے۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اے داؤد بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کر اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی بے شک وہ جو اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس پر کہ وہ

حساب کے دن کو بھول بیٹھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے داؤد! بیشک ہم نے تجھے زمین میں (اپنا) نائب کیا تو لوگوں میں حق کے مطابق فیصلہ کراور نفس کی خواہش کے پیچھے نہ چلنا ورنہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی بیشک وہ جو اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس بنا پر کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔

﴿ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ: اے داؤد! بیشک ہم نے تجھے زمین میں (اپنا) نائب کیا۔﴾ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد اس آیت میں ان کی زمینی خلافت کا ذکر فرمایا گیا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے داؤد! بیشک ہم نے تجھے زمین میں اپنا نائب مقرر کیا اور مخلوق کے کاموں کا انتظام کرنے پر آپ کو مامور کیا اور آپ کا حکم ان میں نافذ فرمایا تو لوگوں میں حق کے مطابق فیصلہ کرو اور (نفس کی) خواہش کے پیچھے نہ جانا ورنہ وہ تجھے اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہکا دے گی، بیشک وہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کے لیے اس بنا پر سخت عذاب ہے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے اور وہ اس وجہ سے ایمان سے محروم رہے، اگر انہیں حساب کے دن کا یقین ہوتا تو اس کی تیاری سے اِعراض نہ کرتے اور دنیا ہی میں ایمان لے آتے۔ (1)

آیت " یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ " سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......حکمران اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اَحکام کے مطابق ہی چلیں اور اس سے باہر ہرگز نہ جائیں۔

(2)......اسلامی ریاست کا بنیادی کام حق کو قائم کرنا ہے نیز حکمرانوں پر لازم ہے کہ تنازعات وغیرہ کا حق اور انصاف کے مطابق ہی فیصلہ کریں۔

(3)......حکمران نفسانی خواہشات کی پیروی سے بچیں کہ یہی چیز راہِ حق اور عدل وانصاف سے دور کرتی ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًاؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِیْنَ

(1)......تفسیر کبیر، ص، تحت الآیۃ: ۲۶، ۹/۳۸۶-۳۸۷، جلالین، ص، تحت الآیۃ: ۲۶، ص ۳۸۲، ملتقطاً.

كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ؕ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بیکار نہ بنائے یہ کافروں کا گمان ہے تو کافروں کی خرابی ہے آگ سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بیکار پیدا نہیں کیا۔ یہ (بیکار پیدا کرنے کا خیال) کافروں کا گمان ہے تو کافروں کیلئے آگ سے خرابی ہے۔

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بیکار پیدا نہیں کیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے بیکار پیدا نہیں کیا بلکہ اس لئے پیدا کیا ہے کہ زمین و آسمان میں ہماری عبادت کی جائے، ہمارے اَحکامات کی پیروی کی جائے اور ممنوعات سے رکا جائے۔ یہ بیکار پیدا کرنے کا خیال کافروں کا گمان ہے اگرچہ وہ صراحتہً یہ نہ کہیں کہ آسمان و زمین اور تمام دنیا بے کار پیدا کی گئی ہے لیکن جب کہ وہ مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور اعمال کی جزا ملنے کے منکر ہیں تو اس کا نتیجہ یہی ہے کہ عالَم کی ایجاد کو عَبث اور بے فائدہ مانیں اور جب کافروں کا گمان یہ ہے تو ان کے لئے آگ سے خرابی ہے۔[1]

اِس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص صراحتاً کوئی بات نہ کہے لیکن اس کی کسی بات کا لازمی نتیجہ جو نکلتا ہو وہ اس کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے اور اس پر اصل بات کہنے کا ہی حکم لگایا جائے گا جیسے بہت سے لوگ ختمِ نبوت کے قائل ہونے کا نام لیتے ہیں لیکن باتیں ایسی کرتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ انکارِ ختمِ نبوت ہے تو انہیں منکرینِ ختمِ نبوت ہی کہا جائے گا۔

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي

---

1 ......تفسیر طبری، ص، تحت الآية: ۲۷، ۱۰/۵۷۶، مدارك، ص، تحت الآية: ۲۷، ص۱۰۲۰، روح البيان، ص، تحت الآية: ۲۷، ۸/۲٤، ملتقطاً.

الْاَرْضِ٘ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہم انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان جیسا کردیں جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو شریر بے حکموں کے برابر ٹھہرادیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ہم ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کردیں گے؟ یا ہم پرہیزگاروں کو نافرمانوں جیسا کردیں گے؟

﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ: کیا ہم ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کردیں گے؟﴾ ارشاد فرمایا کہ کیا ہم ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو زمین میں کفر اور گناہوں کے ذریعے فساد پھیلانے والوں کی طرح کردیں گے؟ یا ہم پرہیزگاروں کو نافرمانوں جیسا کردیں گے؟ ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے کیونکہ یہ بات حکمت کے بالکل خلاف ہے جبکہ جو شخص جزا کا قائل نہیں وہ ضرور فساد کرنے اور اصلاح کرنے والے کو، فاسق و فاجر اور متقی پرہیزگار کو برابر قرار دے گا اور ان میں کوئی فرق نہ کرے گا، کفار اس جہالت میں گرفتار ہیں۔ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ کفارِ قریش نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ آخرت میں جو نعمتیں تمہیں ملیں گی وہی ہمیں بھی ملیں گی اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ نیک و بد، مومن و کافر کو برابر کردینا حکمت کے تقاضے کے مطابق نہیں کفار کا یہ خیال باطل ہے۔[1]

نیک لوگ گناہگاروں جیسے نہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اچھے اعمال کرنے والے برے اعمال کرنے والوں کی طرح نہیں اور نیک لوگ گناہگاروں جیسے نہیں، اب یہ ہم پر ہے کہ ہم نیکی کا راستہ اختیار کرکے اس کی جزا کے حق دار قرار پاتے ہیں یا برے اعمال کرکے ان کی سزا کے مستحق بنتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

1 ......روح البیان، ص، تحت الآیۃ: ۲۸، ۲۴/۸، مدارك، ص، تحت الآیۃ: ۲۸، ص ۱۰۲۰، خازن، ص، تحت الآیۃ: ۲۸، ۳۸/۴، ملتقطاً.

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۫ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم بھلائی کرو گے تو تم اپنے لئے ہی بہتر کرو گے اور اگر تم برا کرو گے تو تمہاری جانوں کیلئے ہی ہوگا۔

اور حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس طرح کانٹے سے انگور حاصل نہیں کیے جا سکتے اسی طرح فاسق و فاجر لوگ متقی اور پرہیزگار لوگوں کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتے، نیکی اور برائی دو راستے ہیں، ان میں سے جس راستے کو اختیار کرو گے اس کے انجام تک پہنچ جاؤ گے۔ [2]

اور حضرت ابوقلابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’نیکی کبھی پرانی نہیں ہوتی اور گناہ بھلایا نہیں جاتا اور حساب لینے والے خدا کو کبھی موت نہیں آئے گی، تم (نیک یا گناہگار) جیسے چاہو بن جاؤ، جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ [3]

اللّٰہ تعالٰی ہمیں برے اعمال سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْۤا اٰیٰتِهٖ وَ لِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری برکت والی تاکہ اس کی آیتوں کو سوچیں اور عقل مند نصیحت مانیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (یہ قرآن) ایک برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں اور عقلمند نصیحت حاصل کریں۔

﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ: ایک برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کی طرف قرآنِ پاک نازل کیا ہے جس میں ان لوگوں کے لئے دُنْیَوی اور اُخروی کثیر مَنافع ہیں جو اس پر ایمان لائیں اور انہوں نے اس کے احکامات، حقائق اور اشارات پر عمل کیا۔ ہم نے قرآنِ پاک

1 ......بنی اسرائیل: ۷.

2 ......ابن عساكر، من سمّي بكنيته، حرف الميم، ابو المهاجر، ۶۷/ ۲۶۰.

3 ......كتاب الجامع في آخر المصنف، باب الاغتياب والشتم، ۱۰/ ۱۸۹، الحديث: ۲۰۴۳۰.

کو اس لئے نازل کیا ہے تا کہ (علم رکھنے والے) لوگ اس کی آیتوں کے معانی میں غور وفکر کریں اور ان کی تاویلات جان جائیں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں۔ (1)

قرآنِ پاک کی آیات سے دینی اَحکام نکالنا ہر ایک کا کام نہیں

قرآنِ پاک کی آیات سے نصیحت تو ہر ایک حاصل کرسکتا ہے لیکن اس سے دینی اَحکام نکالنا اور اس کی باریکیوں تک رسائی حاصل کرنا ہر ایک کا کام نہیں بلکہ صرف ان کا کام ہے جو اعلیٰ درجے کی دینی عقل رکھتے ہیں یعنی ماہر علماء اور خاص طور پر مُجتہدین اس منصب کے اہل ہیں، عوام کو چاہیے کہ قرآنِ پاک سے دینی مسائل نکالنے کی بجائے علماء سے مسائل سیکھیں تا کہ غلطیوں سے بچ سکیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ فقط قرآنِ پاک کی عربی عبارت کو پڑھ لینا نزولِ قرآن کے مقصد کو پورا کرنے کیلئے کافی نہیں بلکہ اس کی آیات کے معنی اور ان کا مطلب سمجھنے کی کوشش بھی کرنی چاہئے تا کہ اس کی آیتوں میں غور وفکر کرنا، اس میں بیان کی گئی عبرت انگیز باتوں سے نصیحت حاصل کرنا اور اس میں بتائے گئے اَحکامات پر عمل کرنا ممکن ہو، جبکہ فی زمانہ صورتِ حال یہ ہے کہ قرآنِ پاک سمجھنا اور اس میں غور وفکر کرنا تو بہت دور کی بات ہے یہاں تو قرآن پاک گھروں میں ہفتوں بلکہ مہینوں صرف جُزدان اور الماریوں کی زینت نظر آتا ہے اور اس کا خیال آجانے پر اس سے چمٹی ہوئی گرد صاف کر کے دوبارہ اسی مقام پر رکھ دیا جاتا ہے اور اگر کبھی اس کی تلاوت کی توفیق نصیب ہو جائے تو اس کے تَلَفُّظ کی ادائیگی کا حال بہت برا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حالِ زار پر رحم فرمائے اور قرآنِ پاک صحیح طریقے سے پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَ وَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَیْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ؕ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا کیا اچھا بندہ بیشک وہ بہت رجوع لانے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا، وہ کیا اچھا بندہ ہے بیشک وہ بہت رجوع کرنے والا ہے۔

﴿وَ وَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَیْمٰنَ: اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت داؤد عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَ

1 ......روح البیان، ص، تحت الآیة: ۲۹، ۸/۲۵.

السَّلام کوفرزندِ اَرْجمند حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام عطا فرمایا، سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کیسا اچھا بندہ ہے، بیشک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والا اور تمام اوقات تسبیح وذکر میں مشغول رہنے والا ہے۔[1] اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیک بیٹا اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے۔

اِذْ عُرِضَ عَلَیْهِ بِالْعَشِیِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ ﴿۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّیْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَیَّؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَ الْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جبکہ اس پر پیش کئے گئے تیسرے پہر کو کہ روکئے تو تین پاؤں پر کھڑے ہوں چوتھے سُم کا کنارہ زمین پر لگائے ہوئے اور چلایئے تو ہوا ہو جائیں۔ تو سلیمان نے کہا مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے اپنے رب کی یاد کے لیے پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ نگاہ سے پردے میں چھپ گئے۔ پھر حکم دیا کہ انہیں میرے پاس واپس لاؤ تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب اس کے سامنے شام کے وقت ایسے گھوڑے پیش کئے گئے جو تین پاؤں پر کھڑے (اور) چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگائے ہوئے تھے، بہت تیز دوڑنے والے تھے۔ تو سلیمان نے کہا: مجھے اپنے رب کی یاد کیلئے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے (پھر انہیں چلانے کا حکم دیا) یہاں تک کہ وہ نگاہ سے پردے میں چھپ گئے۔ پھر حکم دیا کہ انہیں میرے پاس واپس لاؤ تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

﴿اِذْ عُرِضَ عَلَیْهِ: جب اس کے سامنے پیش کئے گئے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی خدمت میں ظہر کی نماز کے بعد جہاد کے لئے ایک ہزار گھوڑے پیش کئے گئے تاکہ وہ انہیں دیکھ لیں اور ان کے اَحوال کی کَیفیَّت سے واقف ہو جائیں، ان گھوڑں میں خوبی یہ تھی کہ وہ تین پاؤں پر کھڑے

1 ......جلالین، ص، تحت الآیۃ: ۳۰، ص ۳۸۲، ملخصاً۔

اور چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگائے ہوئے تھے جو ایک خوبصورت انداز تھا اور وہ بہت تیز دوڑنے والے تھے۔ انہیں دیکھ کر حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ’’میں ان سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور دین کی تَقْوِیَت وتائید کے لئے محبت کرتا ہوں، میری ان کے ساتھ محبت دُنْیَوی غرض سے نہیں ہے۔ پھر حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ وہ نظر سے غائب ہوگئے، پھر حکم دیا کہ انہیں میرے پاس واپس لاؤ، جب گھوڑے واپس پہنچے تو حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ اس ہاتھ پھیرنے کی چند وجوہات تھیں،

(1)......گھوڑوں کی عزت وشرف کا اظہار مقصود تھا کہ وہ دشمن کے مقابلے میں بہتر مددگار ہیں۔

(2)......اُمورِ سلطنت کی خودنگرانی فرمائی تاکہ تمام حُکّام مُستَعِد رہیں۔

(3)......آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام گھوڑوں کے اَحوال اور ان کے اَمراض وعُیوب کے اعلیٰ ماہر تھے ان پر ہاتھ پھیر کر اُن کی حالت کا امتحان فرماتے تھے۔ بعض لوگوں نے ان آیات کی تفسیر میں بہت سے غلط اَقوال لکھ دیئے ہیں جن کی صحت پر کوئی دلیل نہیں اور وہ محض حکایات ہیں جو مضبوط دلائل کے سامنے کسی طرح قابلِ قبول نہیں اور یہ تفسیر جو ذکر کی گئی یہ الفاظِ قرآنی سے بالکل مطابق ہے۔ [1]

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے سلیمان کو جانچا اور اسکے تخت پر ایک بے جان بدن ڈال دیا پھر رُجوع لایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے سلیمان کو آزمایا اور اس کے تخت پر ایک بے جان بدن ڈال دیا پھر اس نے رجوع کیا۔

﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ: اور بیشک ہم نے سلیمان کو جانچا۔﴾ علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان نہیں فرمایا کہ جس آزمائش میں حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مبتلا کیا گیا وہ کیا تھی اور نہ ہی یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تخت پر جس بے جان جسم کو ڈالا گیا اس کا مِصداق

1 ......جلالین، ص، تحت الآیۃ: ۳۱-۳۳، ص۳۸۲، تفسیر کبیر، ص، تحت الآیۃ: ۳۱-۳۳، ۹/۳۸۹-۳۹۲، ملتقطاً۔

کون ہے، البتہ اس کی تفسیر کے زیادہ قریب وہ حدیث ہے جس میں حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اِنْ شَآءَ اللّٰہ نہ کہنے کا ذکر ہے۔ (1)

وہ حدیث یہ ہے، حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا تھا کہ میں آج رات میں اپنی 90 بیویوں کے پاس جاؤں گا، ان میں سے ہر ایک حاملہ ہوگی اور ہر ایک سے راہِ خدا میں جہاد کرنے والا سوار پیدا ہوگا، لیکن یہ فرماتے وقت زبانِ مبارک سے اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی نہ فرمایا تو ایک عورت کے علاوہ کوئی بھی عورت حاملہ نہ ہوئی اور اس کے ہاں بھی ناقص بچہ پیدا ہوا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''اس کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اِنْ شَآءَ اللّٰہ فرمایا ہوتا تو ان سب عورتوں کے ہاں لڑکے ہی پیدا ہوتے اور وہ راہِ خدا میں جہاد کرتے۔ (2)

نوٹ: ایک روایت میں ستر اور ایک روایت میں سو بیویوں کے پاس جانے کا بھی ذکر ہے۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ هَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بیشک تو ہی ہے بڑی دَین والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرض کی: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بیشک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔

---

1 ......البحر المحیط، ص، تحت الآیۃ: ٣٤، ٧/٣٨١.

2 ......بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ٤/٢٨٥، الحدیث: ٦٦٣٩.

﴿قَالَ: عرض کی۔﴾ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اِنْ شَآءَاللّٰہ کہنے کی بھول پر اِستغفار کرکے اللّٰہ تعالٰی کی طرف رجوع کیا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! مجھے بخش دے۔ علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''(مُستحب کاموں کے نہ کرسکنے پر بھی) اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں عاجزی اور اِنکساری کا اظہار کرکے اس پر مغفرت طلب کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور صالحین کا اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں ایک ادب ہے تاکہ ان کے مقام و مرتبہ میں ترقی ہو۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''خدا کی قسم! میں دن میں ستر سے زیادہ مرتبہ اللّٰہ تعالٰی سے اِستغفار کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ (2)

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''بعض اوقات (کسی مقرب) انسان سے افضل اور اَولیٰ کام ترک ہوجاتا ہے تو اس وقت وہ مغفرت طلب کرنے کا محتاج ہوتا ہے کیونکہ نیک بندوں کی نیکیاں مُقَرَّب بندوں کے نزدیک ان کے اپنے حق میں برائیوں کا درجہ رکھتی ہیں۔ (3)

یعنی عام نیک آدمی جو نیک عمل کرتا ہے، مُقَرَّب بندہ اس سے بہت بڑھ کر عمل کرتا ہے، اگر وہ بھی عام نیک آدمی جیسا ہی عمل کرے تو اسے وہ اپنے حق میں برائی سمجھتا ہے کیونکہ اس کا مرتبہ یہ تھا کہ وہ اس سے بڑھ کر عمل کرتا۔

﴿وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ: اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو۔﴾ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے پہلے اللّٰہ تعالٰی سے مغفرت طلب کی، اس کے بعد ایسی سلطنت کی دعا مانگی جو ان کے بعد کسی کو لائق نہ ہو۔

بھلائیوں کے دروازے کھلنے کا سبب

اس سے معلوم ہوا کہ (دعامیں) دینی مَقاصد کو دُنْیَوی مقاصد پر مُقَدَّم رکھنا چاہئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالٰی سے مغفرت طلب کرنا دنیا میں بھلائیوں کے دروازے کھلنے کا سبب ہے۔ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی اپنی امت کو اس کی تلقین کی، چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرماتے ہیں:

1 ......البحر المحيط، ص، تحت الآية: ٣٥، ٣٨١/٧.
2 ......بخاری، كتاب الدعوات، باب استغفار النبی صلی اللّٰه عليه وسلم فی اليوم والليلة، ١٩٠/٤، الحديث: ٦٣٠٧.
3 ......تفسير كبير، ص، تحت الآية: ٣٥، ٣٩٤/٩.

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ یُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ یَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو میں نے کہا: (اے لوگو!) اپنے رب سے معافی مانگو، بیشک وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے۔ وہ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا۔ اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغات بنادے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔

اور اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا:

وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَیْهَا ؕ لَا نَسْــٴَـلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے گھر والوں کونماز کا حکم دو اور خود بھی نماز پر ڈٹے رہو۔ ہم تجھ سے کوئی رزق نہیں مانگتے (بلکہ) ہم تجھے روزی دیں گے۔ [3]

یادرہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جو بے مثل سلطنت طلب کی وہ مَعَاذَ اللہ کسی حسد کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس سے مقصود یہ تھا کہ وہ سلطنت آپ کے لئے معجزہ ہو۔ [4]

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ ۙ﴿۳۶﴾ وَ الشَّیٰطِیْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ۙ﴿۳۷﴾ وَّ اٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے ہوا اس کے بس میں کردی کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتا۔ اور دیو بس میں کردیئے ہر معمار اور غوطہ خور۔ اور دوسرے اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے۔

---

1 ......نوح: ۱۰-۱۲.

2 ......طه: ۱۳۲.

3 ......تفسیر کبیر، ص، تحت الآیة: ۳۵، ۹/۳۹٤.

4 ......مدارك، ص، تحت الآیة: ۳۵، ص ۱۰۲۲.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے ہوا سلیمان کے قابو میں کردی کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ پہنچنا چاہتے۔ اور ہر معمار اور غوطہ خور جن کو۔ اور دوسرے بیڑیوں میں جکڑے ہوئے (جنوں کو سلیمان کے تابع کردیا)۔

﴿**فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ: تو ہم نے ہوا اس کے قابو میں کردی۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ہوا آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قابو میں کردی کہ وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حکم سے اور جہاں آپ چاہتے اس طرف فرمانبردارانہ طریقے پر نرم نرم چلتی، اور ہر معمار اور غوطہ خور جن آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تابع کردیا، معمار آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حکم سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مرضی کے مطابق عجیب وغریب عمارتیں تعمیر کرتا اور غوطہ خور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے سمندر سے موتی نکالتا۔ دنیا میں سب سے پہلے سمندر سے موتی نکلوانے والے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی ہیں اور سرکش شیطان بھی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے مُسَخَّر کردیئے گئے جنہیں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ادب سکھانے اور فساد سے روکنے کے لئے بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑوا کر قید کردیتے تھے۔[1]

جِنّات پر حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا تَصَرُّف

یاد رہے کہ جِنّات پر حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھی تَصَرُّف حاصل تھا، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''گزشتہ رات ایک بڑا خبیث جن آکر مجھے چھیڑنے لگا تاکہ وہ میری نماز کو مُنْقَطَع کروادے، پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قادر کردیا، چنانچہ میں نے ارادہ کیا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں تاکہ صبح کے وقت تم سب اسے دیکھتے، پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا یاد آگئی کہ ''اے میرے رب! مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ تو میں نے اسے ذلیل وخوار کرکے لوٹا دیا۔[2]

اور ہوا بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زیرِ تَصَرُّف تھی کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام مخلوق کے رسول ہیں اور اس میں ہوا بھی داخل ہے، البتہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تَصَرُّفات کا ظہور زیادہ ہوا۔

1 ......خازن، ص، تحت الآیۃ: ۳۶-۳۸، ۴/۴۲، مدارک، ص، تحت الآیۃ: ۳۶-۳۸، ص۱۰۲۲، ملتقطاً.

2 ......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی: ووھبنا لداود سلیمان... الخ، ۲/۴۵۰، الحدیث: ۳۴۲۳.

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ تجھ پر کچھ حساب نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ہماری عطا ہے تو تم احسان کرو یا روک رکھو (تم پر) کوئی حساب نہیں۔

﴿هٰذَا عَطَآؤُنَا: یہ ہماری عطا ہے۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا کہ یہ ہماری عطا ہے تو اب جس پر چاہو احسان کرو اور جس کسی سے چاہو روک رکھو تم پر کسی قسم کا کوئی حساب نہیں۔ [1] یعنی آپ کو دینے اور نہ دینے کا اختیار دیا گیا کہ جیسی مرضی ہو ویسے کریں۔

اللہ تعالیٰ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیتا ہے اور وہ مخلوق میں تقسیم کرتے ہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق میں تقسیم فرماتے ہیں اور اس تقسیم میں انہیں دینے اور نہ دینے کا مُطلَقاً اختیار ہوتا ہے۔ حدیثِ پاک میں بھی ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور میں تقسیم فرماتا ہوں۔ [2]

دو اَحادیثِ مبارکہ مزید ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ربیعہ بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں رات کے وقت رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں رہا کرتا اور آپ کے اِستنجاء اور وضو کے لئے پانی لاتا تھا، ایک مرتبہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مانگ کیا مانگتا ہے۔ میں نے عرض کی: میں آپ سے جنت کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔ ارشاد فرمایا ''اس کے علاوہ اور کچھ؟ میں عرض کی: مجھے یہی کافی ہے۔ ارشاد فرمایا ''پھر زیادہ سجدے کر کے میری مدد کرو۔ [3]

(2)......امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جب کوئی شخص سوال کرتا (تو اس وقت دو طرح کی صورتِ حال ہوتی) اگر حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دینا

1 ......خازن، ص، تحت الآية: ۳۹، ۴/۴۲.
2 ......بخاری، کتاب العلم، باب من يرد اللّٰه به خيراً يفقّهه فی الدين، ۱/۴۲، الحديث: ۷۱.
3 ......مسلم، کتاب الصلاة، باب فضل السجود والحثّ عليه، ص۲۵۲، الحديث: ۲۲۶(۴۸۹).

منظور ہوتا تو نَعم فرماتے یعنی اچھا، اور نہ منظور ہوتا تو خاموش رہتے، کسی چیز کو ’’لا‘‘ یعنی ’’نہ‘‘ نہ فرماتے تھے۔ ایک روز ایک اَعرابی نے حاضر ہو کر سوال کیا تو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خاموش رہے، پھر سوال کیا تو خاموشی اختیار فرمائی، پھر سوال کیا تو اس پر حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’سَلْ مَا شِئْتَ یَا اَعْرَابِی‘‘ اے اَعرابی! جو تیرا جی چاہے ہم سے مانگ۔ حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: یہ حال دیکھ کر (کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرما دیا ہے جو دل میں آئے مانگ لے) ہمیں اس اَعرابی پر رشک آیا، ہم نے اپنے دل میں کہا: اب یہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جنت مانگے گا، لیکن اَعرابی نے کہا تو کیا کہا کہ ’’میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سواری کا اونٹ مانگتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: عطا ہوا۔ عرض کی: حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے زادِ سفر مانگتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: عطا ہوا۔ ہمیں اس کے ان سوالوں پر تعجب ہوا اور سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اس اَعرابی کی مانگ اور بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا کے سوال میں کتنا فرق ہے۔ پھر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کا ذکر ارشاد فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دریا میں اترنے کا حکم ہوا اور وہ دریا کے کنارے تک پہنچے تو اللّٰہ تعالیٰ نے سواری کے جانوروں کے منہ پھیر دیئے کہ خود واپس پلٹ آئے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: یا اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، یہ کیا حال ہے؟ ارشاد ہوا: تم حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قبر کے پاس ہو ان کا جسمِ مبارک اپنے ساتھ لے لو۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قبر کا پتہ معلوم نہ تھا، آپ نے لوگوں سے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قبر کے بارے میں جانتا ہو تو مجھے بتاؤ۔ لوگوں نے عرض کی: ہم میں سے تو کوئی نہیں جانتا البتہ بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قبر کے بارے میں جانتی ہو کہ وہ کہاں ہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کے پاس آدمی بھیجا (جب وہ آ گئی تو اس سے) فرمایا: تجھے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قبر معلوم ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ فرمایا: تو مجھے بتا دے۔ اس نے عرض کی: خدا کی قسم میں اس وقت تک نہ بتاؤں گی جب تک آپ مجھے وہ عطا نہ فرما دیں جو کچھ میں آپ سے مانگوں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: تیری عرض قبول ہے۔ بڑھیا نے عرض کی: میں آپ سے یہ مانگتی ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ اس درجے میں رہوں جس درجے میں آپ ہوں گے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: جنت مانگ لے۔ (یعنی تجھے یہی کافی ہے اتنا بڑا سوال نہ کر۔) بڑھیا نے کہا: خدا کی قسم میں نہ مانوں گی مگر یہی کہ آپ کے ساتھ

ہوں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس سے یہی ردو بدل کرتے رہے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے وحی بھیجی: اے موسیٰ! وہ جو مانگ رہی ہے تم اسے وہی عطا کر دو کہ اس میں تمہارا کچھ نقصان نہیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے جنت میں اپنی رفاقت عطا فرما دی اور اس نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قبر بتا دی اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نعش مبارک کو ساتھ لے کر دریا پار کر گئے۔ (1)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی تصنیف ''الامن والعلیٰ'' میں یہ حدیثِ پاک نقل کر کے اس کے تحت سات نِکات بیان فرمائے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اس ارشاد ''جو جی میں آئے مانگ'' میں صراحت کے ساتھ عموم موجود ہے کہ جو دل میں آئے مانگ لے ہم سب کچھ عطا فرمانے کا اختیار رکھتے ہیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے اَعرابی کو اختیار ملنے پر رشک فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ ان کا عقیدہ یہی تھا کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہاتھ اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت کے تمام خزانوں اور دنیا و آخرت کی ہر نعمت پر پہنچتا ہے یہاں تک کہ سب سے اعلیٰ نعمت یعنی جنت جسے چاہیں بخش دیں۔ اختیارِ عام ملنے کے بعد اَعرابی نے جو مانگا اس پر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا تعجب فرمانا اور بنی اسرائیل کی بڑھیا کی مثال دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اگر وہ جنت کا اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ مانگتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وہی اسے عطا فرما دیتے۔ بڑھیا کا حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے جنت میں ان کی رفاقت کا سوال کرنا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ سوال سن کر غضب و جلال میں نہ آنا بلکہ اس سے یہ کہنا کہ ہم سے جنت مانگ لو اور اللّٰہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بڑھیا کی طلب کے مطابق عطا فرمانے کا حکم دینا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا بڑھیا کو جنت میں اپنی رفاقت عطا فرما دینا، یہ سب شواہد اس بات کی دلیل ہیں اللّٰہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو بے پناہ اختیارات عطا فرماتا ہے اور وہ اللّٰہ تعالیٰ کی عطا سے مخلوق میں جنت اور اس کے درجات تک تقسیم فرماتے ہیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مخلوق کا ان سے جنت اور اس کے اعلیٰ درجات مانگنا شرک ہرگز نہیں ہے۔ (2)

---

1 ......معجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ: محمد، ۵/ ۴۰۷، الحدیث: ۷۷۶۷، مکارم الاخلاق للخرائطی، القسم الثانی، الجزء الخامس، باب ما جاء فی السخاء والکرم والبذل من الفضل، ص۱۴۰۷، الحدیث: ۱۵۴، ملتقطاً.

2 ......فتاوی رضویہ، رسالہ: الامن والعلی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء، ۳۰/ ۶۰۰-۶۰۴، ملخصاً۔

وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

﴿وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا: اور بیشک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں وہ نعمتیں بیان کی گئیں جو حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دنیا میں عطا کی گئیں اور اس آیت میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر آخرت میں کی جانے والی نعمتوں کا ذکر ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ دنیا میں اس عظیم سلطنت کے ساتھ ساتھ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے آخرت میں بھی ہماری بارگاہ میں قرب اور اچھا ٹھکانا ہے اور وہ ٹھکانہ جنت ہے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بارگاہِ الٰہی میں بڑی عزت و وجاہت والے ہوتے ہیں۔

وَ اذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَیُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو ہمارے بندہ ایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا لگا دی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا پہنچائی ہے۔

﴿وَ اذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَیُّوْبَ: اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں حضرت داؤد اور حضرت

1 ......خازن، ص، تحت الآیة: ۴۰، ۴/۴۲-۴۳، روح البیان، ص، تحت الآیة: ۴۰، ۸/۳۹، ملتقطاً.

سلیمان عَلَیْہِمَاالصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا گیا اور یہ دونوں وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں، اب اس آیت میں حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کا واقعہ یاد دلایا جارہا ہے اور یہ وہ مبارک ہستی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کی آزمائشوں کے ساتھ خاص فرمایا۔ ان واقعات کو بیان کرنے سے مقصود ان کی سیرت میں غور وفکر کرنا ہے، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کی جہالت پر صبر فرمائیں کیونکہ دنیا میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان عَلَیْہِمَاالصَّلٰوۃُوَالسَّلَام سے زیادہ نعمت، مال اور وجاہت والا کوئی نہیں تھا اور حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام سے زیادہ مشقت اور آزمائش میں مبتلا ہونے والا کوئی نہ تھا، آپ ان انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اَحوال میں غور فرمائیں تاکہ آپ جان جائیں کہ دنیا کے احوال کسی کے لئے ایک جیسے نہیں ہوتے اور یہ بھی جان جائیں کہ عقلمند کو مشکلات پر صبر کرنا چاہئے۔[1]

﴿اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ : مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا پہنچائی ہے۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ تکلیف اور ایذا سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کی بیماری اور اس کے شَدائد مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بیماری کے دوران شیطان کی طرف سے ڈالے جانے والے وسوسے ہیں جو کہ ناکام ہی ثابت ہوئے۔

حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کو آزمائش میں مبتلاء کئے جانے کے مختلف اَسباب بیان کئے گئے ہیں، ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے کسی خطا کی وجہ سے حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کو آزمائش میں مبتلا نہیں کیا بلکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کے درجات (مزید) بلند کرنے کیلئے آزمائش میں مبتلا کیا۔[2]

اللہ تعالیٰ کے ادب اور تعظیم کا تقاضا

یاد رہے کہ اچھے برے تمام افعال جیسے ایمان، کفر، اطاعت اور مَعصِیت وغیرہ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور ان افعال کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں، برے افعال کو بھی اگرچہ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے لیکن اس کے ادب اور تعظیم کا تقاضا یہ ہے کہ کلام میں ان افعال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ کی جائے۔[3] اسی ادب کی وجہ سے حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام نے تکلیف اور ایذا پہنچانے کی نسبت شیطان کی طرف فرمائی ہے۔

1 ......تفسیر کبیر، ص، تحت الآیۃ: ٤١، ٩/٣٩٦.

2 ......مدارك، ص، تحت الآیۃ: ٤١، ص١٠٢٣.

3 ......تفسیر قرطبی، ص، تحت الآیۃ: ٤١، ٨/١٥٥، الجزء الخامس عشر.

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو آزماتا ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو آزماتا ہے، حدیث پاک میں ہے، حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، سب سے زیادہ سخت آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ سیّدُ المرسَلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی، پھر اپنے درجے کے حساب سے مُقَرَّبین کی۔ آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے، اگر دین میں مضبوط ہو تو سخت آزمائش ہوتی ہے اور اگر دین میں کمزور ہو تو اسی حساب سے آزمائش کی جاتی ہے، بندے کے ساتھ آزمائشیں ہمیشہ رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ زمین پر اس طرح چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ [1]

نوٹ: حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیماری اور مال واولاد کی ہلاکت کا تفصیلی بیان سورۂ انبیاء کی آیت نمبر 83 اور 84 میں گزر چکا ہے۔

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے فرمایا زمین پر اپنا پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (ہم نے فرمایا:) زمین پر اپنا پاؤں مارو۔ یہ نہانے اور پینے کیلئے پانی کا ٹھنڈا چشمہ ہے۔

﴿اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ: ہم نے فرمایا: زمین پر اپنا پاؤں مارو۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا قبول فرمائی اور ان کی طرف وحی فرمائی کہ ''زمین پر اپنا پاؤں مارو۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے زمین پر پاؤں مارا تو اس سے میٹھے پانی کا ایک چشمہ ظاہر ہوا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا گیا کہ یہ نہانے اور پینے کیلئے پانی کا ٹھنڈا چشمہ ہے۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس چشمے سے پانی پیا اور غسل کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تمام ظاہری و باطنی مرض اور تکلیفیں دور فرما دیں۔ [2]

---

1 ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، ۴/۱۷۹، الحدیث: ۲۴۰۶.

2 ......تفسیر کبیر، ص، تحت الآیۃ: ۴۲، ۹/۳۹۸، خازن، ص، تحت الآیۃ: ۴۲، ۴/۴۳، جلالین، ص، تحت الآیۃ: ۴۲، ص۳۸۳، ملتقطاً.

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے برابر اور عطا فرما دیئے اپنی رحمت کرنے اور عقل مندوں کی نصیحت کو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم نے اپنی رحمت کرنے اور عقلمندوں کی نصیحت کے لئے اسے اس کے گھر والے اور ان کے برابر اور عطا فرما دیئے۔

﴿وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ: اور ہم نے اسے اس کے گھر والے عطا فرما دیئے۔﴾ حضرت حسن اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جو اولاد مرچکی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو دوبارہ زندہ کیا اور اپنے فضل ورحمت سے اتنے ہی اور عطا فرمائے۔[1]

﴿وَ ذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ: اور عقلمندوں کی نصیحت کے لئے۔﴾ یعنی ہم نے حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو آزمائش میں مبتلاء کیا تو انہوں نے صبر کیا، پھر ہم نے ان کی آزمائش ختم فرما دی اور ان کی تکلیفیں دور کر دیں تو انہوں نے شکر کیا، اس میں عقلمندوں کے لئے نصیحت ہے۔[2] کہ وہ مصیبت آنے پر واویلا کرنے کی بجائے صبر کریں اور مصیبت سے خلاصی پانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کریں۔

وَ خُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَ لَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دے اور قسم نہ توڑ بے شک ہم نے اسے

---

1 ......تفسیر طبری، ص، تحت الآیة: ۴۳، ۱۰/۵۹۰، ملخصاً.

2 ......خازن، ص، تحت الآیة: ۴۳، ۴/۴۳.

صابر پایا کیا اچھا بندہ بے شک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (فرمایا) اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کراس سے ماردواور قسم نہ توڑو۔ بے شک ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا۔ وہ کیا ہی اچھا بندہ ہے بیشک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

﴿وَخُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا: اور اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لو۔﴾ بیماری کے زمانہ میں حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زوجہ ایک بار کہیں کام سے گئیں تو دیر سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اس پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قسم کھائی کہ میں تندرست ہو کر تمہیں سو کوڑے ماروں گا۔ جب حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صحت یاب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام انہیں جھاڑو ماردیں اور اپنی قسم نہ توڑیں، چنانچہ حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سَو تیلیوں والا ایک جھاڑو لے کر اپنی زوجہ کو ایک ہی بار ماردیا۔[1]

حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قسم کھانے کا ایک سبب اوپر بیان ہوا اور دوسرا سبب بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا ایوب عَلَیْہِ وَعَلٰی نَبِیِّنَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ہیں کہ آزمائش وابتلاء کے دور میں آپ کی پاکیزہ بیوی جن کا نام رحمہ بنت آفرائیم، یا میشا بنت یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تھا، وہ آپ کیلئے محنت و مزدوری کر کے خوراک مہیا فرماتی تھیں، ایک دن انہوں نے حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں زیادہ کھانا پیش کیا تو حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کو گمان ہوا کہ شاید وہ کسی کا مال خیانت کے ذریعہ حاصل کر لائی ہیں، اس پر آپ کو غصہ آیا تو آپ نے قسم کھائی کہ اس کو ایک سو چھڑی ماروں گا۔[2] آگے کی تفصیل وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی۔

حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زوجہ پر رحمت اور تخفیف کا سبب

مفسرین نے حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زوجہ پر اس رحمت اور تخفیف کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ بیماری کے زمانہ میں انہوں نے اپنے شوہر کی بہت اچھی طرح خدمت کی اور آپ کے شوہر آپ سے راضی ہوئے تو اس کی

---

1 ......بیضاوی، ص، تحت الآیۃ: ۴۴، ۵/۴۹، جلالین، ص، تحت الآیۃ: ۴۴، ص۳۸۳، ملتقطاً.

2 ......فتاوی رضویہ، رسالہ: الجوہر الثمین فی علل نازلۃ الیمین، ۱۳/۵۲۶۔

برکت سے اللّٰہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آسانی فرمائی۔[1]

شوہر کو خوش رکھنا بیوی کیلئے نہایت ثواب کا کام ہے اور تنگ کرنا اور ایذاء پہنچانا سخت گناہ ہے، ہمارے ہاں بعض اوقات معمولی سی بات پر بیویاں شوہر سے طلاق کا مطالبہ کر دیتی ہیں، اور یہ حرکت شوہر کیلئے نہایت تکلیف دِہ ہوتی ہے، ایسی عورتوں کے لئے درج ذیل 3 اَحادیث میں بھی بہت عبرت اور نصیحت ہے، چنانچہ

(1)......حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو عورت بغیر کسی حرج کے شوہر سے طلاق کا سوال کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔[2]

(2)......حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس عورت نے بغیر کسی وجہ کے اپنے شوہر سے خلع لی تو وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھ سکے گی۔[3]

(3)......حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''جب عورت اپنے شوہر کو دنیا میں ایذا دیتی ہے تو حورِ عین کہتی ہیں خدا تجھے قتل کرے اِسے ایذا نہ دے یہ تو تیرے پاس مہمان ہے عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آئے گا۔[4]

اللّٰہ تعالیٰ ایسی عورتوں کو عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

شرعی حیلوں کے جواز کا ثبوت

فقہاءِ کرام نے اس آیت سے شرعی حیلوں کے جواز پر اِستدلال کیا ہے، چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ''جو حیلہ کسی کا حق مارنے یا اس میں شبہ پیدا کرنے یا باطل سے فریب دینے کیلئے کیا جائے وہ مکروہ ہے اور جو حیلہ اس لئے کیا جائے کہ آدمی حرام سے بچ جائے یا حلال کو حاصل کر لے وہ اچھا ہے۔ اس قسم کے حیلوں کے جائز ہونے کی دلیل اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان ہے:

وَ خُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَ لَا تَحْنَثْ **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور (فرمایا) اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو

1......ابو سعود، ص، تحت الآیة: ٤٤، ٤/٤٤٤، ملخصاً.

2......ترمذی، کتاب الطلاق واللعان، باب ما جاء فی المختلعات، ٢/٤٠٢، الحدیث: ١١٩١.

3......ترمذی، کتاب الطلاق واللعان، باب ما جاء فی المختلعات، ٢/٤٠٢، الحدیث: ١١٩٠.

4......ابن ماجه، کتاب النکاح، باب فی المرأة تؤذی زوجها، ٢/٤٩٨، الحدیث: ٢٠١٤.

لے کر اس سے مار دو اور قسم نہ توڑو۔[1]

البتہ یاد رہے کہ قابلِ اعتماد مُفتیانِ کرام سے رہنمائی لئے بغیر عوامُ النّاس کو کوئی حیلہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ بعض حیلوں کی شرعی طور پر اجازت نہیں ہوتی اور بعض اوقات حیلہ کرنے میں ایسی غلطی کر جاتے ہیں جس کی وجہ سے حیلہ ہوتا ہی نہیں۔

﴿اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا: بے شک ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا۔﴾ یعنی بے شک ہم نے حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جان، اولاد اور مال میں آزمائش پر صبر کرنے والا پایا اور اس آزمائش نے انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانے اور کسی مَعصِیَت میں مبتلا ہو جانے پر نہیں ابھارا۔ وہ کیا ہی اچھا بندہ ہے بیشک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع لانے والا ہے۔[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام قیامت کے دن صبر کرنے والوں کے سردار ہوں گے۔[3]

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَ الْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو۔ بے شک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے امتیاز بخشا کہ وہ اس گھر کی یاد ہے۔ اور بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے پسندیدہ ہیں۔

1 ...فتاوی عالمگیری، کتاب الحیل، الفصل الاول، ۶/۳۹۰.

2 ...تفسیر طبری، ص، تحت الآیة: ۴۴، ۱۰/۵۹۱، بیضاوی، ص، تحت الآیة: ۴۴، ۵/۴۹، ملتقطاً.

3 ...ابن عساکر، ذکر من اسمه: ایوب، ایوب نبیّ اللّٰہ، ۱۰/۶۶.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو جو قوت والے اور سمجھ رکھنے والے تھے۔ بیشک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے چن لیا وہ اس (آخرت کے) گھر کی یاد ہے۔ اور بیشک وہ ہمارے نزدیک بہترین چُنے ہوئے بندوں میں سے ہیں۔

﴿وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ : اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمارے عنایتوں والے خاص بندوں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، ان کے بیٹے حضرت اسحاق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اور ان کے بیٹے حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یاد کریں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے علمی اور عملی قوتیں عطا فرمائیں جن کی بنا پر انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور عبادات پر قوت حاصل ہوئی۔ بیشک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے چن لیا اور وہ بات آخرت کے گھر کی یاد ہے کہ وہ لوگوں کو آخرت کی یاد دلاتے، کثرت سے آخرت کا ذکر کرتے اور دنیا کی محبت نے اُن کے دلوں میں جگہ نہیں پائی اور بیشک وہ ہمارے نزدیک بہترین چُنے ہوئے بندوں میں سے ہیں۔ (1)

﴿وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا : اور بیشک وہ ہمارے نزدیک۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت سے علماء نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عِصمت (یعنی گناہ سے پاک ہونے) پر اِستدلال کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انہیں کسی قید کے بغیر اَخیار فرمایا اور یہ بہتری ان کے تمام اَفعال اور صفات کو عام ہے۔ (2)

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ وَ كُلٌّ مِّنَ الْاَخْیَارِ ؕ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو اسمٰعیل اور یسع اور ذُوالکِفْل کو اور سب اچھے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو یاد کرو اور سب بہترین لوگ ہیں۔

---

1 ......روح البيان، ص، تحت الآية: ٤٥-٤٦، ٨/٤٦، مدارك، ص، تحت الآية: ٤٥-٤٧، ص١٠٢٤، خازن، ص، تحت الآية: ٤٥-٤٧، ٤/٤٣-٤٤، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، ص، تحت الآية: ٤٧، ٩/٤٠٠.

﴿وَاذْكُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ ذَا الْكِفْلِ :اوراسماعیل اوریسع اورذوالکفل کویاد کرو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ حضرت اسماعیل، حضرت یَسَع اور حضرت ذوالکفل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فضائل اوران کے صبر کو یاد کریں تاکہ ان کی سیرت سے آپ کو تسلی حاصل ہو۔ (1) اوران کی پاک خصلتوں سے لوگ نیکیوں کا ذوق وشوق حاصل کریں اوروہ سب بہترین لوگ ہیں۔

یادرہے کہ حضرت یَسَع عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بنی اسرائیل کے اَنبیاء میں سے ہیں، انہیں حضرت الیاس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل پر اپنا خلیفہ مقرر کیا اور بعد میں انہیں نبوت سے سرفراز کیا گیا۔ حضرت ذوالکفل عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ نبی ہیں۔ (2)

هٰذَا ذِكْرٌؕ وَ اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍۙ(۴۹) جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُۚ(۵۰) مُتَّكِـٕیْنَ فِیْهَا یَدْعُوْنَ فِیْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِیْرَةٍ وَّ شَرَابٍ(۵۱) وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ(۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ نصیحت ہے اور بے شک پرہیز گاروں کا ٹھکانہ بھلا۔ بسنے کے باغ ان کے لیے سب دروازے کھلے ہوئے۔ ان میں تکیہ لگائے ان میں بہت سے میوے اور شراب مانگتے ہیں۔ اوران کے پاس وہ بیبیاں ہیں کہ اپنے شوہر کے سوا اور کی طرف آنکھ نہیں اٹھاتیں ایک عمر کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ نصیحت ہے اور بیشک پرہیز گاروں کیلئے اچھا ٹھکانہ ہے۔ بسنے کے باغات ہیں جن کے سب دروازے ان کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔ ان میں تکیہ لگائے ہوں گے۔ ان باغوں میں وہ بہت سے پھل میوے اور پینے کی چیزیں مانگیں گے۔ اوران کے پاس ایسی بیویاں ہوں گی جو شوہر کے سوا کسی اور کی طرف آنکھ نہیں اٹھاتیں، جو ہم عمر ہوں گی۔

1 ......خازن، ص، تحت الآیة: ۴۸، ۴/۴۴، ملخصاً.

2 ......روح البیان، ص، تحت الآیة: ۴۸، ۸/۴۷، صاوی، ص، تحت الآیة: ۴۸، ۵/۱۷۷۶، ملتقطاً.

﴿هٰذَا ذِكْرٌ: یہ نصیحت ہے۔﴾ آیت کے اس حصے کا ایک معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ قرآن جو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا اس کے ذریعے ہم نے آپ کو اور آپ کی قوم کو نصیحت کی ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اوپر والی آیات میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جو سیرت بیان ہوئی یہ ان کا ذکرِ جمیل ہے جو ہمیشہ ہوتا رہے گا۔[1]

﴿وَ اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ: اور بیشک پرہیزگاروں کیلئے اچھا ٹھکانہ ہے۔﴾ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بے شک وہ لوگ جو اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرے اور انہوں نے اللّٰہ تعالیٰ کے فرائض کی ادائیگی میں اور اس کی نافرمانی سے بچنے میں اس کا خوف رکھا تو ان کیلئے آخرت میں اچھا ٹھکانہ ہے اور وہ اچھا ٹھکانہ بسنے کے باغات ہیں، جب وہ ان باغات کے دروازوں تک پہنچیں گے تو انہیں اپنے لئے کھلا ہوا پائیں گے، فرشتے تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کا استقبال کریں گے اور کہیں گے تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے صبر کیا تو آخرت کا اچھا انجام کیا ہی خوب ہے۔ ان باغات میں وہ نقش و نگار کئے ہوئے تختوں پر ٹیک لگائے ہوں گے۔ ان باغوں میں وہ بہت سے پھل میوے اور شراب مانگیں گے۔ اور ان کے پاس ایسی بیویاں ہوں گی جو اپنے شوہر کے سوا کسی اور کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھیں گی اور وہ سب عمر میں برابر ہوں گی ایسے ہی حسن و جوانی میں بھی برابر ہوں گی، آپس میں محبت رکھنے والی ہوں گی، ایک کو دوسرے سے بغض، رشک اور حسد نہ ہوگا۔[2]

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِیَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہے وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے حساب کے دن۔ بے شک یہ ہمارا رزق ہے کہ کبھی ختم نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ وہ ہے جس کا تمہیں حساب کے دن کیلئے وعدہ کیا جاتا ہے۔ بیشک یہ ہمارا رزق ہے، اس کیلئے کبھی ختم ہونا نہیں ہے۔

﴿هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ: یہ وہ ہے جس کا تمہیں وعدہ کیا جاتا ہے۔﴾ یعنی فرشتے ان سے کہیں گے: اے پرہیزگارو! یہ ثواب

1 ......تفسیر طبری، ص، تحت الآیۃ: ۴۹، ۱۰/۵۹۵، روح البیان، ص، تحت الآیۃ: ۴۹، ۸/۴۸، ملتقطاً۔

2 ......تفسیر طبری، ص، تحت الآیۃ: ۴۹، ۱۰/۵۹۵، روح البیان، ص، تحت الآیۃ: ۴۹-۵۲، ۸/۴۸-۴۹، خازن، ص، تحت الآیۃ: ۴۹-۵۲، ۴/۴۴، ملتقطاً۔

اور نعمتیں وہ ہیں جن کا حساب کے دن کے لئے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی زبان سے تمہیں وعدہ کیا جاتا ہے۔[1]

﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا: بیشک یہ ہمارا رزق ہے۔﴿ یعنی پرہیزگاروں کے لئے جو اِنعام و اِکرام ذکر کیا گیا یہ ہمارا عطا کردہ رزق ہے اور یہ ہمیشہ باقی رہے گا۔

هٰذَا ؕ وَ اِنَّ لِلطّٰغِیْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿ۙ۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلْیَذُوْقُوْهُ حَمِیْمٌ وَّ غَسَّاقٌ ﴿ۙ۵۷﴾ وَّ اٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴿ؕ۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کو تو یہ ہے اور بے شک سرکشوں کا بُرا ٹھکانا۔ جہنم کہ اس میں جائیں گے تو کیا ہی بُرا بچھونا۔ ان کو یہ ہے تو اسے چکھیں کھولتا پانی اور پیپ۔ اور اسی شکل کے اور جوڑے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (نیکوں کیلئے تو) یہ (ہے) اور بیشک سرکشی کرنے والوں کیلئے برا ٹھکانہ ہے۔ جہنم ہے جس میں داخل ہوں گے تو وہ کیا ہی برا بچھونا ہے۔ یہ کھولتا پانی اور پیپ ہے تو جہنمی اسے چکھیں۔ اور اسی طرح کے دوسرے مختلف اقسام کے عذاب ہوں گے۔

﴾ هٰذَا: یہ۔﴿ اس سے پہلی آیات میں پرہیزگاروں کا ثواب بیان کیا گیا اور اس آیت سے سرکشی کرنے والوں کی سزا بیان کی جارہی ہے تاکہ وعدے کے بعد وعید کا اور ترغیب کے بعد ڈرانے اور خوف دلانے کا بیان ہو۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان والوں کا صلہ تو یہ ہے جو بیان ہوا اور اب اس کے مقابل سنو: بیشک اللہ تعالیٰ کے (حکم کے) خلاف سرکشی کرنے والوں اور اس کے رسولوں کو جھٹلانے والوں کیلئے برا ٹھکانہ ہے، اور وہ برا ٹھکانہ جہنم ہے جس میں وہ قیامت کے دن داخل ہوں گے، تو وہ بھڑکنے والی آگ کیا ہی برا بچھونا ہے کیونکہ وہی آگ ان کا فرش ہوگی۔ جہنمیوں کیلئے یہ کھولتا پانی اور پیپ ہے جو جہنمیوں کے جسموں اور ان کے سڑے ہوئے زخموں اور نجاست کے مقاموں سے بہے گی، جلتی اور بدبودار ہوگی، تو وہ اسے چکھیں اور ان کے لئے اسی طرح کے ملتے جلتے قسم قسم کے

1 ......روح البیان، ص، تحت الآیۃ: ۵۳، ۸/۴۹-۵۰۔

عذاب ہوں گے۔ [1]

جہنمیوں کی پیپ کی کیفیت

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اگر غَسَّاق یعنی جہنمیوں کی پیپ کا ایک ڈول دنیا میں بہادیا جائے تو پوری دنیا والے بدبودار ہوجائیں۔ [2]

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے کہا جائے گا یہ ایک اور فوج تمہارے ساتھ دھنسی پڑتی ہے جو تمہاری تھی وہ کہیں گے ان کو کھلی جگہ نہ ملو آگ میں تو ان کو جانا ہی ہے وہاں بھی تنگ جگہ میں رہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ایک اور فوج ہے جو تمہارے ساتھ دھنسی جارہی ہے، انہیں کوئی خوش آمدید نہیں، بیشک یہ آگ میں داخل ہورہے ہیں۔

﴿هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ: یہ ایک اور فوج ہے جو تمہارے ساتھ دھنسی جارہی ہے۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ جب کافروں کے سردار جہنم میں داخل ہوں گے اوران کے پیچھے پیچھے ان کی پیروی کرنے والے بھی جارہے ہوں گے تو جہنم کے خازن ان سرداروں سے کہیں گے ’’یہ تمہاری پیروی کرنے والوں کی فوج ہے جو تمہاری طرح تمہارے ساتھ جہنم میں دھنسی جارہی ہے۔‘‘ کافر سردار جہنم کے خازن فرشتوں کو جواب دیتے ہوئے کہیں گے: ان پیروکاروں کو (جہنم میں) کھلی جگہ نہ ملے، بیشک ہماری طرح یہ بھی آگ میں داخل ہورہے ہیں۔ [3]

قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۫ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾

---

1 ......تفسیر کبیر، ص، تحت الآیۃ: ۵۵-۵۸، ۹/۴۰۳-۴۰۴، روح البیان، ص، تحت الآیۃ: ۵۵-۵۸، ۸/۵۰-۵۱، خازن، ص، تحت الآیۃ: ۵۵-۵۸، ۴/۴۴، ملتقطاً۔

2 ......ترمذی، کتاب صفۃ جھنّم، باب ما جاء فی صفۃ شراب اھل النار، ۴/۲۶۳، الحدیث: ۲۵۹۳۔

3 ......خازن، ص، تحت الآیۃ: ۵۹، ۴/۴۴-۴۵، ملخصاً۔

قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِی النَّارِ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تابع بولے بلکہ تمہیں کھلی جگہ نہ ملو یہ مصیبت تم ہمارے آگے لائے تو کیا ہی برا ٹھکانا۔ وہ بولے اے ہمارے رب جو یہ مصیبت ہمارے آگے لایا اسے آگ میں دونا عذاب بڑھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (پیروکار) کہیں گے بلکہ تمہیں کوئی خوش آمدید نہیں۔ تم ہی یہ مصیبت ہمارے آگے لائے ہو تو کیا ہی براٹھکانہ ہے۔ (پھر پیروکار) کہیں گے: اے ہمارے رب! جو یہ مصیبت ہمارے آگے لایا اسے آگ میں دُگنا عذاب بڑھا۔

﴿قَالُوْا: وہ کہیں گے۔﴾ یعنی پیروکار اپنے سرداروں سے کہیں گے: بلکہ تمہیں کھلی جگہ نہ ملے۔ تم ہی یہ عذاب ہمارے آگے لائے ہو کیونکہ تم نے پہلے کفر اختیار کیا اور پھر ہمیں بھی اس راہ پر چلایا تو جہنم بہت ہی براٹھکانہ ہے۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ جنت آپس میں اتفاق اور محبت رکھیں گے جبکہ اہلِ جہنم آپس میں نا اتفاقی کا شکار ہوں گے۔

﴿قَالُوْا: وہ کہیں گے۔﴾ یعنی پیروی کرنے والے کفار اپنے سرداروں کے متعلق بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، جو یہ عذاب ہمارے آگے لایا اسے آگ میں ہم سے دگنا عذاب دے کیونکہ وہ کافر بھی ہے اور کافر گر بھی اور ہم صرف کافر ہیں۔[2]

وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِیًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾

ع ۴ / ۱۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے ہمیں کیا ہوا ہم ان مَردوں کو نہیں دیکھتے جنہیں بُرا سمجھتے تھے۔ کیا ہم نے انہیں ہنسی بنالیا

1 ......خازن، ص، تحت الآية: ۶۰، ۴/۴۵.

2 ......روح البيان، ص، تحت الآية: ۶۱، ۸/۵۲-۵۳، ملخصاً.

یا آنکھیں ان کی طرف سے پھر گئیں ۔ بے شک یہ ضرور حق ہے دوزخیوں کا باہم جھگڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کہیں گے: ہمیں کیا ہوا کہ ہم ان مردوں کو نہیں دیکھ رہے جنہیں ہم برا شمار کرتے تھے۔ کیا ہم نے انہیں (ایسے ہی) ہنسی بنالیا تھا یا آنکھیں ان کی طرف سے پھر گئی تھیں؟ بیشک یہ دوزخیوں کا باہم جھگڑنا ضرور حق ہے۔

﴿وَقَالُوْا: اور وہ کہیں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کفار جہنم میں غریب مسلمانوں کو نہ دیکھیں گے تو کفار کے سردار کہیں گے: ہمیں جہنم میں وہ غریب مسلمان نظر کیوں نہیں آرہے جنہیں ہم دنیا میں برے لوگوں میں شمار کرتے تھے اور انہیں ہم اپنے دین کا مخالف ہونے کی وجہ سے شریر کہتے تھے اور غریب ہونے کی وجہ سے انہیں حقیر سمجھتے تھے، پھر کہیں گے کہ کیا ہم نے انہیں مذاق نہ بنالیا تھا جبکہ حقیقت میں وہ ایسے نہ تھے اور وہ دوزخ میں آئے ہی نہیں ہیں نیز ہمارا اُن کے ساتھ اِستہزاء کرنا اور اُن کا مذاق اڑانا باطل اور غلط تھا یا ہماری آنکھیں ان کی طرف سے پھر گئی تھیں اس لئے وہ ہمیں نظر نہ آئے۔ دوسری آیت کے آخری حصے کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ یا اُن کی طرف سے ہماری آنکھیں پھر گئیں اور دنیا میں ہم اُن کے مرتبے اور بزرگی کو نہ دیکھ سکے۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ کفار جہنم میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے اور دنیا کی باتیں بھی یاد کریں گے۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مُنْذِرٌ ۖۗ وَّ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۚ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں ڈر سنانے والا ہی ہوں اور معبود کوئی نہیں مگر ایک اللہ سب پر غالب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں صرف ڈر سنانے والا ہوں اور کوئی معبود نہیں مگر ایک اللہ جو سب پر غالب ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس سورت کی ابتداء میں بیان ہوا کہ جب تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اپنی رسالت اور قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانے کی دعوت دی تو کفار نے اپنی جہالت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جادوگر اور جھوٹا کہا، پھر اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ

1 ......خازن، ص، تحت الآية: ٦٢-٦٣، ٤/٤٥، ملخصاً.

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان فرمائے تا کہ ان کی سیرت کو سامنے رکھتے ہوئے کفار کی جہالت پر صبر کرنا آسان ہو اور کفار اپنے کفر پر اِصرار اور جہالت کو چھوڑ کر ایمان قبول کرنے کی طرف راغب ہوں، ان چیزوں کو بیان کرنے کے بعد اب پھر اللہ تعالیٰ وحدانیّت، رسالت اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا بیان فرما رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: ''اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کفارِ مکہ سے فرما دیں کہ میں صرف تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے کفر اور گناہوں کے بدلے عذاب کا ڈر سنانے والا ہوں اور یہ بھی فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، وہ اپنی ذات، صفات اور افعال میں اصلاً شرک کو قبول نہیں کرتا، اس کی بارگاہ کے علاوہ اور کوئی جائے پناہ نہیں، وہ اپنے علاوہ ہر ممکن چیز پر غالب ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان موجود تمام مخلوقات کا مالک ہے تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ اس کا کوئی شریک ہو اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ عزت والا اور بڑا بخشنے والا ہے۔ (1)

مخلوق کا خوف دور کرنے کا وظیفہ

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''جو کوئی ''یَا قَهَّارُ'' روزانہ ایک ہزار بار پڑھ لیا کرے تو اس کے دل سے مخلوق (کا خوف) دور ہو جائے گا۔ (2)

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مالک آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے صاحبِ عزت بڑا بخشنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا مالک ہے، عزت والا، بڑا بخشنے والا ہے۔

﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا: وہ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا مالک ہے۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت اور اس سے اوپر والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی **5** صفات بیان فرمائی ہیں: **(1)** واحد۔ **(2)** قہّار۔ **(3)** رب۔ **(4)** عزیز۔ **(5)** غفّار۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت وہ چیز ہے کہ جس کے

1 ......تفسیر کبیر، ص، تحت الآیۃ: ۶۵، ۹/۴۰۶، روح البیان، ص، تحت الآیۃ: ۶۵، ۸/۵۵، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، ص، تحت الآیۃ: ۶۵، ۸/۵۵.

بارے میں اہلِ حق اور مشرکین کے درمیان اختلاف ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ’’قہّار‘‘ بیان فرما کر اپنی وحدانیت پر استدلال فرمایا، اور یہ صفت اگرچہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے لیکن صرف اسے سن کر لوگوں کے دلوں میں شدید خوف بیٹھ جاتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد اپنی تین وہ صفات بیان فرمادیں جو اس کی رحمت، فضل اور کرم پر دلالت کرتی ہیں۔

پہلی صفت: وہ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے۔ اس صفت کی کامل معرفت اس وقت حاصل ہوگی جب زمین و آسمان کی تخلیق اور عناصرِ اربعہ وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کے آثار میں غور وفکر کیا جائے اور یہ ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی ساحل ہی نہیں، لہٰذا جب تم ان چیزوں کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کے آثار میں غور کرو گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کو پہچان جاؤ گے۔

دوسری صفت: اللہ تعالیٰ عزیز یعنی عزت اور غلبے والا ہے۔ اس صفت کو بیان کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا سن کر کوئی یہ کہہ سکتا تھا کہ ہاں! اللہ تعالیٰ رب تو ہے لیکن وہ ہر چیز پر قادر نہیں، اللہ تعالیٰ نے اس بات کا جواب دے دیا کہ وہ عزیز ہے، یعنی ہر ممکن چیز پر قادر ہے اور وہ ہر چیز پر غالب ہے جبکہ اس پر کوئی چیز غالب نہیں۔

تیسری صفت: اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے۔ اس صفت کو بیان کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ کوئی یہ بات کہہ سکتا تھا کہ ہاں اللہ تعالیٰ رب ہے اور وہ احسان فرمانے والا ہے لیکن وہ اطاعت گزاروں اور اخلاص کے ساتھ عبادت کرنے والوں پر احسان فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب بھی اس طرح دے دیا کہ جو شخص **70** سال تک اپنے کفر پر قائم رہے، پھر اپنے کفر سے (سچی) توبہ کرلے تو میں گناہگاروں کے زُمرے سے اس کا نام خارج کردوں گا اور اپنے فضل و رحمت سے اس کے تمام گناہوں پر پردہ ڈال دوں گا اور اسے نیک لوگوں کے مرتبے تک پہنچادوں گا۔[1]

قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿٦٧﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿٦٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ وہ بڑی خبر ہے۔ تم اس سے غفلت میں ہو۔

1 ......تفسیر کبیر، ص، تحت الآیۃ: ٦٦، ٩/٤٠٧.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ وہ ایک عظیم خبر ہے۔ تم اس سے منہ پھیرے ہوئے ہو۔

﴿**هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ**: وہ ایک عظیم خبر ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرمادیں کہ قرآنِ پاک اور جو کچھ اس میں توحید، نبوت، قیامت، حشر اور جنت ودوزخ وغیرہ کے بارے میں بیان کیا گیا یہ عظیم الشّان خبر ہے اور اے کافرو! تمہارا حال یہ ہے کہ تم اس سے غفلت میں ہو کہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے اور قرآنِ پاک اور میرے دین کو نہیں مانتے۔(1)

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۭ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰۤى اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مجھے عالَمِ بالا کی کیا خبر تھی جب وہ جھگڑتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مجھے عالَمِ بالا کی کوئی خبر نہیں تھی جب وہ بحث کررہے تھے۔

﴿**اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ**: جب وہ بحث کررہے تھے۔﴾ بحث کرنے والوں کے بارے میں **ایک قول** یہ ہے کہ ان سے مراد وہ فرشتے ہیں جو حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق کے بارے میں گفتگو کررہے تھے۔ اس صورت میں یہ حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت صحیح ہونے کی ایک دلیل ہے، مُدّعا یہ ہے کہ اگر میں نبی نہ ہوتا تو عالَمِ بالا میں فرشتوں کا حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں سوال وجواب کرنا مجھے کیا معلوم ہوتا، اس کی خبر دینا میری نبوت اور میرے پاس وحی آنے کی دلیل ہے۔ **دوسرا قول** یہ ہے کہ ان سے وہ فرشتے مراد ہیں جو اس چیز میں بحث کررہے تھے کہ کون سے کام گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔(2)

حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عالَمِ بالا کے فرشتوں کی بحث کا علم عطا ہوا

اللّٰہ تعالیٰ نے اس کا علم بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عطا کیا جیسا کہ حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے بہترین حال میں

1 ......روح البیان، ص، تحت الآیة: ٦٧-٦٨، ٥٦/٨، ملتقطاً.

2 ......قرطبی، ص، تحت الآیة: ٦٩، ٨/١٦٦-١٦٧، الجزء الخامس عشر، مدارك، ص، تحت الآیة: ٦٩، ص١٠٢٧، ملتقطاً.

اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے دیدار سے مشرف ہوا (حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ واقعہ خواب کا ہے) حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے محمد! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) تمہیں معلوم ہے کہ عالَمِ بالا کے فرشتے کس بحث میں ہیں۔ میں نے عرض کی: ''نہیں۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ رحمت وکرم میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا اور میں نے اس کے فیض کا اثر اپنے قلبِ مبارک میں پایا تو آسمان وزمین کی تمام چیزیں میرے علم میں آگئیں پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے محمد! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کیا تم جانتے ہو کہ عالَمِ بالا کے فرشتے کس چیز کے بارے میں بحث کررہے ہیں؟ میں نے عرض کی: ''ہاں، اے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں جانتا ہوں، وہ کفّارات میں بحث کررہے ہیں اور کفّارات یہ ہیں، نمازوں کے بعد مسجد میں ٹھہرنا، پیدل جماعتوں کے لئے جانا، جس وقت سردی وغیرہ کے باعث پانی کا استعمال ناگوار ہو اس وقت اچھی طرح وضو کرنا۔ جس نے یہ کیا اس کی زندگی بھی بہتر، موت بھی بہتر اور وہ گناہوں سے ایسا پاک صاف نکلے گا جیسا اپنی ولادت کے دن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے محمد! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) نماز کے بعد یہ دعا کیا کرو: ''**اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنَ وَاِذَا اَرَدْتَّ بِعِبَادِکَ فِتْنَۃً فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ**''۔ [1]

بعض روایتوں میں یہ ہے کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''مجھ پر ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔ [2]

اور ایک روایت میں ہے کہ جو کچھ مشرق ومغرب میں ہے سب میں نے جان لیا۔ [3]

علامہ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ جو کہ خازن کے نام سے معروف ہیں، اپنی تفسیر میں ''دونوں شانوں کے درمیان ہاتھ رکھنے اور ٹھنڈک محسوس ہونے'' کے معنی یہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا سینۂ مبارک کھول دیا اور قلب شریف کو مُنَوّر کردیا اور جن چیزوں کو کوئی نہ جانتا ہو ان سب کی معرفت آپ کو عطا کردی حتّٰی کہ آپ نے نعمت ومعرفت کی ٹھنڈک اپنے قلبِ مبارک میں پائی اور جب قلب

---

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة ص، ١٥٨/٥، الحدیث: ٣٢٤٤.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة ص، ١٦٠/٥، الحدیث: ٣٢٤٦.

3 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة ص، ١٥٩/٥، الحدیث: ٣٢٤٥.

شریف منور ہوگیا اور سینۂ پاک کھل گیا تو جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے جان لیا۔[1]

اِنْ یُّوْحٰۤى اِلَیَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ میں نہیں مگر روشن ڈر سنانے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ میں تو کھلا ڈر سنانے والا ہی ہوں۔

﴿اِنْ یُّوْحٰۤى اِلَیَّ: مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ میری طرف جو غیبی اُمور کی وحی کی جاتی ہے جن میں عالَمِ بالا کی خبریں بھی شامل ہیں وہ اس لئے ہے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو کھلا ڈر سناؤں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ مجھے صرف اس چیز کا حکم دیا گیا ہے کہ میں عذابِ الٰہی کا کھلا ڈر سنادوں اور خدا کا پیغام پہنچادوں، اس کے علاوہ اور کسی چیز کا مجھے حکم نہیں دیا گیا۔[2]

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓىٕكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ۚۖ ﴿۷۷﴾ وَّ اِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْۤ

1 ......خازن، ص، تحت الآية: ٧٠، ٤/٤٦.

2 ......ابو سعود، ص، تحت الآية: ٧٠، ٤/٤٤٩، مدارك، ص، تحت الآية: ٧٠، ص١٠٢٧، ملتقطاً.

اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان بناؤں گا۔ پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکوں تو تم اس کے لیے سجدے میں گرنا۔ تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا ایک ایک نے کہ کوئی باقی نہ رہا۔ مگر ابلیس نے اس نے غرور کیا اور وہ تھا ہی کافروں میں۔ فرمایا اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس کے لیے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا کیا تجھے غرور آ گیا یا تو تھا ہی مغروروں میں۔ بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔ فرمایا تو جنت سے نکل جا کہ تو راندھا گیا۔ اور بے شک تجھ پر میری لعنت ہے قیامت تک۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں۔ پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی خاص روح پھونکوں تو تم اس کے لیے سجدے میں پڑ جانا۔ تو تمام فرشتوں نے اکٹھے سجدہ کیا۔ سوائے ابلیس کے۔ اس نے تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہوگیا۔ (اللہ نے) فرمایا: اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اسے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا؟ کیا تو نے تکبر کیا ہے یا تو تھا ہی متکبروں میں سے؟ اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔ اللہ نے فرمایا: تو جنت سے نکل جا کہ بیشک تو دھتکارا ہوا ہے۔ اور بیشک قیامت تک تجھ پر میری لعنت ہے۔

﴿اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ: جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا۔﴾ کفارِ مکہ چونکہ حسد اور تکبر کی بنا پر سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جھگڑتے تھے، اِس لئے یہاں ایک بار پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق اور ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کا واقعہ بیان فرمایا تاکہ اسے سن کر وہ عبرت حاصل کریں اور اپنے حسد و تکبر سے باز آجائیں۔ (1)

یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ سورۂ بقرہ کے چوتھے رکوع میں بیان ہو چکا ہے اور اس کے علاوہ سورۂ اعراف، سورۂ

1 ......تفسیر کبیر، ص، تحت الآیۃ: ۷۱، ۹/۴۰۹۔

حجر، سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ کہف میں بھی بیان ہو چکا ہے۔ اس آیت اور اس کے بعد والی سات آیات میں بیان کئے گئے واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پیدا کروں گا، پھر جب میں اس کی پیدائش مکمل کر دوں اور اس میں اپنی خاص روح پھونک کر اسے زندگی عطا کر دوں تو تم اس کے لیے سجدے میں چلے جانا، جب حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق کے مراحل مکمل ہوئے تو اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے تمام فرشتوں نے اکٹھے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدہ نہ کیا، اس نے تکبُّر کیا اور وہ اللّٰہ تعالیٰ کے علم میں کافروں میں سے ہی تھا۔ اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابلیس! تجھے اس آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا؟ کیا تو نے تکبر کیا ہے یا تو (پہلے ہی) اس قوم میں سے تھا جن کا شیوہ ہی تکبر ہے۔ ابلیس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔ اس سے ابلیس کی مراد یہ تھی کہ اگر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آگ سے پیدا کئے جاتے اور میرے برابر بھی ہوتے جب بھی میں انہیں سجدہ نہ کرتا چہ جائیکہ ان سے بہتر ہو کر انہیں سجدہ کروں۔ اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا: تو جنت سے نکل جا کہ بیشک تو اپنی سرکشی، نافرمانی اور تکبر کے باعث دھتکارا ہوا ہے اور بیشک قیامت تک تجھ پر میری لعنت ہے اور قیامت کے بعد لعنت بھی اور طرح طرح کے عذاب بھی ہیں۔ پھر اللّٰہ تعالیٰ نے اس کی صورت بدل دی، وہ پہلے حسین تھا بدشکل رُوسیاہ کر دیا گیا اور اس کی نورانیت سَلب کر دی گئی۔ [1]

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰى یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا اے میرے رب ایسا ہے تو مجھے مہلت دے اس دن تک کہ وہ اٹھائے جائیں۔ فرمایا تو تُو مہلت والوں میں ہے۔ اس جانے ہوئے وقت کے دن تک۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے کہا: اے میرے رب! (اگر ایسا ہی ہے) تو مجھے لوگوں کے اٹھائے جانے کے دن تک

1 ......مدارك، ص، تحت الآية: ۷۱-۷۸، ص۱۰۲۷-۱۰۲۸، خازن، ص، تحت الآية: ۷۱-۷۸، ۴/۴۷، ملتقطاً.

مہلت دے۔ اللہ نے فرمایا: پس بیشک تو مہلت والوں میں سے ہے۔ معین وقت کے دن تک۔

﴿قَالَ رَبِّ: اس نے کہا: اے میرے رب!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب شیطان مردود ہوگیا تو اس نے عرض کی ’’اے میرے رب! اگر ایسا ہی ہے تو مجھے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی اولاد کے فنا ہونے کے بعد جزا کے لئے اٹھائے جانے کے دن تک مہلت دے۔ اس سے ابلیس کی مراد یہ تھی کہ وہ انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے فراغت پائے اور ان سے اپنا بغض خوب نکالے اور موت سے بالکل بچ جائے کیونکہ اُٹھنے کے بعد موت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پس بیشک تو مُعَیَّن وقت کے دن تک مہلت والوں میں سے ہے۔ یہاں مُعَیَّن وقت سے قیامت کے پہلے نفخہ تک کا وقت مراد ہے کہ جسے مخلوق کی فنا کے لئے مُعَیَّن فرمایا گیا ہے۔[1]

نوٹ: ابلیس کے مہلت طلب کرنے کا بیان سورۂ اَعراف کی آیت نمبر **14** اور سورۂ حجر کی آیت نمبر **36** میں بھی گزر چکا ہے۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا تو تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کردوں گا۔ مگر جو ان میں تیرے چُنے ہوئے بندے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے کہا: تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کردوں گا۔ مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔

﴿قَالَ: اس نے کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مہلت ملنے کے بعد ابلیس نے کہا: ’’یارب! تیری عزت کی قسم! میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد کے سامنے گناہوں کو سجا سنوار کر اور ان کے دلوں میں شکوک

1 ……روح البيان، ص، تحت الآية: ۷۹-۸۱، ۸/۶۵.

وشبہات پیدا کر کے ان سب کو گمراہ کر دوں گا البتہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے جو تیرے چنے ہوئے بندے ہیں وہ میرے وار سے بچے رہیں گے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور بہت سے صالحین پر شیطان کا داؤ نہیں چلتا کہ وہ ان سے گناہ یا کفر کرا دے۔

قَالَ فَالْحَقُّ ؗ وَ الْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا تو سچ یہ ہے اور میں سچ ہی فرماتا ہوں۔ بے شک میں ضرور جہنم بھر دوں گا تجھ سے اور ان میں سے جتنے تیری پیروی کریں گے سب سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: تو حق (میری طرف سے ہی ہوتا ہے) اور میں حق ہی فرماتا ہوں۔ بیشک میں ضرور جہنم بھر دوں گا تجھ سے اور ان سب سے جو تیری پیروی کرنے والے ہیں۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''تو سچ یہ ہے جو ہم ارشاد فرماتے ہیں اور میں سچ ہی فرماتا ہوں، بیشک میں ضرور تجھ سے اور تیری ذُرِّیَّت سے اور انسانوں میں سے جتنے لوگ اپنے اختیار سے گمراہی میں تیری پیروی کریں گے ان سب سے جہنم بھر دوں گا۔ [2]

قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِیْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَ لَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِیْنٍ ﴿۸۸﴾

ع ۵ ۲۴ ۱۴

1 ......روح البیان، ص، تحت الآیۃ: ۸۲-۸۳، ۸/۶۶.

2 ......روح البیان، ص، تحت الآیۃ: ۸۴-۸۵، ۸/۶۶.

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں اس قرآن پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا اور میں بناوٹ والوں میں نہیں۔ وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کے لیے۔ اور ضرور ایک وقت کے بعد تم اس کی خبر جانو گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں اِس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا اور میں جھوٹ گھڑنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ یہ تو سارے جہان والوں کیلئے نصیحت ہی ہے۔ اور ضرور ایک وقت کے بعد تم اس کی خبر جان لوگے۔

﴿**قُلْ: تم فرماؤ۔**﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مشرکین سے فرمادیں کہ میں وحی کی تبلیغ اور رسالت کی ادائیگی پر تم سے دنیا کا مال طلب نہیں کرتا بلکہ میں کسی اجرت کے بغیر تمہیں دین کی تعلیم دیتا ہوں اور میں جھوٹ گھڑنے والوں میں سے نہیں ہوں کہ میں نے اپنی طرف سے نبوت کا دعویٰ کردیا ہو اور قرآنِ پاک میں نے اپنے پاس سے بنالیا ہو۔ [1] بلکہ **اللہ** تعالیٰ نے مجھے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا سردار بنایا ہے اور یہ قرآنِ پاک بھی اسی کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

عالم کو اگر مسئلہ معلوم نہ ہو تو وہ خاموش رہے اور اپنی طرف سے گھڑ کر نہ بتائے

اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ عالم کو اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو وہ خاموشی اختیار کرے اور خود گھڑ کر نہ بتائے کہ یہ بھی تکلُّف میں داخل ہے۔ حضرت مسروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’ایک شخص کِندہ میں یہ بیان کررہا تھا کہ قیامت کے دن ایک ایسا دھواں آئے گا جو منافقوں کے کانوں اور آنکھوں میں داخل ہوجائے گا اور اہلِ ایمان کو اس سے صرف اتنی تکلیف پہنچے گی جیسے زکام ہوجاتا ہے۔ یہ سن کر ہم ڈر گئے، چنانچہ میں حضرت **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور وہ ٹیک لگائے ہوئے تھے (جب میں نے واقعہ بیان کیا) تو وہ غضبناک ہوئے، پھر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا ’’جو کسی بات کو جانتا ہو تو کہے اور جو نہ جانتا ہو تو اسے کہنا چاہئے کہ **اللہ** تعالیٰ خوب جانتا ہے کیونکہ یہ بھی علم ہی سے ہے کہ جس بات کو نہ جانے تو کہہ دے کہ میں نہیں جانتا، کیونکہ **اللہ** تعالیٰ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا:

قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَاۤ اَنَا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں اِس پر تم سے کچھ

1 ......روح البيان، ص، تحت الآية: ٨٦، ٨/٦٧.

اجرت نہیں مانگتا اور میں جھوٹ گھڑنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ [1]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا ''جو آدمی کسی چیز کا علم رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ لوگوں کو سکھائے اور وہ بات کہنے سے بچے جس کا علم نہ رکھتا ہو ورنہ وہ دین سے نکل جائے گا اور تکلُّف کرنے والوں میں سے ہوگا۔ [2]

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ: اور ضرور تم اس کی خبر جان لوگے۔﴾ یعنی اے کفارِ مکہ! ضرور تم ایک وقت کے بعد قرآن کی خبروں کے حق اور سچا ہونے کو جان جاؤ گے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ اس وقت سے مراد موت کے بعد کا وقت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے قیامت کا دن آجانے کے بعد کا وقت مراد ہے۔ [3]

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة الم، ٤٩٧/٣، الحدیث: ٤٧٧٤.
2 ......سنن دارمی، المقدمة، باب فی الذی یفتی الناس فی کلّ ما یستفتی، ٧٤/١، الحدیث: ١٧٤.
3 ......خازن، ص، تحت الآیة: ٨٨، ٤٨/٤.

سورۂ زُمَر کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ زُمَر اس آیت "قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ" اور اس آیت "اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ" کے علاوہ مکیہ ہے۔ (1)

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **8** رکوع، **75** آیتیں، **1172** کلمے اور **4908** حروف ہیں۔ (2)

"زُمَر" نام رکھنے کی وجہ

زُمَر کا معنی ہے کئی گروہ اور کئی جماعتیں، اور اس سورت کی آیت نمبر **71** میں کفار کو گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکنے اور آیت نمبر **73** میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والوں کو گروہ در گروہ جنت کی طرف چلائے جانے کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ زُمَر" رکھا گیا ہے۔

سورۂ زُمَر کی فضیلت

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (اتنے تسلسل سے) روزہ رکھتے حتّٰی کہ ہم کہنے لگتے کہ اب آپ افطار نہیں فرمائیں گے اور کبھی روزہ نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم کہنے لگتے کہ اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہر رات سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زُمَر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (3)

سورۂ زُمَر کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلائل ذکر کئے گئے ہیں

---

1 ......خازن، تفسیر سورة الزمر، ٤/٤٨.

2 ......خازن، تفسیر سورة الزمر، ٤/٤٨.

3 ......مسند امام احمد، مسند السيّدة عائشة رضى الله عنها، ٩/٤٣٧، الحديث: ٢٤٩٦٢.

اور قرآنِ پاک کو اللہ تعالیٰ کی وحی ہونا بتایا گیا ہے اور اس میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کرتے رہنے کا حکم دیا اور یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے اور مشرکین کے ان شُبہات کو زائل فرمایا ہے جن کی وجہ سے وہ بتوں کو معبود اور شفاعت کرنے والا مانتے تھے اور ان کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ سمجھتے تھے۔

(2)......اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر زمین و آسمان کی تخلیق، رات اور دن کے آنے جانے، سورج اور چاند کے مُسَخَّر ہونے اور مختلف مراحل میں انسان کی تخلیق سے اِستدلال فرمایا گیا اور کفار کی اس عادت پر ان کی مذمت بیان کی گئی کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو بتوں کی بجائے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرنے لگ جاتے ہیں اور جب انہیں آسانی ملتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔

(3)......مسلمانوں اور کفار کے مابین فرق بیان کیا گیا کہ مسلمان دنیا اور آخرت دونوں میں سعادت مند ہوں گے اور کفار دونوں جہان میں بد بخت رہیں گے اور عذاب دیکھ کر تمنا کریں کہ کاش فدیہ دے کر وہ اس عذاب سے بچ جائیں۔

(4)......قرآنِ پاک کی عظمت و شان بیان کی گئی کہ جب مسلمان اس کی آیتیں سنتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے دل نرم پڑ جاتے ہیں جبکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کے دلائل سن کر کفار کے دل مزید سخت ہو جاتے ہیں۔

(5)......گناہگاروں کو تسلی دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

(6)......اس سورت کے آخر میں قیامت کے اَحوال بیان کئے گئے اور کافروں اور مسلمانوں کی جزاء بیان کی گئی۔

سورۂ صٓ کے ساتھ مناسبت

سورۂ زُمَر کی اپنے سے ماقبل سورت ''صٓ'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ سورۂ صٓ کے آخر میں قرآنِ مجید کا یہ وصف بیان کیا گیا کہ قرآن تو سارے جہان والوں کیلئے نصیحت ہی ہے اور سورۂ زُمَر کی ابتداء میں قرآنِ پاک کا یہ وصف بیان کیا گیا کہ کتاب کا نازل فرمانا اس اللہ کی طرف سے ہے جو عزت والا، حکمت والا ہے تو گویا کہ ارشاد فرمایا:

قرآن وہ کتاب ہے جو سب جہان والوں کے لئے ہے اور جسے عزت وحکمت والے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔

دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ صٓ میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق کا ذکر کیا گیا اور سورۂ زُمَر میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زوجۂ محترمہ حضرت حواء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی پیدائش اور ان سے دیگر انسانوں کی پیدائش کا ذکر کیا گیا۔[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ①

ترجمۂ کنزالایمان: کتاب اتارنا ہے اللہ عزت وحکمت والے کی طرف سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کتاب کا نازل فرمانا اس اللہ کی طرف سے ہے جو عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴿ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ: کتاب کا نازل فرمانا۔﴾ اس آیت کا **ایک معنی** یہ ہے کہ اس کتاب قرآنِ پاک کو نازل فرمانا اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو عزت والا، حکمت والا ہے، کسی اور کی طرف سے ہرگز نہیں جیسا کہ مشرکین کہتے ہیں کہ اسے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے پاس سے بنالیا ہے۔ **دوسرا معنی** یہ ہے کہ یہ کتاب قرآنِ کریم اور خصوصاً اس مبارک سورت کو نازل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا تم اسے غور سے سنو اور اس کے احکامات پر عمل کرو کہ یہ کتاب عزیز، اسے بھیجنے والا اعزیز، اسے لے کر آنے والا فرشتہ عزیز اور جس پر نازل ہوئی وہ بھی عزیز ہے۔[2]

---

1 ......تناسق الدرر، سورة الزمر، ص١١٤-١١٥.

2 ......روح البيان، الزمر، تحت الآية: ١، ٨/٦٨.

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَؕ(۲)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری تو اللّٰہ کو پوجو نرے اس کے بندے ہو کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری تو اللّٰہ کی عبادت کرو اسی کے بندے بن کر۔

﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ: بیشک ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری۔﴾ یعنی اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب اتاری اور اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ حق ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور وہ حتمی طور پر عمل کے قابل ہے اور آپ اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت پر قائم رہتے ہوئے اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرتے رہیں۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں خطاب اگرچہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے لیکن اس سے مراد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت ہے۔[1]

اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت اخلاص کے ساتھ کرنی چاہئے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت اخلاص کے ساتھ کرنی چاہیے کہ اس میں نہ شرک کا کوئی شائبہ ہو اور نہ ہی اس میں ریاکاری کا کوئی عمل دخل ہو اور جو لوگ اخلاص کے ساتھ عبادت کرتے ہیں ان کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ اعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَؕ وَ سَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کرلی اور اللّٰہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنا دین خالص اللّٰہ کے لئے کرلیا تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللّٰہ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا۔

1 ......روح البیان، الزمر، تحت الآیۃ: ۲، ۸/۶۹، جلالین، الزمر، تحت الآیۃ: ۲، ص۳۸۵، ملتقطاً۔

2 ......النساء: ۱۴۶۔

اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُؕ وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰىؕ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ فِیْ مَا هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ۬ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴿۳﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے اور وہ جنہوں نے اس کے سوا اور والی بنالیے کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کردیں اللہ ان میں فیصلہ کردے گا اس بات کا جس میں اختلاف کررہے ہیں بے شک اللہ راہ نہیں دیتا اسے جو جھوٹا بڑا ناشکرا ہو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: سن لو! خالص عبادت اللہ ہی کیلئے ہے اور وہ جنہوں نے اس کے سوا اور مددگار بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں:) ہم تو ان بتوں کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ کے زیادہ نزدیک کردیں۔ اللہ ان کے درمیان اس بات میں فیصلہ کردے گا جس میں یہ اختلاف کررہے ہیں بیشک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا، بڑا ناشکرا ہو۔

﴿ **اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ: سن لو! خالص عبادت اللہ ہی کیلئے ہے۔** ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! سن لو کہ شرک سے خالص عبادت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق ہی نہیں اور وہ بت پرست جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور معبود ٹھہرا لئے ہیں اور بتوں کی پوجا کرتے ہیں، وہ (اللہ تعالیٰ کو خالق ماننے کے باوجود) کہتے ہیں کہ ہم تو ان بتوں کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے زیادہ نزدیک کردیں تو یہ سمجھنے والے جھوٹے اور ناشکرے ہیں یعنی جھوٹے تو اِس بات میں ہیں کہ بتوں کو خدا کا قرب دلانے والا سمجھتے ہیں اور ناشکرے اس لئے ہیں کہ خدا کی نعمتیں کھا کر اور اس کو خالق مان کر پھر بھی شرک کرتے ہیں تو ان کافروں کا مسلمانوں کے ساتھ توحید و شرک میں جو اختلاف ہے اس کا فیصلہ قیامت میں اللہ تعالیٰ ہی فرمائے گا اور وہ فیصلہ ایمان داروں کو جنت میں اور کافروں کو دوزخ میں داخل کرنے کے ذریعے ہوگا۔

صرف اللّٰہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جانے والا عمل مقبول ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ وہی عمل قابلِ قبول ہے جو صرف اللّٰہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جائے، اسی طرح حضرت یزید رقاشی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، ایک شخص نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم شہرت حاصل کرنے کے لئے اپنے اَموال دیتے ہیں، کیا ہمیں اس کا کوئی اجر ملے گا؟ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ تعالیٰ اسی عمل کو قبول فرماتا ہے جو خالص اس کے لئے کیا جائے، پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ''۔[1]

اللّٰہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو وسیلہ سمجھنا شرک نہیں

یادرہے کہ کسی کو اللّٰہ تعالیٰ سے قرب حاصل ہونے کا وسیلہ سمجھنا شرک نہیں کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرنے کا قرآنِ پاک میں حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللّٰہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

البتہ جسے وسیلہ سمجھا جائے اسے معبود جاننا اور اس کی پوجا کرنا ضرور شرک ہے۔ یہ فرق سامنے رکھتے ہوئے اگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم کو اللّٰہ تعالیٰ سے قرب حاصل ہونے کا وسیلہ سمجھنے سے متعلق اہلِ حق کا عقیدہ اور نظریہ دیکھا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ ان کا یہ عقیدہ شرک ہرگز نہیں، کیونکہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم کو معبود نہیں مانتے اور نہ ہی ان کی عبادت کرتے ہیں بلکہ معبود صرف اللّٰہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں جبکہ انہیں صرف اللّٰہ تعالیٰ کا مقبول بندہ مان کر اس کی بارگاہ تک پہنچنے کا ذریعہ اور وسیلہ سمجھتے ہیں۔ آیت میں مشرکوں کی بتوں کو وسیلہ ماننے کی تردید دو وجہ سے ہے۔ ایک تو اِس وجہ سے کہ وہ وسیلہ ماننے کے چکر میں بتوں کو خدا بھی مانتے تھے جیسا کہ ان کا اپنا قول آیت میں موجود ہے کہ ہم ان کی عبادت اِس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں خدا کے قریب کردیں۔ دوسرا رد اِس وجہ سے ہے کہ وسیلہ ماننا اصل میں انہیں

[1] ......در منثور، الزمر، تحت الآیۃ: ۳، ۷/۲۱۱.

[2] ......مائدہ: ۳۵.

شفیع یعنی شفاعت کرنے والا ماننا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کی اجازت انبیاء واولیاء وصُلحاء کو ہے نہ کہ بتوں کو، تو بتوں کو شفیع ماننا خدا پر جھوٹ ہے۔

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ اپنے لیے بچہ بناتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا پاکی ہے اسے وہی ہے ایک اللہ سب پر غالب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر اللہ اپنے لیے اولاد بنانے کا ارادہ فرماتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا وہ پاک ہے۔ وہی ایک اللہ سب پر غالب ہے۔

﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا: اگر اللہ اپنے لیے اولاد بنانے کا ارادہ فرماتا۔﴾ کفار اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد مانتے تھے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کا رد کرتے ہوئے اپنے اولاد سے پاک ہونے کا بیان فرمایا کہ اگر بالفرض مشرکین کے گمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ممکن ہوتی تو وہ خود جسے چاہتا اولاد بناتا نہ کہ یہ تجویز کفار پر چھوڑتا کہ وہ جسے چاہیں خدا کی اولاد قرار دیں (مَعاذَ اللہ) لیکن اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اولاد سے اور ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی شانِ اقدس کے لائق نہیں، کیونکہ وہی ایک اللہ عَزَّوَجَلَّ سب پر غالب ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے۔[1]

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ یُكَوِّرُ الَّیْلَ عَلَى النَّهَارِ وَ یُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّیْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

[1] ......مدارك، الزمر، تحت الآية: ٤، ص ١٠٣٠-١٠٣١، خازن، الزمر، تحت الآية: ٤، ٤٩/٤، ملتقطاً.

اَلَا هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے آسمان اور زمین حق بنائے رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے چاند اور سورج کو کام میں لگایا ہر ایک ایک ٹھہرائی میعاد کے لیے چلتا ہے سنتا ہے وہی صاحبِ عزت بخشنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے، وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا ہر ایک، ایک مقررہ مدت تک چلتا رہے گا۔ سن لو! وہی عزت والا، بخشنے والا ہے۔

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ: اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے۔﴾ اس سے پہلی آیت کے آخر میں بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ غلبے والا، قدرت والا ہے اور اس آیت میں اپنے اوصاف بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور قدرت کی دلیل دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان باطل اور بیکار نہیں بنائے بلکہ بے شمار حکمتوں پر مشتمل بنائے ہیں، وہ کبھی رات کی تاریکی سے دن کے ایک حصہ کو چھپاتا ہے اور کبھی دن کی روشنی سے رات کے حصہ کو۔ مراد یہ ہے کہ کبھی دن کا وقت کم کر کے رات کو بڑھاتا ہے اور کبھی رات کا وقت کم کر کے دن کو زیادہ کرتا ہے، یوں رات اور دن میں سے کم ہونے والا کم ہوتے ہوتے کئی گھنٹے کم ہو جاتا ہے اور بڑھنے والا بڑھتے بڑھتے کئی گھنٹے بڑھ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا، ان میں سے ہر ایک قیامت تک اپنے مُقرر نظام پر چلتا رہے گا، (جب اللہ تعالیٰ کے اوصاف یہ ہیں تو اس کا کوئی شریک کس طرح ہو سکتا ہے) سن لو! بیشک اللہ تعالیٰ اس شخص کو سزا دینے پر قادر ہے جو سورج اور چاند کی تسخیر سے نصیحت حاصل نہ کرے اور اسے بخشنے والا ہے جو ان میں غور وفکر کر کے نصیحت حاصل کرے اور ان کے نظام کو چلانے والے رب تعالیٰ پر ایمان لے آئے۔[1]

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ

1 ......روح البیان، الزمر، تحت الآیة: ۵، ۸/۷۲-۷۳، خازن، الزمر، تحت الآیة: ۵، ۴/۴۹، مدارك، الزمر، تحت الآیة: ۵، ص۱۰۳۱، ملتقطاً.

الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍؕ یَخْلُقُكُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے تمہیں ایک جان سے بنایا پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور تمہارے لیے چوپایوں سے آٹھ جوڑے اتارے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں بناتا ہے ایک طرح کے بعد اور طرح تین اندھیریوں میں یہ ہے اللّٰہ تمہارا رب اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں پھر کہاں پھیرے جاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور تمہارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے بنائے، تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تین اندھیروں میں پیدا کرتا ہے، ایک حالت کی تخلیق کے بعد دوسری حالت کی تخلیق ہوتی ہے۔ یہ اللّٰہ تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تو تم کہاں پھیرے جاتے ہو؟

﴿**خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ:** اس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قدرت پر آفاقی نشانیوں سے دلائل بیان کئے گئے اور اس آیت میں زمینی نشانیوں سے وحدانیّت اور قدرت پر دلائل دیئے جارہے ہیں:

پہلی دلیل یہ ارشاد فرمائی کہ اے لوگو! اللّٰہ تعالیٰ نے تمہیں ایک جان حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پیدا فرمایا، پھر انہی سے حضرت حوا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو پیدا فرمایا۔

دوسری دلیل یہ ارشاد فرمائی کہ اللّٰہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ سے آٹھ جوڑے پیدا کئے، جوڑوں سے مراد نر اور مادہ ہیں۔

تیسری دلیل یہ ارشاد فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تین اندھیروں میں پیدا کرتا ہے، ایک حالت کی تخلیق کے بعد دوسری حالت کی تخلیق ہوتی ہے۔ تین اندھیروں سے مراد پیٹ، بچہ دانی اور اس کی جھلی کا اندھیرا ہے اور ایک حالت کے بعد دوسری حالت کی تخلیق سے مراد یہ ہے کہ پہلے نطفہ، پھر جمے ہوئے خون، پھر گوشت کے ٹکڑے اور پھر مکمل بچے کی تخلیق ہوتی ہے۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنی کامل قدرت سے ان چیزوں کو پیدا فرمایا صرف وہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے نہ کہ کسی اور کی، اس کے سوا نہ کوئی خالق ہے اور نہ ہی کوئی عبادت کے لائق ہے، تو تم کہاں پھیرے جاتے ہو اور اس بیان کے بعد حق راستے سے دور ہوتے ہو کہ اس کی عبادت چھوڑ کر غیر کی عبادت کرتے ہو۔[1]

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ ۫ وَ لَا یَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَ اِنْ تَشْكُرُوْا یَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تم ناشکری کرو تو بے شک اللہ بے نیاز ہے تم سے اور اپنے بندوں کی ناشکری اسے پسند نہیں اور اگر شکر کرو تو اسے تمہارے لیے پسند فرماتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی پھر تمہیں اپنے رب ہی کی طرف پھرنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو تم کرتے تھے بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم ناشکری کرو تو بیشک اللہ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کی ناشکری کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو اسے تمہارے لیے پسند فرماتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی پھر تمہیں اپنے رب ہی کی طرف پھرنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو تم کرتے تھے بیشک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

﴿ اِنْ تَكْفُرُوْا : اگر تم ناشکری کرو۔﴾ اس آیت میں کفار سے خطاب فرمایا گیا اور ایک احتمال یہ ہے کہ تمام لوگوں سے

1 ......مدارك، الزمر، تحت الآية: ٦، ص ١٠٣١، خازن، الزمر، تحت الآية: ٦، ٤/٤٩، ملتقطاً.

خطاب فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت پر دیئے گئے دلائل کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی اگر تم (کفر کر کے) اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرو تو بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان اور تمہاری طاعت وعبادت سے بے نیاز ہے اور تم ہی اس کے محتاج ہو، ایمان لانے میں تمہارا ہی نفع ہے اور کافر ہو جانے میں تمہارا ہی نقصان ہے اور اگرچہ بندوں کے کفر و ایمان سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نفع یا نقصان نہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنے بندوں کی ناشکری کو پسند نہیں کرتا کیونکہ اس میں بندوں کا نقصان ہے اور اگر تم ایمان قبول کر کے شکر کرو تو اسے تمہارے لیے پسند فرماتا ہے کیونکہ وہ تمہاری کامیابی کا سبب ہے، اس پر تمہیں اللہ تعالیٰ ثواب دے گا اور جنت عطا فرمائے گا اور کوئی شخص دوسرے کے گناہ کی وجہ سے نہیں پکڑا جائے گا (البتہ گمراہ کرنے والوں پر ان کا اپنا بوجھ بھی ہوگا اور دوسرے گمراہوں کا بھی جنہیں انہوں نے بہکایا ہوگا)، پھر تمہیں آخرت میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف پھرنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو تم دنیا میں کرتے تھے اور اس کی تمہیں جزا دے گا، بیشک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔[1]

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِیْبًا اِلَیْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِیَ مَا كَانَ یَدْعُوْۤا اِلَیْهِ مِنْ قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِیْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب آدمی کو کوئی تکلیف پہونچتی ہے اپنے رب کو پکارتا ہے اسی طرف جھکا ہوا پھر جب اللہ نے اسے اپنے پاس سے کوئی نعمت دی تو بھول جاتا ہے جس لیے پہلے پکارا تھا اور اللہ کے لیے برابر والے ٹھہرانے لگتا ہے تاکہ اس کی راہ سے بہکا دے تم فرماؤ تھوڑے دن اپنے کفر کے ساتھ برت لے بے شک تو دوزخیوں میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتا ہے

---

1 ......بحر المحیط، الزمر، تحت الآیة: ۷، ۷/۴۰۰، بیضاوی، الزمر، تحت الآیة: ۷، ۵/۵۹، مدارك، الزمر، تحت الآیة: ۷، ص۱۰۳۱-۱۰۳۲، خازن، الزمر، تحت الآیة: ۷، ۴/۴۹-۵۰، ملتقطاً.

پھر جب اللہ اسے اپنے پاس سے کوئی نعمت دیدے تو وہ اس تکلیف کو بھول جاتا ہے جس کی طرف وہ پہلے پکار رہا تھا اور اللہ کے لئے شریک بنانے لگتا ہے تا کہ اس کے راستے سے بہکا دے۔ تم فرماؤ: تھوڑے دن اپنے کفر کے ساتھ فائدہ اٹھالے بیشک تو دوزخیوں میں سے ہے۔

﴿وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِیْبًا اِلَیْهِ: اور جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتا ہے۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آدمی کو فقر، بیماری یا کوئی اور تکلیف و شدت پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہی رجوع کرتے ہوئے اسے پکارتا ہے اور اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے اسی سے فریاد کرتا ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس سے کوئی نعمت دیدے اور اس کی تکلیف دور کر کے اس کے حال کو درست کر دے تو وہ اس شدت و تکلیف کو فراموش کر دیتا ہے جس کے لئے اس نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی تھی اور حاجت پوری ہونے کے بعد پھر بت پرستی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور وہ صرف اپنی گمراہی کو کافی نہیں سمجھتا بلکہ اپنے قول اور فعل سے دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کے دین سے گمراہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس کافر سے فرما دیں کہ تھوڑے دن اپنے کفر کے ساتھ فائدہ اٹھالے اور دنیا کی زندگی کے دن پورے کر لے بیشک تو قیامت کے دن دوزخیوں میں سے ہے۔ [1]

مصیبت و راحت میں مسلمانوں کا حال

کفار کے اس طرزِ عمل کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اپنی حالت پر غور کریں تو بے شمار مسلمان ایسے نظر آئیں گے جو مصیبت، پریشانی یا بیماری آنے پر نہ صرف خود دعاؤں، التجاؤں اور اللہ تعالیٰ سے مُناجات میں مصروف ہو جاتے ہیں بلکہ اپنے عزیزوں، رشتہ داروں اور دوست احباب سے بھی دعاؤں کا کہنے لگتے ہیں لیکن جیسے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کی مصیبت و پریشانی یا بیماری دور کر دے تو دوبارہ ایسے ہو جاتے ہیں گویا کبھی کسی تکلیف کے پہنچنے پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا ہی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے اور انہیں اپنے اس طرزِ عمل کو بدلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

[1] ......خازن، الزمر، تحت الآية: ٨، ٤/٥٠، روح البيان، الزمر، تحت الآية: ٨، ٨/٧٨-٨٠، تفسير كبير، الزمر، تحت الآية: ٨، ٩/٤٢٨، ملتقطاً.

''جسے یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ سختیوں اور مصائب میں اس کی دعا قبول فرمائے تو اسے چاہئے کہ وہ راحت و آسائش کے دنوں میں اللہ تعالیٰ سے بکثرت دعا کرے۔'' (1)

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّ قَآىٕمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ یَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَؕ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ۠ ﴿۹﴾

ع ۱ / ۹ / ۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں سجود میں اور قیام میں آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ شخص جو سجدے اور قیام کی حالت میں رات کے اوقات فرمانبرداری میں گزارتا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید لگا رکھتا ہے (کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا؟) تم فرماؤ: کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟ عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں۔

﴾ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّ قَآىٕمًا: کیا وہ شخص جو سجدے اور قیام کی حالت میں رات کے اوقات فرمانبرداری میں گزارتا ہے۔﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا وہ شخص جو سجدے اور قیام کی حالت میں رات کے تمام اوقات فرمانبرداری میں گزارتا ہے، آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی رحمت یعنی مغفرت اور جنت کی امید لگا رکھتا ہے، وہ نافرمانی اور غفلت میں رہنے والے کی طرح ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ فرمائیں کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟ جب یہ برابر نہیں تو اطاعت گزار و فرمانبردار اور غافل و نافرمان کس

1 ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء انّ دعوة المسلم مستجابة، ۵/۲۴۸، الحدیث: ۳۳۹۳.

طرح برابر ہوسکتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی نصیحتوں سے عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی شان میں نازل ہوئی اور حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں نازل ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمار اور حضرت سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے حق میں نازل ہوئی۔

رات کے نوافل دن کے نوافل سے افضل ہیں

اس آیت سے ثابت ہوا کہ رات کے نوافل اور عبادت دن کے نوافل سے افضل ہیں، اس کی **ایک وجہ** تو یہ ہے کہ رات کا عمل پوشیدہ ہوتا ہے اس لئے وہ ریا سے بہت دور ہوتا ہے۔ **دوسری وجہ** یہ ہے کہ رات کے وقت دنیا کے کاروبار بند ہوتے ہیں اس لئے دن کے مقابلے میں دل بہت فارغ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور خشوع دن سے زیادہ رات میں مُیَسَّر آتا ہے۔ **تیسری وجہ** یہ ہے کہ رات کا وقت چونکہ راحت و آرام اور سونے کا ہوتا ہے اس لئے اس میں بیدار رہنا نفس کو بہت مشقت اور تکلیف میں ڈالتا ہے لہٰذا اس کا ثواب بھی زیادہ ہوگا۔

مومن پر امید اور خوف کے درمیان رہنا لازم ہے

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مومن کے لئے لازم ہے کہ وہ امید اور خوف کے درمیان ہو، اپنے عمل کی تقصیر پر نظر کرکے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار رہے۔ دنیا میں بالکل بے خوف ہونا یا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مُطْلَقاً مایوس ہونا یہ دونوں حالتیں قرآنِ کریم میں کفار کی بتائی گئی ہیں، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف تباہ ہونے والے لوگ ہی بے خوف ہوتے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

---

1 ......اعراف:۹۹.

اِنَّهٗ لَا یَایْــٴَـسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ کی رحمت سے کافرلوگ ہی ناامید ہوتے ہیں۔ [2]

امیداور خوف کے درمیان رہنے کی فضیلت

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک نوجوان کے پاس تشریف لے گئے، وہ مرنے کے قریب تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا ’’تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ (کی رحمت) کی امید بھی ہے اور گناہوں کا خوف بھی۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب مومن کے دل میں اس موقع پر یہ دونوں باتیں جمع ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ وہ چیز عطا فرماتا ہے جس کی بندہ امید کرتا ہے اور اس چیز سے بے خوف کر دیتا ہے جس سے بندہ ڈرتا ہے۔ [3]

﴿قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ: تم فرماؤ: کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟﴾ اس آیت سے علم اور علماءِ کرام کی فضیلت معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے علم والوں کو بے علموں سے ممتاز فرمایا ہے۔

علماء کے فضائل پر مشتمل 4 اَحادیث

بکثرت اَحادیث میں بھی علماء کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے 4 اَحادیث یہاں درج ذیل ہیں، چنانچہ

(1)......حضرت حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے زیادہ ہے اور تمہارے دین کی بھلائی تقویٰ و پرہیزگاری (میں) ہے۔ [4]

(2)......حضرت ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی تمام ستاروں پر فضیلت ہے۔ [5]

1......یوسف: ۸۷.

2......مدارك، الزمر، تحت الآیة: ۹، ص۱۰۳۲، خازن، الزمر، تحت الآیة: ۹، ۴/۵۰، ملتقطاً.

3......ترمذی، کتاب الجنائز، ۱۱-باب، ۲/۲۹۶، الحدیث: ۹۸۵.

4......معجم الاوسط، باب العین، من اسمه: علی، ۳/۹۲، الحدیث: ۳۹۶۰.

5......ابو داؤد، کتاب العلم، باب الحث علی طلب العلم، ۳/۴۴۴، الحدیث: ۳۶۴۱.

(3)......حضرت ابوامامہ باہلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا، ان میں سے ایک عالم تھا اور دوسرا عبادت گزار، تو حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''عالم کی فضیلت عبادت گزار پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر ہے، پھر سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللّٰہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، آسمانوں اور زمین کی مخلوق حتّٰی کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں لوگوں کو (دین کا) علم سکھانے والے پر درود بھیجتے ہیں۔ (1)

(4)......حضرت جابر بن عبد اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''(قیامت کے دن) عالم اور عبادت گزار کو لایا جائے گا اور عبادت گزار سے کہا جائے گا ''تم جنت میں داخل ہو جاؤ جبکہ عالم سے کہا جائے گا کہ تم ٹھہرو اور لوگوں کی شفاعت کرو کیونکہ تم نے ان کے اَخلاق کو سنوارا ہے۔ (2)

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں علمِ دین سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ ؕ وَ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے میرے بندو جو ایمان لائے اپنے رب سے ڈرو جنھوں نے بھلائی کی ان کے لیے اس دنیا میں بھلائی ہے اور اللّٰہ کی زمین وسیع ہے صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اے میرے مومن بندو! اپنے رب سے ڈرو۔ جنہوں نے بھلائی کی، ان کے لیے اِس دنیا میں بھلائی ہے اور اللّٰہ کی زمین وسیع ہے۔ صبر کرنے والوں ہی کو ان کا ثواب بے حساب بھرپور دیا جائے گا۔

1 ......ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادة، ۳۱۳/۴، الحدیث: ۲۶۹۴.

2 ......شعب الایمان، السابع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی فضل العلم وشرفه، ۲۶۸/۲، الحدیث: ۱۷۱۷.

﴿قُلْ:تم فرماؤ۔﴾اس آیت میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا گیا کہ آپ اہلِ ایمان کو نصیحت فرمائیں اور انہیں تقویٰ و پرہیز گاری اور عبادت و ریاضت کی ترغیب دلائیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرمادیں کہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے میرے ایمان والے بندو! تم اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرکے اور اس کی نافرمانی سے خود کو بچا کر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرو۔[1]

﴿لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ: جنہوں نے بھلائی کی ان کے لیے اس دنیا میں بھلائی ہے۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جنہوں نے عبادت کی اور اچھے اعمال بجالائے ان کے لئے اس دنیا میں بھلائی یعنی صحت و عافیت ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ جنہوں نے اس دنیا میں عبادت کی اور اچھے اعمال بجالائے ان کے لئے آخرت میں بھلائی یعنی جنت ہے۔[2]

﴿وَ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ: اور اللّٰہ کی زمین وسیع ہے۔﴾ اس آیت میں ہجرت کی ترغیب ہے کہ جس شہر میں گناہوں کی کثرت ہو اور وہاں رہنے سے آدمی کو اپنی دینداری پر قائم رہنا دشوار ہوجائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس جگہ کو چھوڑ دے اور وہاں سے ہجرت کر جائے۔ **شانِ نزول:** یہ آیت مہاجرینِ حبشہ کے حق میں نازل ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ان کے ہمراہیوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مصیبتوں اور بلاؤں پر صبر کیا اور ہجرت کی اور اپنے دین پر قائم رہے، اسے چھوڑنا گوارا نہ کیا۔[3]

﴿اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ: صبر کرنے والوں ہی کو ان کا ثواب بے حساب بھرپور دیا جائے گا۔﴾ یعنی جنہوں نے اپنے دین پر صبر کیا اور اس کی حدود پر پابندی سے عمل پیرا رہے اور جب یہ کسی آفت یا مصیبت میں مبتلا ہوئے تو دین کے حقوق کی رعایت کرنے میں کوئی زیادتی نہ کی انہیں دیگر لوگوں کے مقابلے میں بے حساب اور بھرپور ثواب دیا جائے گا۔[4]

صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر ملے گا

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صبر کرنے والے بڑے خوش نصیب ہیں کیونکہ قیامت کے دن انہیں بے حساب

1 ......ابو سعود، الزمر، تحت الآیۃ: ۱۰، ۴/۴۶۰، مدارك، الزمر، تحت الآیۃ: ۱۰، ص۱۰۳۳، ملتقطاً.
2 ......بیضاوی، الزمر، تحت الآیۃ: ۱۰، ۵/۶۰، خازن، الزمر، تحت الآیۃ: ۱۰، ۴/۵۱، ملتقطاً.
3 ......خازن، الزمر، تحت الآیۃ: ۱۰، ۴/۵۱، ملخصاً.
4 ......ابو سعود، الزمر، تحت الآیۃ: ۱۰، ۴/۴۶۱.

اجروثواب دیا جائے گا۔ یہاں ان کے اجروثواب سے متعلق حدیثِ پاک بھی ملاحظہ ہو، چنانچہ

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مصیبت اور بلا میں مبتلا رہنے والے (قیامت کے دن) حاضر کئے جائیں گے، نہ اُن کے لئے میزان قائم کی جائے گی اور نہ اُن کے لئے (اعمال ناموں کے) دفتر کھولے جائیں گے، ان پر اجروثواب کی (بے حساب) بارش ہوگی یہاں تک کہ دنیا میں عافیت کی زندگی بسر کرنے والے ان کا بہترین ثواب دیکھ کر آرزو کریں گے کہ ’’کاش (وہ اہلِ مصیبت میں سے ہوتے اور) ان کے جسم قینچیوں سے کاٹے گئے ہوتے (تاکہ آج یہ صبر کا اجر پاتے)۔ [1]

اور حضرت علی مرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجۡہَہُ الۡکَرِیۡم فرماتے ہیں کہ صبر کرنے والوں کے علاوہ ہر نیکی کرنے والے کی نیکیوں کا وزن کیا جائے گا کیونکہ صبر کرنے والوں کو بے اندازہ اور بے حساب دیا جائے گا۔ [2]

اللّٰہ تعالٰی ہمیں عافیت نصیب فرمائے اور مَصائب وآلام آنے کی صورت میں صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

قُلۡ اِنِّیۡۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ ﴿۱۱﴾ وَ اُمِرۡتُ لِاَنۡ اَکُوۡنَ اَوَّلَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ مجھے حکم ہے کہ اللّٰہ کو پوجوں نرا اس کا بندہ ہوکر۔ اور مجھے حکم ہے کہ میں سب سے پہلے گردن رکھوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: مجھے حکم ہے کہ میں اللّٰہ کی عبادت کروں اسی کیلئے دین کو خالص کرتے ہوئے۔ اور مجھے حکم ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان بنوں۔

﴿ قُلۡ اِنِّیۡۤ اُمِرۡتُ: تم فرماؤ: مجھے حکم ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی

1 ......معجم الكبير، ابو الشعثاء جابر بن زيد عن ابن عباس، ١٤١/١٢، الحديث: ١٢٨٢٩.

2 ......خازن، الزمر، تحت الآية: ١٠، ٥١/٤.

اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کے مشرکین سے فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اخلاص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں اور مجھے میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں سب سے پہلے (اللہ تعالیٰ کے حضور) گردن رکھوں اور عبادت گزاروں اور مخلص لوگوں میں سب سے مُقدّم اور سبقت لے جانے والا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے اخلاص کا حکم دیا جو دل کا عمل ہے پھر اطاعت یعنی اعمالِ جوارح کا حکم دیا اور چونکہ شرعی اَحکام رسول سے حاصل ہوتے ہیں، وہی ان اَحکام کو پہنچانے والے ہیں تو وہ ان کے شروع کرنے میں سب سے مقدم اور اوّل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ حکم دے کر لوگوں کو تنبیہ کی ہے کہ دوسروں پر اس کی پابندی انتہائی ضروری ہے اور دوسروں کی ترغیب کے لئے نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ حکم دیا گیا ہے۔ (1)

قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بالفرض اگر مجھ سے نافرمانی ہو جائے تو مجھے بھی اپنے رب سے ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بالفرض اگر مجھ سے نافرمانی ہو جائے تو مجھے اپنے رب سے ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ کفارِ قریش نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ آپ اپنی قوم کے سرداروں اور اپنے رشتہ داروں کو نہیں دیکھتے جو لات وعُزّیٰ کی پوجا کرتے ہیں۔ اُن کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ آپ ان مشرکین سے فرما دیں ''اگر بالفرض مجھ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی ہو جائے تو مجھے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ایک بڑے دن یعنی قیامت

(1)......تفسیر طبری، الزمر، تحت الآیة: ۱۱-۱۲، ۱۰/۶۲۳، خازن، الزمر، تحت الآیة: ۱۱-۱۲، ۴/۵۱، مدارك، الزمر، تحت الآیة: ۱۱-۱۲، ص۱۰۳۳، ملتقطاً.

کے عذاب کا ڈر ہے۔[1] مراد یہ ہے کہ میں خدا کے عذاب سے بچنے کی کوشش کروں یا آباؤ اَجداد کی مخالفت سے بچوں۔ وہ آباؤ اَجداد جو اللہ کے عذاب سے بچا نہیں سکتے۔

قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں اللہ ہی کو پوجتا ہوں نرا اس کا بندہ ہوکر۔ تو تم اس کے سوا جسے چاہو پوجو تم فرماؤ پوری ہار انھیں جو اپنی جان اور اپنے گھر والے قیامت کے دن ہار بیٹھے ہاں ہاں یہی کھلی ہار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں خالص اس کا بندہ ہوکر۔ تو تم اس کے سوا جس کی عبادت کرنا چاہتے ہو، کرلو۔ (اے نبی) تم فرماؤ: بلاشبہ نقصان اٹھانے والے وہی ہیں جنہوں نے اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈالا۔ سن لو! یہی کھلا نقصان ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کے مشرکین سے فرمادیں کہ میں کسی اور کی عبادت نہیں کرتا بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوکر صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں اور اے کفار! تم اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو۔ جب مشرکین نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا کہ آپ نے اپنے آباؤ اَجداد کے دین کی مخالفت کر کے نقصان اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمادیں: بیشک حقیقت میں نقصان اٹھانے والے وہی ہیں جنہوں نے اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈالا کہ خود گمراہی اختیار کر کے اور گھر والوں کو گمراہی

---

1 ......مدارك، الزمر، تحت الآية: ۱۳، ص۱۰۳۳، تفسير طبرى، الزمر، تحت الآية: ۱۳، ۱۰/٦۲۳، ملتقطاً.

میں مبتلا کر کے ہمیشہ کے لئے جہنم کے مستحق ہوگئے اور جنت کی ان عالیشان نعمتوں سے محروم ہوگئے جو ایمان لانے پر نہیں ملتیں۔ سن لو! یہی کھلا نقصان ہے۔ یاد رہے کہ یہ جو فرمایا گیا: ’’ **تم اللّٰہ تعالیٰ کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو** ‘‘ اس میں شرک کی اجازت نہیں بلکہ انتہائی غضب کا اظہار ہے۔ [1]

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے اوپر آگ کے پہاڑ ہیں اور ان کے نیچے پہاڑ اس سے **اللّٰہ** ڈراتا ہے اپنے بندوں کو اے میرے بندو تم مجھ سے ڈرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کیلئے ان کے اوپر سے آگ کے پہاڑ ہوں گے اور ان کے نیچے پہاڑ ہوں گے۔ **اللّٰہ** اپنے بندوں کو اسی سے ڈراتا ہے، اے میرے بندو! تو تم مجھ سے ڈرو۔

﴿ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ: ان کیلئے ان کے اوپر سے آگ کے پہاڑ ہوں گے۔ ﴾ اوپر نیچے آگ کے پہاڑ ہونے کا معنی یہ ہے کہ ہر طرف سے آگ انہیں گھیرے ہوئے ہوگی۔ [2]

کافروں کو ہر طرف سے آگ گھیرے ہوئے ہوگی

ایک اور مقام پر کفار کے اس عذاب کا ذکر کرتے ہوئے **اللّٰہ تعالیٰ** ارشاد فرماتا ہے:

یَوْمَ یَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَ یَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن عذاب انہیں ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا اور (اللّٰہ) فرمائے گا: اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔

1 ......خازن، الزمر، تحت الآیة: ١٤-١٥، ٤/٥١، مدارك، الزمر، تحت الآیة: ١٤-١٥، ص١٠٣٣، روح البیان، الزمر، تحت الآیة: ١٤-١٥، ٨/٨٧، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الزمر، تحت الآیة: ١٦، ص١٠٣٤.

3 ......عنکبوت: ٥٥.

اور حضرت سوید بن غفلہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’جب اللہ تعالیٰ اس بات کا ارادہ فرمائے گا کہ جہنمی اپنے ماسوا سب کو بھول جائیں تو ان میں سے ہر شخص کے لئے اس کے قد برابر آگ کا ایک صندوق بنایا جائے گا پھر اس پر آگ کے تالوں میں سے ایک تالا لگا دیا جائے گا، پھر اس شخص کی ہر رگ میں آگ کی کیلیں لگا دی جائیں گی، پھر اس صندوق کو آگ کے دوسرے صندوق میں رکھ کر آگ کا تالا لگا دیا جائے گا، پھر ان دونوں کے درمیان آگ جلائی جائے گی تو اب ہر کافر یہ سمجھے گا کہ اس کے سوا اب کوئی آگ میں نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ’’لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ‘‘ اور ارشاد فرمایا:

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے لئے آگ بچھونا ہے اور ان کے اوپر سے (اسی کا) اوڑھنا ہوگا۔ [1]

اللہ تعالیٰ ہمارا ایمان سلامت رکھے اور جہنم کے عذابات سے ہماری حفاظت فرمائے، اٰمین۔

﴿ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ: اللہ اپنے بندوں کو اسی سے ڈراتا ہے۔﴾ یعنی اے لوگو! میں نے قیامت کے دن نقصان اٹھانے والوں کے جس عذاب کی تمہیں خبر دی ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اس عذاب سے ڈراتا ہے تاکہ تم اس کے خوف سے گناہوں سے بچو اور کفر چھوڑ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ، اس کے رسول کی تصدیق کر کے اور احکامات و ممنوعات میں اس کی پیروی کر کے آخرت کے عذاب سے نجات پا جاؤ۔ اے میرے بندو! میں نے جو چیزیں تم پر فرض کیں ان کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنے کے معاملے میں مجھ سے ڈرو اور وہ کام نہ کرو جو میری ناراضی کا سبب ہو۔ [2]

وَ الَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰىۚ فَبَشِّرْ عِبَادِۙ ﴿۱۷﴾ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗؕ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾

1 ……مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الزهد، الشعبی، ٨/٢٨١، الحدیث: ١٠.

2 ……تفسیر طبری، الزمر، تحت الآیة: ١٦، ١٠/٦٢٤، مدارك، الزمر، تحت الآیة: ١٦، ص١٠٣٤.

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو بتوں کی پوجا سے بچے اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے انھیں کے لیے خوشخبری ہے تو خوشی سناؤ میرے ان بندوں کو۔ جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی اور یہ ہیں جن کو عقل ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے بتوں کی پوجا سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا انہیں کے لیے خوشخبری ہے تو میرے بندوں کو خوشخبری سنا دو۔ جو کان لگا کر بات سنتے ہیں پھر اس کی بہتر بات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقلمند ہیں۔

﴿وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْهَا: اور جنہوں نے بتوں کی پوجا سے اجتناب کیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے بتوں کی پوجا کرنے سے اجتناب کیا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی اور اس کی توحید کے اقرار، صرف اسی کی عبادت اور اس کے علاوہ تمام معبودوں سے براءت کا اظہار کیا، انہیں کے لئے دنیا میں اور آخرت میں خوشخبری ہے، دنیا میں نیک اعمال کی وجہ سے اچھی تعریف، موت کے وقت اور قبر میں رکھے جانے کے وقت راحت اور یونہی آخرت میں قبروں سے نکالنے کے وقت، حساب کے لئے کھڑے ہوتے وقت، پل صراط پار کرتے وقت، جنت میں داخل ہوتے وقت اور جنت میں الغرض ان تمام مقامات پر بھلائی، راحت اور رحمت انہیں حاصل ہوگی، تو اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دو جو کان لگا کر غور سے بات سنتے ہیں، پھر اس پر عمل کرتے ہیں جس میں ان کی بہتری ہو۔ یہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت اور وحدانیّت کے اقرار کی ہدایت دی اور یہی عقلمند ہیں۔ **شانِ نزول۔** حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایمان لائے تو آپ کے پاس حضرت عثمان، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ آئے اور ان سے حال دریافت کیا، انہوں نے اپنے ایمان کی خبر دی تو یہ حضرات بھی سن کر ایمان لے آئے۔ ان کے حق میں یہ آیت ”فَبَشِّرْ عِبَادِ......الآیہ“ نازل ہوئی۔ (1)

1......تفسیر طبری، الزمر، تحت الآیة: ١٧-١٨، ١٠/٦٢٤-٦٢٥، جلالین، الزمر، تحت الآیة: ١٧-١٨، ص٣٨٦، خازن، الزمر، تحت الآیة: ١٧-١٨، ٤/٥٢.

زیادہ بہتر اَحکام پر عمل کرنے والے بشارت کے مستحق ہیں

قرآن وحدیث میں مسلمانوں کو جو احکام دیئے گئے ہیں ان میں ثواب کے اعتبار سے فرق ہے، یوں بعض اعمال بعض سے بہتر ہیں، جیسے تنگدست مقروض کو آسانی آنے تک مہلت دینا اور قرض معاف کر دینا دونوں بہتر ہیں لیکن قرض معاف کر دینا مہلت دینے سے زیادہ بہتر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَیْسَرَةٍؕ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر مقروض تنگدست ہو تو اسے آسانی تک مہلت دو اور تمہارا قرض کو صدقہ کر دینا تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اگر تم جان لو۔

اسی طرح جیسی کسی نے تکلیف پہنچائی ویسی اسے سزا دینا اور صبر کرنا دونوں جائز ہیں لیکن صبر کرنا سزا دینے سے زیادہ بہتر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖؕ وَ لَىٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم (کسی کو) سزا دینے لگو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہو اور اگر تم صبر کرو تو بیشک صبر والوں کیلئے صبر سب سے بہتر ہے۔

یونہی سب سے بہتر نیک عمل وہ ہے جو اِستقامت کے ساتھ ہو اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم اتنے عمل کی عادت بناؤ جتنے کی تم طاقت رکھتے ہو، پس بہترین عمل وہ ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ کم ہی ہو۔ (3)

جو لوگ جائز احکام پر عمل کرتے ہیں وہ ملامت کے مستحق نہیں اور جو ثواب کے کام کرتے ہیں وہ قابلِ تعریف ہیں لیکن جو زیادہ بہتر اعمال بجالاتے ہیں وہ زیادہ ثواب کے مستحق اور زیادہ قابلِ تعریف ہیں۔

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِۚ (۱۹)

1 ……بقرہ: ۲۸۰.

2 ……نحل: ۱۲۶.

3 ……ابن ماجه، كتاب الزهد، باب المداومة على العمل، ۴/۴۸۷، الحديث: ۴۲۴۰.

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جس پر عذاب کی بات ثابت ہوچکی نجات والوں کے برابر ہو جائے گا تو کیا تم ہدایت دے کر آگ کے مستحق کو بچا لو گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا وہ جس پر عذاب کی بات ثابت ہوچکی ہے (وہ نجات والوں کے برابر ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں۔) تو کیا تم اسے جو آگ کا مستحق ہے، بچا لو گے؟

﴿ **اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ :تو کیا وہ جس پر عذاب کی بات ثابت ہوچکی ہے۔** ﴾ بت پرستی سے بچنے والوں کا حال بیان کرنے کے بعد یہاں سے بت پرستوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے۔اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ وہ جہنمی ہے کیا وہ اس کی طرح ہوسکتا ہے جس پر عذاب واجب نہیں ہوا۔ (وہ ہرگز اس کی طرح نہیں ہوسکتا۔)[1]

﴿ **اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ :تو کیا تم اسے جو آگ میں ہے بچا لو گے؟** ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ (جو ازلی بدبخت ہے اور) جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ وہ اپنے خبیث اعمال کی وجہ سے جہنم میں جانے کا حقدار ہے تو کیا آپ اسے ہدایت دے کر جہنم سے بچالیں گے، ہرگز نہیں۔[2]

لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِیَّةٌ ۙ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِیْعَادَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: لیکن جو اپنے رب سے ڈرے ان کے لیے بالا خانے ہیں ان پر بالا خانے بنے ان کے نیچے نہریں بہیں اللہ کا وعدہ اللہ وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

1 ......روح البيان، الزمر، تحت الآية: ١٩، ٩١/٨-٩٢، تفسير سمرقندى، الزمر، تحت الآية: ١٩، ١٤٧/٣، ملتقطاً.

2 ......تفسير سمرقندى، الزمر، تحت الآية: ١٩، ١٤٧/٣، جلالين، الزمر، تحت الآية: ١٩، ص٣٨٦، خازن، الزمر، تحت الآية: ١٩، ٥٢/٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لیکن اپنے رب سے ڈرنے والوں کیلئے بلند محلات ہیں جن کے اوپر (مزید) بلند محلات بنے ہوئے ہیں۔ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

﴿ لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ : لیکن جو اپنے رب سے ڈرے۔﴾ اس آیت میں متقی اور پرہیزگار اہلِ ایمان کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: لیکن اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والوں اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والوں کیلئے جنت کے بلند محلات ہیں جن کے اوپر مزید بلند محلات بنے ہوئے ہیں جو ان سے زیادہ بلند ہیں۔ ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ [1]

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بے شک جنتی لوگ اپنے مقامات میں فرق کے باعث اپنے سے اوپر بالا خانے والوں کو ایسے دیکھیں گے جس طرح اُفق میں مشرق یا مغرب کی جانب کسی روشن ستارے کو دیکھتے ہوں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ تو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی منزلیں ہیں دوسرے وہاں کیسے پہنچ سکتے ہیں! ارشاد فرمایا: ’’کیوں نہیں، وہ لوگ پہنچ سکیں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تصدیق کی۔ [2]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ یَنَابِیْعَ فِی الْاَرْضِ ثُمَّ یُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾

ع ۲ ۱۲ ۱۶

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے زمین میں چشمے بنائے پھر اس سے

1 ......خازن، الزمر، تحت الآیة: ۲۰، ۴/ ۵۲.

2 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنّة وانّها مخلوقة، ۲/ ۳۹۳، الحدیث: ۳۲۵۶.

کھیتی نکالتا ہے کئی رنگت کی پھر سوکھ جاتی ہے تو تُو دیکھے کہ وہ پیلی پڑ گئی پھر اسے ریزہ ریزہ کر دیتا ہے بے شک اس میں دھیان کی بات ہے عقل مندوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اسے زمین میں موجود چشموں میں داخل کیا پھر اس سے مختلف رنگوں کی کھیتی نکالتا ہے پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے تو تُو دیکھتا ہے کہ وہ پیلی پڑ جاتی ہے پھر اللہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، بیشک اس میں عقل مندوں کیلئے نصیحت ہے۔

﴾اَلَمْ تَرَ: کیا تو نے نہ دیکھا۔﴿ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے آخرت کے اوصاف بیان فرمائے تا کہ عقلمند اس کی طرف راغب ہوں جبکہ اس آیت میں دنیا کے اوصاف بیان فرمائے تا کہ ان میں دنیا کی محبت سے دوری پیدا ہو۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل فرمائی، پھر اس پانی کو مختلف جگہوں کی طرف بھیجا، پھر اسے زمین میں موجود چشموں میں داخل کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ اس پانی سے مختلف رنگوں جیسے زرد، سبز، سرخ، سفید اور مختلف قسموں جیسے گیہوں، جَو اور طرح طرح کے غلے کی کھیتی نکالتا ہے، پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے اور تُو دیکھتا ہے کہ وہ سرسبز وشاداب ہونے کے بعد پیلی پڑ جاتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ بے شک جس نے نباتات میں ان احوال کا مشاہدہ کیا ہے تو وہ جان جائے گا کہ حیوان اور انسان کا حال بھی اسی طرح ہے کہ اگرچہ اس کی عمر لمبی ہو لیکن ایک دن ایسا آئے گا کہ اس کا رنگ پیلا پڑ جائے گا اور اس کے اَعضاء واَجزاء ٹوٹنے لگیں گے اور بالآخر اس کا انجام موت ہے لہٰذا جب وہ نباتات میں ان اَحوال کا مشاہدہ کر کے اپنی ذات اور زندگی میں غور کرے گا تو اس سے اس کے دل میں دنیا اور اس کی رنگینیوں سے نفرت پیدا ہو گی۔ (1)

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾

1 ......تفسیر کبیر، الزمر، تحت الآیۃ: ۲۱، ۹/۴۳۹-۴۴۰.

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے اس جیسا ہو جائے گا جو سنگ دل ہے تو خرابی ہے ان کی جن کے دل یادِ خدا کی طرف سے سخت ہو گئے ہیں وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے (اس جیسا ہو جائے گا جو سنگدل ہے) تو خرابی ہے ان کیلئے جن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف سے سخت ہو گئے ہیں۔ وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔

﴿ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ: تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا اور اسے حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی تو وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے یقین و ہدایت پر ہے اس جیسا ہو جائے گا جس کے دل پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی تو وہ ہدایت قبول نہیں کرتا۔[1]

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَ مَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ یَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے تو اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کا سینہ تنگ، بہت ہی تنگ کر دیتا ہے گویا کہ وہ زبردستی آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ اسی طرح اللہ ایمان نہ لانے والوں پر عذاب مسلط کر دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جب یہ آیت ''اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ'' تلاوت فرمائی تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، سینے کا کھلنا کس طرح ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ جب نور دل میں داخل ہوتا ہے تو وہ کھلتا

---

1 ......خازن، الزمر، تحت الآیۃ: ۲۲، ۴/۵۳۔

2 ......انعام: ۱۲۵۔

ہےاوراس میں وسعت ہوتی ہے۔صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے عرض کی:اس کی کیا علامت ہے؟ارشاد فرمایا:''ہمیشگی کے گھر (یعنی جنت) کی طرف متوجہ ہونا اور دھوکے کے گھر (یعنی دنیا سے) دور رہنا اور موت کے لئے اس کے آنے سے پہلے آمادہ ہونا۔[1]

﴿فَوَیۡلٌ لِّلۡقٰسِیَةِ قُلُوۡبُهُمۡ مِّنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ: تو خرابی ہے ان کیلئے جن کے دل اللّٰہ کے ذکر کی طرف سے سخت ہوگئے ہیں۔﴾ یعنی ان کے لئے خرابی ہے جن کے پاس اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے یا اس کی آیات کی تلاوت کی جائے تو وہ پہلے سے زیادہ سکڑ جائیں اور ان کے دلوں کی سختی زیادہ ہو جائے ،یہی لوگ جن کے دل سخت ہو گئے حق سے بہت دور اور کھلی گمراہی میں ہیں۔[2]

اللّٰہ تعالیٰ کے ذکر سے مومنوں کے دل نرم ہوتے اور کافروں کے دِلوں کی سختی بڑھتی ہے

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ اپنی مشہور تصنیف تفسیر خازن میں فرماتے ہیں ''نفس جب خبیث ہوتا ہے تو اسے حق قبول کرنے سے بہت دوری ہو جاتی ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر سننے سے اس کی سختی اور دل کا غبار بڑھتا ہے اور جیسے سورج کی گرمی سے موم نرم ہوتا ہے اور نمک سخت ہوتا ہے ایسے ہی اللّٰہ تعالیٰ کے ذکر سے مومنین کے دل نرم ہوتے ہیں اور کافروں کے دِلوں کی سختی اور بڑھتی ہے۔[3]

اس آیت سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جنہوں نے اللّٰہ تعالیٰ کے ذکر سے روکنا اپنا شعار بنالیا ہے، وہ صوفیوں کے ذکر کو بھی منع کرتے ہیں،نمازوں کے بعد اللّٰہ کا ذکر کرنے والوں کو بھی روکتے اور منع کرتے ہیں،ایصالِ ثواب کے لئے قرآنِ کریم اور کلمہ پڑھنے والوں کو بھی بدعتی بتاتے ہیں اور ان ذکر کی محفلوں سے بہت گھبراتے اور دور بھاگتے ہیں،اللّٰہ تعالیٰ انہیں ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:''اللّٰہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا زیادہ گفتگو نہ کیا کرو کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ زیادہ گفتگو دل کی سختی ہے،اور لوگوں میں اللّٰہ تعالیٰ سے زیادہ دور وہ ہوتا ہے جس کا دل سخت ہو۔[4]

1 ......الزهد الكبير للبيهقي، الجزء الخامس، ص٣٥٦، الحديث: ٩٧٤.
2 ......ابو سعود، الزمر، تحت الآية: ٢٢، ٤/٤٦٥، ملخصاً.
3 ......خازن، الزمر، تحت الآية: ٢٢، ٤/٥٣.
4 ......ترمذي، كتاب الزهد، ٦٢-باب، ٤/١٨٤، الحديث: ٢٤١٩.

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ﳓ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں یہ اللّٰہ کی ہدایت ہے راہ دکھائے اسے جسے چاہے اور جسے اللّٰہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ نے سب سے اچھی کتاب اتاری کہ ساری ایک جیسی ہے، بار بار دہرائی جاتی ہے۔ اس سے ان لوگوں کے بدن پر بال کھڑے ہوتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل اللّٰہ کی یاد کی طرف نرم پڑ جاتے ہیں۔ یہ اللّٰہ کی ہدایت ہے وہ جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے اور جسے اللّٰہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔

﴿ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ: اللّٰہ نے سب سے اچھی کتاب اتاری۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کے چار اوصاف بیان فرمائے ہیں۔

پہلا وصف: قرآن پاک سب سے اچھی کتاب ہے۔ قرآن شریف عبارت اور معنی دونوں اعتبار سے سب سے اچھی کتاب ہے، عبارت میں اس طرح کہ یہ ایسا فصیح و بلیغ کلام ہے کہ کوئی کلام اس سے کچھ نسبت ہی نہیں رکھ سکتا، اس کا مضمون انتہائی دل پذیر ہے حالانکہ یہ نہ عام کلاموں جیسی نظم ہے نہ شعر بلکہ بڑے نرالے ہی اُسلوب پر ہے اور معنی میں یہ ایسا بلند مرتبہ ہے کہ تمام علوم کا جامع اور معرفتِ الٰہی جیسی عظیم الشان نعمت کا رہنما ہے اور اس میں باہمی

کوئی ٹکراؤ اور اختلاف نہیں۔

دوسرا وصف: یہ کتاب شروع سے آخر تک حسن و خوبی میں ایک جیسی ہے۔

تیسرا وصف: یہ کتاب مَثانی ہے، اس کا ایک معنی یہ ہے کہ یہ دوہرے بیان والی ہے کہ اس میں وعدے کے ساتھ وعید، امر کے ساتھ نہی اور اَخبار کے ساتھ اَحکام ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ یہ کتاب بار بار پڑھی جانے والی ہے۔

چوتھا وصف: اس کی تلاوت کرنے سے ان لوگوں کے بدن پر بال کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے ہیں، پھران کی کھالیں اور دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف رغبت میں نرم پڑ جاتے ہیں۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ یہ اَولِیاءُ اللہ کی صفت ہے کہ ذکرِ الٰہی سے اُن کے بال کھڑے ہوتے، جسم لرزتے ہیں اور دل چین پاتے ہیں۔ [1]

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی اپنا حقیقی خوف نصیب کرے۔ حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے بندے کے بال کھڑے ہوجائیں تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح خشک درخت سے اس کے پتے جھڑتے ہیں۔ [2]

﴿ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ: یہ اللہ کی ہدایت ہے۔﴾ یعنی یہ قرآن جو سب سے اچھی کتاب ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، وہ جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے اور ہدایت پانے والا وہ ہے جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ ہدایت قبول کرنے کے لئے کھول دے اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے (اس طرح کہ اس کی بدعملیوں کی وجہ سے اس میں گمراہی پیدا فرمادے تو) اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ [3]

اَفَمَنْ یَّتَّقِیْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ قِیْلَ لِلظّٰلِمِیْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾

---

❶......خازن، الزمر، تحت الآیة: ۲۳، ۴/۵۳-۵۴، ملخصاً.

❷......شعب الایمان، الحادی عشر من شعب الایمان... الخ، ۱/۴۹۱، الحدیث: ۸۰۳.

❸......خازن، الزمر، تحت الآیة: ۲۳، ۴/۵۴.

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جو قیامت کے دن برے عذاب کی ڈھال نہ پائے گا اپنے چہرے کے سوا نجات والے کی طرح ہو جائے گا اور ظالموں سے فرمایا جائے گا اپنا کمایا چکھو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا وہ جو قیامت کے دن اپنے چہرے کے ذریعے برے عذاب کو روکنے کی کوشش کرے گا (وہ نجات پانے والوں کی طرح ہوسکتا ہے؟) اور ظالموں سے فرمایا جائے گا: اپنے کمائے ہوئے اعمال کا مزہ چکھو۔

﴿ اَفَمَنْ یَّتَّقِیْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ: تو کیا وہ جو قیامت کے دن اپنے چہرے کے ذریعے برے عذاب کو روکنے کی کوشش کرے گا۔ ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر دو چیزیں لازم فرما دیں جن کے دل (اللہ تعالیٰ کے ذکر سے) سخت ہو گئے، (1) دنیا میں گمراہی۔ اس کا ذکر اوپر والی آیت میں ہوا، (2) آخرت میں شدید عذاب۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں جس کا ذکر ہے اس سے مراد وہ کافر ہے جس کے ہاتھ گردن کے ساتھ ملا کر باندھ دیئے جائیں گے اور اس کی گردن میں گندھک کا ایک جلتا ہوا پہاڑ پڑا ہو گا جو اس کے چہرے کو بھون ڈالتا ہو گا، اس طرح اسے اوندھا کر کے آتشِ جہنم میں گرایا جائے گا۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تو کیا وہ جو قیامت کے دن اپنے چہرے کو ڈھال بنا کر اس کے ذریعے برے عذاب کو روکنے کی کوشش کرے گا وہ اس مومن کی طرح ہوسکتا ہے جو عذاب سے مامون اور محفوظ ہو؟ ہرگز نہیں۔ اور ظالموں سے جہنم کے خازن کہیں گے: دنیا میں جو کفر سرکشی اختیار کی تھی اب اس کا وبال وعذاب برداشت کرو۔ (1)

كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿٢٥﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْیَ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاۚ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾

وقف لازم

(1) ......تفسیر کبیر، الزمر، تحت الآیة: ٢٤، ٩/٤٤٨، خازن، الزمر، تحت الآیة: ٢٤، ٤/٥٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے اگلوں نے جھٹلایا تو انھیں عذاب آیا جہاں سے انھیں خبر نہ تھی۔ اور اللّٰہ نے انھیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا اور بے شک آخرت کا عذاب سب سے بڑا کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا تو ان کے پاس وہاں سے عذاب آیا جہاں سے انہیں خبر نہ تھی۔ اور اللّٰہ نے انہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا اور بیشک آخرت کا عذاب سب سے بڑا ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر وہ جان لیتے۔

﴿ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا اسی طرح کفارِ مکہ سے پہلے کافروں نے بھی اپنے رسولوں کو جھٹلایا تو ان کے پاس وہاں سے عذاب آیا جہاں سے عذاب آنے کا انہیں خطرہ بھی نہ تھا اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا کہ کسی قوم کی صورتیں مَسخ کیں، کسی کو زمین میں دھنسایا، کسی کو قتل اور جلا وطنی میں مبتلا کیا، کسی پر پانی کا طوفان بھیجا اور کسی پر پتھر برسائے اور بیشک آخرت کا جو عذاب ان کے لئے تیار کیا گیا ہے وہ دنیا کے سب عذابوں سے بڑا ہے۔ اگر وہ اس بات کو جان لیتے اور تکذیب کرنے کی بجائے ایمان لے آتے تو ان کیلئے بہتر ہوتا۔[1]

آیت ”كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)......غفلت بھی کفار کے عیوب میں سے ایک عیب ہے، یعنی سرکشی کرنا اور انجام سے بے خبر رہنا۔

(2)......کبھی بدعملی کی سزا دنیا میں بھی مل جاتی ہے مگر یہ سزا آخرت کی سزا پر اثر انداز نہ ہوگی بلکہ وہ سزا پوری پوری علیحدہ ہے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾

1 ......خازن، الزمر، تحت الآية: ٢٥-٢٦، ٤/٥٤، مدارك، الزمر، تحت الآية: ٢٥-٢٦، ص١٠٣٦، روح البيان، الزمر، تحت الآية: ٢٥-٢٦، ٨/١٠١، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی کہاوت بیان فرمائی کہ کسی طرح انہیں دھیان ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان فرمائی تا کہ وہ نصیحت حاصل کرلیں۔

﴿ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان فرمائی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں وہ تمام مثالیں بیان فرمائی ہیں جن کی اپنے دین کے معاملے میں غور کرنے والے کو ضرورت ہے تا کہ وہ (انہیں پڑھ اور سن کر) نصیحت قبول کریں۔[1]

قرآنِ پاک میں سب کی ضرورتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے

یاد رہے کہ قرآنِ کریم میں دلائل، مثالیں، بشارت، ڈرانا، عشقِ الٰہی اور نعتِ مصطفٰی سب ہی مذکور ہیں کیونکہ قرآنِ پاک ساری دنیا کے لئے آیا ہے اور ہر جگہ اور علاقے کے لوگوں کی طبیعتیں مختلف ہیں، ان میں سے کوئی دلائل سے مانتا ہے، کوئی خوف سے، کوئی لالچ سے، کوئی عشق و محبت سے، اس لئے قرآنِ پاک میں سب کی ضرورتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عربی زبان کا قرآن جس میں اصلاً کجی نہیں کہ کہیں وہ ڈریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عربی زبان کا قرآن جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں تا کہ وہ ڈریں۔

﴿ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا: عربی زبان کا قرآن۔﴾ یعنی اس قرآن کی زبان عربی ہے اور یہ ایسا فصیح ہے کہ جس نے فصاحت و بلاغت کے ماہر ترین افراد کو بھی اپنی مثل بنالانے سے عاجز کردیا اور یہ آیات کے باہمی ٹکراؤ اور اختلاف سے پاک ہے اور اس لئے نازل ہوا تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور کفر و تکذیب سے باز آئیں۔[2]

---

1 ......بیضاوی، الزمر، تحت الآیة: ۲۷، ۵/۶۵.

2 ......خازن، الزمر، تحت الآیة: ۲۸، ۴/۵۴.

قرآنِ پاک کی یہی شان بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ لَّىٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

اور فرماتا ہے:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَؕ وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَ رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍؕ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًاؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ایک مثال بیان فرماتا ہے ایک غلام میں کئی بدخوآقا شریک اور ایک نرے ایک مولیٰ کا کیا ان دونوں کا حال ایک سا ہے سب خوبیاں اللہ کو بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے ایک غلام آدمی کی مثال بیان فرمائی جس میں کئی بداخلاق آقا شریک ہوں اور ایک ایسا غلام مرد ہو جو خالص ایک ہی کا غلام ہو۔ کیا دونوں کا حال ایک جیسا ہے؟ سب خوبیاں اللہ کیلئے ہیں بلکہ ان میں اکثر نہیں جانتے۔

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا: اللہ ایک مثال بیان فرماتا ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرما کر مومن اور کافر میں فرق بیان فرمایا ہے۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم

1 ......بنی اسرائیل: ۸۸۔

2 ......النساء: ۸۲۔

کے سامنے ایک مثال بیان فرمائیں اوران سے دریافت فرمائیں کہ تم اس مرد کے بارے میں کیا کہتے ہو جو کئی بداَخلاق آقاؤں کا غلام ہو اور وہ آقا آپس میں اختلاف کریں اور ہر ایک دعویٰ کرے کہ یہ مرد میرا غلام ہے، ان میں سے ہر ایک آقا اسے اپنی طرف کھینچتا ہے اور اپنے اپنے کام بتاتا ہے، وہ غلام حیران اور انتہائی پریشان ہے کہ کس کا حکم بجالائے اور کس طرح اپنے تمام آقاؤں کو راضی کرے اور خود اس غلام کو جب کوئی حاجت وضرورت درپیش ہو تو کس آقا سے کہے، اور اس مرد کے بارے میں کیا کہتے ہو جو ایک ہی آقا کا غلام ہو، وہ اخلاص کے ساتھ اس کی خدمت کرکے اسے راضی کرسکتا ہے اور جب کوئی حاجت پیش آئے تو اسی سے عرض کرسکتا ہے، اس کو کوئی پریشانی پیش نہیں آتی۔ مجھے بتاؤ کہ ان دونوں غلاموں میں سے کس کا حال اچھا ہے (یقیناً اسی غلام کا حال اچھا ہے جو صرف ایک آقا کا غلام ہے) تو یہی حال مومن اور کافر کا ہے کہ مومن ایک مالک کا بندہ ہے، اسی کی عبادت کرتا ہے اس لئے اس کا حال اچھا ہے جبکہ مشرک جماعت کے غلام کی طرح ہے کہ اس نے بہت سے معبود قرار دے دیئے ہیں اس لئے اس کا حال برا ہے۔ سب خوبیاں اللّٰہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو اکیلا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں، بلکہ ان کفار میں اکثر یہ بات نہیں جانتے کہ اللّٰہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔[1]

اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہیں انتقال فرمانا ہے اوران کو بھی مرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب!) بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اوران کو بھی مرنا ہے۔

﴿اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ: بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اوران کو بھی مرنا ہے۔﴾ اس آیت میں ان کفار کا رد ہے جو سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وفات کا انتظار کیا کرتے تھے، انہیں فرمایا گیا کہ خود مرنے والے ہو کر دوسرے کی موت کا انتظار کرنا حماقت ہے۔[2]

1 ......خازن، الزمر، تحت الآية: ٢٩، ٤/٥٥، ملخصاً.

2 ......جلالين مع صاوى، الزمر، تحت الآية: ٣٠، ٥/١٧٩٦.

انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی موت ایک آن کے لئے ہوتی ہے

کفار تو زندگی میں بھی مرے ہوئے ہیں اور انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی موت ایک آن کے لئے ہوتی ہے پھر اُنہیں حیات عطا فرمائی جاتی ہے۔ اس پر بہت سے شرعی دلائل قائم ہیں، ان میں سے دو یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

(1)......حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بے شک اللّٰہ تعالٰی نے انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جسموں کو کھانا زمین پر حرام فرما دیا ہے، پس اللّٰہ تعالٰی کا نبی زندہ ہے، اسے رزق دیا جاتا ہے۔[1]

(2)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان میں نماز پڑھتے ہیں۔[2] اعلیٰ حضرت رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں:

انبیا کو بھی اجل آنی ہے مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اُسی آن کے بعد اُن کی حیات مثلِ سابق وہی جسمانی ہے

ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر (اے لوگو!) تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔

﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ: پھر تم۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! پھر مرنے کے بعد تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔ اس جھگڑے سے مراد یہ ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اُمت پر حجت قائم کریں گے کہ انہوں نے رسالت کی تبلیغ کی اور دین کی دعوت دینے میں بہت زیادہ کوشش صَرف فرمائی اور کافر بے فائدہ معذرتیں پیش کریں گے۔ یہ بھی کہا گیا

---

[1]......ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ذكر وفاته ودفنه صلى الله عليه وسلم، ٢/٢٩١، الحديث: ١٦٣٧.

[2]......مسند ابو يعلى، مسند انس بن مالك، ثابت البناني عن انس، ٣/٢١٦، الحديث: ٣٤١٢.

ہے کہ اس سے سب لوگوں کا جھگڑنا مراد ہے کہ لوگ دُنْیَوی حقوق کے بارے میں ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے اور ہر ایک اپنا حق طلب کرے گا۔ [1]

بندوں کے حقوق کی اہمیت

اس آیت سے بندوں کے حقوق کی اہمیت بھی واضح ہوئی ،لہٰذا جس نے کسی کا کوئی حق تلف کیا ہے اسے چاہئے کہ اپنی زندگی میں ہی اس کا حق ادا کر دے یا اس سے معاف کروا لے ورنہ قیامت کے دن حق کی ادائیگی کرنا پڑی تو وہ بہت بڑی مصیبت میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ یہاں اس سے متعلق **2** اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں، چنانچہ

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے کسی کی عزت یا کسی اور چیز پر زیادتی کی ہو تو اسے چاہئے کہ اس دن کے آنے سے پہلے آج ہی معافی حاصل کر لے جس دن درہم و دینار پاس نہ ہوں گے۔ اگر اس کے پاس نیک اعمال ہوئے تو ظلم کے برابر ان میں سے لے لئے جائیں گے اور اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو ظلم کے برابر مظلوم کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ [2]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کیا تم جانتے ہو کہ مُفلس و کنگال کون ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: ہم میں مُفلس وہ ہے کہ جس کے پاس نہ درہم ہوں نہ سامان۔ ارشاد فرمایا: ’’میری اُمت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے، زکوٰۃ لے کر آیا اور یوں آیا کہ اِسے گالی دی، اُسے تہمت لگائی، اِس کا مال کھایا، اُس کا خون بہایا، اُسے مارا۔ اِس کی نیکیوں میں سے کچھ اِس مظلوم کو دے دی جائیں گی اور کچھ اُس مظلوم کو، پھر اگر اس کے ذمہ حقوق کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں (اس کے پاس سے) ختم ہو جائیں تو ان مظلوموں کی خطائیں لے کر اس ظالم پر ڈال دی جائیں گی، پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ [3]

اللہ تعالیٰ ہمیں دوسروں کی حق تلفی کرنے سے محفوظ فرمائے اور جن کے حقوق تلف ہو گئے تو دنیا کی زندگی میں ہی ان کے حق ادا کر دینے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

1 ......روح البیان، الزمر، تحت الآیۃ: ۳۱، ۸/۱۰۶.

2 ......بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب من کانت لہ مظلمۃ عند الرجل... الخ، ۲/۱۲۸، الحدیث: ۲۴۴۹.

3 ......مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم، ص۱۳۹۴، الحدیث: ۵۹ (۲۵۸۱).

پارہ نمبر...... 24

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور حق کو جھٹلائے جب اُس کے پاس آئے کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے پاس آئے؟ کیا کافروں کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں؟

﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ: تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ ظالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے شریک ثابت کرے اور اس کے لئے اولاد قرار دے، پھر کہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہی حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کو جھٹلائے جو اس نے اپنے حبیب محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر نازل فرمائی ہے اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کا انکار کرے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف مبعوث فرمایا ہے اور خود ہی سمجھ لو کہ کیا ایسے آدمی کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہونا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی تصدیق کرنے سے انکار کرے اور قرآنِ پاک کے اَحکامات کی پیروی کرنے سے منہ موڑے۔ (یقیناً جہنم ہی میں اس کا ٹھکانہ ہے۔)[1]

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی صورت

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی مختلف صورتیں ہیں، ایک صورت تو یہاں آیت کی تفسیر میں بیان ہوئی

1......تفسیر طبری، الزّمر، تحت الآیۃ: ۳۲، ۱۱/۴، ملخصاً۔

کہ اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا اور اس کے لئے اولاد قرار دینا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے، اور دوسری صورت بیان کرتے ہوئے علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر جھوٹ باندھا جائے، مثلاً یوں کہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس طرح فرمایا، یا یہ ان کی شریعت ہے، حالانکہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نہ اُس طرح فرمایا ہو اور نہ ہی وہ چیز ان کی شریعت ہو۔[1]

لہٰذا جو لوگ اپنی گھڑی ہوئی باتیں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف یا ان کی شریعت کی جانب منسوب کرتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والوں میں شامل ہیں۔ ہمارے معاشرے میں اس کی ایک عام مثال یہ ہے کہ کچھ لوگ SMS یا E-MAIL وغیرہ کے ذریعے قرآن پاک اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کر کے عوام میں پھیلاتے ہیں اور انہیں عام کرنے کی لوگوں کو ترغیب دیتے ہیں اور بعض اوقات عام نہ کرنے پر جھوٹی وعیدیں بھی بیان کر دیتے ہیں۔ عوامُ النّاس کو چاہئے کہ آیات و اَحادیث اور بزرگانِ دین کے اَقوال وغیرہ پر مشتمل اسلامی SMS مُستَنَد علماءِ کرام سے تصدیق کروائے بغیر کسی کو مت بھیجیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے کی وعید بہت سخت ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت مغیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مجھ پر جھوٹ باندھنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں ہے، جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے گا تو اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔[2]

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف کوئی بھی جھوٹی بات منسوب کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾

---

1 ......صاوی، الزّمر، تحت الآیة: ٣٢، ١٧٩٧/٥.

2 ......بخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من النّیاحة علی المیّت، ٤٣٧/١، الحدیث: ١٢٩١.

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جس نے ان کی تصدیق کی یہی پرہیزگار ہیں۔

﴾وَ الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ: اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے۔﴿ اس آیت میں صِدق سے کیا مراد ہے اور اسے لانے والے اور اس صِدق کی تصدیق کرنے والے سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، ان میں سے 5 قول درج ذیل ہیں،

(1)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''صدق سے مراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت ہے اور اسے لے کر تشریف لانے والے سے مراد رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی ہیں کہ اسے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مخلوق تک پہنچایا۔

(2)......صدق سے مراد قرآنِ پاک ہے، اسے لانے والے جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔

(3)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اور مفسرین کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ سچ لے کر تشریف لانے والے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔

(4)......سچ لے کر تشریف لانے والے سے مراد حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور تصدیق کرنے والے سے تمام مومنین مراد ہیں۔

(5)......سچ لے کر تشریف لانے والے اور تصدیق کرنے والے سے ایک پوری جماعت مراد ہے، تشریف لانے والے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں اور تصدیق کرنے والے سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی۔[1]

﴾اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ: یہی پرہیزگار ہیں۔﴿ یعنی وہ لوگ جن کے یہ اَوصاف ہیں (جو اوپر بیان ہوئے) یہی اللہ

1......خازن، الزّمر، تحت الآية: ٣٣، ٤ /٥٥-٥٦، تفسير كبير، الزّمر، تحت الآية: ٣٣، ٩/٤٥٢، مدارك، الزّمر، تحت الآية: ٣٣، ص١٠٣٨، ملتقطاً.

تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرکے، بتوں سے بیزاری ظاہر کرکے، اللہ تعالیٰ کے فرائض کی ادائیگی اور اس کی نافرمانی سے اِجتناب کرکے اس کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔[1]

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣٤﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے لیے ہے جو وہ چاہیں اپنے رب کے پاس نیکوں کا یہی صلہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کیلئے ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ہے جو یہ چاہیں گے۔ یہ نیک بندوں کا صلہ ہے۔

﴿لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ: ان کیلئے ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ہوگی جو یہ چاہیں گے۔﴾ اس آیت میں متقی لوگوں کے اُخروی انعامات کو بیان کیا گیا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان متقی لوگوں کے لئے دنیا میں اچھے اعمال کرنے کے بدلے آخرت میں ہر وہ نفع ہے جو وہ چاہیں گے اور وہ ہر طرح کے نقصان سے محفوظ رہیں گے، نیک بندوں کا یہی صلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مُقرّب بندوں کو ملنے والی قدرت اور اختیار

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقرب بندے ایسے ہیں جنہیں دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ یہ قدرت و اختیار دیتا ہے کہ وہ جو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے جیسے صحیح بخاری کی حدیث ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کیا میں تمہیں بتادوں کہ جنتی کون ہیں؟ ہر وہ کمزور اور گمنام آدمی کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اسے سچا کردے۔[2]

اور صحیح مسلم میں ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جن کے بال پَراگندہ ہیں، اور لوگ انہیں اپنے دروازوں سے دھتکار دیتے ہیں (لیکن ان کا مقام یہ ہوتا ہے کہ) اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو سچا کر دیتا ہے۔[3]

1 ......تفسير طبری، الزّمر، تحت الآية: ٣٣، ١١/٦.

2 ......بخاری، كتاب الادب، باب الكبر، ١١٨/٤، الحديث: ٦٠٧١.

3 ......مسلم، كتاب البرّ والصّلة والآداب، باب فضل الضّعفاء والخاملين، ص١٤١٢، الحديث: ١٣٨(٢٦٢٢).

یہاں ایک بڑی دلچسپ بات ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اگر اولیاء رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کیلئے یہ فضیلت ثابت کریں کہ وہ جو چاہیں ہوجاتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم نے انہیں خدا بنا دیا، یا یہ تو خدا بنانے والی بات ہوگئی۔ ایسے لوگوں سے سوال ہے کہ جنت میں تو ہر جنتی کو یہ فضیلت حاصل ہوگی تو کیا جنت میں تمام لوگ خدا بن جائیں گے؟ یا اِس آیت میں جو فضیلت بیان کی گئی ہے وہ بندوں کو جنت میں خدا بن جانے کی بشارت سنا رہی ہے۔ مَعَاذَ اللہ، اصل یہ ہے کہ سب کچھ دنیا میں اولیاء کے لئے ثابت کیا جائے یا آخرت میں جنت میں ہر جنتی کیلئے وہ بہر حال اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہوگا لہٰذا یہاں شرک کا تَصَوُّر بھی نہیں کیا جا سکتا اور جو لوگ ایسی چیزوں کو شرک کہتے ہیں وہ حقیقت میں نہ تو شرک کا مطلب جانتے ہیں اور نہ ہی خدا کی عظمت کو سمجھتے ہیں۔

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٣٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تاکہ اللہ ان سے اُتار دے برے سے برا کام جو انہوں نے کیا اور انہیں اُن کے ثواب کا صلہ دے اچھے سے اچھے کام پر جو وہ کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ اللہ ان سے ان کے برے کام مٹادے جو انہوں نے کیے اور انہیں ان کا اجر دے ان اچھے کاموں پر جو وہ کرتے تھے۔

﴿لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ: تاکہ اللہ مٹادے۔﴾ امام محمد بن جریر طبری رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ’’ان نیک بندوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے نیک کاموں کی جزا دی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ دنیا میں کئے ہوئے ان کے وہ برے کام مٹادے جن کا صرف ان کے رب تعالیٰ کو علم تھا اور جو انہوں نے ظاہری طور پر برے کام کئے، پھر ان سے توبہ و اِستغفار کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو انہیں بھی مٹادے۔ یونہی انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا والے جو اچھے کام کئے تھے ان پر اللہ تعالیٰ انہیں اجر و ثواب عطا فرمائے۔‘‘ (1)

1 ......تفسیر طبری، الزّمر، تحت الآیة: ٣٥، ١١/ ٦.

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَ یُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۚ﴿۳۶﴾ وَ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِعَزِیْزٍ ذِی انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اللہ اپنے بندوں کو کافی نہیں اور تمہیں ڈراتے ہیں اس کے سوا اَوروں سے اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کی کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔ اور جسے اللہ ہدایت دے اُسے کوئی بہکانے والا نہیں کیا اللہ عزت والا بدلہ لینے والا نہیں؟

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟ اور وہ تمہیں اللہ کے سوا دوسروں سے ڈراتے ہیں اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کیلئے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی بہکانے والا نہیں۔ کیا اللہ سب پر غالب، بدلہ لینے والا نہیں؟

﴿اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ: کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟﴾ اس آیت میں ''بندے'' سے مراد سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں جیسے وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جن کے ساتھ ان کی قوموں نے ایذا رسانی کے ارادے کئے، اللہ تعالیٰ نے انہیں دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا اور ان کی کفایت فرمائی، جیسے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو غرق ہونے سے محفوظ رکھا اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو آگ میں سلامت رکھا، تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب اللہ تعالیٰ آپ سے پہلے رسولوں کو کافی رہا تو آپ کے لئے کیوں کافی نہ ہوگا، یقیناً جس طرح اللہ تعالیٰ آپ سے پہلے رسولوں کو کافی تھا اسی طرح آپ کو بھی کافی ہے۔

﴿وَ یُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ: اور وہ تمہیں اللہ کے سوا دوسروں سے ڈراتے ہیں۔﴾ **شانِ نزول:** بعض مفسرین نے فرمایا کہ کفارِ عرب نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بتوں سے ڈرانا چاہا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

سے کہا کہ آپ ہمارے معبودوں یعنی بتوں کی برائی بیان کرنے سے باز آ ئیے ورنہ وہ آپ کو اس طرح نقصان پہنچائیں گے کہ ہلاک کر دیں گے یا عقل کو فاسد کر دیں گے۔[1] اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیت حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عُزّیٰ بت کی طرف گئے تا کہ اسے کلہاڑے کے ذریعے توڑ دیں، جب اس کے قریب پہنچے تو اس کے خدمتگار نے کہا ’’اے خالد بن ولید! اس بت سے ڈرو کیونکہ یہ بڑی قوت والا ہے اور اس کے سامنے کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی۔ حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کی پرواہ کئے بغیر کلہاڑے سے عُزّیٰ بت کی ناک توڑ دی اور پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضرت خالد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ڈرانا گویا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ڈرانا ہے کیونکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم سے ہی یہ کام کیا تھا اس لئے آیت میں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا گیا کہ وہ تمہیں اللّٰہ تعالٰی کے سوا دوسروں سے ڈراتے ہیں۔[2]

آیت کے اس حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کفار کی حماقت کا یہ حال ہے کہ وہ آپ کو اللّٰہ تعالٰی کے سوا اپنے بنائے ہوئے جھوٹے معبودوں سے ڈراتے ہیں حالانکہ ان کے بناوٹی معبود خود بے جان اور بے بس ہیں اور اگر بالفرض انہیں کوئی قدرت حاصل بھی ہوتی تو وہ اللّٰہ تعالٰی کے مقابلے میں عاجز ہی رہتے اور جب حقیقت یہ کہ اللّٰہ تعالٰی اپنے بندے کو کافی ہے تو ان کا اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے معبودوں سے ڈرانا باطل اور بے کار ہے۔

﴿**وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ:** اور جسے اللّٰہ گمراہ کرے اس کیلئے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔﴾ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ باتیں اسی وقت فائدہ مند ہیں جب بندے کو ہدایت اور توفیق حاصل ہو اور اصل بات یہ ہے کہ جس کی بدعملیوں کی وجہ سے اللّٰہ تعالٰی اس میں گمراہی پیدا فرما دے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے اللّٰہ تعالٰی ہدایت یعنی ایمان کا نور دے تو اسے کوئی بہکانے والا نہیں۔ مزید فرمایا کہ کیا اللّٰہ تعالٰی سب پر غالب

1 ......خازن، الزّمر، تحت الآية: ٣٦، ٤/٥٦.

2 ......قرطبی، الزّمر، تحت الآية: ٣٦، ٨/١٨٨، الجزء الخامس عشر.

اور بدلہ لینے والا نہیں؟ کیوں نہیں؟ یقیناً ہے تو جب اللہ تعالیٰ ہی غالب ہے اور بتوں کا عاجز و بے بس ہونا بھی ظاہر ہے تو پھر کافروں کا بتوں سے ڈرانا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُؕ قُلْ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖؕ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُؕ عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم اُن سے پوچھو آسمان اور زمین کس نے بنائے؟ تو ضرور کہیں گے اللہ نے تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ اس کی بھیجی تکلیف ٹال دیں گے یا وہ مجھ پر مہر فرمانا چاہے تو کیا وہ اس کی مہر کو روک رکھیں گے تم فرماؤ اللہ مجھے بس ہے بھروسے والے اس پر بھروسہ کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم ان سے پوچھو: آسمان اور زمین کس نے بنائے؟ تو ضرور کہیں گے: ''اللہ نے'' تم فرماؤ: بھلا بتاؤ کہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ اس کی بھیجی ہوئی تکلیف کو ٹال دیں گے یا اگر اللہ مجھ پر مہربانی فرمانا چاہے تو کیا وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ تم فرماؤ: مجھے اللہ کافی ہے۔ توکل کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ: اور اگر تم ان سے پوچھو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، جو مشرکین آپ کو اپنے باطل معبودوں سے ڈرانا چاہ رہے ہیں آپ اگر ان سے پوچھیں کہ ''آسمان اور زمین کس نے بنائے؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں، یعنی یہ مشرکین قادر اور علم و حکمت والے خدا کی ہستی اور اس کی کامل قدرت کا اقرار کرتے ہیں اور ویسے بھی یہ بات تمام مخلوق کے نزدیک تسلیم شدہ ہے اور مخلوق کی فطرت اس کی گواہ ہے اور جو شخص آسمان و زمین

کے عجائبات اور ان میں پائی جانے والی طرح طرح کی موجودات میں نظر کرے تو اسے یقینی طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ موجودات ایک قادر اور حکیم کی بنائی ہوئی ہیں۔

یہ فرمانے کے بعد اللّٰہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان مشرکین پر حجت قائم کیجئے، چنانچہ فرماتا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکین سے فرمادیں: جب تم اللّٰہ تعالیٰ کو خالق اور قادر مانتے ہو تو بھلا بتاؤ کہ جن بتوں کو تم اللّٰہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو وہ کچھ بھی قدرت رکھتے ہیں اور کسی کام بھی آسکتے ہیں؟ اگر اللّٰہ تعالیٰ مجھے کسی طرح کے مرض کی، یا قحط کی، یا ناداری کی، یا اور کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ بت اس کی بھیجی ہوئی تکلیف کو ٹال دیں گے؟ یا اگر اللّٰہ تعالیٰ مجھ پر صحت کی، مالداری کی یا کوئی اور مہربانی فرمانا چاہے تو کیا وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مشرکین سے یہ سوال فرمایا تو وہ لاجواب ہوئے اور خاموش رہ گئے، اب حجت تمام ہوگئی اور ان کے خاموش اقرار سے ثابت ہوگیا کہ بت محض بے قدرت ہیں، نہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں نہ کچھ نقصان، ان کی عبادت کرنا انتہائی جہالت ہے اس لئے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ آپ ان سے فرمادیں: (اس سے ثابت ہوگیا کہ) مجھے اللّٰہ تعالیٰ کافی ہے اور چونکہ توکُّل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں، اسی لئے میرا بھی اُسی پر بھروسہ ہے اور جس کا اللّٰہ تعالیٰ پر بھروسہ ہو وہ کسی سے بھی نہیں ڈرتا، تم جو مجھے بت جیسی بے قدرت اور بے اختیار چیزوں سے ڈراتے ہو یہ تمہاری انتہائی بے وقوفی اور جہالت ہے۔[1]

اللّٰہ تعالیٰ پر توکُّل کرنے کی تعلیم

توکل کا عام فہم معنی یہ ہے کہ ظاہری اسباب اختیار کرنے کے بعد نتیجہ اللّٰہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے اور یاد رہے کہ قرآنِ پاک اور اَحادیثِ مبارکہ میں بیسیوں مقامات پر اللّٰہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ان میں سے ایک مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ[2] — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور جو اللّٰہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے

---

1 ……روح البیان، الزمر، تحت الآیة: ٣٨، ٨/ ١١١، خازن، الزمر، تحت الآیة: ٣٨، ٤/ ٥٦، مدارك، الزمر، تحت الآیة: ٣٨، ص١٠٣٨-١٠٣٩، ملتقطاً.

2 ……طلاق: ٣.

کافی ہے۔

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جسے یہ بات پسند ہو کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ مُعَظَّم بن جائے تو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرے اور جسے یہ بات خوش کرتی ہو کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ طاقتور بن جائے تو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کیا کرے اور جسے یہ بات اچھی لگے کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ غنی ہو جائے تو اسے چاہئے کہ جو مال و دولت اس کے ہاتھ میں ہے اِس سے زیادہ وہ اُس پر یقین رکھے جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ (1)

اللہ تعالیٰ ہمیں توکل اور یقین کی دولت عطا فرمائے، اٰمین۔

قُلْ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳۹﴾ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَ یَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے میری قوم اپنی جگہ کام کیے جاؤ میں اپنا کام کرتا ہوں تو آگے جان جاؤ گے۔ کس پر آتا ہے وہ عذاب کہ اُسے رُسوا کرے گا اور کس پر اُترتا ہے عذاب کہ رہ پڑے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر کام کیے جاؤ، میں اپنا کام کرتا ہوں تو عنقریب تم جان لوگے۔ کس پر آتا ہے وہ عذاب جو اسے رسوا کردے اور کس پر ہمیشہ کا عذاب اترتا ہے؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی قوم کے وہ مشرک جنہوں نے بتوں کو معبود بنالیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی بجائے ان بتوں کی عبادت میں مصروف ہیں، اور آپ کو ان بتوں سے ڈراتے ہیں، آپ ان سے فرما دیں ’’اے میری قوم! اگر تم نہیں مانتے تو تم اپنی جگہ پر کام کیے جاؤ اور میری عداوت و دشمنی میں تم سے جو جو سازشیں اور حیلے ہوسکیں سب ہی کر گزرو اور میں اپنا وہ کام کرتا ہوں جس پر

1 ...... مکارم الاخلاق لابن ابی دنیا، باب ما جاء فی مکارم الاخلاق، ص۸، الحدیث: ۵.

مامور ہوں، میری ذمہ داری دین قائم کرنا ہے اور اس میں اللّٰہ تعالیٰ میرا حامی و ناصر اور مددگار ہے اور اسی پر میرا بھروسہ ہے، بس عنقریب تم جان لو گے کہ رسوا کُن عذاب کس پر آتا ہے اور کس پر ہمیشہ کا عذاب اترتا ہے؟ چنانچہ غزوۂ بدر کے دن وہ مشرکین رسوائی کے عذاب میں مبتلا ہوئے اور آخرت میں جہنم کے دائمی عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ (1)

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ﴿۴۱﴾

ع ۱

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے تم پر یہ کتاب لوگوں کی ہدایت کو حق کے ساتھ اُتاری تو جس نے راہ پائی تو اپنے بھلے کو اور جو بہکا وہ اپنے ہی برے کو بہکا اور تم کچھ ان کے ذمہ دار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے حق کے ساتھ تم پر یہ کتاب لوگوں کی ہدایت کیلئے اتاری تو جس نے ہدایت پائی تو اپنی ذات کیلئے ہی (پائی) اور جو گمراہ ہوا تو اپنی جان کے خلاف ہی گمراہ ہوا اور تم ان پر کوئی ذمہ دار نہیں ہو۔

﴿ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ: بیشک ہم نے حق کے ساتھ تم پر یہ کتاب لوگوں کی ہدایت کیلئے اتاری۔ ﴾ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اہلِ مکہ کے کفر پر اصرار کرنے کی وجہ سے بہت غم ہوتا تھا، اس کا اظہار کرتے ہوئے ایک مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو ہوسکتا ہے کہ تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کو ختم کردو۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب!) کہیں آپ اپنی جان کو

1 ......تفسیر طبری، الزمر، تحت الآیۃ: ٣٩-٤٠، ١١/٨-٩، خازن، الزمر، تحت الآیۃ: ٣٩-٤٠، ٤/٥٦-٥٧، مدارك، الزمر، تحت الآیۃ: ٣٩-٤٠، ص١٠٣٩، ملتقطاً.

2 ...... کہف: ٦.

مُؤْمِنِیْنَ(1) — ختم نہ کر دو اس غم میں کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ(2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو حسرتوں کی وجہ سے ان پر تمہاری جان نہ چلی جائے۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے مضبوط دلائل، مثالیں اور وعدہ و وعید بیان کر کے مشرکین کا رد کر دیا اور اس کے باوجود وہ ایمان نہ لائے تو سورۂ زمر کی آیت نمبر 41 میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے لوگوں کے فائدے اور ان کی ہدایت کے لئے یہ کامل اور عظیم کتاب آپ پر نازل فرمائی ہے اور اسے معجزہ بنا کر نازل کیا ہے جو کہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے، لہٰذا جو ہدایت حاصل کرے تو اس راہ یابی کا نفع وہی پائے گا اور جو گمراہ ہوا تو اس کی گمراہی کا نقصان اور وبال اسی پر پڑے گا، اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی یہ ذمہ داری نہیں کہ چار و ناچار انہیں ایمان قبول کرنے پر مجبور کریں بلکہ ایمان قبول کرنا یا نہ کرنا ان مشرکین کے ذمے ہے، آپ سے اُن کی کوتاہیوں کا مُؤاخذہ نہ ہوگا۔(3)

اَللّٰهُ یَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا ۚ فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰى عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَ یُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں اُنہیں ان کے سوتے میں پھر

1 ......شعراء:٣.

2 ......فاطر:٨.

3 ......تفسیر کبیر، الزّمر، تحت الآیة: ٤١، ٩/٤٥٥، خازن، الزّمر، تحت الآیة: ٤١، ٤/٥٧، ملتقطاً.

جس پر موت کا حکم فرمادیا اُسے روک رکھتا ہے اور دوسری ایک میعادِ مقرر تک چھوڑ دیتا ہے بیشک اِس میں ضرور نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ جانوں کوان کی موت کے وقت وفات دیتا ہے اور جو نہ مریں انہیں ان کی نیند کی حالت میں پھر جس پر موت کا حکم فرمادیتا ہے اسے روک لیتا ہے اور دوسرے کو ایک مقررہ مدت تک چھوڑ دیتا ہے۔ بیشک اس میں ضرور سوچنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿ اَللّٰهُ یَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا: اللہ جانوں کوان کی موت کے وقت وفات دیتا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ جانوں کو ان کی زندگی کی مدت پوری ہو جانے پر روح قبض کر کے وفات دیتا ہے اور جن کی موت کا وقت ابھی تک نہیں آیا انہیں ان کی نیند کی حالت میں ایک قسم کی وفات دیتا ہے، پھر جس پر حقیقی موت کا حکم فرمادیتا ہے تو اس کی روح کو اس کے جسم کی طرف واپس نہیں کرتا اور جس کی موت مقدر نہیں فرمائی تو اس کی روح کو موت کے وقت تک کیلئے اس کے جسم کی طرف لوٹا دیتا ہے۔ بیشک اس میں ضرور ان لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو سوچیں اور سمجھیں کہ جو اس پر قادر ہے وہ ضرور مُردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔(1)

نیند ایک طرح کی موت ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیند بھی ایک قسم کی موت ہے اور حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''نیند موت کی بہن ہے۔''(2)

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ سوتے وقت اور نیند سے بیدار ہوتے وقت وہ دعائیں پڑھ لیا کریں جن کا درج ذیل دو اَحادیث میں ذکر ہے،

(1)......حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رات کے وقت اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنی ہتھیلی رخسار کے نیچے رکھ لیتے، پھر کہتے ''اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا'' اے

1......خازن، الزّمر، تحت الآیۃ: ٤٢، ٤/٥٧، ملخصاً۔

2......معجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ: مقدام، ٦/٢٩٣، الحدیث: ٨٨١٦۔

اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ سوتا اور جاگتا ہوں۔‘‘ اور جب بیدار ہوتے تو یوں (دعا) فرماتے ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ‘‘ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف (ہمیں قیامت کے دن) لوٹنا ہے۔[1]

(2)……حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب تم میں سے کوئی اپنے بستر سے اٹھے اور پھر واپس جائے تو اسے اپنے ازار کے پلّو سے تین مرتبہ جھاڑے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ اس کے بعد بستر پر کیا چیز آئی ہے۔ پھر لیٹتے وقت کہے ’’بِاسْمِکَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِکَ اَرْفَعُهُ فَاِنْ اَمْسَکْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْنَ‘‘ اے میرے رب! میں نے تیرے نام سے اپنا پہلو رکھا اور تیرے ہی نام سے اٹھاؤں گا۔ اگر تو میری جان روک لے تو اس پر رحم فرما اور اگر اسے چھوڑ دے تو اس کی ایسے حفاظت فرما جیسے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔‘‘ اور جب بیدار ہو تو کہے ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ فِیْ جَسَدِیْ وَرَدَّ عَلَیَّ رُوْحِیْ وَاَذِنَ لِیْ بِذِکْرِهٖ‘‘ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے میرے جسم میں مجھے عافیت دی، میری روح میری طرف لوٹا دی اور مجھے اپنے ذکر کی اجازت دی۔[2]

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَ لَوْ كَانُوْا لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہوں نے اللہ کے مقابل کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں تم فرماؤ کیا اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل رکھیں۔ تم فرماؤ شفاعت تو سب اللہ کے ہاتھ میں ہے اُسی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی پھر

---

1 ……بخاری، کتاب الدّعوات، باب وضع الید الیمنی تحت الخدّ الایمن، ٤/١٩٢، الحدیث: ٦٣١٤.

2 ……ترمذی، ابواب الدّعوات، ٢٠-باب، ٩/٨٧، الحدیث: ٣٤٠٢، مطبوعه دار ابن کثیر دمشق، بیروت.

تمہیں اُسی کی طرف پلٹنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے اللہ کے مقابلے میں کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں؟ تم فرماؤ: کیا اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں۔ تم فرماؤ: تمام شفاعتوں کا مالک اللہ ہی ہے۔ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

﴿ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ : کیا انہوں نے اللہ کے مقابلے میں کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں؟ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن باطل معبودوں کی پوجا کرتے ہیں، کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں انہیں سفارشی بنا رکھا ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ان کی حاجات کے وقت شفاعت کریں گے؟ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں کہ کیا تم بتوں کو اپنا سفارشی بناتے ہو اگرچہ وہ تمہارے لئے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہ ہوں، اگرچہ وہ کسی چیز کی سمجھ بوجھ نہ رکھتے ہوں؟ اگر تم اس وجہ سے بتوں کی پوجا کرتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہاری سفارش کریں گے تو پھر انہیں چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا شروع کر دو اور صرف اسے ہی اپنا معبود مانو کیونکہ تمام شفاعتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کی بارگاہ میں صرف وہی کسی کی سفارش کر سکے گا جسے اللہ تعالیٰ اجازت دے گا اور اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گا۔ آسمانوں اور زمینوں میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی سلطنت اور بادشاہت ہے جبکہ تمہارے باطل معبودوں کو ذرہ بھر بھی بادشاہت حاصل نہیں لہٰذا تم اس کی عبادت کرو جس کی بادشاہت ہے اور جو تمہیں دنیا میں اور مرنے کے بعد اپنی طرف لوٹتے وقت بھی نفع اور نقصان پہنچانے پر قدرت رکھتا ہے کیونکہ مرنے کے بعد تمہیں اسی کی طرف لوٹنا ہے۔[1]

وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

1 ......تفسیر طبری، الزّمر، تحت الآیۃ: ۴۳-۴۴، ۱۱/ ۱۰، ملخصاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے دل سمٹ جاتے ہیں اُن کے جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جب اُس کے سوا اَوروں کا ذکر ہوتا ہے جبھی وہ خوشیاں مناتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے دل متنفر ہوجاتے ہیں اور جب اللہ کے سوا اوروں کا ذکر ہوتا ہے تو اس وقت وہ خوش ہوجاتے ہیں۔

﴿وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ: اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔﴾ اس آیت میں مشرکین کے برے اعمال کی ایک اور قسم بیان کی جارہی کہ جب ایک اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کیا جاتا ہے یعنی یہ کہ وہی تنہا معبود و مالک ہے تو منکرینِ آخرت کے دلوں میں ذکرِ خدا سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور وہ سینوں میں گھٹن محسوس کرتے ہیں نیز تنگ دل اور پریشان ہوتے ہیں اور ناگواری کے اثرات ان کے چہروں پر ظاہر ہوجاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی بجائے ان کے بتوں کا ذکر ہوتا ہے تو اس وقت خوش ہوتے ہیں اور دلوں میں بڑی فرحت محسوس کرتے ہیں، یہ ان کی جہالت اور حماقت کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تو سب سے بڑی سعادت، تمام بھلائیوں کی بنیاد اور دلوں کی ٹھنڈک ہے جبکہ بے جان اور خسیس بتوں کا ذکر جہالت و حماقت ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْ مَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿٤٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم عرض کرو اے اللہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے نہاں اور عیاں کے جاننے والے تو اپنے بندوں میں فیصلہ فرمائے گا جس میں وہ اختلاف رکھتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم عرض کرو: اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! ہر پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے! تو اپنے بندوں میں اس چیز کا فیصلہ فرمائے گا جس میں وہ اختلاف رکھتے تھے۔

﴿قُلْ: تم عرض کرو۔﴾ مشرکین کی خراب عقل پر دلالت کرنے والا عجیب وغریب معاملہ بیان کرنے کے بعد اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایک عظیم دعا تعلیم فرمائی ہے، اس دعا میں پہلے اللہ تعالیٰ کی قدرتِ تامہ کا ذکر ہے اور اس کے بعد کامل علم کا بیان ہے، اس کے بعد فرمایا کہ اس طرح عرض کرو ''اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، مشرکین کی توحید سے نفرت اور شرک سنتے وقت کی خوشی معروف ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اس پر اتنے مضبوطی سے قائم ہیں کہ تیرے سوا کوئی بھی ان کے فاسد عقیدے اور باطل مذہب کو زائل نہیں کرسکتا۔''(1)

دعا قبول ہونے کے لئے پڑھی جانے والی آیت

زیرِ تفسیر آیت کے بارے میں حضرت سعید بن مسیّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ یہ آیت پڑھ کر جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔(2)

لہٰذا جب بھی کوئی دعا مانگیں تو اُس سے پہلے مذکورہ بالا آیت پڑھ لیں اِنْ شَآءَ اللّٰہ دعا قبول ہوگی۔

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ بَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ظالموں کے لیے ہوتا جو کچھ زمین میں ہے سب اور اس کے ساتھ اُس جیسا تو یہ سب چھڑائی میں دیتے روزِ قیامت کے بڑے عذاب سے اور اُنہیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔ اور ان پر اپنی کمائی ہوئی برائیاں کھل گئیں اور ان پر آپڑا وہ جس کی ہنسی بناتے تھے۔

1 ......تفسیر کبیر، الزّمر، تحت الآیۃ: ٤٦، ٤٥٧/٩.

2 ......مدارك، الزّمر، تحت الآیۃ: ٤٦، ص ١٠٤١.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اور اس کے ساتھ اس جیسا اور بھی ظالموں کی ملک میں ہوتا تو قیامت کے دن بڑے عذاب سے چھٹکارے کے عوض وہ سب کا سب دیدیتے اور ان کیلئے اللّٰہ کی طرف سے وہ ظاہر ہوگا جس کا انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اور ان پر ان کے کمائے ہوئے برے اعمال کھل گئے اور ان پر وہی آپڑا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

﴿وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا: اور اگر ظالموں کی ملک میں ہوتا۔﴾ مشرکین کے باطل مذہب کو بیان کرنے کے بعد اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے لئے تین وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی وعید: اگر بالفرض کافر پوری دنیا کے اَموال اور ذخائر کے مالک ہوتے اور اتنا ہی اور بھی ان کے مِلک میں ہوتا تو قیامت کے دن بڑے عذاب سے چھٹکارے کے عِوَض وہ سب کا سب دیدیتے تاکہ کسی طرح یہ اَموال دے کر انہیں اِس عذابِ عظیم سے رہائی مل جائے لیکن وہ قبول نہ کیا جائے گا۔

دوسری وعید: بروزِ قیامت ان کیلئے اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے وہ ظاہر ہوگا جس کا انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے لئے ایسے ایسے شدید عذاب ظاہر ہوں گے جن کا انہیں خیال بھی نہ تھا۔

تیسری وعید: اُن پر ان کے برے اعمال کے آثار ظاہر ہوجائیں گے جو انہوں نے دنیا میں کئے تھے جیسے اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا اور اس کے دوستوں پر ظلم کرنا وغیرہ اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خبر دینے پر وہ جس عذاب کا مذاق اڑایا کرتے تھے وہ نازل ہوجائے گا اور مشرکین کو گھیر لے گا۔[1]

﴿وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ: اور ان کیلئے اللّٰہ کی طرف سے وہ ظاہر ہوگا جس کا انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا۔﴾ اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مشرکین گمان کرتے ہوں گے کہ اُن کے پاس نیکیاں ہیں لیکن جب نامۂ اعمال کھلیں گے تو بدیاں ظاہر ہوں گی۔[2]

نیک اعمال کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرنا چاہئے

یاد رہے کہ اس آیت میں اگرچہ مشرکین کے لئے وعید کا بیان ہے لیکن اس میں مسلمانوں کے لئے بھی عبرت

1 ......تفسیر کبیر، الزمر، تحت الآیۃ: ٤٧-٤٨، ٩/٤٥٨، خازن، الزّمر، تحت الآیۃ: ٤٧-٤٨، ٤/٥٨، روح البیان، الزّمر، تحت الآیۃ: ٤٧-٤٨، ٨/١٢٠-١٢١، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الزّمر، تحت الآیۃ: ٤٧، ص١٠٤١.

اور نصیحت ہے اور انہیں بھی چاہئے کہ نیک اعمال کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے رہیں ۔ ہمارے بزرگانِ دین اس حوالے سے کس قدر خوفزدہ رہا کرتے تھے اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت محمد بن منکدر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ گریہ وزاری کرنے لگے ۔لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا ''میرے پیشِ نظر قرآنِ پاک کی ایک آیت ہے جس کی وجہ سے میں بہت خوفزدہ ہوں، پھر آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے یہی آیت تلاوت کی اور فرمایا'' مجھے اس بات کا خوف ہے کہ جنہیں میں نیکیاں شمار کر رہا ہوں کہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے لئے بدیاں بن کر نہ ظاہر ہو جائیں ۔ (1)

اللہ تعالیٰ ہمارے نیک اعمال کو محفوظ فرمائے اور ان کے بارے میں اپنی خفیہ تدبیر سے ڈرنے کی توفیق عطا فرمائے ، اٰمین ۔

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا٘ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا١ۙ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍؕ بَلْ هِیَ فِتْنَةٌ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں بلاتا ہے پھر جب اُسے ہم اپنے پاس سے کوئی نعمت عطا فرمائیں کہتا ہے یہ تو مجھے ایک علم کی بدولت ملی ہے بلکہ وہ تو آزمائش ہے مگر ان میں بہتوں کو علم نہیں ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے پھر جب اسے ہم اپنے پاس سے کوئی نعمت عطا فرمائیں تو کہتا ہے یہ تو مجھے ایک علم کی بدولت ملی ہے بلکہ وہ تو ایک آزمائش ہے مگر ان میں اکثر لوگ جانتے نہیں ۔

﴿فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا: پھر جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے ۔﴾ یعنی یوں تو مشرک اپنے معبودوں کے ذکر سے مسرور ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منہ بگاڑتا ہے لیکن جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس وقت ہمیں پکارتا ہے اور ہم سے مدد طلب کرتا ہے، پھر جب ہم اپنے فضل سے اس کی تکلیف دور کر دیں اور اسے اپنے

1 ......مدارك، الزّمر، تحت الآية: ٤٧، ص ١٠٤١ .

پاس سے کوئی نعمت عطا فرمادیں تو وہ اس راحت ونعمت کو ہماری طرف منسوب کرنے کی بجائے یوں کہتا ہے کہ میں معاش کا جوعلم رکھتا ہوں اس کے ذریعے سے میں نے یہ دولت کمائی ہے، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ راحت اور نعمت اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اور امتحان ہے جس کے ذریعے دیکھا جاتا ہے کہ بندہ اس کے ملنے پر شکر کرتا ہے یا ناشکری، لیکن ان میں اکثر لوگ جانتے نہیں کہ یہ نعمت اور عطا اِستدراج اور امتحان ہے۔(1)

مصیبت اور راحت کے وقت مشرکوں کی عملی حالت کو دیکھتے ہوئے ہمیں اپنی حالت پر بھی غور کرنا چاہیے کہ ہم بھی تو مصیبت میں خدا کو یاد کرنے اور خوشی کے وقت بھلا دینے کے مرض میں مبتلا تو نہیں ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو یہ چاہے کہ مصیبتوں کے وقت اللّٰہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے تو وہ آرام کے زمانہ میں دعائیں زیادہ مانگا کرے۔(2)

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں راحت وتکلیف ہر حال میں اپنا ذکر اور اپنی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

نعمت آزمائش اور امتحان بھی ہو سکتی ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ سے عطا ہونے والی کوئی نعمت آزمائش بھی ہو سکتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا کی نعمتیں پانے والوں کی ایک تعداد ایسی ہے جو نعمتوں کے آزمائش ہونے اور اس کا انجام برا ہونے کو نہیں جانتی اور نعمتوں پر تکبر اور غرور کرنے کی وجہ سے ان کے دل سخت ہو چکے ہیں، غفلت ان پر غالب آ چکی ہے، وہ ان نعمتوں پر مطمئن ہو گئے ہیں اور اپنے مالک ومولیٰ اور آخرت کو بھول چکے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو ہمارے معاشرے میں بطورِ خاص مالدار اور منصب دار طبقے کی ایک تعداد ایسی نظر آئے گی جن کے پاس نعمتوں کی بہتات ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ تکبر وغرور کا نشہ ان کے سر سے نہیں اترتا، دل ایسے سخت ہو چکے ہیں کہ انسان کو انسان سمجھنا بھی انہیں ناگوار گزرتا ہے، غفلت ایسی غالب ہے کہ انہیں فرض نمازوں اور ان کی رکعتوں کی تعداد تک یاد نہیں، نعمتوں پر مطمئن ایسے ہیں جیسے یہ ہمیشہ ان کے پاس ہی رہیں گی اور یہ بات ان کے خیال میں بھی نہیں آتی کہ ایک دن انہیں ضرور مرنا ہے، قبر میں مُنکَر نکیر کے سوالات کے جوابات دینے ہیں اور قیامت کے دن ایک ایک نعمت کا اور ہر ہر عمل کا اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں

1 ......روح البيان، الزّمر، تحت الآية: ٤٩، ٨/١٢١-١٢٢، مدارك، الزّمر، تحت الآية: ٤٩، ص١٠٤١، جلالين، الزّمر، تحت الآية: ٤٩، ص٣٨٩، ملتقطاً.

2 ......ترمذی، كتاب الدّعوات، باب ما جاء انّ دعوة المسلم مستجابة، ٥/٢٤٨، الحديث: ٣٣٩٣.

حساب دینا ہے۔اے کاش!ان کی سمجھ میں یہ بات آجائے کہ دنیا کی سب نعمتیں عارضی اور فانی ہیں اور دنیا میں نعمتیں دے کرانہیں آزمایا بھی جاسکتا ہے اس لئے ان نعمتوں پر تکبر وغرور کرنے اور ان پر مطمئن ہونے کی بجائے آخرت میں ملنے والی دائمی نعمتوں کوحاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے،اٰمین۔

قَدْ قَالَهَا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے اگلے بھی ایسے ہی کہہ چکے تو اُن کا کمایا ان کے کچھ کام نہ آیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان سے پہلوں نے بھی ایسے ہی بات کہی تھی توان کی کمائیاں ان کے کچھ کام نہ آئیں۔

﴿قَدْ قَالَهَا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: ان سے پہلوں نے بھی ایسے ہی بات کہی تھی۔﴾ یعنی کفارِ مکہ سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں انہوں نے بھی یہ بات کہی تھی کہ ''یہ نعمت تو ہمیں ایک علم کی بدولت ملی ہے۔مفسرین فرماتے ہیں ''پہلوں سے مراد قارون اور اس کی قوم ہے۔قارون نے یہ کہا تھا کہ یہ (خزانہ) تو مجھے ایک علم کی بنا پر ملا ہے جو میرے پاس ہے،اور قارون کی قوم چونکہ اس کی اس بے ہودہ گوئی پر راضی رہی تھی اس لئے وہ بھی کہنے والوں میں شمار ہوئی۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں ''ممکن ہے کہ قارون کے علاوہ سابقہ امتوں میں سے اور لوگوں نے بھی ایسا کہا ہو۔ [1]

﴿فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ: توان کی کمائیاں ان کے کچھ کام نہ آئیں۔﴾ یعنی جو نعمت انہیں ملی اس نے ان سے سختی اور عذاب دور نہ کیا اور نہ ہی اس نعمت نے انہیں کوئی فائدہ دیا۔ [2]

فَاَصَابَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْاؕ-وَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰۤؤُلَآءِ سَیُصِیْبُهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْاۙ-وَ مَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۵۱﴾

1 ......تفسیر طبری، الزّمر، تحت الآیة: ٥٠، ١١/١٣، روح البیان، الزّمر، تحت الآیة: ٥٠، ٨/١٢٢، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، الزّمر، تحت الآیة: ٥٠، ٨/١٢٢.

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان پر پڑ گئیں ان کی کمائیوں کی برائیاں اور وہ جو ان میں ظالم ہیں عنقریب ان پر پڑیں گی ان کی کمائیوں کی برائیاں اور وہ قابو سے نہیں نکل سکتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اُن کے کمائے ہوئے اعمال کی برائیاں اُنہیں پہنچیں اور اِن میں (بھی) جو ظالم ہیں عنقریب ان پر ان کے کمائے ہوئے اعمال کی برائیاں آپڑیں گی اور وہ اللہ کو بے بس نہیں کرسکتے۔

﴿فَاَصَابَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا: تو اُن کے کمائے ہوئے اعمال کی برائیاں انہیں پہنچیں۔﴾ یعنی پہلے لوگوں نے جو برے اعمال کئے تھے، اُن کی سزائیں انہیں پہنچیں اور اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ کے ہم عصر وہ لوگ جو شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں عنقریب پہلوں کی طرح ان پر بھی ان کے کفر اور گناہوں کی سزائیں آپڑیں گی اور وہ اپنے برے اعمال اور اخلاق کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو بے بس نہیں کرسکتے۔ کفارِ مکہ کو ان کے اعمال کی سزائیں ملیں، چنانچہ ان پر قحط کی مصیبت آئی اور وہ سات برس تک قحط کی مصیبت میں مبتلا رکھے گئے اور غزوۂ بدر کے دن ان کے بڑے بڑے سردار قتل کر دیئے گئے۔[1]

اَوَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۠(۵۲)

ع ۵ / ۱۱ / ۲

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اُنہیں معلوم نہیں کہ اللہ روزی کشادہ کرتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگ فرماتا ہے بیشک اِس میں ضرور نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ روزی کشادہ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ (بھی) فرماتا ہے۔ بیشک اس میں ایمان والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔

1 ......روح البیان، الزّمر، تحت الآیة: ٥١، ٨/١٢٢، ملخصاً.

﴿اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا: کیا انہیں معلوم نہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جن لوگوں کی ہم نے تکلیف دور کردی اور وہ ہمارا احسان ماننے کی بجائے کہنے لگے کہ یہ نعمتیں تو ہمیں ہمارے علم کی بنا پر ملی ہیں، کیا وہ جانتے نہیں کہ تکلیف اور راحت، وسعت، تنگی اور مصیبت اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی یہ قدرت نہیں رکھتا، کیا وہ جانتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کردے اور جس کے لئے چاہے تنگ کردے۔ بے شک یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجتیں ہیں تاکہ وہ ان کے ذریعے عبرت اور نصیحت حاصل کریں اور بے شک رزق کی وسعت اور تنگی میں ایمان والوں کے لیے اس بات پر ضرور دلائل ہیں کہ رزق وسیع اور تنگ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے تو جو شخص ان نشانیوں کو دیکھ لے گا اور دلائل کو سمجھ لے گا تو وہ نعمت ملنے کو اپنے علم اور کوشش کی طرف منسوب نہیں کرے گا بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کا ہی فضل و کرم اور اس کی عطا قرار دے گا۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نااُمید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تم فرماؤ: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنی کامل رحمت، فضل اور احسان کا بیان فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''اے میرے وہ بندو! جنہوں نے کفر اور گناہوں میں مبتلا ہو کر اپنی جانوں پر زیادتی کی، تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا اور یہ خیال نہ کرنا کہ ایمان قبول کر لینے کے بعد سابقہ کفر و شرک پر تمہارا مُؤاخذہ ہوگا، بیشک اللہ تعالیٰ اُس کے سب گناہ بخش دیتا ہے جو اپنے

کفر سے باز آئے اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرلے، بیشک وہی گناہوں پر پردہ ڈال کر بخشنے والا اور مصیبتوں کو دور کرکے مہربانی فرمانے والا ہے۔[1]

اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں متعدد روایات ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے، حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''مشرکوں کے کچھ آدمیوں نے بار ہاقتل و زِنا کا ارتکاب کیا تھا، یہ لوگ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہ باتیں تو بہت اچھی ہیں لیکن ہمیں یہ تو معلوم ہو جائے کہ کیا ہمارے اتنے سارے گناہوں کا کفارہ ہوسکتا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَ الَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا یَزْنُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور اس جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے حرام فرمایا ہے اور بدکاری نہیں کرتے۔

اور یہ آیت نازل ہوئی:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔[3]

گناہگاروں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندے سے اگرچہ بڑے بڑے اور بے شمار گناہ صادر ہوئے ہوں لیکن اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے انتہا وسیع ہے اور اس کی بارگاہ میں توبہ کی قبولیت کا دروازہ تب تک کھلا ہے جب تک بندہ اپنی موت کے وقت غرغرہ کی حالت کو نہیں پہنچ جاتا، اس وقت

---

1 ......تفسیر کبیر، الزّمر، تحت الآیة:٥٣، ٩/٤٦٣-٤٦٤، جلالین مع جمل، الزّمر، تحت الآیة: ٥٣، ٦/٤٣٩-٤٤٠، مدارك، الزّمر، تحت الآیة: ٥٣، ص١٠٤٣، ملتقطاً.

2 ......فرقان:٦٨.

3 ......بخاری، کتاب التفسیر، باب یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسهم... الخ، ٣/٣١٤، الحدیث: ٤٨١٠.

سے پہلے پہلے بندہ جب بھی اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرلے گا تو اللّٰہ تعالٰی اپنے فضل و رحمت سے اس کی توبہ قبول کرتے ہوئے اس کے سب گناہ معاف فرما دے گا۔ اللّٰہ تعالٰی کی رحمت اور مغفرت کی تو کیا بات ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے: ''اے انسان! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا اور امید رکھتا رہے گا میں تیرے گناہ بخشتا رہوں گا، چاہے تجھ میں کتنے ہی گناہ ہوں مجھے کوئی پروا نہیں۔ اے انسان! اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں، پھر تو بخشش مانگے تو میں بخش دوں گا مجھے کوئی پروا نہیں۔ اے انسان! اگر تو زمین بھر گناہ بھی میرے پاس لے کر آئے لیکن تو نے شرک نہ کیا ہو تو میں تمہیں اس کے برابر بخشش دوں گا۔ (1)

اس آیت کا مفہوم مزید وضاحت سے سمجھنے کیلئے امام غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا یہ کلام ملاحظہ فرمائیں: جو شخص سرتاپا گناہوں میں ڈوبا ہوا ہو، جب اس کے دل میں توبہ کا خیال پیدا ہو تو شیطان اس سے کہتا ہے کہ تمہاری توبہ کیسے قبول ہو سکتی ہے؟ وہ (یہ کہہ کر) اسے اللّٰہ تعالٰی کی رحمت سے مایوس کر دیتا ہے، تو اس صورت میں ضروری ہے کہ مایوسی کو دور کر کے امید رکھے اور اس بات کو یاد کرے کہ اللّٰہ تعالٰی تمام گناہوں کو بخشنے والا ہے اور بے شک اللّٰہ تعالٰی کریم ہے جو بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے، نیز توبہ ایسی عبادت ہے جو گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۳﴾ وَ اَنِیْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللّٰہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بیشک اللّٰہ سب گناہ بخش دیتا ہے، بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔

تو اس آیت میں اللّٰہ تعالٰی نے اپنی طرف رجوع (یعنی توبہ) کرنے کا حکم دیا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک میں اس آدمی کو بہت بخشنے

---

1 ......ترمذی، کتاب الدّعوات، باب فی فضل التوبة والاستغفار... الخ، ۵/۳۱۸، الحدیث: ۳۵۵۱.

2 ......زمر: ۵۳، ۵۴.

ثُمَّ اهْتَدٰى[1] والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا پھر ہدایت پر رہا۔

تو جب توبہ کے ساتھ مغفرت کی توقُّع ہو تو ایسا شخص امید کرنے والا ہے اور اگر گناہ پر اِصرار کے باوجود مغفرت کی توقع ہو تو یہ شخص دھوکے میں ہے جیسے ایک شخص بازار میں ہو اور اس پر جمعہ کی نماز کا وقت تنگ ہو جائے، اب اس کے دل میں خیال آئے کہ وہ نمازِ جمعہ کے لئے جائے لیکن شیطان اس سے کہتا ہے کہ تم جمعہ کی نماز نہیں پا سکتے لہٰذا یہاں ہی ٹھہرو، لیکن وہ شیطان کو جھٹلاتے ہوئے دوڑ جاتا ہے اور اسے امید ہے کہ نمازِ جمعہ پالے گا تو یہ شخص امید رکھنے والا ہے اور اگر وہ شخص کاروبار میں مصروف رہے اور یہ امید رکھے کہ امام میرے یا کسی اور کے لئے درمیانے وقت تک انتظار کرے گا یا کسی اور وجہ سے منتظر رہے گا جس کا اسے علم نہیں ہے تو یہ شخص دھوکے میں مبتلا ہے۔[2]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے سچی توبہ کرنے اور اپنی رحمت و مغفرت سے حقیقی امید رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

کسی حال میں بھی اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں

یاد رہے کہ اس آیت میں اگرچہ ایک خاص چیز کے حوالے سے اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونے سے منع فرمایا گیا لیکن عمومی طور پر ہر حوالے سے اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس اور نا امید ہونا منع ہے، لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ زندگی میں آنے والی پے در پے مصیبتوں، مشکلوں اور دشواریوں کی وجہ سے اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت سے ہرگز مایوس اور نا امید نہ ہو کیونکہ یہ کافروں اور گمراہوں کا وصف اور کبیرہ گناہ ہے، چنانچہ سورۂ یوسف میں حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قول نقل کرتے ہوئے اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِؕ اِنَّهٗ لَا یَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک اللّٰہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی نا امید ہوتے ہیں۔

اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قول نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

---

1 ......طٰه:٨٢.

2 ......احياء علوم الدّين، كتاب ذمّ الغرور، بيان ذمّ الغرور وحقيقته وامثلته، ٤٧٣/٣.

3 ......يوسف:٨٧.

وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: گمراہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے؟

اور کافر شخص کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

لَا یَسْـٴَـمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَیْرِ٘ وَ اِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَیَـٴُـوْسٌ قَنُوْطٌ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آدمی بھلائی مانگنے سے نہیں اُکتاتا اور اگر کوئی برائی پہنچے تو بہت ناامید، بڑا مایوس ہوجاتا ہے۔

اور حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے پوچھا گیا کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے فرمایا ’’اللّٰہ تعالٰی کی خفیہ تدبیر سے بے خوف اور اُس کی رحمت سے مایوس اور ناامید ہونا۔ [3]

اور حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: دو باتوں میں ہلاکت ہے، (1) مایوسی۔ (2) خود پسندی۔

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان دو باتوں کو جمع فرمایا کیونکہ سعادت کا حصول کوشش، طلب، محنت اور ارادے کے بغیر ناممکن ہے اور مایوس آدمی نہ کوشش کرتا ہے اور نہ ہی طلب کرتا ہے جبکہ خود پسند آدمی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ خوش بخت ہے اور اپنی مراد کے حصول میں کامیاب ہو چکا ہے اس لئے وہ کوشش کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ [4]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ کسی حال میں بھی اللّٰہ تعالٰی کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور مَصائب و آلام میں اسی کی بارگاہ میں دستِ دعا دراز کرتا رہے کیونکہ اللّٰہ تعالٰی ہی حقیقی طور پر مشکلات کو دور کرنے والا اور آسانیاں عطا فرمانے والا ہے۔ اللّٰہ تعالٰی ہمیں اپنی رحمت سے مایوس اور ناامید ہو جانے سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......حجر: ٥٦.

2 ......حٰمٓ السجدة: ٤٩.

3 ......کنز العمّال، کتاب الاذکار، قسم الافعال، فصل فی التفسیر، سورة النّساء، ١٦٧/١، الجزء الثانی، الحدیث: ٤٣٢٢.

4 ......احیاء علوم الدّین، کتاب ذمّ الکبر والعجب، الشطر الثانی من الکتاب فی العجب، بیان ذمّ العجب وآفاته، ٤٥٢/٣.

وَ اَنِيْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کی طرف رجوع لاؤ اور اس کے حضور گردن رکھو قبل اس کے کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس وقت سے پہلے اس کے حضور گردن رکھو کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ کی جائے۔

﴿وَاَنِيْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ: اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔﴾ اس سے پہلی آیت میں بیان فرمایا گیا کہ جو کفر و شرک اور گناہوں سے سچی توبہ کرلے اسے بخش دیا جائے گا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جلد توبہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے میرے بندو! کفر و شرک اور گناہوں سے سچی توبہ کرکے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف رجوع کرو اور اس وقت سے پہلے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو کہ تم پر دنیا میں عذاب آجائے، اگر تم نے توبہ نہ کی تو عذاب سے چھٹکارا پانے میں تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے گی۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ فقط اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کرکے گناہوں میں مصروف رہنا درست نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گناہوں سے سچی توبہ مطلوب ہے اور جو توبہ کرنا چھوڑ دے گا تو اس کے لئے بڑی وعید ہے۔

وَ اتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى

---

1 ......تفسير قرطبى، الزّمر، تحت الآية: ٥٤، ١٩٦/٨، الجزء الخامس عشر، ابن كثير، الزّمر، تحت الآية: ٥٤، ٩٩/٧، روح البيان، الزمر، تحت الآية: ٥٤، ١٢٧/٨، ملتقطاً.

مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اوراس کی پیروی کرو جواچھی سے اچھی تمہارے رب سے تمہاری طرف اُتاری گئی قبل اس کے کہ عذاب تم پراچانک آجائے اورتمہیں خبر نہ ہو۔ کہ کہیں کوئی جان یہ نہ کہے کہ ہائے افسوس ان تقصیروں پر جو میں نے اللّٰہ کے بارے میں کیں اور بیشک میں ہنسی بنایا کرتا تھا۔ یا کہے اگر اللّٰہ مجھے راہ دکھاتا تو میں ڈروالوں میں ہوتا۔ یا کہے جب عذاب دیکھے کسی طرح مجھے واپسی ملے کہ میں نیکیاں کروں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے رب کی طرف سے جو بہترین چیز تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اس کی اس وقت سے پہلے پیروی اختیار کرلو کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں خبر (بھی) نہ ہو۔ (پھر ایسا نہ ہو) کہ کوئی جان یہ کہے کہ ہائے افسوس ان کوتاہیوں پر جو میں نے اللّٰہ کے بارے میں کیں اور بیشک میں مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔ یا کہے: اگر اللّٰہ مجھے ہدایت دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا۔ یا جب عذاب دیکھے تو کہے: اگر مجھے ایک مرتبہ لوٹنا (نصیب) ہوتا تو میں نیکیاں کرنے والوں میں سے ہوجاتا۔

﴿وَاتَّبِعُوْا: اور پیروی کرو۔﴾ اس آیت اوراس کے بعدوالی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو، تم وہ کام کرو جس کا اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ پاک میں تمہیں حکم دیا ہے اور جس کام سے منع کیا ہے اس سے باز آجاؤ۔ پھر ایسا نہ ہو کہ عذاب دیکھنے کے بعد کوئی جان یہ کہے کہ ہائے افسوس ان کوتاہیوں پر جو میں نے اللّٰہ تعالیٰ کے بارے میں کیں کہ اس کی فرمانبرداری نہ کرسکا اور اس کے حق کو نہ پہچانا اور اس کی رضا حاصل کرنے کی فکر نہ کی اور بیشک میں تو اللّٰہ تعالیٰ کے دین کا اور اس کی کتاب کا مذاق اڑانے والوں میں سے

تھا۔ یا کوئی جان یہ کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اپنا دین قبول کرنے اور اپنی فرمانبرداری کی توفیق دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا۔ یا جب عذاب دیکھے تو کوئی جان یہ کہے: اگر مجھے ایک مرتبہ پھر دنیا کی طرف لوٹنا نصیب ہوتا تو میں نیکیاں کرنے والوں میں سے ہوجاتا۔[1]

بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِیْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَ اسْتَكْبَرْتَ وَ كُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں کیوں نہیں بیشک تیرے پاس میری آیتیں آئیں تو تُو نے انہیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو کافر تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہاں کیوں نہیں! بیشک تیرے پاس میری آیتیں آئیں تو تُو نے انہیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو انکار کرنے والوں میں سے ہوگیا۔

﴿بَلٰى: ہاں کیوں نہیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان باطل عذروں کا رد کرتے ہوئے گویا کہ ارشاد فرمایا: ''ہاں کیوں نہیں! تیرے پاس قرآنِ پاک پہنچا اور حق و باطل کی راہیں تم پر واضح کردی گئیں اور تجھے حق و ہدایت اختیار کرنے کی قدرت بھی دی گئی، اس کے باوجود تو نے حق کو چھوڑا اور اس کو قبول کرنے سے تکبر کیا، گمراہی اختیار کی اور جو حکم دیا گیا اس کی ضد و مخالفت کی، تو اب تیرا یہ کہنا غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے راہ دکھاتا تو میں ڈرنے والوں میں سے ہوتا اور تیرے تمام عذر جھوٹے ہیں۔[2]

وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَى الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴿۶۰﴾

1 ......تفسير طبری، الزّمر، تحت الآية: ٥٥-٥٨، ١١/١٨-٢٠، خازن، الزّمر، تحت الآية: ٥٥-٥٨، ٤/٦٠-٦١، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الزّمر، تحت الآية: ٥٩، ص١٠٤٤.

ترجمۂ کنزالایمان: اور قیامت کے دن تم دیکھو گے اُنہیں جنہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا کہ اُن کے منہ کالے ہیں کیا مغرور کا ٹھکانا جہنم میں نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور قیامت کے دن تم اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کو دیکھو گے کہ ان کے منہ کالے ہوں گے۔ کیا متکبروں کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے؟

﴿وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَى الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ: اور قیامت کے دن تم اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کو دیکھو گے۔﴾ یعنی قیامت کے دن تم ان لوگوں کو دیکھو گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی بات کہی جو اس کے لائق نہیں، اس کے لئے شریک تجویز کئے، اولاد بتائی اور اس کی صفات کا انکار کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قیامت کے دن ان کے منہ کالے ہوں گے۔ کیا ان متکبروں کیلئے جہنم میں ٹھکانا نہیں ہے جو تکبر کی وجہ سے ایمان نہ لائے؟ یقیناً وہیں ان کا ٹھکانہ ہے۔[1]

وَ یُنَجِّی اللّٰهُ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ٘ لَا یَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ بچائے گا پرہیزگاروں کو اُن کی نجات کی جگہ نہ انہیں عذاب چھوئے اور نہ اُنہیں غم ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ پرہیزگاروں کو ان کی نجات کی جگہ کے ذریعے بچائے گا۔ نہ انہیں عذاب چھوئے گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

﴿وَ یُنَجِّی اللّٰهُ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا: اور اللہ پرہیزگاروں کو نجات دے گا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں جھٹلانے والوں کا اُخروی حال بیان ہوا اور اس آیت میں پرہیزگار مسلمانوں کا اُخروی حال بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ قیامت کے

1 ......مدارك، الزّمر، تحت الآية: ٦٠، ص١٠٤٤، خازن، الزّمر، تحت الآية: ٦٠، ٤/٦١، ملتقطاً.

دن اللہ تعالیٰ شرک اور گناہوں سے بچنے والوں کو نجات کی جگہ جنت میں بھیج کر تکبر کرنے والوں کے ٹھکانے جہنم سے بچالے گا اور ان کا حال یہ ہوگا کہ نہ ان کے جسموں کو عذاب چھوئے گا اور نہ ان کے دلوں کو غم پہنچے گا۔ [1]

جہنم کے عذاب سے نجات کا سبب اور تقویٰ کے فضائل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں پرہیز گاری اختیار کرنا یعنی کفر وشرک اور گناہوں سے بچنا قیامت کے دن جہنم کے عذاب سے نجات پانے کا بہت بڑا سبب ہے۔ اسی سے متعلق ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَیْرٌؕ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو اللہ کے یہاں کا ثواب بہت اچھا ہے، اگر یہ جانتے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَؕ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُؕ اُكُلُهَا دَآىٕمٌ وَّ ظِلُّهَاؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ﳓ وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس جنت کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں جاری ہیں، اس کے پھل اور اس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ یہ پرہیز گاروں کا انجام ہے اور کافروں کا انجام آگ ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَاۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِیًّاۚ(۷۱) ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْهَا جِثِیًّا [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں سے ہر ایک دوزخ پر سے گزرنے والا ہے۔ یہ تمہارے رب کے ذمہ پر حتمی فیصلہ کی ہوئی بات ہے۔ پھر ہم ڈرنے والوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

---

1 ......روح البیان، الزّمر، تحت الآیۃ: ٦١، ٨/١٣٠-١٣١، ملتقطاً.
2 ......بقرہ:١٠٣.
3 ......رعد:٣٥.
4 ......مریم:٧١، ٧٢.

لٰہٰذا جو کافر ہے تو اسے چاہئے کہ ایمان لائے اور ہر مومن کو چاہئے کہ وہ گناہوں سے بچے اور نیک اعمال کرے تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اسے جہنم کے عذاب سے نجات ملے اور جنت میں داخلہ نصیب ہو۔ترغیب کے لئے تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے کے **15** فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)......اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت والا وہ ہے جو متقی ہے۔[1]

(2)......اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔[2]

(3)......اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کو پسند فرماتا ہے۔[3]

(4)......جنت متقی لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔[4]

(5)......قیامت کے دن متقی لوگوں کو مہمان بنا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے گا۔[5]

(6)......متقی لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں۔[6]

(7)......اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کا مددگار ہے۔[7]

(8)......متقی لوگ قیامت کے دن ایک دوسرے کے دوست ہوں گے۔[8]

(9)......متقی لوگ امن والے مقام میں ہوں گے۔[9]

(10)......آخرت کا اچھا انجام متقی لوگوں کے لئے ہے۔[10]

(11)......تقویٰ فضیلت حاصل ہونے کا سبب ہے۔[11]

---

1 ......حجرات:١٣.
2 ......بقرہ:١٩٤.
3 ......ال عمران:٧٦.
4 ......ال عمران:١٣٣.
5 ......مریم:٨٥.
6 ......قلم:٣٤.
7 ......جاثیہ:١٩.
8 ......زخرف:٦٧.
9 ......دخان:٥١.
10 ......ھود:٥١.
11 ......معجم الاوسط، باب العین، من اسمه: عبد الرحمن، ٣٢٩/٣، الحدیث: ٤٧٤٩.

(12)......تقویٰ بہترین زادِراہ ہے۔[1]

(13)...... جسے تقویٰ عطا کیا گیا اسے دین ودنیا کی بہترین چیز دی گئی۔[2]

(14)......تقویٰ آخرت کا شرف ہے۔[3]

(15)......متقی لوگ سردار ہیں۔[4]

اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے کرم سے ہمیں جہنم کے عذاب سے بچائے، اٰمین۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ٘ وَّ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ﴿٦٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز کا مختار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ: اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں ہونے والی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز میں جیسے چاہے تَصَرُّف فرماتا ہے۔[5]

حاجات پوری ہونے اور مَصائب دور ہونے سے متعلق ایک مفید وظیفہ

جس شخص کو آندھی، آسمانی بجلی یا کسی اور چیز سے نقصان پہنچنے کا ڈر ہو یا وہ تنگدستی کا شکار ہو تو اسے چاہئے کہ کثرت سے ''یَا وَكِیْلُ'' پڑھا کرے، اس سے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ حاجتیں پوری ہوں گی، مصیبتیں دور ہوں گی اور پڑھنے والے کے لئے رزق اور بھلائی کے دروازے کھلیں گے۔[6]

1......كنز العمال، كتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الباب الاول، الفصل الثانی، ٢/٤١، الجزء الثالث، الحديث: ٥٦٣٢.

2......كنز العمال، كتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الباب الاول، الفصل الثانی، ٢/٤١، الجزء الثالث، الحديث: ٥٦٣٨.

3......مسند الفردوس، باب الشين، ٢/٣٥٨، الحديث: ٣٦٠٠.

4......كنز العمال، كتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الباب الاول، الفصل الثانی، ٢/٤١، الجزء الثالث، الحديث: ٥٦٥٠.

5......خازن، الزّمر، تحت الآية: ٦٢، ٤/٦١، جلالين، الزّمر، تحت الآية: ٦٢، ص٣٨٩.

6......روح البيان، الزّمر، تحت الآية: ٦٢، ٨/١٣١، ملخصاً.

لَهٗ مَقَالِيۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓٮِٕكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿٦٣﴾

ع ۶ ۱۱

ترجمۂ کنزالایمان: اُسی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اور جنھوں نے اللّٰہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی نقصان میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ملکیت میں ہیں اور جنہوں نے اللّٰہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

﴿لَهٗ مَقَالِيۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ: آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ملکیت میں ہیں۔﴾ یعنی رحمت، رزق اور بارش وغیرہ کے خزانوں کی کنجیاں اللّٰہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں، وہی اُن کا مالک ہے۔ روایت ہے کہ حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی تو ارشاد فرمایا کہ ’’زمین وآسمان کی کنجیاں یہ ہیں: ’’لَااِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَهُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ وَ هُوَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر۔ مراد یہ ہے کہ ان کلمات میں اللّٰہ تعالیٰ کی توحید اور تمجید ہے، یہ آسمان وزمین کی بھلائیوں کی کنجیاں ہیں، جس مومن نے یہ کلمات پڑھے تو وہ دونوں جہاں کی بہتری پائے گا۔ (1)

زمین کے خزانوں کی کنجیاں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھی عطا ہوئی ہیں

یاد رہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے زمین کے خزانوں کی کنجیاں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھی عطا فرمائی ہیں، چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ ایک دن تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ شہدائے اُحد پر نماز پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے جیسے میت پر نماز پڑھی جاتی ہے، پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا ’’میں تمہارا پیش رو

1 ......جلالين، الزّمر، تحت الآية: ٦٣، ص٣٨٩، مدارك، الزّمر، تحت الآية: ٦٣، ص١٠٤٥، ملتقطاً.

ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور بے شک خدا کی قسم! میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں یا (یہ فرمایا کہ مجھے) زمین کی کنجیاں عطا فرما دی گئی ہیں اور بے شک خدا کی قسم! مجھے تمہارے متعلق یہ ڈر نہیں کہ میرے بعد شرک کرنے لگو گے بلکہ مجھے اندیشہ ہے کہ تم دنیا کی محبت میں پھنس جاؤ گے۔ [1]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں:

مالکِ کُل کہلاتے یہ ہیں ان کے ہاتھ میں ہر کنجی ہے

﴿وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ: اور جنہوں نے اللّٰہ کی آیتوں کا انکار کیا۔﴾ یعنی جب ہر چیز کا خالق اللّٰہ تعالیٰ ہے، وہی ہر چیز پر نگہبان ہے، آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ملکیت میں ہیں اور کفار ان چیزوں کو تسلیم بھی کرتے ہیں تو ان پر لازم تھا کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت کو تسلیم کریں، اس لئے یہاں فرمایا گیا کہ اللّٰہ تعالیٰ کی عظمت و شان کا اقرار کرنے کے باوجود جنہوں نے اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور جزا و سزا کے مضمون پر مشتمل آیات کا انکار کیا وہی نقصان اٹھائیں گے کیونکہ انہوں نے ثواب کے مقابلے میں سزا کو اختیار کیا اور کفر و نفاق کی چابی سے اپنے آپ کے لئے عذاب کے دروازے کھول لئے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار ہی دراصل نقصان اٹھانے والے ہیں اور یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ جو شخص کافر نہیں اسے اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت میں سے کچھ حصہ ضرور ملے گا۔ [2]

قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّیْۤ اَعْبُدُ اَیُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ تو کیا اللّٰہ کے سوا دوسرے کے پوجنے کو مجھ سے کہتے ہو اے جاہلو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اے جاہلو! کیا تم مجھے اس بات کا حکم دیتے ہو کہ میں اللّٰہ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ مشرکین نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا کہ آپ ہمارے بعض معبودوں کی

1 ......بخاری، کتاب الجنائز، باب الصّلاة علی الشهید، ۱/۴۵۲، الحدیث: ۱۳۴۴.

2 ......تفسیر کبیر، الزّمر، تحت الآیة: ۶۳، ۹/۴۷۱.

عبادت کریں تو ہم آپ کے معبود پر ایمان لے آئیں گے۔ اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کفارِ قریش سے فرما دیں جو آپ کو اپنے آباؤ اَجداد کے دین یعنی بت پرستی کی طرف بلاتے ہیں کہ اے جاہلو! دلائل کے ساتھ اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا حق ہونا اور کفر و شرک کا باطل ہونا ثابت ہو جانے کے باوجود کیا مجھے یہ کہتے ہو کہ میں اللّٰہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں؟ انہیں جاہل اس لئے فرمایا گیا کہ اس سے پہلے حقیقی معبود کے یہ اوصاف بیان ہوئے کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور آسمان و زمین کے خزانوں کی چابیاں اسی کے پاس ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ بتوں کا تعلق جمادات سے ہے اور وہ کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے اور جو شخص اتنے مقدس اور عظمت والے اوصاف سے مَوصوف معبود کی عبادت سے منہ پھیر کر ان بے جان جسموں کی عبادت میں مشغول ہو تو وہ بہت بڑا جاہل ہے (اور اس کے ساتھ ساتھ اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت کے علمبردار کو بھی اس جھوٹی عبادت کی طرف بلانا اس سے بڑی جہالت ہے) اس لئے یہاں انہیں جاہل فرمایا گیا۔ (1)

وَ لَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَ اِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَۚ لَىٕنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف کہ اے سننے والے اگر تو نے اللّٰہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا اور ضرور تو ہار میں رہے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ (اے ہر سننے والے مخاطب!) اگر تو نے شرک کیا تو ضرور تیرا ہر عمل برباد ہو جائے گا اور ضرور تو خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔

﴿ وَ لَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَ اِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ: اور بیشک تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف یہ وحی کی گئی

(1)……تفسیر کبیر، الزّمر، تحت الآیة: ٦٤، ٩ /٤٧١-٤٧٢، خازن، الزّمر، تحت الآیة: ٦٤، ٤ /٦٢، روح البیان، الزّمر، تحت الآیة: ٦٤، ٨/١٣٢، ملتقطاً.

ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک آپ کی طرف اور آپ سے پہلے رسولوں کی طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ اگر بالفرض تم نے اللّٰہ تعالیٰ کا شریک کیا تو ضرور تمہارا ہر عمل برباد ہو جائے گا اور ضرور تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

اس آیت میں خطاب اگرچہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے لیکن مراد سننے والے ہیں کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو (اور تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو) شرک سے معصوم فرمایا ہے۔[1]

یا اس آیت میں ایک ناممکن چیز کو ناممکن چیز پر مَوقوف کیا گیا ہے، جیسے اس آیت میں ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: (ایک ناممکن بات کو فرض کر کے کہتا ہوں کہ) اگر رحمٰن کے کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں (اس کی) عبادت کرنے والا ہوتا۔

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿٦٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ اللّٰہ ہی کی بندگی کر اور شکر والوں سے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ اللّٰہ ہی کی بندگی کر اور شکر گزاروں میں سے ہو جا۔

﴿بَلْ: بلکہ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مشرکین جو آپ کو بتوں کی پوجا کرنے کا کہتے ہیں آپ ان کی بات کی طرف توجہ نہ دیں بلکہ اللّٰہ تعالیٰ ہی کی بندگی کرتے رہیں اور اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جو نعمتیں آپ کو عطا فرمائی ہیں، اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت بجالا کر ان کی شکر گزاری کرتے رہیں۔[3]

1 ......خازن، الزّمر، تحت الآية: ٦٥، ٤/٦٢، جلالين، الزّمر، تحت الآية: ٦٥، ص ٣٩٠، ملتقطاً.

2 ......زخرف: ٨١.

3 ......روح البيان، الزّمر، تحت الآية: ٦٦، ٨/١٣٣، ملخصاً.

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُنہوں نے اللّٰہ کی قدر نہ کی جیسا کہ اس کا حق تھا اور وہ قیامت کے دن سب زمینوں کو سمیٹ دے گا اور اس کی قدرت سے سب آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے اور اُن کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے اللّٰہ کی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا اور قیامت کے دن ساری زمین اس کے قبضے میں ہوگی اور اس کی قدرت سے تمام آسمان لپیٹے ہوئے ہوں گے اور وہ ان کے شرک سے پاک اور بلند ہے۔

﴾وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ: اور انہوں نے اللّٰہ کی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا۔﴿ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو مشرکین آپ کو بتوں کی پوجا کرنے کی دعوت دے رہے ہیں انہوں نے اللّٰہ تعالیٰ کی ویسی قدر نہ کی جیسی اس کی قدر کرنے کا حق تھا، اسی وجہ سے وہ شرک میں مبتلا ہوئے، اگر وہ عظمتِ الٰہی سے واقف ہوتے اور اس کا مرتبہ پہچانتے تو ایسا کیوں کرتے! اس کے بعد اللّٰہ تعالیٰ اپنی عظمت وجلال بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ قیامت کے دن ساری زمین اس کے قبضے میں ہوگی اور اس دن کوئی بھی زمین کے کسی حصے پر اپنی ظاہری مِلکیّت کا دعویٰ نہ کرسکے گا اور اس کی قدرت سے تمام آسمان لپیٹے ہوئے ہوں گے اور اللّٰہ تعالیٰ کافروں کے شرک سے پاک اور بلند ہے۔[1]

یہاں آیت کے اس حصے سے متعلق ایک حدیثِ پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ آسمان کو لپیٹ کر اپنے دستِ قدرت میں لے گا، پھر فرمائے گا ’’میں ہوں بادشاہ۔ کہاں ہیں جَبّار؟ کہاں ہیں مُتکبِّر؟ ملک وحکومت کے دعویدار؟ پھر زمینوں کو لپیٹ کر اپنے دوسرے دستِ قدرت میں لے گا اور یہی فرمائے گا ’’میں ہوں بادشاہ، کہاں

1 ......تفسیر طبری، الزّمر، تحت الآیة: ٦٧، ١١/٢٣-٢٧، روح البیان، الزّمر، تحت الآیة: ٦٧، ٨/١٣٤-١٣٥، ملتقطاً.

ہیں زمین کے بادشاہ؟[1]

وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور صُور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہوجائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں مگر جسے اللہ چاہے پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہوجائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور صُور میں پھونک ماری جائے گی تو جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں سب بیہوش ہوجائیں گے مگر جسے اللہ چاہے پھر اس میں دوسری بار پھونک ماری جائے گی تو اسی وقت وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہوجائیں گے۔

﴾وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ: اور صُور میں پھونک ماری جائے گی۔﴿ آیت کے اس حصے میں پہلی بار صور پھونکنے کا بیان ہے، اس سے جو بے ہوشی طاری ہوگی اس کا یہ اثر ہوگا کہ فرشتوں اور زمین والوں میں سے اس وقت جو لوگ زندہ ہوں گے اور ان پر موت نہ آئی ہوگی تو وہ اس سے مرجائیں گے اور وہ بزرگ ہستیاں جنہیں ان کی دُنْیَوی موت کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندگی عنایت کی ہوئی ہے اور وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور شہداء، ان پر اُس نفخہ سے بے ہوشی کی سی کیفیّت طاری ہوگی۔[2] اور جو لوگ قبروں میں مرے پڑے ہیں انہیں اس نفخہ کا شعور بھی نہ ہوگا۔

﴾اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ: مگر جسے اللہ چاہے۔﴿ یعنی پہلی مرتبہ صور پھونکنے کے بعد آسمانوں میں اور زمین پر موجود تمام فرشتے اور جاندار مرجائیں گے البتہ جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا اُسے اُس وقت موت نہ آئے گی۔ اس اِستثناء میں کون کون داخل ہے اس بارے میں مفسرین کے بہت سے اَقوال ہیں، ان میں سے **4** قول درج ذیل ہیں:

---

1 ......بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: مالك النّاس، ٤/٥٣٣، الحديث: ٧٣٨٢، مسلم، كتاب صفة القيامة و الجنة والنار، ص١٤٩٩، الحديث: ٢٤(٢٧٨٨).

2 ......جمل، الزّمر، تحت الآية: ٦٨، ٦/٤٤٧.

پہلا قول: حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے فرمایا کہ بے ہوشی کے نَفخہ سے حضرت جبریل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت مَلکُ الموت عَلَیْہِمُ السَّلَام کے علاوہ تمام آسمان اور زمین والے مرجائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ پہلے اور دوسرے نَفخہ کے درمیان جو چالیس برس کی مدت ہے اس میں اُن فرشتوں کو بھی موت دے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جنہیں پہلے نَفخہ سے موت نہیں آئے گی ان سے مراد شہداء ہیں جن کے لئے قران مجید میں "**بَلْ اَحْیَآءٌ**" آیا ہے۔ حدیث شریف میں بھی ہے کہ وہ شہداء ہیں جو تلواریں حمائل کئے عرش کے گرد حاضر ہوں گے۔

تیسرا قول: حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ اس وقت جنہیں موت نہیں آئے گی وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں، چونکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کوہِ طور پر بے ہوش ہو چکے ہیں اس لئے پہلی مرتبہ صور پھونکنے سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بے ہوش نہ ہوں گے بلکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بیدار اور ہوشیار رہیں گے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ پہلی بار صور پھونکے جانے کے وقت جنہیں موت نہ آئے گی وہ جنت کی حوریں اور عرش و کرسی کے رہنے والے ہیں۔ حضرت ضحاک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے کہ مُستثنیٰ رضوانِ جنت، حوریں، وہ فرشتے جو جہنم پر مامور ہیں اور جہنم کے سانپ، بچھو ہیں۔ (1)

﴿ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی: پھر اس میں پھونک ماری جائے گی۔﴾ آیت کے اس حصے میں دوسری بار صور پھونکے جانے کا بیان ہے جس سے مردے زندہ کئے جائیں گے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ پھر دوسری مرتبہ صور میں پھونک ماری جائے گی تو اسی وقت وہ دیکھتے ہوئے اپنی قبروں سے زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے۔

دیکھتے ہوئے کھڑے ہونے سے یا تو یہ مراد ہے کہ وہ حیرت میں آکر مَبہوت شخص کی طرح ہر طرف نگاہیں اُٹھا اُٹھا کر دیکھیں گے یا یہ معنی ہیں کہ وہ یہ دیکھتے ہوں گے کہ اب انہیں کیا معاملہ پیش آئے گا۔ اس وقت مومنین کی قبروں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے سواریاں حاضر کی جائیں گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف مہمان بنا کر لے جائیں گے۔

---

1 ......تفسیر کبیر، الزّمر، تحت الآیۃ: ٦٨، ٩/ ٤٧٦، جمل، الزّمر، تحت الآیۃ: ٦٨، ٦/ ٤٤٩-٤٥٠، قرطبی، الزّمر، تحت الآیۃ: ٦٨، ٨/ ٢٠٤، الجزء الخامس عشر، ملتقطاً.

2 ......مریم: ٨٥.

جبکہ کفار کو پیدل ہی ہانکا جائے گا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے ہانکیں گے۔ [2]

وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین جگمگا اُٹھے گی اپنے رب کے نور سے اور رکھی جائے گی کتاب اور لائے جائیں گے انبیاء اور یہ نبی اور اُس کی اُمت کہ اُن پر گواہ ہونگے اور لوگوں میں سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور اُن پر ظلم نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور کتاب رکھی جائے گی اور انبیاء اور گواہی دینے والے لائے جائیں گے اور لوگوں میں سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

﴿وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا: اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کے **5** اَحوال بیان فرمائے ہیں، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(1)......قیامت کے دن زمین اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے نور سے بہت تیز روشنی کے ساتھ جگمگا اٹھے گی یہاں تک کہ سرخی کی جھلک نمودار ہوگی، اور یہ زمین دنیا کی زمین نہ ہوگی بلکہ نئی ہی زمین ہوگی جسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کے لئے پیدا فرمائے گا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو جس دن زمین کو دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا۔

---

1 ......مریم:٨٦.

2 ......تفسیر کبیر، الزّمر، تحت الآیۃ: ٦٨، ٩/٤٧٧، جمل، الزّمر، تحت الآیۃ: ٦٨، ٦/٤٤٩، ملتقطًا.

3 ......ابراھیم:٤٨.

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ اس آیت میں جس نور کا ذکر ہے یہ چاند، سورج کا نور نہ ہوگا بلکہ یہ اور ہی نور ہوگا جسے اللہ تعالیٰ پیدا فرمائے گا اور اس سے زمین روشن ہو جائے گی۔

(2)......حساب کے لئے اَعمال کی کتاب رکھی جائے گی۔ اِس کتاب سے مراد یا تو لوحِ محفوظ ہے کہ جس میں قیامت تک ہونے والے دنیا کے تمام اَحوال اپنی مکمل تفصیلات کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں یا اس سے ہر شخص کا اعمال نامہ مراد ہے جو اس کے ہاتھ میں ہوگا، جیسا کہ ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىٕرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖؕ وَ نُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے میں لگادی ہے اور ہم اس کیلئے قیامت کے دن ایک نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔

اور مجرموں کا قول نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّ لَا كَبِیْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نامہ اعمال کو کیا ہے کہ اس نے ہر چھوٹے اور بڑے گناہ کو گھیرا ہوا ہے۔

(3)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو لایا جائے گا تا کہ وہ لوگوں پر گواہی دیں۔ ان کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا:

فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔

(4)......گواہی دینے والے لائے جائیں گے جو رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تبلیغ کی گواہی دیں گے۔ اس سے متعلق ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔

1......بنی اسرائیل:١٣۔
2......کہف:٤٩۔
3......النساء:٤١۔
4......البقرہ:١٤٣۔

(5)......قیامت کے دن لوگوں میں سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور ان کے ثواب میں کمی کر کے یا عذاب میں زیادتی کر کے ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔[1]

وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٠﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر جان کو اس کا کیا بھرپور دیا جائے گا اور اسے خوب معلوم ہے جو وہ کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہر جان کو اس کے اعمال کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا اور وہ (اللہ) خوب جانتا ہے جو لوگ کرتے ہیں۔

﴿ **وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ: اور ہر جان کو اس کے اعمال کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا۔** ﴾ یعنی قیامت کے دن ہر جان کو اس کے اچھے یا برے تمام اعمال کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان اعمال کو خوب جانتا ہے جو لوگ کرتے ہیں، اس سے کچھ مخفی نہیں اور نہ اسے گواہ اور لکھنے والے کی حاجت ہے بلکہ یہ سب لوگوں پر حجت تمام کرنے کیلئے ہوں گے۔[2]

گناہ گاروں کے لئے عبرت اور نصیحت

اس آیتِ مبارکہ میں خاص طور پر ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت اور نصیحت ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور گناہوں میں مصروف ہیں، انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ قیامت کے دن سے زیادہ طویل دن اور کوئی نہیں، اس دن سے زیادہ ہَولناک دن اور کوئی نہیں اور اس دن اعمال کا حساب لئے جانے کے مرحلے سے زیادہ خطرناک مرحلہ اور کوئی نہیں، اس دن کی دہشت، شدت اور ہَولناکی بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۫ وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیسی حالت ہوگی جب ہم انہیں اس دن کے لئے اکٹھا کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو اس کی پوری کمائی دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

1 ......جمل، الزّمر، تحت الآية:٦٩، ٦/٥٠٤-٤٥١، تفسير كبير، الزّمر، تحت الآية: ٦٩، ٩/٤٧٧-٤٧٨، روح البيان، الزّمر، تحت الآية: ٦٩، ٨/١٤٠، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الزّمر، تحت الآية: ٧٠، ٨/١٤٠-١٤١، جمل، الزّمر، تحت الآية: ٧٠، ٦/٤٥١، ملتقطاً.

3 ......ال عمران:٢٥.

اور ارشاد فرماتا ہے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ يَوْمَىٕذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَ لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔ اس دن کفار اور رسول کی نافرمانی کرنے والے تمنا کریں گے کہ کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کر دی جائے اور وہ کوئی بات اللہ سے چھپا نہ سکیں گے۔

لہٰذا اس نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہر گناہگار کو چاہئے کہ وہ اپنے گناہوں سے باز آجائے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے تمام گناہوں سے سچی توبہ کر لے تاکہ قیامت کے دن گناہوں کی سزا سے بچ سکے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے بچنے، سابقہ گناہوں سے سچی توبہ کرنے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے گروہ گروہ یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے اس کے

[1] ......سورة نساء: ٤١، ٤٢.

دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کے ملنے سے ڈراتے تھے کہیں گے کیوں نہیں مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اترا۔ فرمایا جائے گا داخل ہو جہنم کے دروازوں میں اس میں ہمیشہ رہنے تو کیا ہی برا ٹھکانا متکبروں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں کو گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو جہنم کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں تمہارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں مگر عذاب کا قول کافروں پر ثابت ہوگیا۔ کہا جائے گا: جہنم کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ، اس میں ہمیشہ رہنا ہے، تو متکبروں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا: اور کافروں کو گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔﴾ قیامت کے دن کے چند اَحوال بیان کرنے کے بعد اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا حال بیان کیا ہے جو عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن کافروں کو سختی کے ساتھ قیدیوں کی طرح جہنم کی طرف ہانکا جائے گا اور ان کی ہر ہر جماعت اور اُمت علیحدہ علیحدہ ہوگی، یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو جہنم کے ساتوں دروازے کھولے جائیں گے جو پہلے سے بند تھے اور جہنم کے داروغہ ڈانٹتے ہوئے ان سے کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تمہارے سامنے تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں تمہارے اِس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! بے شک انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام تشریف بھی لائے اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام بھی سنائے اور اُس دن سے بھی ڈرایا مگر عذاب کا قول کافروں پر ثابت ہوگیا کہ ہم پر ہماری بدنصیبی غالب ہوئی اور ہم نے گمراہی اختیار کی اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق جہنم میں بھرے گئے۔ ان کافروں سے کہا جائے گا: تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ اور تم ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہوگے اور کسی طرح اس سے نکل نہ سکو گے۔ (اے لوگو! دیکھ لو کہ) ایمان اور اطاعت سے تکبر کرنے والوں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔[1]

---

1 ......تفسیر کبیر، الزّمر، تحت الآیة: ٧١-٧٢، ٩/٤٧٨، خازن، الزّمر، تحت الآیة: ٧١-٧٢، ٤/٦٣، مدارك، الزّمر، تحت الآیة: ٧١-٧٢، ص١٠٤٧، روح البیان، الزّمر، تحت الآیة: ٧١-٧٢، ٨/١٤٢-١٤٣، ملتقطاً.

وَ سِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ ﴿۷۳﴾ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اپنے رب سے ڈرتے تھے اُن کی سواریاں گروہ گروہ جنت کی طرف چلائی جائیں گی یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوں گے اور اس کے داروغہ اُن سے کہیں گے سلام تم پر تم خوب رہے تو جنت میں جاؤ ہمیشہ رہنے۔ اور وہ کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث کیا کہ ہم جنت میں رہیں جہاں چاہیں تو کیا ہی اچھا ثواب کامیوں کا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اپنے رب سے ڈرنے والوں کو گروہ در گروہ جنت کی طرف چلایا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اور اس کے داروغے ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے تو ہمیشہ رہنے کو جنت میں جاؤ۔ اور وہ کہیں گے: سب خوبیاں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہمیں اِس زمین کا وارث کیا، ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں گے تو کیا ہی اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کا۔

﴿وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا: اور اپنے رب سے ڈرنے والوں کو گروہ در گروہ جنت کی طرف چلایا جائے گا۔﴾ اس سے پہلے عذاب پانے والوں کا حال بیان کیا گیا اور اب اس آیت سے ثواب پانے والوں کے احوال بیان کئے جا رہے ہیں، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والوں کو عزت و احترام اور لطف و کرم کے ساتھ سواریوں پر گروہ در گروہ جنت کی طرف چلایا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو اُن کی عزت و احترام کے لئے جنت کے دروازے پہلے سے ہی کھلے ہوئے ہوں گے اور جنت کے دروازے آٹھ ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم سے مروی ہے کہ جنت کے دروازے کے قریب ایک درخت ہے، اس کے نیچے سے دو چشمے نکلتے ہیں، مومن وہاں پہنچ کر ایک چشمہ میں غسل کرے گا تو اس سے اس کا جسم پاک وصاف ہوجائے گا اور دوسرے چشمہ کا پانی پئے گا تو اس سے اس کا باطن پاکیزہ ہوجائے گا، پھر فرشتے جنت کے دروازے پر استقبال کریں گے اور جنت کے خازن ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے تو ہمیشہ رہنے کو جنت میں جاؤ۔[1]

﴿وَقَالُوْا: اور وہ کہیں گے۔﴾ یعنی اہلِ جنت کہیں گے کہ سب خوبیاں اس اللہ تعالٰی کیلئے ہیں جس نے اپنا جنت کا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہمیں جنت کی زمین کا وارث کیا تاکہ ہم اس میں جیسے چاہیں تَصَرُّف کریں اور ہم اپنی جنت میں جہاں چاہیں رہیں، لہٰذا دنیا میں اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں کا آخرت میں کیا ہی اچھا اجر ہے۔[2]

وَتَرَى الْمَلٰٓىٕكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۠ ﴿۷۵﴾

رکوع ۸ ۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم فرشتوں کو دیکھو گے عرش کے آس پاس حلقہ کئے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے اور لوگوں میں سچا فیصلہ فرمادیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا رب۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ ہر طرف سے عرش کو گھیرے ہوئے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کررہے ہیں اور لوگوں میں سچا فیصلہ فرمادیا جائے گا اور کہا جائے گا: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

﴿وَتَرَى الْمَلٰٓىٕكَةَ: اور تم فرشتوں کو دیکھو گے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، قیامت کے دن جب اللہ تعالٰی فرشتوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا تو آپ دیکھیں گے کہ فرشتے ہر طرف سے عرش کو گھیرے ہوئے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ

1 ......تفسیر کبیر، الزّمر، تحت الآية: ۷۳، ۹/۴۷۹-۴۸۰، خازن، الزّمر، تحت الآية: ۷۳، ۴/۶۳-۶۴، ملتقطاً.

2 ......خازن، الزمر، تحت الآية: ۷۴، ۴/۶۴، ملخصاً.

کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کررہے ہیں اور قیامت کے دن لوگوں میں سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا کہ مومنوں کو جنت میں اور کافروں کو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا اور جنتی لوگ جنت میں داخل ہو کر شکر ادا کرنے کے لئے عرض کریں گے کہ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ (1)

حضرت وہب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''جو یہ جاننے کا ارادہ رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے درمیان کیسے فیصلہ فرماتا ہے تو وہ سورۂ زمر کے آخری حصے کو پڑھے۔ (2)

1 ……روح البیان، الزّمر، تحت الآیۃ: ٧٥، ٨/١٤٧-١٤٨، خازن، الزّمر، تحت الآیۃ: ٧٥، ٤/٦٤، ملتقطاً.

2 ……درمنثور، الزّمر، تحت الآیۃ: ٧٥، ٧/٢٦٧.

سُوْرَۃُ الْمُؤْمِن

مقامِ نزول

سورۂ مومن مکی سورت ہے البتہ اس کی آیت نمبر **56** ”اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ“ اور آیت نمبر **57** ”لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ“ یہ دونوں آیتیں مدنی ہیں۔ [1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **9** رکوع، **85** آیتیں، **1199** کلمے اور **4960** حروف ہیں۔ [2]

سورۂ مؤمن کے نام اور ان کی وجہِ تسمیہ

اس سورت کے دو نام ہیں **(1)** مومن۔ اس کا معنی ہے ایمان لانے والا اور اس سورت کی آیت نمبر **28** میں فرعون کی قوم کے ایک مومن شخص کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اسے ”سورۂ مومن“ کہتے ہیں۔ **(2)** غافر۔ اس کا معنی ہے بخشنے والا اور اس سورت کی آیت نمبر **3** میں اللہ تعالیٰ کا یہ وصف بیان کیا گیا کہ وہ گناہ بخشنے والا ہے، اس وجہ سے اسے ”سورۂ غافر“ کے نام سے مَوسوم کیا گیا۔

سورۂ مومن کے فضائل

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے صبح اٹھ کر (سورۂ مومن کی آیت نمبر **1**) ”حٰمٓ“ سے لے کر (آیت نمبر **3** کے آخر) ”اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ“ تک پڑھا اور آیت الکرسی پڑھی تو ان کی برکت سے صبح سے شام تک اس کی حفاظت کی جائے گی اور جس نے انہیں شام میں پڑھا تو ان کی برکت سے صبح تک اس کی حفاظت کی جائے گی۔ [3]

1......جلالین مع صاوی، سورۃ غافر، ٥/١٨١٣.

2......خازن، تفسیر سورۃ حم المؤمن، ٤/٦٥.

3......سنن ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل سورۃ البقرۃ وآیۃ الکرسی، ٤/٤٠٢، الحدیث: ٢٨٨٨.

(2)......حضرت خلیل بن مُرَّہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''حوامیم (یعنی حٰمٓ سے شروع ہونے والی سورتیں) **7** ہیں اور جہنم کے دروازے بھی **7** ہیں۔ ان سورتوں میں سے ہر ایک سورت جہنم کے اُن دروازوں میں سے ہر ایک دروازے پر جا کر کہتی ہے ''اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! اُس شخص کو اِس دروازے سے داخل نہ کرنا جو مجھ پر ایمان رکھتا تھا اور میری تلاوت کیا کرتا تھا۔[1]

(3)......حضرت **عبداللّٰہ بن مسعود** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''حٰمٓ سے شروع ہونے والی سورتیں قرآنِ مجید کی زینت ہیں۔[2]

سورۂ مومن کے مضامین

سورۂ مومن چونکہ مکی سورت ہے اس لئے دیگر سورتوں کی طرح اس کا بھی مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اسلام کے بنیادی عقائد جیسے توحید، نبوت و رسالت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر دلائل کے ساتھ کلام کیا گیا ہے، ان عقائد کے منکروں کو عذاب کی وعیدیں سنائی گئی ہیں اور بت پرستی کا رد کیا گیا ہے۔ نیز اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں،

(1)......اس سورت کی ابتداء میں یہ اعلان کیا گیا کہ قرآنِ پاک اس رب تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے جو کہ عزت والا، علم والا، گناہ بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا اور بڑے انعام عطا فرمانے والا ہے، نیز باطل کے ذریعے جھگڑنے والے کفار کی مذمت بیان کی گئی اور عرش اٹھانے والے فرشتوں کے اوصاف بتائے گئے۔

(2)...... یہ بتایا گیا کہ قیامت کے دن کفار اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیں گے اور عذاب کی شدت کی وجہ سے جہنم سے نکالے جانے کی فریاد کریں گے اور ان کی فریاد کو رد کر دیا جائے گا، نیز اللّٰہ تعالیٰ کے موجود اور قادر ہونے پر دلائل دیئے گئے، قیامت کی ہَولناکیوں سے خوف دلایا گیا اور اس دن کی سختیوں سے کفار کو ڈرایا گیا ہے۔

(3)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے کی وجہ سے سابقہ امتوں کی ہلاکت کے بارے میں بیان کر کے کفارِ مکہ کو ڈرایا گیا کہ اگر وہ اپنی رَوِش سے باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی اگلے لوگوں جیسا ہوسکتا ہے اور اس سلسلے میں حضرت

1......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، ٢/٤٨٥، الحدیث: ٢٤٧٩.

2......مستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة حمٓ المؤمن، ٣/٢٢٣، الحديث: ٣٦٨٦.

موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرعون، ہامان اور قارون کا واقعہ بیان کیا گیا اور اس میں فرعون کی قوم کے ایک مومن شخص کا بطورِ خاص تذکرہ کیا گیا۔

(4)......دنیا اور آخرت میں کافروں کی رسوائی کا اعلان کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والوں کی مدد کی جائے گی۔

(5)......نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی کہ جس طرح حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوموں کی اَذِیّتوں پر صبر فرمایا اسی طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی صبر فرمائیں۔

(6)......مسلمان اور کافر کی ایک مثال بیان کی گئی کہ مسلمان ایسا ہے جیسے بینا یعنی دیکھنے والا جبکہ کافر ایسا ہے جیسے اندھا اور اس کے بعد بندوں پر کی گئی اللّٰہ تعالیٰ کی نعمتیں بیان کی گئیں۔

(7)......سورت کے آخر میں مشرکین کا اُخروی انجام بیان کیا گیا اور سابقہ قوموں کے دردناک انجام کو دیکھ کر عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی۔

سورۂ زُمَر کے ساتھ مناسبت

سورۂ مومن کی اپنے سے ماقبل سورت ''زُمَر'' کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں قیامت کے اَحوال اور حشر کے میدان میں کفار کے اَحوال بیان کئے گئے ہیں۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ زُمَر کے آخر میں کافروں کی سزا اور متقی مسلمانوں کی جزاء بیان کی گئی اور سورۂ مومن کے شروع میں فرمایا گیا کہ اللّٰہ تعالیٰ گناہوں کو بخشنے والا ہے تاکہ کافر کو کفر چھوڑنے اور ایمان قبول کرنے کی ترغیب ملے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ کتاب اُتارنا ہے اللہ کی طرف سے جو عزت والا علم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حٰمٓ ۔ کتاب کا نازل فرمانا اللہ کی طرف سے ہے جو عزت والا، علم والا ہے۔

﴿ حٰمٓ ﴾ ان حروف کا تعلق حروفِ مُقطَّعات سے ہے اور ان کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ : کتاب کا نازل فرمانا اللہ کی طرف سے ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ مجید کو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی طرف سے نہیں بنایا بلکہ یہ وہ کتاب ہے جسے اس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ عزت والا ہے اور تمام معلومات کا علم رکھنے والا ہے۔[1]

یاد رہے کہ قرآنِ کریم وہ عظیم الشّان کتاب ہے جسے نازل فرمانے والا عزت وعلم والا، لانے والا بھی عزت و علم والا، جس نبی کی طرف لایا گیا وہ بھی عزت وعلم والا ہے اور جو اس قرآن کو پڑھتا، سمجھتا اور عمل کرتا ہے وہ بھی عزت و علم والا ہو جاتا ہے البتہ یہاں یہ فرق ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ کا عزت والا اور علم والا ہونا ذاتی ہے کسی کا دیا ہوا نہیں، نیز اللہ تعالیٰ کا علم کسی آلے یا غور وفکر کا محتاج نہیں، اس کا علم اَزلی اور اَبدی ہے کہ نہ اس کی کسی وقت سے کوئی ابتداء ہے اور نہ انتہا، اس کے علم کا ہونا ضروری ہے اور نہ ہونا محال ہے، اس کا علم دائمی ہے، اس میں تبدیلی اور تغیُّر محال ہے اور اس کا علم انتہائی کامل ہے جبکہ مخلوق کا عزت اور علم والا ہونا اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے اور جو اوصاف اللہ تعالیٰ کے علم کے ہیں وہ مخلوق کے علم کے ہرگز نہیں ہیں۔

غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِی الطَّوْلِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ

1 ……روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ۲، ۸/۱۵۰.

اِلَّا هُوَ ؕ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب کرنے والا بڑے انعام والا اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا، بڑے انعام والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف پھرنا ہے۔

﴿غَافِرِ الذَّنْۢبِ: گناہ بخشنے والا۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مزید 6 اَوصاف بیان فرمائے ہیں۔

(1)......وہ گناہ بخشنے والا ہے۔ جو مسلمان اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے اس کے گناہوں کی بخشش کا تو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے اور وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں فرماتا البتہ توبہ کے بغیر بھی اللہ تعالیٰ جس مسلمان کے چاہے گناہ بخش دے، اور یہ اس کا فضل و کرم اور احسان ہے۔ مفسرین نے ''**غَافِرْ**'' کا ایک معنی **ساتِر یعنی** ''چھپانے والا'' بھی بیان کیا ہے۔ اس صورت میں ''**غَافِرِ الذَّنْۢبِ**'' کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے صغیرہ کبیرہ تمام گناہوں اور خطاؤں کو محض اپنے فضل سے دنیا میں چھپانے والا ہے اور قیامت کے دن بھی چھپائے گا۔

(2)......وہ توبہ قبول فرمانے والا ہے۔ جو کافر اپنے کفر سے اور جو مومن اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اگرچہ اس نے موت سے چند لمحے پہلے ہی توبہ کیوں نہ کی ہو۔

(3)......سخت عذاب دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو ان کے کفر کی وجہ سے جہنم میں سخت عذاب دے گا، البتہ یاد رہے کہ بعض گناہگار مسلمان بھی ایسے ہوں گے جن کے گناہوں کی بنا پر انہیں جہنم کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

(4)......بڑے انعام والا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ بڑے انعام عطا فرمانے والا ہے۔

(5)......اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس آیت میں فضل و رحمت کے جو اَوصاف بیان ہوئے یہ صرف اللہ تعالیٰ کے ہیں، اس کے علاوہ اور کسی کی ایسی صفات نہیں ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی ایسے وصف نہیں رکھتا تو اس کے علاوہ

کوئی اور معبود بھی نہیں ہے۔

(6)......اسی کی طرف پھرنا ہے۔ جب قیامت کے دن لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو سبھی نے اپنے اعمال کا حساب دینے اور ان کی جزا پانے کے لئے اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے خواہ وہ خوشی سے جائے یا اسے جبری طور پر لے کر جایا جائے۔

گناہوں سے توبہ کرنے اور عملی حالت سدھارنے کی ترغیب

جب اللّٰہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ گناہوں کو بخشنے والا بھی ہے اور کافروں اور گناہگاروں کی توبہ قبول فرمانے والا بھی ہے، سخت عذاب دینے والا بھی ہے اور انعام و احسان فرمانے والا بھی ہے، وہی اکیلا معبود ہے اور سبھی کو اپنے اعمال کا حساب دینے اور ان کی جزا پانے کے لئے اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا بھی ہے، تو ہر کافر اور گناہگار مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے کفر اور گناہوں سے سچی توبہ کرے، اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بخشش اور مغفرت طلب کرے، اس کے عذاب سے ڈرتا اور اس سے پناہ مانگتا رہے، اس کے انعام اور احسان کو پانے کی کوشش کرے، صرف اللّٰہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرے اور آخرت میں ہونے والے حساب کی دنیا میں ہی تیاری کرے۔ انہی چیزوں کی ترغیب اور حکم دیتے ہوئے ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۫ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہ لوگ کہ جب کسی بے حیائی کا ارتکاب کرلیں یا اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اللّٰہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور اللّٰہ کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کرسکتا ہے اور یہ لوگ جان بوجھ کر اپنے برے اعمال پر اصرار نہ کریں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے بخشش ہے اور وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ (یہ لوگ) ہمیشہ ان (جنتوں) میں رہیں گے اور نیک اعمال کرنے والوں کا کتنا اچھا بدلہ ہے۔

1......ال عمران:١٣٥،١٣٦.

اور ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًاۙ(۷۰) یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْؕ-وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا[1]

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اللّٰہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہا کرو۔ اللّٰہ تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللّٰہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے سچی توبہ کرنے اور اپنی آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اس آیت کے متعلق ایک واقعہ

حضرت یزید بن اصم رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے منقول ہے کہ ایک آدمی بڑا طاقتور تھا اور شام کے لوگوں سے تعلق رکھتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے اپنے پاس نہ پایا تو اس کے بارے میں پوچھا۔ عرض کی گئی: وہ تو شراب کے نشے میں دُھت ہے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کاتب کو بلایا اور اس سے فرمایا: لکھو! عمر بن خطاب کی جانب سے فلاں بن فلاں کے نام، تم پر سلام ہو۔ میں تمہارے سامنے اس اللّٰہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ’’غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِۙ ذِی الطَّوْلِؕ-لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَؕ-اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ‘‘ پھر آپ نے دعا کی اور جو لوگ آپ کے پاس تھے انہوں نے آمین کہی۔ انہوں نے اس آدمی کے حق میں یہ دعا کی کہ اللّٰہ تعالیٰ اس پر نظرِ رحمت فرمائے اور اس کی توبہ قبول فرمائے۔ جب وہ خط اس آدمی تک پہنچا تو وہ اسے پڑھنے لگا اور ساتھ میں یوں کہتا ’’غَافِرِ الذَّنْۢبِ‘‘ اللّٰہ تعالیٰ نے مجھ سے بخشش کا وعدہ کیا ہے۔ ’’وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ‘‘ اللّٰہ تعالیٰ نے مجھے اپنے عذاب سے ڈرایا۔ ’’ذِی الطَّوْلِ‘‘ بہت زیادہ انعام فرمانے والا ہے۔ ’’اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ‘‘ وہ بار بار اسے اپنے اوپر دہراتا رہا یہاں تک کے رونے لگا، پھر اس نے گناہوں سے توبہ کی اور بہترین توبہ کی۔ جب حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تک اس کا معاملہ پہنچا تو آپ نے فرمایا: تم اسی طرح کیا کرو کہ جب تم کسی کو لغزش کی حالت میں دیکھو تو اسے درست ہونے کا موقع دو، نیز اللّٰہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ توبہ کر لے اور اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بن جاؤ۔[2]

1 ......احزاب: ۷۰، ۷۱.

2 ......درمنثور، غافر، تحت الآیة: ۳، ۷/ ۲۷۰-۲۷۱.

اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو کسی کے گناہ میں مبتلا ہونے کے بارے میں جاننے کے بعد اس کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں جس سے وہ اپنے گناہوں سے باز آنے کی بجائے اور زیادہ گناہوں پر بے باک ہو جاتا ہے، انہیں چاہئے کہ گناہگار سے نفرت نہ کریں بلکہ اس کے گناہ سے نفرت کریں اور اسے اس طرح نصیحت کریں جس سے اسے گناہ چھوڑ دینے اور نیک اعمال کرنے کی رغبت ملے، وہ اپنے اعمال کی اصلاح کرنے اور گناہوں سے توبہ کرنے کی طرف مائل ہو اور پرہیزگار انسان بننے کی کوشش شروع کر دے، نیز اس کی اصلاح اور توبہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو بھی رہے، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اسے گناہوں سے توبہ اور نیک اعمال کرنے کی توفیق مل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گناہگار مسلمانوں کی احسن انداز میں اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

مَا یُجَادِلُ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَلَا یَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِی الْبِلَادِ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی آیتوں میں جھگڑا نہیں کرتے مگر کافر تو اے سننے والے تجھے دھوکا نہ دے ان کا شہروں میں اَ ملے گہلے پھرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کی آیتوں میں کافر ہی جھگڑا کرتے ہیں تو اے سننے والے! ان کا شہروں میں چلنا پھرنا تجھے دھوکا نہ دے۔

﴿مَا یُجَادِلُ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اللہ کی آیتوں میں کافر ہی جھگڑا کرتے ہیں۔﴾ یعنی قرآن مجید کو جھٹلانا، اس کی آیتوں کا انکار کرنا، قرآن کریم پر اعتراض کرنا، اسے جادو، شعر، کہانت اور سابقہ لوگوں کی کہانیاں کہنا کافروں کا ہی کام ہے۔

قرآنِ مجید کے بارے میں جھگڑا کرنے سے متعلق 4 اَحادیث

اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ پاک کے بارے میں جھگڑا کرنا کسی مومن کا کام نہیں بلکہ کافر کا کام ہے۔ یہاں

قرآنی آیات میں جھگڑا اور اختلاف کرنے سے متعلق 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔ (1)

(2)......حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قرآنِ مجید میں جھگڑا نہ کرو کیونکہ اس میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔ (2)

(3)......حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ایک دن میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے دو شخصوں کی آوازیں سنیں جو کسی آیت میں اختلاف کر رہے تھے۔ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارے پاس اس طرح تشریف لائے کہ چہرۂ انور میں غصہ معلوم ہوتا تھا، ارشاد فرمایا ''تم سے پہلے لوگ اللّٰہ تعالٰی کی آیتوں میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہی ہلاک ہو گئے۔ (3)

(4)......حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک جماعت کو قرآنِ مجید میں جھگڑا کرتے سنا تو ارشاد فرمایا ''اس حرکت کی وجہ سے تم سے پہلے لوگ ہلاک ہو گئے کہ انہوں نے کتاب کے ایک حصے کو دوسرے حصے کے مخالف دکھایا۔ اللّٰہ تعالٰی کی کتاب تو اس لیے اتری ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کی تصدیق کرے، لہٰذا تم ایک حصے کو دوسرے حصے سے جھٹلاؤ نہیں بلکہ کتاب میں سے جس قدر جانتے ہو اتنا کہو اور جو نہیں جانتے اسے عالم کے سپرد کرو۔ (4)

قرآنِ مجید کی آیات کے بارے میں جھگڑا کرنے کی صورتیں

یاد رہے کہ قرآنِ مجید کی آیات کے بارے میں جھگڑا کرنے کی مختلف صورتیں ہیں جن میں سے بعض صورتیں، کفر، بعض کفر کے قریب اور حرام ہیں، مثلاً قرآنِ پاک کو جادو، شعر، کہانت اور سابقہ لوگوں کی داستان کہنا، جیسا کہ کفارِ مکہ کہا کرتے تھے، یہ کفر ہے۔ یونہی قرآنِ عظیم کو اپنی رائے کے مطابق بنانے میں جھگڑنا کہ ہر ایک اپنی رائے اور ایجاد

1......ابو داؤد، کتاب السنّة، باب النّهی عن الجدال فی القرآن، ٢٦٥/٤، الحدیث: ٤٦٠٣.

2......معجم الکبیر، عبد اللّٰه بن عبد الرّحمن عن زید بن ثابت، ١٥٢/٥، الحدیث: ٤٩١٦.

3......مسلم، کتاب العلم، باب النّهی عن اتباع متشابه القرآن... الخ، ص١٤٣٣، الحدیث: ٢(٢٦٦٦).

4......مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص رضی اللّٰه عنهما، ٦١١/٢، الحدیث: ٦٧٥٣.

کردہ مذہب کے مطابق اس کا ترجمہ یا تفسیر کرے۔ یہ کفر بھی ہوسکتا ہے اور ضلالت وگمراہی بھی۔ اسی طرح بغیر علم کے قرآن کا مطلب بیان کرنا حرام اور اپنے بیان کردہ مطلب کے درست ہونے پر اِصرار مزید حرام ہے۔

نوٹ: آیت اور اَحادیث میں جو قرآنِ کریم میں جھگڑا کرنے کا ذکر ہے اس سے مذکورہ بالا صورتیں مراد ہیں جبکہ مشکل مقامات کو حل کرنے اور پیچیدہ مسائل کو واضح کرنے کے لئے علمی اور اصولی بحثیں کرنا جیسا کہ ممتاز مفسرین اور مُجتہدین نے کیا، ان کا اس جھگڑے سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ بہت بڑی عبادات میں سے ہیں نیز مفسرین اور مجتہدین کا جو اختلاف ہے وہ جھگڑا نہیں بلکہ تحقیق ہے۔

﴿فَلَا یَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِی الْبِلَادِ: تو اے سننے والے! ان کا شہروں میں چلنا پھرنا تجھے دھوکا نہ دے۔﴾ یعنی اے سننے والے! کافروں کا صحت اور سلامتی کے ساتھ اپنے شہروں میں یا ایک ملک سے دوسرے ملک تجارتیں کرتے پھرنا اور نفع پانا تمہارے لئے تَرَدُّد کا باعث نہ ہو کہ یہ کفر جیسا عظیم جرم کرنے کے بعد بھی عذاب سے امن میں کیوں ہیں، کیونکہ ان کا آخری انجام خواری اور عذاب ہے۔ [1]

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۪ وَ هَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوْلِهِمْ لِیَاْخُذُوْهُ وَ جٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَیْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے پہلے نوح کی قوم اور ان کے بعد کے گروہوں نے جھٹلایا اور ہر امت نے یہ قصد کیا کہ اپنے رسول کو پکڑ لیں اور باطل کے ساتھ جھگڑے کہ اس سے حق کو ٹال دیں تو میں نے انہیں پکڑا پھر کیسا ہوا میرا عذاب۔

ترجمۂ کنزالعرفان: ان سے پہلے نوح کی قوم اور ان کے بعد کے گروہوں نے جھٹلایا اور ہر امت نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے رسول کو پکڑ لیں اور باطل کے ذریعے جھگڑتے رہے تاکہ اس سے حق کو مٹا دیں تو میں نے انہیں پکڑ لیا تو میرا

1 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٤، ٤/٦٥-٦٦، مدارك، غافر، تحت الآية: ٤، ص ١٠٥١، ملتقطاً.

عذاب کیسا ہوا؟

﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ : ان سے پہلے نوح کی قوم اوران کے بعد کے گروہوں نے جھٹلایا۔﴿ اس سے پہلی آیت میں بیان فرمایا گیا کہ کافروں کا انجام ذلت وخواری اورعذاب میں مبتلا ہونا ہے اوراب یہاں سے یہ بتایا جارہا ہے کہ پہلی امتوں میں بھی ایسے حالات گزر چکے ہیں، چنانچہ ارشادفرمایا کہ ان کفارِ مکہ سے پہلے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم اوران کے بعد کے گروہوں جیسے عاد، ثمود اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم وغیرہ نے اپنے نبیوں اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اوران میں سے ہر امت نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنے رسول عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پکڑلیں اوراسے شہید کردیں اوروہ لوگ باطل کے ساتھ جھگڑا کرتے رہے تاکہ اِس کے ذریعے اُس حق کو مٹادیں جسے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام لے کرآئے ہیں، جب انہوں نے اپنے رسول عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو میں نے انہیں پکڑلیا، تو اے لوگو! تم ان کے شہروں سے گزرتے ہوئے دیکھ لو کہ ان پر میرا آنے والا عذاب کیسا ہوا؟ کیا ان میں کوئی اس عذاب سے بچ سکا۔ (1)

سابقہ امتوں کے احوال میں موجودہ زمانے کے کفار کیلئے عبرت ہے

اس آیت میں سابقہ امتوں کے جو اَحوال اوراپنے رسولوں کے ساتھ ان کا جوطرزِ عمل بیان کیا گیا اوراس بناپر ان کا جوحال ہوا اس میں اسلام کے ابتدائی زمانے کے کفار اور بعد والے ان تمام لوگوں کے لئے عبرت اور نصیحت ہے جوسابقہ امتوں کی رَوِش پر عمل پیرا ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مبعوث فرما کر اورقرآنِ پاک میں اپنی وحدانیت، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت اوراسلام کی حقّانیّت پر روشن اور مضبوط ترین دلائل بیان فرما کر تمام حجتیں پوری کردیں اور قیامت تک آنے والے کسی بھی فرد کے لئے کوئی عذر باقی نہیں چھوڑا، اس کے باوجود بھی اب کوئی اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کا اقرار کرکے دینِ اسلام میں داخل نہ ہو بلکہ الٹا باطل کو حق ثابت کرنے کی کوشش کرے تو اسے چاہئے کہ ایسی صورتِ حال میں اللہ تعالیٰ کے اَزلی قانون کے مطابق عذابِ الٰہی کا انتظار کرے۔

1 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٥، ٤/٦٦، مدارك، غافر، تحت الآية: ٥، ص ١٠٥١، ملتقطاً.

وَ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یونہی تمہارے رب کی بات کافروں پر ثابت ہوچکی ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یونہی تمہارے رب کی بات کافروں پر ثابت ہوچکی ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔

﴿وَكَذٰلِكَ: اور یونہی۔﴾ یعنی اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح سابقہ جھٹلانے والی اور اپنے رسولوں کے ساتھ باطل جھگڑا کرنے والی امتوں پر عذاب سے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی قضا جاری ہوئی اسی طرح آپ کو جھٹلانے والے اور آپ کے خلاف سازشیں کرنے والے کفار پر بھی اللہ تعالیٰ کی بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ جہنمی ہیں۔[1] یاد رہے کہ اس آیت میں کافروں سے وہ مراد ہیں جن کی موت کفر پر ہوگی اور یہ کافر ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔

عبرت کا نشان بننے سے پہلے عبرت حاصل کر لیں

اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ کفر اور گناہوں پر قائم رہنا دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب کی طرف لے جاتا ہے لہٰذا ہر عقلمند انسان کو چاہئے کہ وہ کفر اور گناہوں پر اِصرار کرنے کی بجائے فوراً ان سے سچی توبہ کر لے تاکہ ایسا نہ ہو کہ اسے عبرت کا نشان بنا دیا جائے اور اس کے نصیحت حاصل کرنے سے پہلے دوسرے لوگ اس سے عبرت و نصیحت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے سچی اور فوری توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ

1 ......روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٦، ١٥٤/٨.

رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿٧﴾ رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ﹰالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٨﴾ۙ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٩﴾ع

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جوعرش اُٹھاتے ہیں اور جواس کے گرد ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے اوراس پر ایمان لاتے اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں اے رب ہمارے تیرے رحمت وعلم میں ہر چیز کی سمائی ہے تو انہیں بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے رب اور اُنہیں بسنے کے باغوں میں داخل کر جن کا تو نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کو جو نیک ہوں ان کے باپ دادا اور بیبیوں اور اولاد میں بیشک تو ہی عزت وحکمت والا ہے۔ اور اُنہیں گناہوں کی شامت سے بچالے اور جسے تو اُس دن گناہوں کی شامت سے بچائے تو بیشک تو نے اس پر رحم فرمایا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرش اٹھانے والے اوراس کے اردگرد موجود (فرشتے) اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اوراس پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی بخشش مانگتے ہیں۔ اے ہمارے رب! تیری رحمت اور علم ہر شے سے وسیع ہے تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیرے راستے کی پیروی کریں اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے رب! اور انہیں اور ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں ان کو ہمیشہ رہنے کے ان باغوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے، بیشک تو ہی عزت والا، حکمت والا ہے۔ اور

انہیں گناہوں کی شامت سے بچالے اور جسے تو نے اس دن گناہوں کی شامت سے بچالیا تو بیشک تو نے اس پر رحم فرمایا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ: عرش اٹھانے والے اور اس کے اردگرد موجود (فرشتے)۔﴾ اس سے پہلی آیات میں بتایا گیا کہ کفار و مشرکین ایمان والوں سے بہت زیادہ عداوت اور دشمنی رکھتے اور انہیں نقصان پہنچانے کے درپے رہتے ہیں اور اس آیت سے یہ بتایا جا رہا ہے کہ عرش اٹھانے والے اور اس کے اردگرد موجود فرشتے جو کہ بہت افضل مخلوق ہیں وہ ایمان والوں سے انتہائی محبت اور الفت رکھتے ہیں اور ان کی بھلائی چاہنے میں مشغول رہتے ہیں، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ عرش اٹھانے والے فرشتے جو بارگاہِ الٰہی میں خاص قرب اور شرف رکھتے ہیں نیز عرش کے اردگرد موجود وہ فرشتے جو عرش کا طواف کر رہے ہیں، یہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہتے ہیں اور یہ فرشتے اللہ تعالٰی پر ایمان رکھتے اور اس کی وحدانیّت کی تصدیق کرتے ہیں اور مسلمانوں کے لئے بخشش مانگتے ہیں اور اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں اس طرح عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، تیری رحمت اور علم ہر شے سے وسیع ہے، تو انہیں بخش دے جو اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور تیرے دین اسلام کے راستے کی پیروی کریں اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، انہیں ہمیشہ رہنے کے ان باغوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں ان کو بھی ان باغات میں داخل فرما، بیشک تو ہی عزت والا، حکمت والا ہے، اور انہیں گناہوں کی شامت سے بچالے اور گناہوں کا عذاب ان سے دور کر دے اور جسے تو نے قیامت کے دن گناہوں کی شامت سے بچالیا تو بیشک تو نے اس پر رحم فرمایا اور یہ عذاب سے بچالیا جانا ہی بڑی کامیابی ہے۔ لہٰذا اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اگر یہ مشرکین آپ کی پیروی کرنے والوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں تو آپ ان کی پرواہ نہ کریں کیونکہ مخلوق کے بہترین افراد آپ کی پیروی کرنے والوں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔[1]

---

1 ......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیة: ۷-۹، ۹/۴۸۷-۴۹۳، خازن، حم المؤمن، تحت الآیة: ۷-۹، ۴/۶۶-۶۷، جلالین، غافر، تحت الآیة: ۷-۹، ص ۳۹۱، روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ۷-۹، ۸/۱۵۵-۱۶۰، ملتقطاً.

عرش اٹھانے والے فرشتوں کی تعداد اور ان کی تسبیح

ایک قول یہ ہے کہ ابھی عرش اٹھانے والے فرشتوں کی تعداد چار ہے اور قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ ان کی تعداد میں اضافہ فرما کر انہیں آٹھ کر دے گا، جیسا کہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ یَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ یَوْمَىٕذٍ ثَمٰنِیَةٌ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس دن آٹھ فرشتے تمہارے رب کا عرش اپنے اوپر اٹھائیں گے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اِس وقت وہی آٹھ فرشتے اللّٰہ تعالیٰ کا عرش اٹھائے ہوئے ہیں جو قیامت کے دن اٹھائیں گے۔

حضرت شہر بن حوشب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ عرش اٹھانے والے فرشتے آٹھ ہیں، ان میں سے چار کی تسبیح یہ ہے ’’سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی حِلْمِکَ بَعْدَ عِلْمِکَ‘‘ یعنی اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، تو پاک ہے اور تیری ہی حمد ہے، اپنے علم کے بعد اپنے حلم پر تو ہی حمد کا مستحق ہے۔‘‘ اور چار کی تسبیح یہ ہے: ’’سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی عَفْوِکَ بَعْدَ قُدْرَتِکَ‘‘ یعنی اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، تو پاک ہے اور تیری ہی حمد ہے، اپنی قدرت کے بعد اپنے عفو پر تو ہی حمد کا مستحق ہے۔[2]

سورۂ مومن کی آیت نمبر 7، 8 اور 9 سے معلوم ہونے والے مسائل

ان آیات سے 9 مسئلے معلوم ہوئے،

(1)......ایمان ایک بہت بڑا شرف اور فضیلت ہے کہ یہ فرشتوں جیسی عظیم مخلوق کیلئے بھی باعثِ شرف ہے۔

(2)......مومن بڑی عزت والے ہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ کے مُقَرَّب فرشتوں کی زبان سے اللّٰہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ ان کا ذکر بھی ہو رہا ہے اور ان کے لئے دعائیں بھی ہو رہی ہیں۔

(3)......فرشتوں کی شفاعت برحق ہے کہ وہ مومنوں کے لئے آج بھی دعائے مغفرت کر رہے ہیں۔

(4)......مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ ان فرشتوں کا ذکرِ خیر سے کیا کریں اور ان کے لئے دعائے خیر کیا کریں کیونکہ نیکی کا

---

1 ......حاقه: ١٧.

2 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٧، ٤/٦٧، تفسير كبير، الحاقة، تحت الآية: ١٧، ١٠/٦٢٦، ابن كثير، غافر، تحت الآية: ٧، ٧/١١٩، ملتقطاً.

بدلہ نیکی ہے۔

(5)......مسلمانوں کے لئے غائبانہ اور کسی غرض کے بغیر دعا کرنا فرشتوں کی سنت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہے۔

(6)......مُقدّس مقامات پر جا کر اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کے ساتھ مسلمان بھائیوں کے لئے دعا مانگنی قبولیت کے زیادہ قریب ہے، لہٰذا حاجی کو چاہیے کہ کعبہ معظّمہ اور سنہری جالیوں پر تمام مسلمان بھائیوں کے لئے دعا کرے۔

(7)......دعا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا فرشتوں کی سنت ہے۔

(8)......توبہ کرنے والے شخص کی برکت اس کے والدین اور بیوی بچوں کو بھی پہنچتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں بھی جنت اور اس کی نعمتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ جب مومن جنت میں داخل ہوگا تو پوچھے گا میرا باپ کہاں ہے؟ میری ماں کہاں ہے؟ میرے بچے کہاں ہیں؟ میری بیوی کہاں ہے؟ اسے بتایا جائے گا کہ انہوں نے تیری طرح نیک اعمال نہیں کیے، اس لیے وہ یہاں موجود نہیں تو وہ جنتی جواب میں کہے گا: میں اپنے لیے اور ان کے لیے نیک اعمال کیا کرتا تھا۔ پھر کہا جائے گا کہ اُن لوگوں کو بھی جنت میں داخل کر دو۔[1]

(9)......حقیقی اور اصل کامیابی یہ ہے کہ قیامت کے دن بندے کے گناہ معاف کر دیئے جائیں اور اسے جہنم کے عذاب سے بچا لیا جائے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِیْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ⑩

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جنہوں نے کفر کیا اُن کو ندا کی جائے گی کہ ضرور تم سے اللہ کی بیزاری اس سے بہت زیادہ ہے جیسے تم آج اپنی جان سے بیزار ہو جب کہ تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تو تم کفر کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک کافروں کو ندا دی جائے گی کہ یقیناً اللہ کی تم سے ناراضی اس سے بڑھ کر ہے جو (آج) تمہیں

1 ......بغوی، غافر، تحت الآیة: ٨، ٤/٨٢.

اپنی جانوں سے ہے کیونکہ جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنَادَوْنَ: بیشک کافروں کو ندا دی جائے گی۔﴾ اس سے پہلی آیتوں میں ان کافروں کے احوال بیان کئے گئے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے تھے اور اب یہاں سے یہ بتایا جارہا ہے کہ قیامت کے دن وہ اپنے گناہوں کا اور اپنے اوپر نازل ہونے والے عذاب کے حقدار ہونے کا اعتراف کریں گے اور دنیا کی طرف لوٹا دیئے جانے کا سوال کریں گے تا کہ وہ اپنی کوتاہیوں کا اِزالہ کرلیں۔ چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جب کافر جہنم میں داخل ہوں گے اور ان کی بدیاں ان پر پیش کی جائیں گی اور وہ عذاب دیکھیں گے تو اس وقت وہ اپنے آپ پر غصہ کریں گے اور اپنی جانوں سے بیزار ہوجائیں گے، اس پر فرشتے ان سے کہیں گے: یقیناً اللہ تعالیٰ کا تم پر غضب اور ناراضی اس سے کہیں زیادہ ہے جتنا آج تمہیں اپنی جانوں پر غصہ آرہا ہے اور ان سے تم بیزار ہورہے ہو کیونکہ جب تمہیں دنیا میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر ایمان لانے کی طرف بلایا جاتا تو تم اس کا انکار کرتے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا کرتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی جس ناراضی کا ذکر ہے اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ناراضی ہے جو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کافروں پر فرمائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ناراضی ہے جو اللہ تعالیٰ اس وقت فرماتا تھا جب دنیا میں کافر اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا انکار کرتے اور اس کے ساتھ شرک کیا کرتے تھے۔ (1)

قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَ اَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْۚ وَ اِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْاؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہمیں دوبار مُردہ کیا اور دوبار زندہ کیا اب ہم اپنے گناہوں پر

1 ......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیة: ١٠، ٩/٤٩٣-٤٩٤، خازن، حم المؤمن، تحت الآیة: ١٠، ٤/٦٧، روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ١٠، ٨/١٦٠-١٦١، ملتقطاً.

مُقِر ہوئے تو آگ سے نکلنے کی بھی کوئی راہ ہے۔ یہ اس پر ہوا کہ جب ایک اللہ پکارا جاتا تو تم کفر کرتے اور اس کا شریک ٹھہرایا جاتا تو تم مان لیتے تو حکم اللہ کے لیے ہے جو سب سے بلند بڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا تو اب ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا ہے تو کیا نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟ یہ اس وجہ سے ہے کہ جب ایک اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شرک کیا جاتا تو تم مان لیتے تھے تو ہر حکم اس اللہ کا ہے جو بلندی والا، بڑائی والا ہے۔

﴿قَالُوْا رَبَّنَا: وہ کہیں گے: اے ہمارے رب!۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جہنم میں فرشتوں کی ندا سن کر کفار کہیں گے: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا اور اب ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا ہے اور ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرکے جو گناہ کیا کرتے تھے اب ہمیں اس کا اعتراف ہے، تو کیا جہنم سے نکل کر دنیا کی طرف جانے کا کوئی راستہ ہے تاکہ ہم اپنے اعمال کی اصلاح کرلیں اور صرف تیری ہی اطاعت کریں؟ اس کا جواب یہ ہوگا کہ تمہارے جہنم سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں اور تم جس حال میں اور جس عذاب میں مبتلا ہو، اس سے رہائی کی کوئی راہ نہیں پاسکتے۔ اس عذاب اور اس کے ہمیشہ رہنے کا سبب تمہارا یہ فعل ہے کہ جب اللہ تعالٰی کی وحدانیّت کا اعلان ہوتا اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا جاتا تو تم اس کا انکار کرتے اور کفر اختیار کرتے تھے اور اگر اللہ تعالٰی کے ساتھ شرک کیا جاتا تو تم مان لیتے اور اس شرک کی تصدیق کرتے تھے، تو جان لو کہ حقیقی حاکم اللہ تعالٰی ہی ہے جو ایسا بلندی والا ہے کہ اس سے اور کوئی بلند نہیں اور ایسا بڑائی والا ہے کہ اس سے اور کوئی بڑا نہیں۔ (1)

دو مرتبہ موت اور دو مرتبہ زندگی دینے سے کیا مراد ہے؟

آیت نمبر **10** میں دو مرتبہ موت اور دو مرتبہ زندگی دیئے جانے کا ذکر ہوا، اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ پہلے وہ بے جان نطفہ تھے، اس موت کے بعد انہیں جان دے کر زندہ کیا، پھر عمر پوری ہوجانے پر انہیں موت دی، پھر

1 ......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیة: ١١-١٢، ٩/٤٩٤-٤٩٦، خازن، حم المؤمن، تحت الآیة: ١١-١٢، ٤/٦٧-٦٨، مدارك، غافر، تحت الآیة: ١١-١٢، ص١٠٥٣، ملتقطاً.

اعمال کا حساب دینے اور ان کی جزا پانے کے لئے زندہ کیا۔اس کی دلیل وہ آیتِ مبارکہ ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا:

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم کیسے اللہ کے منکر ہو سکتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے تو اس نے تمہیں پیدا کیا پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا۔

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَ مَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے کہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے روزی اُتارتا ہے اور نصیحت نہیں مانتا مگر جو رجوع لائے۔تو اللہ کی بندگی کرو نرے اس کے بندے ہو کر پڑے برا مانیں کافر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے روزی اتارتا ہے اور نصیحت نہیں مانتا مگر وہی جو رجوع کرے۔تو اللہ کی بندگی کرو، خالص اسی کے بندے بن کر، اگرچہ کافروں کو ناپسند ہو۔

﴿هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ: وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں مشرکوں کا دردناک انجام بیان ہوا اور اب یہاں سے وہ چیزیں بیان کی جارہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت، حکمت اور وحدانیّت پر دلالت کرتی ہیں، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اللہ صرف وہی ہے جو تمہیں اپنی مصنوعات جیسے ہوا، بادل اور بجلی وغیرہ کے عجائبات دکھاتا ہے جو اس کی قدرت کے کمال پر دلالت کرتے ہیں اور تمہارے لیے آسمان کی طرف سے بارش برساتا ہے جو کہ روزی ملنے کا سبب ہے اور ان نشانیوں سے وہی نصیحت حاصل کرتا اور نصیحت مانتا

(1) ......بقرہ:۲۸.

ہے جو تمام اُمور میں اللہ تعالیٰ کی طرف رُجوع کرنے والا اور شرک سے تائب ہو کیونکہ سرکش انسان نہ نصیحت حاصل کرتا ہے اور نہ ہی نصیحت قبول کرتا ہے، تو اے لوگو! تم پر لازم ہے کہ شرک سے کنارہ کشی کر کے اور خالص اللہ تعالیٰ کے بندے بن کر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اگرچہ کافروں کو یہ بات ناپسند ہو۔ (1)

سورۂ مؤمن کی آیت نمبر 13 اور 14 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیات سے 3 باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......روزی تو سب کے لئے ہے مگر ہدایت سب کے لئے نہیں۔ افسوس کہ ہمیں اپنی روزی کی تو بہت فکر ہے لیکن ہدایت کی کوئی فکر نہیں۔

(2)......جو بھی نیک عمل کیا جائے اس میں رِیا کاری اور لوگوں کو دکھانا مقصود نہ ہو بلکہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ رِیا، دکھلاوے وغیرہ سے پاک عمل ہی کو قبول فرماتا ہے۔

(3)......آیت نمبر 14 میں صلحِ کُلّیت کا ذہن رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کی ناپسندیدگی کی کوئی پرواہ نہیں کی جائے گی۔

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۙ﴿١٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلند درجے دینے والا عرش کا مالک ایمان کی جان وحی ڈالتا ہے اپنے حکم سے اپنے بندوں میں جس پر چاہے کہ وہ ملنے کے دن سے ڈرائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اللہ) بلند درجات دینے والا، عرش کا مالک ہے۔ وہ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے ایمان کی جان وحی ڈالتا ہے تاکہ وہ ملنے کے دن سے ڈرائے۔

1......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیۃ:١٣-١٤، ٩/٤٩٦-٤٩٧، خازن، حم المؤمن، تحت الآیۃ: ١٣-١٤، ٤/٦٨، مدارک، غافر، تحت الآیۃ: ١٣-١٤، ص١٠٥٤، ملتقطاً.

﴿رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُوالْعَرْشِ: بلند درجات دینے والا، عرش کا مالک ہے۔﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال والی مزید صفات بیان کی جارہی ہیں، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ تنہا معبود ہے، اس کی شان یہ ہے کہ وہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اولیاء اور علماء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کو جنت میں بلند درجات دینے والا اور عرش جیسی عظیم چیز کا مالک ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے نبوت کا منصب عطا فرماتا ہے اور جس کو نبی بناتا ہے اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو قیامت کے دن کا خوف دلائے، اور قیامت کا دن وہ ہے جس میں آسمان والے، زمین والے اور اوّلین وآخرین ملیں گے، روحیں جسموں سے اور ہر عمل کرنے والا اپنے عمل سے ملے گا۔

رفیع کا ایک معنی مُرْتَفِعْ بھی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ خود بہت شان اور بلند درجہ والا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے جمال اور جلال کی تمام صفات میں اور اپنی وحدانیّت کے اعتبار سے تمام موجودات میں ہر لحاظ سے بلند اور برتر ہے اور وہ ہر چیز سے بے پرواہ ہے اور ہم سب اس کے محتاج ہیں۔ [1]

يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿١٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن وہ بالکل ظاہر ہوجائیں گے اللہ پر ان کا کچھ حال چھپا نہ ہوگا آج کس کی بادشاہی ہے ایک اللہ سب پر غالب کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن وہ بالکل ظاہر ہوجائیں گے۔ ان کے حال میں سے کوئی چیز اللہ پر پوشیدہ نہیں ہوگی۔ آج کس کی بادشاہی ہے؟ ایک اللہ کی جو سب پر غالب ہے۔

﴿يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ: جس دن وہ بالکل ظاہر ہوجائیں گے۔﴾ یعنی قیامت کا دن وہ ہے جس دن لوگ قبروں سے نکل

1 ......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآية: ١٥، ٩/٤٩٧-٤٩٩، خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ١٥، ٤/٦٨، مدارك، غافر، تحت الآية: ١٥، ص١٠٥٤، ملتقطاً.

کر بالکل ظاہر ہو جائیں گے اور کوئی عمارت، پہاڑ، چھپنے کی جگہ اور آڑ نہ پائیں گے کیونکہ اس دن زمین برابر اور چٹیل میدان ہو جائے گی اور مخلوق کی کثرت کے باوجود ان کے اگلے پچھلے، خفیہ اور ظاہر تمام اعمال، اقوال اور احوال میں سے کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہ ہو گی اور وہ ان کے اچھے برے اعمال کے مطابق انہیں جزا اور سزا دے گا۔

یہاں خاص طور پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی پوشیدہ نہ ہونے کا ذکر کیا گیا اگرچہ آج بھی لوگوں کا کوئی عمل، قول اور حال اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے، اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ دنیا میں کفار یہ خیال کیا کرتے تھے کہ ’’جب ہم کسی آڑ میں چھپ جائیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں نہیں دیکھتا اور اس پر ہمارے اعمال پوشیدہ رہتے ہیں‘‘ اس پر بتا دیا گیا کہ آج تو وہ یہ خیال کر رہے ہیں، لیکن قیامت کے دن وہ یہ خیال بھی نہ کر سکیں گے کیونکہ اس دن لوگوں کے لئے کوئی پردہ اور آڑ کی چیز نہ ہو گی جس کے ذریعے سے وہ اپنے خیال میں بھی اپنے حال کو چھپا سکیں اور اس دن انہیں بھی یقین ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں ہے۔[1]

چھپی ہوئی چیزوں کے ظاہر ہونے کا دن

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن لوگوں کے تمام اعمال اور احوال ظاہر ہو جائیں گے خواہ دنیا میں وہ کتنے ہی پوشیدہ ہوں اور وہ دن چھپی ہوئی چیزوں کے ظاہر ہونے کا دن ہے، اسی چیز کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَاۙ(۱) وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَاۙ(۲) وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَاۚ(۳) یَوْمَىٕذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَاۙ(۴) بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَاؕ(۵) یَوْمَىٕذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ﳔ لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْؕ(۶) فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗؕ(۷) وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب زمین اپنے زلزلے کے ساتھ تھرتھرا دی جائے گی۔ اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے گی۔ اور آدمی کہے گا: اسے کیا ہوا؟ اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی۔ اس لیے کہ تمہارے رب نے اسے حکم بھیجا۔ اس دن لوگ مختلف حالتوں میں لوٹیں گے تا کہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں۔ تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے وہ اسے دیکھے گا۔ اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے وہ اسے دیکھے گا۔

1 ......روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ١٦، ٨/١٦٧، تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیة: ١٦، ٩/٤٩٩-٥٠٠، ملتقطاً.

2 ......زلزال: ١-٨.

اور ارشاد فرماتا ہے:

اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِۙ۝۹ وَ حُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِۙ۝۱۰ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَىٕذٍ لَّخَبِیْرٌ۠ [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: تو کیا وہ نہیں جانتا جب وہ اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں؟ اور جو سینوں میں ہے وہ کھول دی جائے گی۔ بیشک ان کا رب اس دن ان کی خوب خبر رکھنے والا ہے۔

ان آیات کو سامنے رکھتے ہوئے چھپ کر گناہ کرنے والے مسلمانوں کو بھی اپنے اعمال اور احوال پر غور کرنا چاہئے اور اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ قیامت کے دن جب ان کے خفیہ اعمال ظاہر کر دیئے جائیں گے تو ان کا کیا حال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں اپنا خوف نصیب کرے اور اپنی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ: آج کس کی بادشاہی ہے؟۔﴾ آیت کے اس حصے کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ مخلوق کے فنا ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج کس کی بادشاہی ہے؟ اب جواب دینے والا کوئی نہ ہوگا، تو اللہ تعالیٰ خود ہی جواب میں فرمائے گا: ایک اللہ کی جو سب پر غالب ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ قیامت کے دن جب تمام اَوّلین و آخرین حاضر ہوں گے تو ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا: آج کس کی بادشاہی ہے؟ تمام مخلوق جواب دے گی: ایک اللہ کی جو سب پر غالب ہے۔ مومن تو یہ جواب بہت لذت کے ساتھ عرض کریں گے کیونکہ وہ دنیا میں یہی اعتقاد رکھتے تھے، یہی کہتے تھے اور اسی کی بدولت انہیں مرتبے ملے اور کفار ذِلّت و ندامت کے ساتھ اس کا اقرار کریں گے اور دنیا میں اپنے منکر رہنے پر شرمندہ ہوں گے۔ [2]

قیامت کے دن صرف اللہ تعالیٰ کی بادشاہی ہوگی

آیت کی مناسبت سے یہاں دو اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''(قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ اپنے دائیں دستِ قدرت سے زمین کو اپنے ہی قبضے میں لے گا اور آسمان کو لپیٹ لے گا،

1......عادیات: ۹-۱۱.

2......خازن، حم المؤمن، تحت الآیة: ۱۶، ۶۹/۴، مدارک، غافر، تحت الآیة: ۱۶، ص ۱۰۵۴، ملتقطاً.

پھر فرمائے گا: حقیقی بادشاہ میں ہوں، آج زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟[1]

(2)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ دے گا۔ پھر انہیں اپنے (شایانِ شان معنوں میں) دائیں ہاتھ میں لے گا، پھر ارشاد فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جابر لوگ؟ کہاں ہیں تکبر والے لوگ؟ پھر زمینوں کو اپنے (شایانِ شان معنوں میں) بائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا، پھر ارشاد فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جابر لوگ؟ کہاں ہیں تکبر وغرور کرنے والے لوگ۔[2]

اَلْیَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْؕ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آج ہر جان اپنے کئے کا بدلہ پائے گی آج کسی پر زیادتی نہیں بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: آج ہر جان کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ آج کسی پر زیادتی نہیں ہوگی، بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

﴿ اَلْیَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ: آج ہر جان کو اس کے کمائے ہوئے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔﴾ یعنی قیامت کے دن ہر نیک اور برے انسان کو اس کی دنیا میں کی ہوئی نیکیوں اور برائیوں کا بدلہ دیا جائے گا اور نیک شخص کے ثواب میں کمی کر کے یا برے شخص کے عذاب میں زیادتی کر کے کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ جلد حساب لینے والا ہے۔[3]

حق داروں کو ان کے حقوق دنیا میں ہی ادا کر دینے کی ترغیب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں جیسے اعمال کئے ہوں گے آخرت میں ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا اور یاد رہے

1......صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب یقبض اللّٰہ الارض، ٤/٢٥١، الحدیث: ٦٥١٩.
2......مسلم، کتاب صفة القیامة والجنّة والنّار، ص١٤٩٩، الحدیث: ٢٤(٢٧٨٨).
3......روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ١٧، ٨/١٦٨-١٦٩.

کہ اس دن ان لوگوں کو بھی ان کے حقوق دلائے جائیں گے جن کے حقوق دنیا میں ضائع کئے گئے ہوں گے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن اُنیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو ننگے بدن، بے ختنہ شدہ اور مال کے بغیر اٹھائے گا۔ ہم نے عرض کی: بُہم کیا ہے؟ ارشاد فرمایا'' جن کے پاس کوئی چیز نہ ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ لوگوں کو بلند آواز سے ندا فرمائے گا: جسے دور والے اسی طرح سنیں گے جس طرح قریب والے سنتے ہیں (ارشاد فرمائے گا:) میں بادشاہ ہوں، میں بدلہ لینے والا ہوں، کوئی جنتی اس وقت تک جنت میں نہیں جاسکتا، یونہی کوئی جہنمی اس وقت تک جہنم میں نہیں جاسکتا یہاں تک کہ میں اِس سے اُس حق کا بدلہ نہ لے لوں جو کسی کا اس کے ذمے ہے حتّٰی کہ ایک تھپڑ کا بدلہ بھی۔ ہم نے عرض کی: یہ کیسے ہوگا جبکہ ہم تو اس وقت ننگے بدن اور کنگال ہوں گے؟ ارشاد فرمایا'' یہ بدلہ نیکیوں اور برائیوں کے ذریعے ہوگا (یعنی حق داروں کو اس شخص کی نیکیاں دے دی جائیں گی یا حق داروں کے گناہ اس کے ذمے ڈال دیئے جائیں گے) پھر رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اَلْیَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْؕ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ

ترجمۂ کنزالعرفان: آج ہر جان کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ آج کسی پر زیادتی نہیں ہوگی۔ (1)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' شیطان اس بات سے ناامید ہوگیا ہے کہ عرب کی سرزمین پر اس کی پوجا کی جائے لیکن عنقریب وہ اِس سے کم اور حقیر باتوں پر تم سے راضی ہوگا اور وہ ہلاکت خیز باتیں ہیں، تو جس قدر ممکن ہو ظلم سے بچو کیونکہ بندہ قیامت کے دن نیکیاں لائے گا اور اس کے خیال میں وہ اسے نجات دینے والی ہوں گی لیکن ایک بندہ آکر کہے گا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اُس شخص کی نیکیوں میں سے کچھ مٹا دو، اسی طرح لوگ آتے رہیں گے (اور اس کی نیکیاں لے جاتے رہیں گے) حتّٰی کہ اس کی کوئی نیکی باقی نہ رہے گی۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے مسافر جنگل میں اتریں اور ان کے پاس لکڑیاں نہ ہوں، اب وہ لوگ بکھر جائیں اور لکڑیاں جمع کر کے لائیں اور تھوڑی ہی دیر میں وہ بہت بڑی آگ جلا کر اپنا مقصد حاصل کرلیں تو یہی معاملہ گناہوں کا ہے (کہ یہ نیکیوں کو اس طرح ختم

1 ......مستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة حم المؤمن، يحشر الناس غرلا بهما، ۲۲۴/۳، الحديث: ۳۶۹۰.

کردیں گے جس طرح آگ نے دیکھتے ہی دیکھتے لکڑیاں جلا دیں)[1]

فکرِ آخرت کی ضرورت

اور امام محمد غزالی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اے مسکین شخص! اس دن کیا صورتِ حال ہوگی، جب تو اپنے نامۂ اعمال کو نیکیوں سے خالی دیکھے گا حالانکہ تو نے ان کے لیے سخت مشقت اٹھائی ہوگی، تم کہو گے: میری نیکیاں کہاں ہیں؟ تو جواب دیا جائے گا: وہ تو ان لوگوں کی طرف منتقل ہو گئیں جن کے حقوق تمہارے ذمہ تھے اور تم دیکھو گے کہ تمہارا نامۂ اعمال برائیوں سے بھرا ہوا ہے کہ ان سے بچنے کے لیے تم نے بہت زیادہ مشقّت اٹھائی ہوگی اور ان سے رکنے کے سبب تم نے بہت تکلیف برداشت کی ہوگی، تم کہو گے: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں نے یہ گناہ کبھی نہیں کئے۔ جواب دیا جائے گا: یہ ان لوگوں کے گناہ ہیں جن کی تم نے غیبت کی، جنہیں گالی دی، جن سے برائی کا ارادہ کیا اور جن سے خرید وفروخت کے اعتبار سے، پڑوسی ہونے کے ناطے سے، گفتگو وغیرہ اور درس وتدریس کے اعتبار سے یا باقی معاملات میں تو نے ان پر ظلم کیا۔[2]

لہٰذا ہر ایک کو چاہئے کہ وہ ابھی سے اپنے نفس کا مُحاسبہ کرلے اور جن لوگوں کے حقوق اس کے ذمے ہیں انہیں فوری طور پر ادا کردے۔

امام محمد غزالی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اپنے نفس کے حساب (یا مُحاسبہ) سے مراد یہ ہے کہ مرنے سے پہلے ہر گناہ سے سچی توبہ کرے اور اللہ تعالٰی کے فرائض میں جو کوتاہی کی ہے اس کا تدارُک کرے اور لوگوں کے حقوق ایک ایک کوڑی کے حساب سے واپس کرے اور اپنی زبان، ہاتھ یا دل کی بدگمانی کے ذریعے کسی کی بے عزتی کی ہو تو اس کی معافی مانگے اور ان کے دلوں کو خوش کرے حتّٰی کہ جب اسے موت آئے تو اس کے ذمہ نہ کسی کا کوئی حق ہو اور نہ ہی کوئی فرض، تو یہ شخص کسی حساب کے بغیر جنت میں جائے گا، اور اگر وہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے سے پہلے مرجائے تو حقدار اس کا گھیراؤ کریں گے کوئی اسے ہاتھ سے پکڑے گا اور کوئی اس کی پیشانی کے بال پکڑے گا اور کسی کا ہاتھ اس کی گردن پر ہوگا، کوئی کہے گا: تم نے مجھ پر ظلم کیا اور کوئی کہے گا: تو نے مجھے گالی دی اور کوئی کہے گا: تم نے مجھ سے مذاق کیا،

1 ......مجمع الزوائد، کتاب التوبة، باب فیما یحتقر من الذنوب، ۱۰/۳۰۸، الحدیث: ۱۷۴۶۰.
2 ......احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت وما بعده، الشطر الثانی... الخ، صفة الخصماء ورد المظالم، ۵/۲۸۲.

کوئی کہے گا: تم نے میری غیبت کرتے ہوئے ایسی بات کہی جو مجھے بری لگتی تھی، کوئی کہے گا: تم میرے پڑوسی تھے لیکن تم نے مجھے ایذا دی۔ کوئی کہے گا: تم نے مجھ سے معاملہ کرتے ہوئے دھوکہ کیا۔ کوئی کہے گا: تو نے مجھ سے سودا کیا، تو مجھ سے دھوکہ کیا اور مجھ سے اپنے مال کے عیب کو چھپایا۔ کوئی کہے گا: تو نے اپنے سامان کا نرخ بتاتے ہوئے جھوٹ بولا۔ کوئی کہے گا تو نے مجھے محتاج دیکھا اور تو مال دار تھا لیکن تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ کوئی کہے گا: تو نے دیکھا کہ میں مظلوم ہوں اور تو اس ظلم کو دور کرنے پر قادر بھی تھا، لیکن تو نے ظالم سے مُصالَحت کی اور میرا خیال نہ کیا۔ تو جب اس وقت تیرا یہ حال ہوگا اور حقداروں نے تیرے بدن میں ناخن گاڑ رکھے ہوں گے اور تیرے گریبان پر مضبوط ہاتھ ڈالا ہوگا اور تو ان کی کثرت کے باعث حیران و پریشان ہوگا، حتّٰی کہ تو نے اپنی زندگی میں جس سے ایک درہم کا معاملہ کیا ہوگا یا اس کے ساتھ کسی مجلس میں بیٹھا ہوگا تو غیبت، خیانت یا حقارت کی نظر سے دیکھنے کے اعتبار سے اس کا تجھ پر حق بنتا ہوگا اور تو ان کے معاملے میں کمزور ہوگا اور اپنی گردن اپنے آقا اور مولیٰ کی طرف اس نیت سے اٹھائے گا کہ شاید وہ تجھے ان کے ہاتھ سے چھڑائے کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ کا یہ کلام تجھے سنائی دے گا:

اَلْیَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْؕ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آج ہر جان کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ آج کسی پر زیادتی نہیں ہوگی۔

اُس وقت ہیبت کے مارے تیرا دل نکل جائے گا اور تجھے اپنی ہلاکت کا یقین ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبان سے جو تجھے ڈرایا تھا وہ تجھے یاد آجائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۬ؕ اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُۙ(۴۲) مُهْطِعِیْنَ مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ لَا یَرْتَدُّ اِلَیْهِمْ طَرْفُهُمْۚ وَ اَفْـٕدَتُهُمْ هَوَآءٌؕ(۴۳) وَ اَنْذِرِ النَّاسَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے سننے والے!) ہرگز اللہ کو ان کاموں سے بے خبر نہ سمجھنا جو ظالم کررہے ہیں۔ اللہ انہیں صرف ایک ایسے دن کیلئے ڈھیل دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ لوگ بے تحاشا اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے دوڑتے جارہے ہوں گے، ان کی پلک بھی

1 ......مومن: ١٧.

2 ......ابراھیم: ٤٢-٤٤.

ان کی طرف نہیں لوٹ رہی ہوگی اور ان کے دل خالی ہوں

گے۔اور لوگوں کو ڈراؤ۔

آج جب تو لوگوں کی عزتوں کے پیچھے پڑتا ہے اور ان کے مال کھاتا ہے تو کس قدر خوش ہوتا ہے، لیکن اس دن تجھے کس قدر حسرت ہوگی جب تو عدل کے میدان میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوگا۔۔۔۔اس وقت تو مُفلس، فقیر، عاجز اور ذلیل ہوگا نہ کسی کا حق ادا کر سکے گا اور نہ ہی کوئی عذر پیش کر سکے گا۔ پھر تیری وہ نیکیاں جن کے لیے تو نے زندگی بھر مشقت برداشت کی تجھ سے لے کر ان لوگوں کو دے دی جائیں گی جن کے حقوق تیرے ذمہ ہوں گے اور یہ ان کے حقوق کا عِوَض ہوگا۔ (1)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے، حق داروں کو ان کے حقوق ادا کرنے یا ان سے معاف کروا لینے اور اُخروی حساب کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِیْنَ۬ؕ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّ لَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُؕ(۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُنہیں ڈراؤ اس نزدیک آنے والی آفت کے دن سے جب دل گلوں کے پاس آجائیں گے غم میں بھرے اور ظالموں کا نہ کوئی دوست نہ کوئی سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور انہیں قریب آنے والی آفت کے دن سے ڈراؤ، جب دل گلوں کے پاس آجائیں گے اس حال میں کہ غم میں بھرے ہوں گے۔ ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔

﴿وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْاٰزِفَةِ: اور انہیں قریب آنے والی آفت کے دن سے ڈراؤ۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کفارِ مکہ کو قیامت کے دن سے ڈرائیں جس کی ہولناکی کا یہ حال ہے کہ اس دن دل گلوں

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت وما بعدہ، الشطر الثانی... الخ، صفة الخصماء ورد المظالم، ٥/٢٨١.

کے پاس آجائیں گے اور خوف کی شدت کی وجہ سے نہ ہی باہر نکل سکیں گے تاکہ مر کر کچھ راحت پالیں اور نہ ہی اندر اپنی جگہ واپس جاسکیں گے تاکہ انہیں راحت نصیب ہو اور لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ غم میں بھرے ہوں گے اور اس دن نہ تو کافروں کا کوئی دوست ہوگا اور نہ ہی کوئی سفارش کرنے والا کہ جس کی سفارش سے یہ لوگ عذاب سے نجات پاسکیں۔(1)

قیامت کے دن مسلمانوں کے دوست اور شفاعت کرنے والے ہوں گے

یاد رہے کہ اس آیت میں ظالموں سے کفار مراد ہیں گناہگار مسلمان اس آیت میں بیان کی گئی وعید میں داخل نہیں جیسا کہ امام فخر الدین رازی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں: یہاں آیت میں ظالموں سے مراد کفار ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیت ان کافروں کی سرزنش کے لئے آئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں تو ضروری ہے کہ یہ آیت کافروں کے ساتھ خاص ہو۔(2)

اور علامہ اسماعیل حقی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں: اس آیت میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ کافروں کے حق میں کوئی شفاعت نہیں کیونکہ یہ آیت کافروں کی مذمت میں آئی ہے۔ مزید فرماتے ہیں: (اس سے) ثابت ہوا کہ گناہگار مسلمانوں کے لئے قیامت کے دن دوست بھی ہوں گے، شفاعت کرنے والے بھی ہوں گے اور ان کی شفاعت قبول بھی کی جائے گی اور شفاعت کرنے والے تاجدارِ رسالت صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، تمام انبیاء اور مُرسلین عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، مُقرّب اولیاءِ کرام رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِمْ اور تمام فرشتے ہوں گے۔(3)

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿١٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں۔

1 ......مدارك، غافر، تحت الآية: ١٨، ص١٠٥٥، روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ١٨، ١٦٩/٨-١٧٠، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، المؤمن، تحت الآية: ١٨، ٥٠٤/٩.

3 ......روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ١٨، ١٧٠/٨.

﴿یَعْلَمُ خَآىِٕنَةَ الْاَعْیُنِ:اللہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے۔﴾ آنکھوں کی خیانت سے مراد چوری چھپے نامَحرم عورت کو دیکھنا اور ممنوعات پر نظر ڈالنا ہے اور سینوں میں چھپی چیز سے مراد عورت کے حسن و جمال کے بارے میں سوچنا ہے، یہ سب چیزیں اگرچہ دوسرے لوگوں کو معلوم نہ ہوں لیکن انہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔(1)

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ایک آدمی لوگوں میں موجود ہوتا ہے اور ایک عورت ان کے پاس سے گزرتی ہے، وہ آدمی دوسرے لوگوں کو یہ دکھاتا ہے کہ اس عورت کی طرف نہیں دیکھ رہا اور جب لوگ اس سے غافل ہوتے ہیں تو وہ اس عورت کو دیکھ لیتا ہے اور جب لوگ اسے دیکھنے لگتے ہیں تو وہ اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مطلع ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ شخص اس عورت کو دیکھ رہا ہے۔(2)

نظر بچا کر غیر مَحرم عورتوں کو دیکھنے والوں کے لئے نصیحت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اَعضا کے اَفعال جانتا ہے کیونکہ اعضا کے افعال میں سب سے خفیہ فعل چوری چھپے دیکھنا ہے اور جب اسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو دیگر اعضا کے افعال بدرجہ اَولیٰ اسے معلوم ہوں گے، یونہی اللہ تعالیٰ دلوں کے افعال بھی جانتا ہے اور جب حاکم کے علم کا یہ حال ہے تو ہر مجرم کو اس سے بہت زیادہ ڈرنا چاہئے اور بطورِ خاص ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے خوف کھانا چاہئے جو چوری چھپے غیر محرم عورتوں کو دیکھتے ہیں اور ان کے حسن و جمال پر نثار ہوتے ہیں۔ ہمارے بزرگانِ دین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کا ایسے معاملات میں کیسا تقویٰ تھا اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت سیدنا سلیمان بن یسار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ حج کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے ایک رفیق کے ساتھ نکلے۔ جب ابواء کے مقام پر پہنچے تو رفیقِ سفر اٹھا اور دسترخوان لے کر کچھ خریدنے بازار چلا گیا جبکہ حضرت سلیمان بن یسار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ خیمے میں بیٹھے رہے، آپ بہت زیادہ خوبصورت اور انتہائی متقی تھے، ایک دیہاتی عورت نے پہاڑ کی چوٹی سے آپ کو دیکھ لیا اور اتر کر آپ کے سامنے کھڑی ہو گئی، اس نے برقعہ اور دستانے پہنے ہوئے تھے، جب اس نے چہرے سے پردہ اٹھایا تو (اس کے حسن کا حال یہ تھا کہ) گویا چاند کا ایک ٹکڑا ہو، اس نے کہا: مجھے کچھ دیجئے۔ حضرت سلیمان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے سمجھا کہ شاید روٹی مانگ رہی ہے (آپ اسے روٹی دینے لگے تو) وہ کہنے

1 ......مدارك، غافر، تحت الآية: ١٩، ص١٠٥٥.

2 ......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب النکاح، ما قالو فی الرجل تمر به المرأة... الخ، ٣/٤١٠، الحدیث: ١٥.

لگی: مجھے روٹی نہیں چاہئے بلکہ میں تو وہ تعلق چاہتی ہوں جو شوہر اور بیوی کے درمیان ہوتا ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: تجھے شیطان نے میرے پاس بھیجا ہے، یہ فرما کر آپ نے سر مبارک اپنے گھٹنوں میں رکھ لیا اور زور زور سے رونے لگ گئے،، جب عورت نے یہ حالت دیکھی تو اپنا چہرہ ڈھانپ کر واپس چلی گئی۔ جب آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا ساتھی واپس آیا اور آپ کی یہ حالت دیکھی کہ رونے کی وجہ سے آنکھیں سوج گئیں اور گلا بند ہو گیا ہے تو پوچھا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: کوئی بات نہیں، بس مجھے اپنا بچہ یاد آ گیا ہے۔ اس نے کہا: اللّٰہ تعالیٰ کی قسم! کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے ورنہ بچے سے جدا ہوئے تو ابھی تین دن ہوئے ہیں، وہ مسلسل پوچھتا رہا حتّٰی کہ آپ نے اسے دیہاتی عورت کا واقعہ بتا دیا۔ اس رفیق نے دستر خوان رکھا اور رونے لگ گیا۔ آپ نے فرمایا: تم کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا: مجھے آپ سے زیادہ رونا چاہئے کیونکہ اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو شاید اس سے صبر نہ کر سکتا۔[1]

چھپ کے لوگوں سے کئے جس کے گناہ ۔۔۔ وہ خبردار ہے کیا ہونا ہے
ارے او مجرم بے پروا دیکھ ۔۔۔ سر پہ تلوار ہے کیا ہونا ہے

وَاللّٰهُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۲۰﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ سچا فیصلہ فرماتا ہے اور اس کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ فیصلہ نہیں کرتے بیشک اللّٰہ ہی سُنتا دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ سچا فیصلہ فرماتا ہے، اور اس کے سوا جن کو وہ پوجتے ہیں وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کرتے بیشک اللّٰہ ہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ: اور اللّٰہ سچا فیصلہ فرماتا ہے۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ ہر نیک اور گناہگار کے حق

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب کسر الشھوتین، بیان فضیلۃ من یخالف شھوۃ الفرج والعین، ۳/۱۳۰.

میں عادلانہ اور سچا فیصلہ فرماتا ہے اور جن بتوں کو یہ مشرکین پوجتے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کرتے کیونکہ نہ وہ علم رکھتے ہیں، نہ قدرت، تو ان بتوں کی عبادت کرنا اور انہیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا بہت ہی کھلا باطل ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی اپنی مخلوق کے اَقوال کو سننے والا اور ان کے اَفعال اور تمام اَحوال کو دیکھنے والا ہے۔[1]

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا اُنہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے کیسا انجام ہوا اُن سے اگلوں کا ان کی قوت اور زمین میں جو نشانیاں چھوڑ گئے اُن سے زائد تو اللہ نے انہیں ان کے گناہوں پر پکڑا اور اللہ سے اُن کا کوئی بچانے والا نہ ہوا۔ یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیاں لے کر آئے پھر وہ کفر کرتے تو اللہ نے انہیں پکڑا بیشک اللہ زبردست عذاب والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا تو دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟ وہ پہلے لوگ قوت اور زمین میں چھوڑی ہوئی نشانیوں کے اعتبار سے ان سے بڑھ کر تھے تو اللہ نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا اور ان کیلئے اللہ سے کوئی بچانے والا نہ تھا۔ یہ گرفت اس لیے ہوئی کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیاں

[1] ......روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ۲۰، ۸ / ۱۷۲، خازن، حم المؤمن، تحت الآیة: ۲۰، ۴ / ۶۹، جلالین، غافر، تحت الآیة: ۲۰، ص ۳۹۲، ملتقطاً.

لے کر آئے پھر (بھی) انہوں نے کفر کیا تو اللہ نے انہیں پکڑ لیا، بیشک اللہ قوت والا، سخت عذاب دینے والا ہے۔

﴿ اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ: تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کفارِ مکہ تجارت کے لئے یمن اور شام کی طرف سفر کرتے ہیں تو کیا اس دوران انہوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا تھا ان کا کیسا انجام ہوا؟ وہ لوگ قوت اور زمین میں چھوڑی ہوئی نشانیوں مثلاً قلعے، محل، نہریں، حوض اور بڑی بڑی عمارتوں کے اعتبار سے ان کفارِ مکہ سے بڑھ کر تھے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ اِس زمانے کے کافر یہ حالات دیکھ کر کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے؟ اور کیوں نہیں سوچتے کہ پچھلی قومیں ان سے زیادہ قوی، توانا اور ثَروَت واِقتدار والی ہونے کے باوجود اس عبرت ناک طریقہ سے کیوں تباہ کردی گئیں؟ ان لوگوں کی یہ گرفت اس لیے ہوئی کہ ان کے پاس ان کے رسول اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور اپنی رسالت کی صداقت پر دلالت کرنے والی واضح نشانیاں اور معجزات لے کر آئے پھر بھی انہوں نے کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے عذاب سے پکڑ لیا، بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا اور شرک کرنے والوں کو سخت عذاب دینے والا ہے۔ لہٰذا اے کافرو! تم عقل مندی کا ثبوت دو اور میرے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بات مانو اور انہیں ایذا مت دو ورنہ تمہارا انجام بھی سابقہ لوگوں جیسا ہوگا اور تمہیں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ (1)

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰیٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍۙ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ قَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور روشن سند کے ساتھ بھیجا۔ فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف تو وہ بولے جادوگر ہے بڑا جھوٹا۔

1 ……روح البیان، المؤمن، تحت الآیۃ: ۲۱-۲۲، ۸/۱۷۲-۱۷۳، تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیۃ: ۲۱-۲۲، ۹/۵۰۵، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ بھیجا۔ فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف تو وہ بولے جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى : اور بیشک ہم نے موسیٰ کو بھیجا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں ان کافروں کا ذکر کر کے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی جنہوں نے کفارِ مکہ سے پہلے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا اور اس آیت سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کر کے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ جب انہیں معجزات اور روشن دلیل کے ساتھ فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا گیا تو ان لوگوں نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اور انہیں جادوگر اور بڑا جھوٹا کہا۔[1]

یہاں آیت نمبر 24 سے متعلق دو باتیں ملاحظہ ہوں

(1)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرعون، ہامان اور قارون کے ساتھ ساتھ ان کی قوم کی طرف بھی بھیجے گئے تھے جبکہ یہاں صرف ان تینوں کا ذکر ہوا، ان کی قوم کا ذکر نہیں ہوا، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: فرعون بادشاہ تھا اور ہامان اس کا وزیر اور پوری قوم چونکہ بادشاہ اور وزیر کے تحت تَصَرُّف ہوتی ہے اور (اس زمانے میں) لوگ اپنے بادشاہ کے دین پر ہوا کرتے تھے اس لئے یہاں (قوم کی بجائے) فرعون اور ہامان کا ذکر کیا گیا اور قارون چونکہ اپنے مال اور خزانوں کی کثرت کے اعتبار سے بادشاہ کی طرح تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فرعون اور ہامان کی طرف بھیجنے کے بعد قارون کی طرف بھیجا گیا تھا کیونکہ قارون حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے چچا کا بیٹا تھا، شروع میں مومن تھا، بنی اسرائیل میں سب سے زیادہ تورات کا حافظ تھا، پھر مال و دولت کی وجہ سے اس کا حال بدل گیا اور سامری کی طرح منافق ہو گیا تو یہ کفر اور ہلاکت میں فرعون اور ہامان کے ساتھ لاحق ہو گیا اس لئے یہاں اس کا ذکر فرعون اور ہامان کے ساتھ کیا گیا۔[2]

(2)......قارون کے ظاہری حال سے یہ نہیں لگتا کہ اس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھوٹا کہا ہو کیونکہ اس کا اپنا تعلق بنی اسرائیل سے تھا اور وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان بھی رکھتا تھا، پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

---

1 ......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیۃ: ٢٣-٢٤، ٩/٥٠٦.

2 ......روح البیان، المؤمن، تحت الآیۃ: ٢٤، ٨/١٧٣.

کوجھوٹا اور جادوگر کہنے کی نسبت اس کی طرف کیسے کی گئی؟ اس کے جواب میں علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہاں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھوٹا اور جادوگر کہنے کی نسبت قارون کی طرف آخری اَمر کے اعتبار سے ہے۔[1] یعنی قارون شروع میں تو ایمان لایا جبکہ آخر میں منافق ہوگیا تو یہ بھی گویا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھوٹا کہنے میں فرعون اور ہامان کے ساتھ شریک ہوگیا، اس لئے یہاں اس قول کی نسبت ان دونوں کے ساتھ ساتھ قارون کی طرف بھی کی گئی۔

یہ بھی ممکن ہے کہ اعلانیہ طور پر صرف فرعون اور ہامان نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھوٹا اور جادوگر کہا ہو اور ان کی اس بات کے وقت بھی قارون صرف ظاہری طور پر ایمان کا دعویٰ کرتا ہو اور خفیہ طور پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلاتا ہو، اس لئے یہاں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھوٹا اور جادوگر کہنے کی نسبت ان تینوں کی طرف کی گئی ہو۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْۤا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَ اسْتَحْیُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَ مَا كَیْدُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہ اُن پر ہمارے پاس سے حق لایا بولے جو اس پر ایمان لائے اُن کے بیٹے قتل کرو اور عورتیں زندہ رکھو اور کافروں کا داؤ نہیں مگر بھٹکتا پھرتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ ان کے پاس ہماری طرف سے حق لایا تو انہوں نے کہا: اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کے بیٹوں کو قتل کردو اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھو اور کافروں کا مکروفریب تو گمراہی میں ہی ہے۔

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا: پھر جب وہ ان کے پاس ہماری طرف سے حق لایا۔﴾ یعنی جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نبوت کے منصب پر فائز ہو کر اللّٰہ تعالیٰ کا پیغام لائے اور کچھ لوگ ان پر ایمان لے آئے تو فرعون اور اس کی قوم کے لوگ کہنے لگے: جو لوگ اس پر ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو تا کہ ان کی تعداد اور قوت نہ بڑھ

1 ......صاوی، غافر، تحت الآیۃ: ۲۴، ۵/۱۸۲۱.

جائے جو کہ بعد میں سلطنت کے زوال کا سبب بن سکتی ہے اور چونکہ ان کی عورتوں سے ایسا کوئی اندیشہ نہیں اور گھروں میں کام کاج کے لئے ان کی ضرورت بھی ہے اس لئے انہیں زندہ رکھو اور یوں دوسرے لوگ حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی پیروی کرنے سے بھی باز آ جائیں گے۔ فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے غلبے کا خطرہ محسوس کر کے اس سے بچنے کی یہ تدبیر کی لیکن یہ کچھ بھی کارآمد ثابت نہ ہوئی اور ان کا داؤ بالکل نکما اور بے کار رہا۔ پہلے بھی فرعونیوں نے فرعون کے حکم سے ہزارہا قتل کئے مگر اللّٰہ تعالیٰ کی قضا ہو کر رہی اور حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو پروردگارِ عالَم نے فرعون کے گھر بار میں پالا، اسی سے خدمتیں کرائیں اور جیسے فرعونیوں کا وہ داؤ بے کار گیا ایسے ہی اب ایمان والوں کو روکنے کے لئے پھر دوبارہ قتل شروع کرنا بیکار جائے گا۔ حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے دین کا رواج اللّٰہ تعالیٰ کو منظور ہے تو اسے کون روک سکتا ہے۔ (1)

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿٢٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرعون بولا مجھے چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کروں اور وہ اپنے رب کو پکارے میں ڈرتا ہوں کہیں وہ تمہارا دین بدل دے یا زمین میں فساد چمکائے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور فرعون نے کہا: مجھے چھوڑ دو تا کہ میں موسیٰ کو قتل کردوں اور وہ اپنے رب کو بلالے۔ بیشک مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہارا دین بدل دے گا یا زمین میں فساد ظاہر کرے گا۔

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰى: اور فرعون نے کہا: مجھے چھوڑ دو تا کہ میں موسیٰ کو قتل کردوں۔﴾ اس آیت میں فرعون کی تین باتیں بیان ہوئیں،

1 ......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآية: ٢٥، ٥٠٦/٩، خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٢٥، ٦٩/٤-٧٠، مدارك، غافر، تحت الآية: ٢٥، ص١٠٥٦، ملتقطاً.

(1)......فرعون نے اپنے درباروالوں سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تا کہ میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کردوں۔

فرعون جب کبھی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تو اس کی قوم کے لوگ اسے اس چیز سے منع کرتے اور کہتے کہ یہ وہ شخص نہیں ہے جس کا تجھے اندیشہ ہے، یہ تو ایک معمولی جادوگر ہے، اس پر ہم اپنے جادو سے غالب آجائیں گے اور اگر اسے قتل کردیا تو عام لوگ شبہ میں پڑجائیں گے کہ وہ شخص سچا تھا، حق پر تھا اور تم دلیل سے اس کا مقابلہ کرنے میں عاجز ہوئے اور جواب نہ دے سکے تو تم نے اسے قتل کردیا۔ لیکن حقیقت میں فرعون کا یہ کہنا کہ ’’مجھے چھوڑ دو تا کہ میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کروں‘‘ صرف دھمکی ہی تھی، کیونکہ اسے خود آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے برحق نبی ہونے کا یقین تھا اور وہ جانتا تھا کہ جو معجزات آپ لے کر آئے ہیں وہ جادو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ اگر اس نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو آپ اس کو ہلاک کرنے میں جلدی فرمائیں گے، اس سے یہ بہتر ہے کہ طویل بحث میں زیادہ وقت گزار دیا جائے، اگر فرعون اپنے دل میں آپ کو برحق نبی نہ سمجھتا اور یہ نہ جانتا کہ ربّانی تائیدیں جو آپ کے ساتھ ہیں ان کا مقابلہ ناممکن ہے تو وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کرنے میں ہرگز دیر نہ کرتا کیونکہ وہ بڑا خونخوار، سَفّاک، ظالم اور بیدرد تھا اور چھوٹی سی بات پر ہزارہا خون کرڈالتا تھا۔

(2)......فرعون نے کہا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے اس رب کو بلالے جس کا وہ اپنے آپ کو رسول بتاتا ہے تا کہ اُس کا رب اسے ہم سے بچائے۔

فرعون کا یہ مقولہ اس پر شاہد ہے کہ اس کے دل میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اور آپ کی دعاؤں کا خوف تھا اور وہ اپنے دل میں آپ سے ڈرتا تھا اور صرف ظاہری عزت بنی رکھنے کے لئے یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ قوم کے منع کرنے کی وجہ سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل نہیں کرتا۔

(3)......آخر میں فرعون نے یوں کہا کہ بیشک مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہارا دین بدل دے گا اور تم سے فرعون پرستی چھڑا دے گا یا جھگڑے اور قتل کرکے زمین میں فساد ظاہر کرے گا۔[1]

وَ قَالَ مُوْسٰۤى اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ

1......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٢٦، ٤/٧٠، مدارك، غافر، تحت الآية: ٢٦، ص١٠٥٦، ملتقطاً.

بِيَوۡمِ الۡحِسَابِ ﴿۲۷﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور موسیٰ نے کہا میں تمہارے اور اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں ہر متکبر سے کہ حساب کے دن پر یقین نہیں لاتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور موسیٰ نے کہا: میں تمہارے اور اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں ہر اس متکبر سے جو حساب کے دن پر یقین نہیں رکھتا۔

﴿وَقَالَ مُوۡسٰۤى اِنِّىۡ عُذۡتُ بِرَبِّىۡ وَرَبِّكُمۡ: اور موسیٰ نے کہا: میں تمہارے اور اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں۔﴾ فرعون کی دھمکیاں سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا ''میں مُتَکَبِّروں اور منکرینِ قیامت کے مقابلے میں اس خدا کی پناہ لیتا ہوں جو میرا اور تمہارا رب ہے۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مبارک جملوں سے حاصل ہونے والے فوائد

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرعون کی سختیوں کے جواب میں اپنی طرف سے کوئی تکبُّر والا کلمہ نہ فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہی اور اس پر بھروسہ کیا، یہی خدا شناسوں کا طریقہ ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ہر ایک بلا سے محفوظ رکھا۔ یہاں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مبارک جملوں سے معلوم ہونے والی چند فائدہ مند باتیں ملاحظہ ہوں،

(1)......لفظ ''اِنِّىۡ'' تاکید پر دلالت کرتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ اپنی جان سے آفات اور شُرور کو دور کرنے کا معتبر اور بہترین طریقہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا اور اس کی حفاظت پر بھروسہ کرنا ہے۔

(2)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: **''میں تمہارے اور اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں''** تو جس طرح قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے وقت مسلمان جب **''اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ''** پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دین اور اِخلاص کو شیطان کے وَسوسوں سے بچالیتا ہے بالکل اسی طرح جب آفتوں کا سامنا ہو اور انسانی شیطانوں (کی طرف سے

تکلیف پہنچائے جانے) کا ڈر ہو اور اس وقت مسلمان یہ کہے ''اَعُوْذُ بِاللّٰہ'' تو اللّٰہ تعالیٰ اسے ہر آفت اور خوف سے بچالے گا۔

(3)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''**تمہارے اور اپنے رب کی**''یعنی گویا کہ بندہ یوں کہہ رہا ہے کہ ہر نقص وعیب سے پاک اللّٰہ تعالیٰ ہی وہ ہے جس نے مجھے پالا، بھلائی کے درجات تک مجھے پہنچایا، آفات سے مجھے بچایا اور مجھے اتنی نعمتیں عطا کیں جن کی نہ کوئی حد ہے نہ کوئی شمار، تو جب اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی حقیقی مددگار نہیں تو عقل مند انسان کو چاہئے کہ وہ آفات کو دور کرنے میں اللّٰہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ (1)

صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ان مبارک جملوں میں کیسی نفیس ہدایتیں ہیں، یہ فرمانا کہ ''میں تمہارے اور اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں'' اور اس میں (یہ) ہدایت ہے (کہ) رب ایک ہی ہے، یہ بھی ہدایت ہے کہ جو اس کی پناہ میں آئے اس پر بھروسہ کرے اور وہ اس کی مدد فرمائے (تو) کوئی اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ یہ بھی ہدایت ہے کہ اسی پر بھروسہ کرنا شانِ بندگی ہے اور ''تمہارے رب'' فرمانے میں یہ بھی ہدایت ہے کہ اگر تم اس پر بھروسہ کرو تو تمہیں بھی سعادت نصیب ہو۔ (2)

دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا

دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے وہ کلمات بھی مفید ہیں جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمائے اور وہ کلمات بھی انتہائی فائدہ مند ہیں جو سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمائے ہیں، چنانچہ حضرت عبداللّٰہ بن قیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جب کسی قوم سے خطرہ ہوتا تو آپ یہ دعا ارشاد فرماتے تھے ''**اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ**'' اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، ان کے مقابلے میں ہم تجھے لاتے ہیں اور ان کے شر اور فساد سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔ (3)

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ﴿ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا

1......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیۃ: ٢٧، ٥٠٧/٩-٥٠٨.

2......خزائن العرفان، المؤمن، تحت الآیۃ: ٢٧، ص٨٦٨۔

3......سنن ابو داؤد، کتاب الوتر، باب ما یقول الرجل اذا خاف قوما، ١٢٧/٢، الحدیث: ١٥٣٧.

اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَ اِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولا فرعون والوں میں سے ایک مرد مسلمان کہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا کیا ایک مرد کو اس پر مارے ڈالتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللّٰہ ہے اور بیشک وہ روشن نشانیاں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے لائے اور اگر بالفرض وہ غلط کہتے ہیں تو ان کی غلط گوئی کا وبال اُن پر اور اگر وہ سچے ہیں تو تمہیں پہنچ جائے گا کچھ وہ جس کا تمہیں وعدہ دیتے ہیں بیشک اللّٰہ راہ نہیں دیتا اسے جو حد سے بڑھنے والا بڑا جھوٹا ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور فرعون والوں میں سے ایک مسلمان مرد نے کہا جو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا: کیا تم ایک مرد کو اس بناپر قتل کرنا چاہ رہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللّٰہ ہے اور بیشک وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن نشانیاں لے کر آیا ہے اور اگر بالفرض وہ غلط کہتے ہیں تو ان کی غلط گوئی کا وبال ان ہی پر ہے اور اگر وہ سچے ہیں تو جس عذاب کی وہ تمہیں وعید سنا رہے ہیں اس کا کچھ حصہ تمہیں پہنچ جائے گا۔ بیشک اللّٰہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو حد سے بڑھنے والا، بڑا جھوٹا ہو۔

﴿وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖۗ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ: اور فرعون والوں میں سے ایک مسلمان مرد نے کہا۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللّٰہ تعالیٰ سے پناہ طلب کی اور اس کے فضل ورحمت پر بھروسہ کیا تو اللّٰہ تعالیٰ نے اس فتنے کو سرد کرنے کے لئے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی حمایت میں ایک اجنبی شخص کو کھڑا کر دیا، چنانچہ فرمایا کہ فرعون والوں میں سے اپنے ایمان کو چھپانے والے ایک مسلمان مرد نے کہا: کیا تم ایک مرد کو کسی دلیل کے بغیر صرف اس وجہ سے قتل کرنا چاہ رہے ہو کہ وہ یوں کہتا ہے ''میرا رب اللّٰہ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں'' حالانکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس دعوے

پر تمہارے پاس تمہارے حقیقی رب کی طرف سے روشن معجزات لے کر آیا ہے جن کا تم مشاہدہ بھی کر چکے ہو اور ان سے اُن کی صداقت ظاہر اور ان کی نبوت ثابت ہوگئی ہے (اور دلیل موجود ہوتے ہوئے دلیل والے کی مخالفت کرنا اور وہ بھی اتنی کہ انہیں قتل کر دیا جائے کسی صورت بھی درست نہیں) اور اگر بالفرض وہ جھوٹے ہوں تو انہیں قتل کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ ایسے معاملے میں جھوٹ بول کر وہ اس کے وبال سے بچ نہیں سکتے بلکہ (خود ہی) ہلاک ہو جائیں گے اور اگر وہ سچے ہیں تو ایمان نہ لانے کی صورت میں جس عذاب سے تمہیں ڈرا رہے ہیں اس میں سے بالفعل کچھ تمہیں پہنچ ہی جائے گا، (تو ایسی صورت میں اگر تم انہیں قتل کر دو گے تو اس سے بڑی بلا اپنے سر لو گے، الغرض، ان کے جھوٹا ہونے کی صورت میں انہیں قتل کرنا فضول ہے اور سچا ہونے کی صورت میں اپنا نقصان ہے) اور ویسے بھی جو حد سے بڑھنے والا ہو اور اتنا بڑا جھوٹا ہو کہ **اللہ** تعالیٰ پر جھوٹ باندھ دے تو **اللہ** تعالیٰ اسے ہدایت نہیں دیتا (تو اس اعتبار سے بھی اگر بالفرض وہ جھوٹے ہوئے تو رسوا ہو جائیں گے، لہٰذا بہر صورت تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ انہیں قتل نہ کرو۔)[1]

آلِ فرعون کے مومن سے مراد کون ہے؟

اس آیت میں آلِ فرعون کے مومن کا ذکر ہوا، اس کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ یہ مومن فرعون کا چچا زاد بھائی تھا لیکن وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لا چکا تھا اور اپنے ایمان کو فرعون اور اس کی قوم سے چھپا کر رکھتا تھا کیونکہ اسے اپنی جان کا خطرہ تھا اور یہی وہ شخص تھا جس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ نجات حاصل کی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ وہ شخص اسرائیلی تھا وہ اپنے ایمان کو فرعون اور آلِ فرعون سے مخفی رکھتا تھا۔ امام ابنِ جریر طبری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے پہلے قول کو راجح قرار دیا ہے۔[2]

حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آلِ فرعون کے مومن سے بہتر ہیں

یہاں آلِ فرعون کے مومن کا ذکر ہوا، اسی کے ضمن میں حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی فضیلت ملاحظہ ہو، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: اے لوگو! مجھے اس شخص کے بارے میں بتاؤ

1 ......روح البیان ، المؤمن ، تحت الآیۃ : ٢٨ ، ٨/١٧٦-١٧٨ ، خازن ، حم المؤمن، تحت الآیۃ: ٢٨، ٤/٧٠-٧١، مدارك، غافر، تحت الآیۃ: ٢٨، ص١٠٥٧، ابن کثیر، غافر، تحت الآیۃ: ٢٨، ٧/١٢٦-١٢٨، ملتقطاً.

2 ......طبری، غافر، تحت الآیۃ: ٢٨، ١١/٥٤.

جولوگوں میں سب سے زیادہ بہادر ہے۔لوگوں نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! آپ (سب سے زیادہ بہادر ہیں)۔آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: نہیں (میں ایسا نہیں ہوں)۔لوگوں نے پوچھا: پھر وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قریش نے پکڑ رکھا تھا۔ان میں سے ایک دوسرے کو ابھار رہا تھا اور دوسرا کسی اور کو بھڑکا رہا تھا۔وہ کہہ رہے تھے کہ تم وہی ہو جس نے تمام معبودوں کو ایک بنا دیا ہے۔اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اس وقت ہم میں سے کوئی بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب نہ ہوا مگر حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قریب ہوئے۔وہ ایک کو مارتے، دوسرے سے مقابلہ کرتے اور کہتے: تم برباد ہو جاؤ، کیا تم ایک شخص کو اس لئے قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتے ہیں ''میرا رب اللّٰہ تعالٰی ہے''۔

پھر حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے وہ چادر اٹھائی جو آپ نے زیبِ تن کر رکھی تھی اور اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی تر ہو گئی۔پھر فرمایا: میں تمہیں اللّٰہ تعالٰی کی قسم دے کر کہتا ہوں، کیا آلِ فرعون کا مومن بہتر ہے یا حضرت ابوبکر صدیق (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) قومِ فرعون کے مومن سے بہتر ہیں؟ (یقیناً یہی بہتر ہیں کیونکہ) الِ فرعون کا مومن اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے ایمان کا اعلان کرتے تھے۔[1]

يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَاۤ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَاۤ اَرٰى وَمَاۤ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے میری قوم آج بادشاہی تمہاری ہے اس زمین میں غلبہ رکھتے ہو تو اللّٰہ کے عذاب سے ہمیں کون بچائے گا اگر ہم پر آئے فرعون بولا میں تو تمہیں وہی سوجھاتا ہوں جو میری سوجھ ہے اور میں تمہیں وہی بتاتا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے۔

1 ......مسند البزار، مسند عليّ بن ابي طالب رضى الله عنه، ومما روى محمد بن عقيل عن عليّ، ٣/١٤، الحديث: ٧٦١، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میری قوم! زمین میں غلبہ رکھتے ہوئے آج بادشاہی تمہاری ہے تو اللہ کے عذاب سے ہمیں کون بچالے گا اگر ہم پر آئے۔ فرعون بولا میں تو تمہیں وہی سمجھاتا ہوں جو میں خود سمجھتا ہوں اور میں تمہیں وہی بتاتا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے۔

﴿یٰقَوْمِ: اے میری قوم!﴾ اٰلِ فرعون کے مومن نے اپنی قوم کو سمجھاتے ہوئے کہا: اے میری قوم! آج تمہاری بادشاہی ہے اور بنی اسرائیل پر تمہیں غلبہ حاصل ہے اس لئے اپنے ملک مصر میں تو کوئی ایسا کام نہ کرو جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے اور ملک وقوم تباہ و برباد ہو جائے اور یاد رکھو کہ (انہیں قتل کر دینے کی صورت میں) اگر اللہ تعالیٰ نے ہم پر عذاب نازل کر دیا تو ہمیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ اس مومن کی نصیحت سن کر فرعون نے کہا: میں تو تمہیں وہی سمجھاتا ہوں جو میں خود سمجھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل ہی کر دیا جائے تاکہ یہ معاملہ ہی ختم ہو جائے اور میں اس رائے کے ذریعے تمہیں وہی بتاتا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے۔(1)

وَ قَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَ الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْؕ وَ مَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ ایمان والا بولا اے میری قوم مجھے تم پر اگلے گروہوں کے دن کا سا خوف ہے۔ جیسا دستور گزرا نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد اوروں کا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں چاہتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ ایمان والا بولا اے میری قوم! مجھے تم پر (گزشتہ) گروہوں کے دن جیسا خوف ہے۔ جیسا نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کا طریقہ گزرا ہے اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں چاہتا۔

1 ......روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٢٩، ٨/١٧٨-١٧٩.

﴿وَقَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ: اور وہ ایمان والا بولا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مردِ مومن نے دیکھا کہ نرمی کے ساتھ نصیحت کرنے اور سامنے والے کے خیال کی رعایت کرنے کے باوجود یہ لوگ اپنے ارادے سے باز آتے نظر نہیں آرہے تو اس نے انہیں سابقہ قوموں پر آنے والے عذاب سے ڈراتے ہوئے کہا: اے میری قوم! تم جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلا رہے ہو اور انہیں شہید کرنے کا ارادہ کئے بیٹھے ہو، اس وجہ سے مجھے خوف ہے کہ تم پر بھی وہی دن نہ آجائے جو سابقہ قوموں میں سے ان لوگوں پر آیا جنہوں نے اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تھا جیسا کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ کا دستور گزرا ہے کہ وہ لوگ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلاتے رہے اور ان میں سے ہر ایک کو اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب نے ہلاک کر دیا اور اللّٰہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں چاہتا اور گناہ کے بغیر ان پر عذاب نہیں فرماتا اور ان پر حجت قائم کئے بغیر ان کو ہلاک نہیں کرتا (اور جب تم حرکتیں ہی عذاب پانے والی کرو گے تو ضرور تمہیں ان کی سزا ملے گی)۔[1]

وَ یٰقَوْمِ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ یَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ یَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِیْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے میری قوم میں تم پر اس دن سے ڈرتا ہوں جس دن پکار مچے گی۔ جس دن پیٹھ دے کر بھاگو گے اللّٰہ سے تمہیں کوئی بچانے والا نہیں اور جسے اللّٰہ گمراہ کرے اس کا کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اے میری قوم! میں تم پر پکارے جانے کے دن کا خوف کرتا ہوں۔ جس دن تم پیٹھ دے کر

1 ......روح البیان، المؤمن، تحت الآیۃ: ۳۰-۳۱، ۸/۱۷۹-۱۸۰، خازن، حم المؤمن، تحت الآیۃ: ۳۰-۳۱، ۴/۷۱، مدارک، غافر، تحت الآیۃ: ۳۰-۳۱، ص۱۰۵۸، ملتقطاً۔

بھاگو گے۔ اللہ سے تمہیں کوئی بچانے والا نہیں ہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔

﴿وَيٰقَوْمِ: اور اے میری قوم!﴾ اس سے پہلی آیات میں ذکر ہوا کہ مردِ مومن نے لوگوں کو دنیا کے عذاب سے ڈرایا اور اب یہاں سے یہ بیان کیا جارہا ہے کہ اس مومن نے دنیا کے عذاب کے بعد آخرت کے عذاب سے ڈرایا، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مردِ مومن نے کہا: اے میری قوم! میں تم پر اس دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں جس دن ہر طرف پکار مچی ہوئی ہوگی اور اس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے اور اس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تمہیں بچانے والا اور تمہاری حفاظت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا اور (جو باتیں میں نے تمہارے سامنے کی ہیں ان کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنے ارادے سے باز آ جاؤ اور حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر ایمان لے آؤ، میں نے تمہیں ہر طریقے سے نصیحت کر دی ہے، اس کے بعد بھی اگر تم ہدایت حاصل نہیں کرتے تو تمہاری قسمت کیونکہ) جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اسے نجات کی راہ دکھانے والا کوئی نہیں۔[1]

قیامت کے دن کو پکار کا دن کہنے کی وجہ

قیامت کے دن کو **يَوْمُ التَّنَاد** یعنی پکار کا دن اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس روز طرح طرح کی پکاریں مچی ہوں گی، جیسے ہر شخص اپنے گروہ کے سردار کے ساتھ اور ہر جماعت اپنے امام کے ساتھ بلائی جائے گی، جنتی دوزخیوں کو اور دوزخی جنتیوں کو پکاریں گے، سعادت اور شقاوت کی ندائیں کی جائیں گی کہ فلاں سعادت مند ہوا اب کبھی بد بخت نہ ہوگا اور فلاں بد بخت ہوگیا اب کبھی سعادت مند نہ ہوگا اور جس وقت موت ذبح کی جائے گی اس وقت ندا کی جائے گی کہ اے جنت والو! اب تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے اور تمہیں موت نہیں آئے گی اور اے جہنم والو! اب تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے اور تمہیں موت نہیں آئے گی۔[2]

1 ......مدارك، غافر، تحت الآية: ٣٢-٣٣، ص١٠٥٨، روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٣٢-٣٣، ٨/١٨٠-١٨١، ملتقطاً.
2 ......خازن، المؤمن، تحت الآية: ٣٢، ٤/٧١.

وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖؕ-حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًاؕ-كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۚۖ (۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف روشن نشانیاں لے کر آئے تو تم ان کے لائے ہوئے سے شک ہی میں رہے یہاں تک کہ جب انہوں نے انتقال فرمایا تم بولے ہرگز اب اللّٰہ کوئی رسول نہ بھیجے گا اللّٰہ یونہی گمراہ کرتا ہے اسے جو حد سے بڑھنے والا شک لانے والا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف روشن نشانیاں لے کر آئے تو تم ان کے لائے ہوئے پر شک ہی میں رہے یہاں تک کہ جب انہوں نے انتقال فرمایا تو تم نے کہا: اب اللّٰہ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا، اللّٰہ یونہی اسے گمراہ کرتا ہے جو حد سے بڑھنے والا شک کرنے والا ہو۔

﴿وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ: اور بیشک اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف روشن نشانیاں لے کر آئے۔﴾ اس آیت میں خطاب اگرچہ فرعون اور اس کی قوم سے ہے لیکن مراد ان کے آباؤ اَجداد ہیں (کیونکہ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرعون اور اس کی قوم کے پاس رسول بن کر تشریف نہیں لائے تھے بلکہ ان کے آباؤ اَجداد کے پاس آئے تھے،) چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے مصر والو! بیشک حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے تمہارے آباؤ اَجداد کے پاس حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روشن نشانیاں لے کر آئے تو وہ ان کے لائے ہوئے حق دین سے شک ہی میں رہے یہاں تک کہ جب انہوں نے انتقال فرمایا تو تمہارے آباؤ اَجداد نے کہا: اب اللّٰہ تعالیٰ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا۔ یہ بے دلیل بات تمہارے پہلے لوگوں نے خود گڑھی تا کہ وہ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد آنے والے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کریں اور انہیں جھٹلائیں، تو وہ کفر پر قائم رہے، حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

کی نبوت میں شک کرتے رہے اور بعد والوں کی نبوت کے انکار کے لئے انہوں نے یہ منصوبہ بنالیا کہ اب اللہ تعالیٰ کوئی رسول ہی نہ بھیجے گا۔ یاد رکھو کہ جس طرح تمہارے آباؤ اَجداد گمراہ ہوئے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو گمراہ کرتا ہے جو حد سے بڑھنے والا اور ان چیزوں میں شک کرنے والا ہو جن پر روشن دلیلیں شاہد ہیں۔[1]

الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں بے کسی سند کے کہ انہیں ملی ہو کس قدر سخت بیزاری کی بات ہے اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک اللہ یوں ہی مہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی ایسی دلیل کے جھگڑا کرتے ہیں جو انہیں ملی ہو، یہ بات اللہ کے نزدیک اور ایمان لانے والوں کے نزدیک کس قدر سخت بیزاری کی ہے۔ اللہ ہر متکبر سرکش کے دل پر اسی طرح مہر لگا دیتا ہے۔

﴿ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ: وہ جو اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی ایسی دلیل کے جھگڑا کرتے ہیں۔ ﴾ یعنی حد سے بڑھنے والے اور شک کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلا کر اور ان پر اعتراضات کر کے جھگڑا کرتے ہیں اور ان کا یہ جھگڑا کسی ایسی دلیل کے ساتھ نہیں ہوتا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہو بلکہ محض آباؤ اَجداد کی اندھی تقلید اور جاہلانہ شُبہات کی بنا پر ہوتا ہے اور یہ جھگڑا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور ایمان لانے والوں کے نزدیک انتہائی سخت بیزاری کی بات ہے اور جس طرح ان جھگڑا کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دی اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر متکبر سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے کہ اس میں ہدایت قبول کرنے کا کوئی محل باقی نہیں رہتا۔[2]

1 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٣٤، ٧٢/٤، روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٣٤، ١٨١/٨، جلالين، غافر، تحت الآية: ٣٤، ص٣٩٣، ملتقطاً.

2 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٣٥، ٧٢/٤، تفسير كبير، المؤمن، تحت الآية: ٣٥، ٥١٣/٩-٥١٤، روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٣٥، ١٨١/٨-١٨٢، ملتقطاً.

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿٣٦﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ صُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَ مَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿٣٧﴾ ع

ع ۴ / ۱۰ / ۹

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرعون بولا اے ہامان میرے لیے اونچا محل بنا شاید میں پہنچ جاؤں راستوں تک۔ کاہے کے راستے آسمانوں کے تو موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور بیشک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے اور یونہی فرعون کی نگاہ میں اس کا برا کام بھلا کر دکھایا گیا اور وہ راستے سے روکا گیا اور فرعون کا داؤ ہلاک ہونے ہی کو تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور فرعون نے کہا: اے ہامان! میرے لیے اونچا محل بنا شاید میں راستوں تک پہنچ جاؤں۔ آسمان کے راستوں تک تو موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور بیشک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے اور یونہی فرعون کی نگاہ میں اس کا برا کام خوبصورت بنا دیا گیا اور وہ راستے سے روکا گیا اور فرعون کا داؤ ہلاکت میں ہی تھا۔

﴿وَ قَالَ فِرْعَوْنُ: اور فرعون نے کہا:﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون نے جب دیکھا کہ یہ شخص تو ایسی گفتگو کر رہا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کے دل اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور لوگ اس کی بات کو درست سمجھ رہے ہیں تو اس نے موضوع ہی تبدیل کر دیا اور لوگوں کو مُطْمَئن کرنے کیلئے مَکّاری اور چالبازی کے طور پر اپنے وزیر ہامان کو کہنے لگا کہ میرے لیے آسمان کے راستوں تک ایک اونچا محل بناؤ، میں اس پر چڑھ کر دیکھوں گا، شاید میں آسمان پر جانے والے راستوں تک پہنچ جاؤں اور وہاں جا کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خدا کو جھانک کر دیکھوں، میرے گمان کے مطابق میرے علاوہ کسی اور خدا کے وجود کا دعویٰ کرنے میں موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جھوٹے ہیں۔ یہ بات بھی فرعون نے اپنی قوم کو فریب دینے کے لئے کہی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ برحق معبود صرف اللہ تعالیٰ ہے اور فرعون اپنے آپ

کوفریب کاری کے لئے معبود ٹھہرا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اسی طرح فرعون کی نگاہ میں اس کا برا کام یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور اس کے رسول کو جھٹلانا خوش نُما بنا دیا گیا اور شیطانوں نے وَسْوَسے ڈال کر اس کی برائیاں اس کی نظر میں بھلی کر دکھائیں اور وہ ہدایت کے راستے سے روک دیا گیا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نشانیوں کے مقابلے میں فرعون کے مکروفریب نقصان اور ہلاکت کا شکار ہوئے اور وہ اپنے کسی داؤ میں کامیاب نہ ہوسکا۔[1]

نوٹ: ہامان کو محل بنانے کا حکم دینے والا واقعہ سورۂ قصص کی آیت نمبر 38 میں بھی گزر چکا ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ ایمان والا بولا اے میری قوم میرے پیچھے چلو میں تمہیں بھلائی کی راہ بتاؤں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایمان والے نے کہا: اے میری قوم! میرے پیچھے چلو میں تمہیں بھلائی کی راہ بتاؤں۔

﴿وَقَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ: اور ایمان والے نے کہا۔﴾ جب مردِ مومن نے دیکھا کہ فرعون کوئی معقول جواب نہیں دے سکا تو اس نے دوبارہ اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم فرعون کی بجائے میری پیروی کرو میں تمہیں بھلائی اور نجات کا راستہ دکھاؤں گا۔

اولیاء کی پیروی میں بھی ہدایت ہے

اس میں اشارہ ہے کہ فرعون اور اس کی قوم جس راستہ پر چل رہی ہے وہ گمراہی کا راستہ ہے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ ہدایت انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کی پیروی میں رکھی گئی ہے اور جس طرح نبی عَلَیْہِ السَّلَام اپنے امتی کو ہدایت کا راستہ دکھاتے ہیں اسی طرح نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے تابع رہتے ہوئے اولیاء وصالحین بھی ہدایت کا راستہ دکھاتے ہیں۔[2]

---

1 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٣٦-٣٧، ٤/٧٢، جلالين، غافر، تحت الآية: ٣٦-٣٧، ص٣٩٣، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٣٨، ٨/١٨٥.

يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ٘ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے میری قوم یہ دنیا کا جینا تو کچھ برتنا ہی ہے اور بیشک وہ پچھلا ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو تھوڑا سا سامان ہی ہے اور بیشک آخرت ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔

﴿یٰقَوْمِ: اے میری قوم۔﴾ مردِ مومن نے اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تھوڑی مدت تک کے لئے صرف ایک ناپائیدار نفع ہے جس کو بقا نہیں اور یہ ایک دن ضرور فنا ہو جائے گا جبکہ آخرت کی زندگی باقی اور ہمیشہ رہنے والی ہے اور یہ فانی زندگی سے بہتر ہے۔[1]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا زہد

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سابقہ امتوں کے عقل مند حضرات کے نزدیک بھی دنیا ہمیشہ مذموم ہی رہی اور وہ لوگ دنیا کے پیچھے بھاگنے، اس کا مال و متاع جمع کرنے اور اس سے محبت رکھنے سے بچتے رہے اور لوگوں کو اس کی ترغیب بھی دیتے رہے۔ ہمارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی اپنے عمل مبارک سے اور اپنی روشن تعلیمات کے ذریعے ہمیں دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف راغب رہنے کی ترغیب اور تعلیم دی ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کونین کے شہنشاہ اور دو عالَم کے تاجدار ہوتے ہوئے ایسی زاہدانہ اور سادہ زندگی بسر فرمائی کہ تاریخِ نبوت میں اس کی مثال نہیں مل سکتی، خوراک، پوشاک، مکان، سامان اور رہن سہن الغرض مبارک زندگی کے ہر گوشہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا زہد اور دنیا سے بے رَغبتی کا عالَم اس درجہ نمایاں تھا کہ اسے دیکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کی نعمتیں اور لذّتیں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نگاہِ نبوت میں ایک مچھر کے پَر سے بھی زیادہ ذلیل اور حقیر تھیں، چنانچہ

حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک چٹائی پر سو گئے، جب آپ بیدار ہوئے تو جسمِ اَقدس پر چٹائی کے نشانات تھے۔ ہم نے عرض کی اگر ہم آپ کے لیے ایک بستر

[1] ......خازن، حم المؤمن، تحت الآیة: ۳۹، ۴/۷۲.

بنا دیں۔تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مجھے دنیا سے کیا لینا ہے میں دنیا میں صرف ایک سوار کی طرح ہوں جو کسی درخت کے نیچے سائے کو طلب کرے پھر اس درخت کے سائے کو چھوڑ کر روانہ ہو جائے۔ [1]

حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے منبر پر فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے تم لوگوں سے زیادہ کسی کو اس چیز میں رغبت کرتے نہیں دیکھا جس چیز سے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دور رہتے تھے۔تم لوگ دنیا میں رغبت رکھتے ہو جبکہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دنیا میں رغبت نہ رکھتے تھے۔اللہ کی قسم! آپ پر تین دن بھی نہ گزرتے کہ آپ کی آمدنی سے قرض زیادہ ہوتا۔ [2]

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے میرے بیٹے! موت کا ذکر کثرت سے کیا کرو کیونکہ جب تم کثرت سے موت کو یاد کرو گے تو تمہیں دنیا میں رغبت نہ رہے گی اور تم آخرت میں رغبت رکھنے لگو گے، بے شک آخرت ہمیشہ رہنے کا گھر ہے اور دنیا اس کے لئے دھوکے کی جگہ ہے جو اس سے دھوکہ کھا جائے۔ [3]

حضرت عبداللہ بن مسور ہاشمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اس آدمی پر انتہائی تعجب ہے جو آخرت کے گھر کی تصدیق تو کرتا ہے لیکن کوشش دھوکے والے گھر (یعنی دنیا) کے لئے کرتا ہے۔ [4]

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا سے زیادہ اپنی آخرت سنوارنے اور اپنی آخرت کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے خوب کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَاۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ

---

1 ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب مثل الدنيا، ٤/٤٢٦، الحديث: ٤١٠٩.

2 ......مستدرك، كتاب الرقاق، اربع اذا كان فيك... الخ، ٥/٤٤٨، الحديث: ٧٩٥١.

3 ......جامع الاحاديث، مسند انس بن مالك رضى الله عنه، ١٨/٤٨٢، الحديث: ١٣٠٣٧.

4 ......مسند شهاب، يا عجبا كل العجب... الخ، ١/٣٤٧، الحديث: ٥٩٥.

فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٤٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو بُرا کام کرے تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اتنا ہی اور جو اچھا کام کرے مرد خواہ عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے وہاں بے گنتی رزق پائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو برا کام کرے تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اتنا ہی اور جو اچھا کام کرے مرد ہو خواہ عورت اور وہ ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے وہاں بے حساب رزق پائیں گے۔

﴿مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً: جو برا کام کرے۔﴾ یہاں سے یہ بتایا جارہا ہے کہ مردِ مومن نے اپنی قوم کو نیک اور برے اعمال اور ان کے انجام کے بارے میں بتایا، چنانچہ مردِ مومن نے کہا: جو دنیا میں برا کام کرے تو اسے اس برے کام کے حساب سے آخرت میں بدلہ ملے گا اور مرد وعورت میں سے جو دنیا میں اللّٰہ تعالیٰ کی رضا والا اچھا کام کرے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ مسلمان بھی ہو کیونکہ اعمال کی مقبولیت ایمان پر مَوقوف ہے، تو انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا جہاں وہ بے حساب رزق پائیں گے اور نیک عمل کے مقابلے میں زیادہ ثواب عطا کرنا اللّٰہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے۔[1]

جنت میں بے حساب رزق ملے گا

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہلِ جنت کو جنت میں بے حساب رزق ملے گا، اسی مناسبت سے یہاں جنتی نعمتوں سے متعلق ایک حدیث پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ ترمذی شریف میں ہے، حضرت سعید بن مسیّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: میں اللّٰہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور آپ کو جنت کے بازار میں اکٹھا کردے۔ حضرت سعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے (حیران ہوکر) کہا: کیا جنت میں بازار بھی ہوگا؟ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ہاں! مجھے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خبر دی ہے کہ جنت والے جب جنت میں داخل ہوں گے تو جنت کے درجات میں اپنے اعمال کے مطابق داخل ہوں گے، پھر انہیں دنیا کے دنوں کے حساب سے ایک ہفتہ میں اجازت دی جائے گی تو وہ اپنے رب کی زیارت

1 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآیۃ: ٤٠، ٤/٧٢-٧٣، روح البیان، المؤمن، تحت الآیۃ: ٤٠، ٨/١٨٦، ملتقطاً.

کریں گے اوران کے سامنے اللّٰہ تعالیٰ کا عرش ظاہر ہوگا اور اللّٰہ تعالیٰ ان پر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں تجلّی فرمائے گا تو ان کے لیے نور کے منبر، موتیوں کے منبر، یاقوت اور زَبَرجَد کے منبر، سونے اور چاندی کے منبر رکھے جائیں گے، ان میں سے ادنیٰ درجے والے جنتی حالانکہ ان میں ادنیٰ کوئی نہیں، مشک اور کافور کے ٹیلہ پر ہوں گے اور وہ یہ تصوُّر نہ کریں گے کہ کرسیوں والے ان سے اعلیٰ جگہ میں ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ ارشاد فرمایا ''ہاں! کیا تم سورج کو اور چودھویں رات میں چاند کو دیکھنے میں شک کرتے ہو؟ ہم نے عرض کی: نہیں۔ ارشاد فرمایا'' ایسے ہی تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھنے میں شک نہ کرو گے، اس مجلس میں ہر ایک کے سامنے اللّٰہ تعالیٰ بے حجاب موجود ہوگا حتّٰی کہ ان میں سے ایک شخص سے ارشاد فرمائے گا: اے فلاں کے بیٹے فلاں! کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب تو نے ایسا ایسا کہا تھا؟ اللّٰہ تعالیٰ اسے اس کی بعض دُنْیَوی بدعہدیاں یاد دلائے گا تو وہ بندہ عرض کرے گا: اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، کیا تو نے مجھے بخش نہیں دیا؟ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: ہاں! تو میری وسیع رحمت کی وجہ سے ہی تو اپنے اس درجہ میں پہنچا۔ وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ ان کے اوپر بادل چھا جائے گا اور ان پر ایسی خوشبو برسائے گا کہ اس جیسی خوشبو کبھی کسی چیز میں نہ پائی ہوگی، اور ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: اس اِنعام واِکرام کی طرف جاؤ جو میں نے تمہارے لیے تیار کیا ہوا ہے اور اس میں سے جو چاہو لے لو۔ تب ہم اس بازار میں پہنچیں گے جسے فرشتوں نے گھیرا ہوگا، اس میں وہ چیزیں ہوں گی جن کی مثل نہ آنکھوں نے دیکھی، نہ کانوں نے سنی اور نہ دلوں پر ان کا خیال گزرا۔ تب ہم جو چاہیں گے وہ ہمیں دیدیا جائے گا، وہاں نہ تو خرید ہوگی نہ فروخت اور اس بازار میں جنتی ایک دوسرے سے ملیں گے اور بلند درجے والا خود آئے گا اور اپنے سے نیچے درجے والے سے ملے گا حالانکہ ان میں نیچا کوئی نہیں تو اس پر جو لباس یہ دیکھے گا وہ اسے پسند آئے گا، ابھی اس کی آخری بات ختم نہ ہوگی کہ اسے اپنے اوپر موجود لباس اس سے اچھا محسوس ہوگا، یہ اس لیے ہوگا کہ جنت میں کوئی غمگین نہ ہو، پھر ہم اپنے گھروں کی طرف لوٹیں گے تو ہم سے ہماری بیویاں ملیں گی اور کہیں گی: مرحبا، خوش آمدید! جس وقت آپ یہاں سے گئے تھے اس وقت کے مقابلے میں اب آپ کا حسن و جمال بہت زیادہ ہے۔ تب ہم کہیں گے: آج ہمیں اپنے رب تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنا نصیب ہوا تھا، (خدائے) جَبّار کے حضور ہمیں ہم نشینی نصیب ہوئی، ہمارا حق یہ ہی تھا کہ ہم ایسے لوٹیں جیسے اب لوٹے ہیں۔ [1]

1 ......ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی سوق الجنة، ٤/٢٤٦، الحدیث: ٢٥٥٨.

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدقے ہمیں بھی جنت میں داخلہ نصیب فرمائے ، اٰمین ۔

وَ يٰقَوْمِ مَا لِيْۤ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ تَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَى النَّارِؕ(۴۱) تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ٘ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ(۴۲) لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَا فِي الْاٰخِرَةِ وَ اَنَّ مَرَدَّنَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَ اَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ(۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے میری قوم مجھے کیا ہوا میں تمہیں بلاتا ہوں نجات کی طرف اور تم مجھے بلاتے ہو دوزخ کی طرف۔ مجھے اس طرف بلاتے ہو کہ اللہ کا انکار کروں اور ایسے کو اس کا شریک کروں جو میرے علم میں نہیں اور میں تمہیں اس عزت والے بہت بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔ آپ ہی ثابت ہوا کہ جس کی طرف مجھے بلاتے ہو اسے بلانا کہیں کام کا نہیں دنیا میں نہ آخرت میں اور یہ ہمارا پھرنا اللہ کی طرف ہے اور یہ کہ حد سے گزرنے والے ہی دوزخی ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے میری قوم مجھے کیا ہوا میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلا رہے ہو۔ تم مجھے اس طرف بلاتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور ایسے کو اس کا شریک کروں جو میرے علم میں نہیں ، اور میں تمہیں عزت والے بہت بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔ آپ ہی ثابت ہوا کہ جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو اس کو بلانا کہیں کام کا نہیں ، دنیا میں ، نہ آخرت میں اور یہ ہمارا پھرنا اللہ کی طرف ہے اور یہ کہ حد سے گزرنے والے ہی دوزخی ہیں۔

﴿وَ يٰقَوْمِ: اور اے میری قوم!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی قوم کو نصیحت کرتے وقت

مردِ مومن نے یہ محسوس کیا کہ لوگ میری باتوں پر تعجب کر رہے ہیں اور میری بات ماننے کی بجائے مجھے اپنے باطل دین کی طرف بلانا چاہتے ہیں تو اس نے اپنی قوم کو مُخاطَب کر کے کہا: تم عجیب لوگ ہو کہ میں تمہیں ایمان اور طاعت کی تلقین کر کے جنت کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے کفر و شرک کی دعوت دے کر جہنم کی طرف بلا رہے ہو۔ تم مجھے اِس بات کی طرف بلاتے ہو کہ میں اُس اللہ تعالیٰ کا انکار کردوں جس کا کوئی شریک نہیں اور معبود ہونے میں ایسے کو اس کا شریک کروں جس کے معبود ہونے پر کوئی دلیل ہی نہیں اور میں تمہیں اس اللہ کی طرف بلا رہا ہوں جو عزت والا ہے اور توبہ کرنے والے کو بہت بخشنے والا ہے، تو خود ہی ثابت ہوا کہ تم مجھے جس کی عبادت کی طرف بلا رہے ہو اس کی عبادت کرنا دنیا اور آخرت میں کہیں کام نہ آئے گا کیونکہ وہ حقیقی معبود نہیں اور یاد رکھو کہ ہمیں مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہمیں ہمارے اعمال کی جزا دے گا اور یہ بھی یاد رکھو کہ کافر ہی ہمیشہ کے لئے جہنم میں جائیں گے۔ (1)

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جلد وہ وقت آتا ہے کہ جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اُسے یاد کرو گے اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں بیشک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جلد ہی تم وہ یاد کرو گے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں، اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں، بیشک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔

﴿فَسَتَذْكُرُوْنَ مَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ: تو جلد ہی تم وہ یاد کرو گے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مردِ مومن نے کہا: میری باتیں ابھی تمہارے دل پر نہیں لگتیں لیکن عنقریب جب تم پر عذاب نازل ہوگا تو اس وقت تم

1 ......روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٤١-٤٣، ٨/١٨٦-١٨٧، مدارك، غافر، تحت الآية: ٤١-٤٣، ص١٠٦٠-١٠٦١، ملتقطاً.

میری نصیحتیں یاد کرو گے مگر اس وقت کا یاد کرنا کچھ کام نہ دے گا ۔ یہ سن کر ان لوگوں نے اس مومن کو دھمکی دی کہ اگر تم ہمارے دین کی مخالفت کرو گے تو ہم تمہارے ساتھ برے طریقے سے پیش آئیں گے ۔اس کے جواب میں اس نے کہا: میں اپنا معاملہ اللّٰہ تعالیٰ کو سونپتا ہوں، بیشک اللّٰہ تعالیٰ بندوں کو دیکھتا ہے اور ان کے اعمال اور احوال کو جانتا ہے (لہٰذا مجھے تمہارا کوئی ڈر نہیں)۔[1]

میرا مالک نہیں، میرا اللّٰہ تو مجھے دیکھ رہا ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کوئی بھی عمل کرتے وقت یہ بات اپنے پیشِ نظر رکھنی چاہئے کہ اللّٰہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اور وہ اس کے تمام اَعمال اور اَحوال سے باخبر ہے، یہاں اسی سے متعلق ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بعض لوگوں کے ساتھ صحرا کی طرف نکلے، وہاں انہوں نے کھانا پکایا، جب کھانا تیار ہوگیا تو وہاں انہوں نے ایک چرواہے کو دیکھا جو بکریاں چرا رہا تھا، انہوں نے اسے کھانے کی دعوت دی تو چرواہے نے کہا: آپ کھائیں کیونکہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے ۔لوگوں نے اسے آزمانے کے طور پر کہا: اس جیسے شدید گرم دن میں تم نے کیسے روزہ رکھا ہوا ہے؟ اس نے کہا: جہنم کی گرمی اس سے زیادہ شدید ہے ۔لوگ اس کی بات سن کر حیران ہوئے اور اس سے کہا: ان بکریوں میں سے ایک بکری ہمیں بیچ دو، ہم تمہیں اس کی قیمت بھی دیں گے اور اس کے گوشت میں سے حصہ بھی دیں گے ۔اس نے کہا: یہ بکریاں میری نہیں بلکہ میرے سردار اور میرے مالک کی ہیں تو پھر میں اسے کیسے بیچ سکتا ہوں ۔لوگوں نے اس سے کہا: تم اپنے مالک سے یہ کہہ دینا کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے یا وہ گم ہوگئی ہے ۔اس چرواہے نے کہا: (اگر میرا مالک مجھے نہیں دیکھ رہا تو پھر) اللّٰہ تعالیٰ کہاں ہے (یعنی جب وہ مجھے دیکھ رہا ہے تو پھر میں جھوٹی بات کیسے کہہ سکتا ہوں) لوگ اس کے کلام سے بہت حیران ہوئے ، پھر جب وہ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بکریوں سمیت اس چرواہے کو خرید کر آزاد کر دیا اور وہ بکریاں اسے تحفے میں دیدیں ۔[2]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اپنا حقیقی خوف نصیب فرمائے اور ہر حال میں اپنی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے ، اٰمین ۔

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾

1 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٤٤، ٤/٧٣، ملخصاً.

2 ......روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٤٤، ٨/١٨٨.

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ نے اُسے بچالیا ان کے مکر کی برائیوں سے اور فرعون والوں کو برے عذاب نے آ گھیرا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اللہ نے اسے ان کے مکر کی برائیوں سے بچالیا اور فرعونیوں کو برے عذاب نے آ گھیرا۔

﴿فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا : تو اللہ نے اسے بچالیا ان کے مکر کی برائیوں سے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا کہ مردِ مومن نے (فرعونیوں کی دھمکی کی پرواہ نہ کی اور) اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور یہاں بیان کیا جارہا ہے کہ جب فرعون اور اس کے درباریوں نے مردِ مومن کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ان کے شر سے بچالیا جبکہ فرعون کی قوم اور فرعون کا انجام یہ ہوا کہ انہیں برے عذاب نے گھیر لیا، دنیا میں وہ فرعون کے ساتھ دریا میں غرق ہو گئے اور قیامت کے دن جہنم میں جائیں گے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے اور اس پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے کفایت فرماتا اور دشمنوں کے مکر وفریب سے بچالیتا ہے۔

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا ۚ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آگ جس پر صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آگ جس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، (حکم ہوگا) فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

﴿اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا : آگ جس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں۔﴾ یعنی فرعون اور اس کی قوم

1 ......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیة: ٤٥، ٩/٥٢١، خازن، حم المؤمن، تحت الآیة: ٤٥، ٤/٧٣، ملتقطاً.

کو دنیا میں غرق کر دیا گیا، پھر انہیں صبح وشام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور وہ اس میں جلائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہو گی، اس دن فرشتوں کو حکم فرمایا جائے گا کہ فرعون والوں کو جہنم کے سخت تر عذاب میں داخل کر دو۔[1]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ فرعونیوں کی روحیں سیاہ پرندوں کے قالب میں ہر روز دو مرتبہ صبح وشام آگ پر پیش کی جاتی ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ آگ تمہارا مقام ہے اور قیامت تک ان کے ساتھ یہی معمول رہے گا۔[2]

عذابِ قبر کا ثبوت

اس آیت سے عذابِ قبر کے ثبوت پر اِستدلال کیا جاتا ہے کیونکہ یہاں پہلے صبح وشام فرعونیوں کو آگ پر پیش کئے جانے کا ذکر ہوا اور اس کے بعد قیامت کے دن سخت تر عذاب میں داخل کئے جانے کا بیان ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ قیامت سے پہلے بھی انہیں آگ پر پیش کر کے عذاب دیا جا رہا ہے اور یہی قبر کا عذاب ہے۔ کثیر اَحادیث سے بھی قبر کا عذاب برحق ہونا ثابت ہے، ان میں سے ایک حدیث پاک یہ ہے، چنانچہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ہر مرنے والے پر اس کا مقام صبح وشام پیش کیا جاتا ہے، جنتی پر جنت کا اور دوزخی پر دوزخ کا اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے اس کی طرف اٹھائے۔[3]

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدقے قبر کے عذاب سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

وَ اِذْ یَتَحَآجُّوْنَ فِی النَّارِ فَیَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِیْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُلٌّ فِیْهَاۤ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَیْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾

1 ......جلالين، غافر، تحت الآية: ٤٦، ص٣٩٤.

2 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٤٦، ٧٣/٤.

3 ......صحيح بخاری، كتاب الجنائز، باب الميّت يعرض عليه مقعده... الخ، ٤٦٥/١، الحديث: ١٣٧٩.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب وہ آگ میں باہم جھگڑیں گے تو کمزور اُن سے کہیں گے جو بڑے بنتے تھے ہم تمہارے تابع تھے تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ گھٹا لو گے۔ وہ تکبر والے بولے ہم سب آگ میں ہیں بے شک اللہ بندوں میں فیصلہ فرما چکا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب وہ آگ میں باہم جھگڑیں گے تو کمزوران سے کہیں گے جو (دنیا میں) بڑے بنتے تھے ہم تمہارے تابع تھے تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ کم کرو گے؟ وہ بڑے بننے والے کہیں گے: ہم سب آگ میں ہیں بیشک اللہ بندوں میں فیصلہ فرما چکا۔

﴿وَ اِذْ یَتَحَآجُّوْنَ فِی النَّارِ: اور جب وہ آگ میں باہم جھگڑیں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے انبیاء کے سردار! آپ اپنی قوم سے جہنم کے اندر کفار کے آپس میں جھگڑنے کا حال ذکر فرمائیے کہ جب وہ لوگ جہنم کی آگ میں ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے اور ان میں سے جو لوگ کمزور تھے وہ اپنے متکبّر سرداروں سے کہیں گے: ہم دنیا میں تمہارے تابع تھے اور تمہاری وجہ سے ہی کافر بنے تو کیا تم اس بات پر قادر ہو کہ ہم جس عذاب میں مبتلا ہیں اس کا کوئی حصہ ہم سے دور کر دو؟ کافروں کے سردار جواب دیں گے: ہم سب آگ میں ہیں اور ہر ایک اپنی مصیبت میں گرفتار ہے، ہم میں سے کوئی کسی کے کام نہیں آ سکتا، اگر ہم کچھ کر سکتے ہوتے تو اپنے لئے نہ کر لیتے۔ اب فیصلہ ہو چکا ہے جس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی، بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو جنت میں داخل کر دیا اور کافروں کو جہنم میں بھیج دیا، جو ہونا تھا ہو چکا اب اس سے ہٹ کر کچھ نہیں ہو سکتا۔

وَ قَالَ الَّذِیْنَ فِی النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ یُخَفِّفْ عَنَّا یَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْۤا اَوَ لَمْ تَكُ تَاْتِیْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَ مَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو آگ میں ہیں اس کے داروغوں سے بولے اپنے رب سے دعا کرو ہم پر عذاب کا ایک دن ہلکا کردے۔ انہوں نے کہا کیا تمہارے پاس تمہارے رسول نشانیاں نہ لاتے تھے بولے کیوں نہیں بولے تو تمہیں دعا کرو اور کافروں کی دعا نہیں مگر بھٹکتے پھرنے کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو آگ میں ہیں وہ جہنم کے داروغوں سے کہیں گے، آپ اپنے رب سے دعا کردیں کہ وہ ہم پر ایک دن کچھ عذاب (یا) عذاب کا ایک دن ہلکا کردے۔ داروغہ فرشتے کہیں گے، کیا تمہارے پاس تمہارے رسول نشانیاں نہ لاتے تھے؟ کافر کہیں گے، کیوں نہیں، فرشتے کہیں گے، تو تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا نہیں مگر بھٹکتے پھرنے کو۔

﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ فِی النَّارِ: اور جو آگ میں ہیں وہ کہیں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کافروں میں سے کمزور لوگ اپنے سرداروں سے مایوس ہو جائیں گے تو وہ جہنم پر مامور فرشتوں کی طرف رخ کریں گے اور ان سے کہیں گے: آپ حضرات ہی اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے دعا کریں کہ دنیا کے ایک دن کی مقدار تک ہمارے عذاب میں تخفیف رہے۔ فرشتے جواب دیں گے: کیا تمہارے پاس تمہارے اللہ تعالیٰ کے رسول نشانیاں نہ لاتے تھے اور کیا انہوں نے واضح معجزات پیش نہ کئے تھے؟ مراد یہ ہے کہ اب تمہارے لئے عذر کرنے کی کوئی جگہ باقی نہ رہی۔ کافر لوگ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تشریف لانے کو تسلیم کریں گے اور اپنے کفر کرنے کا بھی اقرار کریں گے۔ فرشتے جواب دیں گے: ہم کافروں کے حق میں دعا نہیں کریں گے، لہٰذا تم خود ہی اپنے رب سے دعا کر کے دیکھ لو کہ وہ تم پر ایک دن کے لئے عذاب ہلکا کردے لیکن بہرحال تمہارا دعا کرنا بھی بیکار ہی جائے گا کیونکہ وہ قبول نہیں ہوگی۔ [1]

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾

(1)......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیة: ٤٩-٥٠، ٩/٥٢٢-٥٢٣، مدارك، غافر، تحت الآیة: ٤٩-٥٠، ص ١٠٦١، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ضرور ہم اپنے رسولوں کی مدد کریں گے اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔ جس دن ظالموں کو اُن کے بہانے کچھ کام نہ دیں گے اور اُن کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ضرور ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں مدد کریں گے اور اس دن بھی جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔ جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے بُرا گھر ہے۔

﴾اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا: بیشک ضرور ہم اپنے رسولوں کی مدد کریں گے۔﴿ اس سے پہلی آیات میں جہنم کے اندر کافروں کے باہمی جھگڑے کا ذکر ہوا اور اب یہاں سے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والوں کا ذکر کیا جارہا ہے کہ دنیا اور آخرت میں ان کی مدد کی جائے گی، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک ضرور ہم اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والوں کو غلبہ عطا فرما کر، مضبوط حجت دے کر اور ان کے دشمنوں سے انتقام لے کر دنیا کی زندگی میں ان کی مدد کریں گے اور قیامت کے اس دن بھی ان کی مدد کریں گے جس دن فرشتے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تبلیغ اور کفار کی تکذیب کی گواہی دیں گے اور اگر اس دن کافر اپنے کفر کے متعلق کسی قسم کا عذر پیش کریں گے تو وہ مانا نہیں جائے گا اور اگر توبہ کریں گے تو وہ قبول نہیں ہوگی اور اس دن وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے دور ہوں گے اور جہنم ان کا ٹھکانہ ہوگا۔[1]

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَ اَوْرَثْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّ ذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾

[1]......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیة: ٥١-٥٢، ٩/٥٢٣-٥٢٤، خازن، حم المؤمن، تحت الآیة: ٥١-٥٢، ٤/٧٤، بغوی، غافر، تحت الآیة: ٥١-٥٢، ٤/٨٩، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے موسیٰ کو رہنمائی عطا فرمائی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث کیا۔ عقل مندوں کی ہدایت اور نصیحت کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو رہنمائی عطا فرمائی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث کیا۔ عقلمندوں کی ہدایت اور نصیحت کیلئے۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْهُدٰى: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو رہنمائی عطا فرمائی۔﴾ اس آیت میں لفظ ''اَلْهُدٰى'' سے مراد تورات اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیئے جانے والے معجزات ہیں جو ان کی قوم کے لئے رہنمائی اور ہدایت حاصل کرنے کا ذریعہ تھے، نیز اس سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عطا کئے جانے والے وہ کثیر علوم بھی مراد ہو سکتے ہیں جو دنیا اور آخرت میں نفع مند ہیں اور بنی اسرائیل کو جس کتاب کا وارث بنایا گیا اس سے مراد تورات ہے۔ (1)

﴿هُدًى وَّ ذِكْرٰى: ہدایت اور نصیحت کے لئے۔﴾ یعنی یہ کتاب عقلمندوں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔ یہاں آیت میں بطورِ خاص عقل مندوں کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ اس کتاب کی ہدایت اور نصیحت سے فائدہ یہی لوگ اٹھاتے ہیں۔ (2)

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِبْكَارِ(۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے محبوب تم صبر کرو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی پاکی بولو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم صبر کرو، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو اور اپنے رب کی تعریف

1 ......روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٥٣، ١٩٥/٨، تفسير كبير، المؤمن، تحت الآية: ٥٣، ٥٢٥/٩، خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٥٣، ٧٤/٤، ملتقطاً.

2 ......روح المعاني، غافر، تحت الآية: ٥٤، ٤٥٢/١٢.

کرتے ہوئے صبح اور شام (اس کی) پاکی بولو۔

﴿فَاصْبِرْ: توتم صبر کرو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کی مدد فرمائے گا اور اب یہاں سے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر کرنے کی تلقین کی جارہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی ایذا پر صبر کرتے رہیں، بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور اس نے جس طرح پہلے رسولوں کی مدد فرمائی اسی طرح وہ آپ کی مدد بھی فرمائے گا، آپ کے دین کو غالب کرے گا اور آپ کے دشمنوں کو ہلاک کرے گا نیز آپ اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے گناہوں کی معافی طلب کریں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے پر ہمیشہ قائم رہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ صبح شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بولنے سے پانچوں نمازیں مراد ہیں۔ [1]

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ: اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو۔﴾ یاد رہے کہ آیت کے اس حصے میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہی خطاب ہونا مُتعیَّن نہیں بلکہ اس کا احتمال ہے اور اس صورت میں اس کے جو معنی ہوں گے ان میں سے ایک اوپر بیان ہوا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی امت کے گناہوں کی معافی چاہیں۔ دوسرے معنی یہ ہوں گے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر بالفرض کوئی مَعصِیَت واقع ہوتو اس سے استغفار واجب ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (سورۂ مومن اور سورۂ محمد کی) دونوں آیتِ کریمہ میں صیغۂ اَمر ہے اور امر اِنشا ہے اور اِنشا وقوع پر دال نہیں تو حاصل اس قدر کہ بفرضِ وقوع استغفار واجب، نہ یہ کہ مَعَاذَاللہ واقع ہوا، جیسے کسی سے کہنا ''اَکْرِمْ ضَیْفَکَ'' اپنے مہمان کی عزت کرنا، اس سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت کوئی مہمان موجود ہے، نہ یہ خبر ہے کہ خواہی نخواہی کوئی مہمان آئے گا ہی، بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہوا تو یوں کرنا۔ [2]

اور اس آیت میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں خطاب ہر سامع سے ہو، جیسا کہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: سورۂ مومن وسورۂ محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی آیاتِ کریمہ میں کون سی دلیل قطعی ہے کہ خطاب حضورِ

1 ......تفسير كبير، المؤمن، تحت الآية: ٥٥، ٩/٥٢٥، خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٥٥، ٤/٧٤، مدارك، غافر، تحت الآية: ٥٥، ص١٠٦٢، ملتقطاً.

2 ......فتاویٰ رضویہ، ۲۹/۴۰۰۔

اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے ہے، مومن میں تو اتنا ہے" وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ "اے شخص اپنی خطا کی معافی چاہ۔ کسی کا خاص نام نہیں، کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں، قرآنِ عظیم تمام جہاں کی ہدایت کے لیے اترا نہ صرف اس وقت کے موجودین (کی ہدایت کے لئے) بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ خطاب فرماتا ہے" اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ" نماز برپا رکھو۔ یہ خطاب جیسا صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیامِ قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی۔۔۔ یونہی دونوں سورۂ کریمہ میں کافِ خطاب ہر سامع کے لیے ہے کہ اے سننے والے اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔(1)

نوٹ: اس مسئلے سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے لئے فتاویٰ رضویہ، جلد 29، صفحہ 394 تا 401 کا مطالعہ فرمائیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْۙ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں بے کسی سند کے جو انھیں ملی ہو ان کے دلوں میں نہیں مگر ایک بڑائی کی ہوس جسے نہ پہنچیں گے تو تم اللہ کی پناہ مانگو بے شک وہی سنتا دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک وہ جو اللہ کی آیتوں میں کسی ایسی دلیل کے بغیر جھگڑا کرتے ہیں جو انہیں ملی ہو، ان کے دلوں میں نہیں مگر ایک بڑائی کی ہوس جس تک یہ پہنچ نہیں پائیں گے تو تم اللہ کی پناہ مانگو بیشک وہی سنتا دیکھتا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ: بیشک وہ جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں۔﴾ اس آیت میں جھگڑا کرنے والوں سے مراد کفارِ قریش ہیں، یہ لوگ تکبر کیا کرتے تھے اور ان کا یہی تکبر ان کے تکذیب و انکار اور کفر کو اختیار کرنے کا سبب بنا کیونکہ انہوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ کوئی ان سے اونچا ہو، اور یہ فاسد خیال کیا کہ اگر حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

1 ......فتاویٰ رضویہ، ۲۹/۳۹۸-۳۹۹۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نبی مان لیں گے تو ہماری اپنی بڑائی جاتی رہے گی، ہمیں امتی اور چھوٹا بننا پڑے گا حالانکہ ہمیں تو بڑا بننے کی ہوس ہے، اس لئے انہوں نے سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دشمنی کی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یہ لوگ جس چیز کی ہوس رکھتے ہیں اسے نہ پاسکیں گے اور انہیں بڑائی مُیَسَّر نہ آئے گی، بلکہ حضورِ اَکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت اور انکار، ان لوگوں کے حق میں ذلت اور رسوائی کا سبب ہوگا، تو اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ حاسدوں کے مکر اور ان کی سازشوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں، کیونکہ یقیناً وہی ان کے اَقوال کو سنتا اور ان کے اَحوال کو دیکھتا ہے تو وہی ان کے خلاف آپ کی مدد کرے گا اور ان کے شر سے آپ کو بچائے گا۔[1]

ضد بازی اور جھگڑنے کی عادت آدمی کے حق قبول کرنے کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ جن لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ ہر معاملے میں اپنی ہی رائے کو حرفِ آخر سمجھتے ہیں اور اس کے برخلاف کوئی رائے قبول کرنا گوارا نہیں کرتے اور بہر صورت دوسرے کو نیچا ہی دکھانے کی کوشش کرتے ہیں وہ حق قبول کرنے سے بہت دور ہوتے ہیں۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ مَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ۙ۬ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ لَا الْمُسِيْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش آدمیوں کی پیدائش سے بہت بڑی لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔ اور اندھا اور انکھیارا برابر نہیں اور نہ وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور بدکار کتنا کم دھیان کرتے ہو۔ بیشک قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں لیکن بہت لوگ ایمان نہیں لاتے۔

1 ......تفسير كبير، المؤمن، تحت الآية: ٥٦، ٩/٥٢٦، جلالين، غافر، تحت الآية: ٥٦، ص٣٩٤، مدارك، غافر، تحت الآية: ٥٦، ص١٠٦٢، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش آدمیوں کی پیدائش سے بہت بڑی ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔ اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں اور نہ وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور بدکار (برابر ہیں)۔ تم بہت کم نصیحت مانتے ہو۔ بیشک قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں لیکن بہت لوگ ایمان نہیں لاتے۔

﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش۔﴾ یہ آیت ان لوگوں کے رد میں نازل ہوئی جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے تھے، اس میں ان پر حجت قائم کی گئی کہ جب تم آسمان و زمین کی اس عظمت اور بڑائی کے باوجود انہیں پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ کو قادر مانتے ہو تو پھر انسان کو دوبارہ پیدا کر دینا اس کی قدرت سے کیوں بعید سمجھتے ہو۔ (1)

﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ: لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔﴾ یہاں بہت لوگوں سے مراد کفار ہیں اور ان کی طرف سے دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے کا سبب ان کی بے علمی ہے کہ وہ یہ تو مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی پیدائش پر قادر ہے لیکن اس سے یہ نہیں سمجھتے کہ ایسی قادر ذات لوگوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے تو یہ لوگ اندھوں کی مثل ہیں جبکہ ان کے مقابل وہ لوگ جو مخلوقات کے وجود سے خالق کی قدرت پر اِستدلال کرتے ہیں وہ آنکھ والے کی مثل ہیں۔ (2)

﴿وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِیْرُ: اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں۔﴾ یعنی جاہل اور عالِم یکساں نہیں، یونہی نیک مومن اور بدکار، یہ دونوں بھی برابر نہیں یہ سب جاننے کے باوجود تم کتنی کم ہدایت اور نصیحت حاصل کرتے ہو۔

﴿اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ: بیشک قیامت ضرور آنے والی ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک قیامت ضرور آنے والی ہے اور اس کے شواہد اتنے واضح ہیں جن کی وجہ سے قیامت آنے میں کچھ شک نہیں رہتا لیکن اکثر لوگ (دلائل میں غور وفکر نہ کرنے کی وجہ سے) اس پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ (3)

---

1 ......مدارك، غافر، تحت الآية: ٥٧، ص١٠٦٣، خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٥٧، ٧٥/٤، ملتقطاً.

2 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٥٧، ٧٥/٤، جلالين، غافر، تحت الآية: ٥٧، ص٣٩٥، ملتقطاً.

3 ......روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٥٩، ١٩٩/٨-٢٠٠، مدارك، غافر، تحت الآية: ٥٩، ص١٠٦٣، ملتقطاً.

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْؕ-اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ۠(۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا بے شک وہ جو میری عبادت سے اونچے کھنچتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہوکر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں جائیں گے۔

﴿وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ: اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہ بات ضروری طور پر معلوم ہے کہ قیامت کے دن انسان کو اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت سے ہی نفع پہنچے گا اس لئے اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہونا انتہائی اہم کام ہے اور چونکہ عبادات کی اَقسام میں دعا ایک بہترین قسم ہے اس لئے یہاں بندوں کو دعا مانگنے کا حکم ارشاد فرمایا گیا۔[1]

اس آیت میں لفظ ''اُدْعُوْنِیْ'' کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد دعا کرنا ہے۔ اس صورت میں آیت کے معنی ہوں گے کہ اے لوگو! تم مجھ سے دعا کرو میں اسے قبول کروں گا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ''عبادت کرنا'' ہے، اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ تم میری عبادت کرو میں تمہیں ثواب دوں گا۔[2]

دعا مانگنے کی ترغیب اور اس کے فضائل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگنی چاہئے، کثیر اَحادیث میں بھی دعا مانگنے کی ترغیب دی گئی ہے، یہاں ان میں سے دو اَحادیث ملاحظہ ہوں:

1 ......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیة: ٦٠، ٥٢٧/٩.

2 ......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیة: ٦٠، ٥٢٧/٩، جلالین، غافر، تحت الآیة: ٦٠، ص٣٩٥، مدارك، غافر، تحت الآیة: ٦٠، ص١٠٦٣، ملتقطاً.

(1)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’دعا ان مصیبتوں میں نفع دیتی ہے جو نازل ہوگئیں اور جو ابھی نازل نہیں ہوئیں ان میں بھی فائدہ دیتی ہے، تو اے لوگو! تم پر لازم ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ سے دعا کرو۔[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو آدمی اللّٰہ تعالیٰ سے سوال نہ کرے تو اللّٰہ تعالیٰ اس پر غضب فرماتا ہے۔[2]

نیز دعا کی مزید ترغیب پانے کے لئے یہاں دعا مانگنے کے 15 فضائل ملاحظہ ہوں،

(1)......اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز دعا سے بزرگ تر نہیں۔[3]

(2)......دعا مسلمانوں کا ہتھیار، دین کا ستون اور آسمان و زمین کا نور ہے۔[4]

(3)......دعا مصیبت و بلا کو اترنے نہیں دیتی۔[5]

(4)......دن رات اللّٰہ تعالیٰ سے دعا مانگنا دشمن سے نجات اور رزق وسیع ہونے کا ذریعہ ہے۔[6]

(5)......دعا کرنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔[7]

(6)......اللّٰہ تعالیٰ (اپنے علم و قدرت سے) دعا کرنے والے کے ساتھ ہوتا ہے۔[8]

(7)......جو بلا اتر چکی اور جو نہیں اتری، دعا ان سے نفع دیتی ہے۔[9]

(8)......دعا عبادت کا مغز ہے۔[10]

1......مستدرك، كتاب الدعاء والتهليل... الخ، الدعاء ينفع ممّا نزل وممّا لم ينزل، ١٦٣/٢، الحديث: ١٨٥٨.
2......ترمذی، کتاب الدعوات، ٢-باب منه، ٢٤٤/٥، الحديث: ٣٣٨٤.
3......ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی فضل الدعاء، ٢٤٣/٥، الحديث: ٣٣٨١.
4......مستدرك، كتاب الدعاء والتهليل... الخ، الدعاء سلاح المؤمن وعماد الدين، ١٦٢/٢، الحديث: ١٨٥٥.
5......مستدرك، كتاب الدعاء والتهليل... الخ، الدعاء ينفع ممّا نزل وممّا لم ينزل، ١٦٢/٢، الحديث: ١٨٥٦.
6......مسند ابی یعلی، مسند جابر بن عبد الله رضی الله عنه، ٢٠١/٢، الحديث: ١٨٠٦.
7......ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضل التوبة والاستغفار... الخ، ٣١٨/٥، الحديث: ٣٥٥١.
8......مسلم، كتاب الذكر والدعاء... الخ، باب فضل الذكر والدعاء... الخ، ص١٤٤٢، الحديث: ١٩(٢٦٧٥).
9......ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی دعاء النبی صلی الله علیه وسلم، ٣٢١/٥، الحديث: ٣٥٥٩.
10......ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی فضل الدعاء، ٢٤٣/٥، الحديث: ٣٣٨٢.

(9)......دعا رحمت کی چابی ہے۔[1]

(10)......دعا قضا کو ٹال دیتی ہے۔[2]

(11)......دعا اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔[3]

(12)......دعا بلا کو ٹال دیتی ہے۔[4]

(13)......جسے دعا کرنے کی توفیق دی گئی اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے۔[5]

(14)......جب بندہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ لَبَّیْکَ عَبْدِیْ فرماتا ہے۔[6]

(15)......دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قدر و منزلت حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔[7]

اللہ تعالیٰ ہمیں کثرت سے دعا مانگنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

دعا قبول ہونے کی شرائط

اس مقام پر مفسرین نے دعا قبول ہونے کی چند شرائط ذکر فرمائی ہیں، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے،

(1)......دعا مانگنے میں اخلاص ہو۔

(2)......دعا مانگتے وقت دل دعا کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف مشغول نہ ہو۔

(3)......جو دعا مانگی وہ کسی ایسی چیز پر مشتمل نہ ہو جو شرعی طور پر ممنوع ہو۔

(4)......دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین رکھتا ہو۔

(5)......اگر دعا کی قبولیت ظاہر نہ ہو تو وہ شکایت نہ کرے کہ میں نے دعا مانگی لیکن وہ قبول نہ ہوئی۔[8]

1......مسند الفردوس، باب الدال، ذكر الفصول من ذوات الالف واللام، ٢٢٤/٢، الحديث: ٣٠٨٦.

2......مستدرك، كتاب معرفة الصحابة رضى الله تعالى عنهم، البرّ يزيد فى الرزق، ٦٠٨/٤، الحديث: ٦٠٩٢.

3......ابن عساكر، ذكر من اسمه: سلم، سلم بن يحى بن عبد الحميد... الخ، ١٥٨/٢٢.

4......كنزالعمال، كتاب الاذكار، قسم الاقوال، الباب الثامن، الفصل الاوّل، ٢٨/١، الجزء الثانى، الحديث: ٣١١٨.

5......ترمذى، كتاب الدعوات، باب فى دعاء النبىّ صلى الله عليه وسلم، ٣٢١/٥، الحديث: ٣٥٥٩.

6......مسند الفردوس، باب الالف، ٢٨٦/١، الحديث: ١١٢٢.

7......مسند امام احمد، مسند ابى هريرة رضى الله عنه، ٢٨٨/٣، الحديث: ٨٧٥٦.

8......خزائن العرفان، المؤمن، تحت الآیۃ: ۶۰، ص۸۷۳، ملخصاً۔

جب ان شرطوں کو پورا کرتے ہوئے دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول ہوتی ہے اور یاد رہے کہ جو دعا تمام شرائط و آداب کی جامع ہو تو اس کے قبول ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ جو مانگا وہ مل جائے بلکہ اس کی قبولیت کی اور صورتیں بھی ہو سکتی ہیں مثلاً اُس دعا کے مطابق گناہ معاف کر دیئے جائیں یا آخرت میں اس کے لئے ثواب ذخیرہ کر دیا جائے ، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بندہ اپنے رب سے جو بھی دعا مانگتا ہے اس کی دعا قبول ہوتی ہے، (اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ) یا تو اس کی مانگی ہوئی مراد دنیا ہی میں اس کو جلد دیدی جاتی ہے، یا آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ ہوتی ہے یا دعا کے مطابق اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیا جاتا ہے اور اس میں شرط یہ ہے کہ وہ دعا گناہ یا رشتہ داری توڑنے کے بارے میں نہ ہو اور (اس کی قبولیت میں) جلدی نہ مچائے ۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: وہ جلدی کیسے مچائے گا؟ ارشاد فرمایا: ''اس کا یہ کہنا کہ میں نے دعا مانگی لیکن قبول ہی نہ ہوئی (یہ کہنا ہی جلدی مچانا ہے)۔[1]

دعا قبول نہ ہونے کے اَسباب

اللّٰہ تعالیٰ نے دعا کی قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ اپنی رحمت سے بندوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات ہماری مانگی ہوئی دعائیں قبول نہیں ہوتیں، اس کے کچھ اَسباب ہوتے ہیں جنہیں بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ نقی علی خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

اے عزیز! اگر دعا قبول نہ ہو تو (تجھے چاہئے کہ) اسے اپنا قصور سمجھے، خدائے تعالیٰ کی شکایت نہ کرے (کیوں) کہ اس کی عطا میں نقصان (یعنی کوئی کمی) نہیں، تیری دعا میں نقصان (یعنی کمی) ہے۔ اے عزیز! دعا چند سبب سے رد ہوتی ہے:

پہلا سبب: کسی شرط یا ادب کا فوت ہونا اور یہ تیرا قصور ہے، اپنی خطا پر نادم نہ ہونا اور خدا کی شکایت کرنا نری بے حیائی ہے۔

دوسرا سبب: گناہوں سے تَلَوُّث (یعنی گناہوں میں مبتلا رہنا)۔

تیسرا سبب: اِسْتِغْنَائے مولیٰ۔ وہ حاکم ہے محکوم نہیں، غالب ہے مغلوب نہیں، مالک ہے تابع نہیں، اگر (اس نے) تیری دعا قبول نہ فرمائی (تو) تجھے ناخوشی اور غصے، شکایت اور شکوے کی مجال کب ہے، جب خاصوں کے ساتھ یہ

[1] ......ترمذی، احادیث شتّی، ١٣٥-باب، ٥/٣٤٧، الحدیث: ٣٦١٨.

معاملہ ہے کہ جب چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں، جب چاہتے منع فرماتے ہیں تو تُو کس شمار میں ہے کہ اپنی مراد (ملنے ہی) پر اصرار کرتا ہے۔

چوتھا سبب: حکمتِ الٰہی ہے کہ کبھی تو براہِ نادانی کوئی چیز اس سے طلب کرتا ہے اور وہ براہِ مہربانی تیری دعا کو اس سبب سے کہ تیرے حق میں مُضِر (یعنی نقصان دِہ) ہے، رد فرماتا ہے (اور اسے قبول نہیں فرماتا)، مثلاً: تو جویائے سِیم و زَر (یعنی مال و دولت کا طلبگار) ہے اور اس میں تیرے ایمان کا خطر (یعنی ایمان ضائع ہو جانے کا ڈر) ہے یا تو خواہانِ تندرستی وعافیت (یعنی ان چیزوں کا سوال کرتا) ہے اور وہ علمِ خدا میں مُوجِبِ نقصانِ عاقبت (یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ تیرے اُخروی نقصان کا باعث) ہے، ایسا رد، قبول سے بہتر (یعنی ایسی دعا کو قبول کئے جانے کی بجائے رد کر دینا ہی بہتر ہے)۔

پانچواں سبب: کبھی دعا کے بدلے ثوابِ آخرت دینا منظور ہوتا ہے، تو حُطامِ دنیا (یعنی دنیا کا ساز وسامان) طلب کرتا ہے اور پروردگار نفائسِ آخرت (یعنی آخرت کی عمدہ اور نفیس چیزیں) تیرے لیے ذخیرہ فرماتا ہے، یہ جائے شکر (یعنی شکر کا مقام) ہے نہ (کہ) مقامِ شکایت۔[1]

نوٹ: دعا کے فضائل و آداب اور اس سے متعلق دیگر چیزوں کی معلومات حاصل کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے والد ماجد حضرت علامہ مولانا نقی علی خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی شاندار تصنیف ''اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِاٰدَابِ الدُّعَاءِ''[2] اور راقم کی کتاب ''فیضانِ دعا'' کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ: بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں۔﴾ یاد رہے کہ جن آیات و اَحادیث میں دعا ترک کرنے پر جہنم میں داخلے یا غضبِ الٰہی وغیرہ کی وعیدیں آئی ہیں، ان میں وہ لوگ مراد ہیں جو مُطْلَقاً دعا کو ترک کر دیتے ہیں (یعنی کچھ بھی ہو جائے، ہم نے دعا نہیں کرنی) یا مَعَاذَ اللہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بے نیاز سمجھ کر دعا ترک کر دیتے ہیں، اور اسی وجہ سے اس کے حضور گریہ وزاری کرنے سے کتراتے اور پرہیز کرتے ہیں اور یہ صورت صریح کفر اور اللہ تعالیٰ کے دائمی غضب کا باعث ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اَحادیثِ سابقہ (جو کہ دوسری فصل، ادب نمبر 30 کے تحت ذکر ہوئیں) جن میں ارشاد ہوا کہ ''جو دعا نہ کرے

---

1 ......فضائل دعا، فصل ششم، ص۱۵۳-۱۵۹، ملتقطاً۔

2 ......یہ کتاب تسہیل وتخریج کے ساتھ مکتبۃ المدینہ سے بھی بنام ''فضائل دعا'' شائع ہو چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرمائے''، ترکِ مُطْلَق ہی پر محمول یامَعاذَاللہ، اپنے کو بارگاہِ عزت عَزَّوَجَلَّ سے بے نیاز جاننا، اس کے حضور تَضَرُّع وزاری سے پرہیز رکھنا کہ اب صریح کفر و مُوجِبِ غضبِ اَبدی ہے، ولہٰذا ''اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ'' (مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا) کے مُتَّصِل ہی ارشاد ہوا ''اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ'' (بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں جائیں گے۔)[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں کثرت سے دعا مانگنے کی توفیق عطا فرمائے اور دعا مانگنے میں تکبر کرنے سے ہماری حفاظت فرمائے، اٰمین۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًاؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اُس میں آرام پاؤ اور دن بنایا آنکھیں کھولتا بیشک اللہ لوگوں پر فضل والا ہے لیکن بہت آدمی شکر نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اس میں آرام پاؤ اور دن بنایا آنکھیں کھولتا، بیشک اللہ لوگوں پر فضل والا ہے لیکن بہت آدمی شکر نہیں کرتے۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ: اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اس میں آرام پاؤ۔﴾ اس سے پہلی آیت میں دعا مانگنے کا حکم ارشاد فرمایا گیا اور دعا میں مشغول ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کی معرفت ہونا ضروری ہے، اس لئے یہاں ایک قادر معبود کے موجود ہونے پر دلیل بیان فرمائی گئی ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہارے فائدے کے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام اور سکون پاؤ، کیونکہ رات میں ٹھنڈک اور نمی ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان کی حرکت کرنے والی قوتیں رات میں قدرے ساکن ہوجاتی ہیں، نیز رات میں اندھیرا

[1] ......فضائل دعا، فصل دہم، ص۲۳۹۔

ہوتا ہے جس کی بنا پر انسان کے حواس بھی پوری طرح کام کرنے سے رک جاتے ہیں اور یوں انسان کے اَعصاب اور حواس کو آرام کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ نے تمہارے نفع کے لئے دن کو روشن بنایا تاکہ تم اس کی روشنی میں اپنے ضروری کام اطمینان کے ساتھ انجام دے سکو، بیشک رات اور دن کو پیدا کر کے اللّٰہ تعالیٰ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے لیکن بہت سے آدمی اس کا شکر ادا نہیں کرتے ۔ (1)

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٦٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ ہے اللّٰہ تمہارا رب ہر چیز کا بنانے والا اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو کہاں اوندھے جاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی اللّٰہ ہے تمہارا رب، ہر شے کا خالق، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو کہاں اوندھے جاتے ہو۔

﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ: وہی اللّٰہ ہے تمہارا رب۔﴾ یعنی جس نے تمہارے فائدے کے لئے رات اور دن جیسی عظیم چیزوں کو پیدا کیا وہ اللّٰہ ہی تمہارا رب ہے اور وہی معبود ہے، تمہارا رب ہے اور تمام اَشیاء کا خالق ہے اور ان اَوصاف میں اس کا کوئی شریک نہیں، تو اے کافرو! تم کہاں اوندھے جا رہے ہو کہ اس کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہو اور اس پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ اس کے معبود ہونے پر قطعی دلائل قائم ہیں۔ (2)

كَذٰلِكَ یُؤْفَكُ الَّذِیْنَ كَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿٦٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یونہی اوندھے ہوتے ہیں وہ جو اللّٰہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یونہی اوندھے ہوتے ہیں وہ جو اللّٰہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

1 ......تفسير كبير، المؤمن، تحت الآية: ٦١، ٥٢٨/٩، روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٦١، ٢٠٣/٨، ملتقطاً.

2 ......مدارك، غافر، تحت الآية: ٦٢، ص١٠٦٤، خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٦٢، ٧٧/٤، جلالين، غافر، تحت الآية: ٦٢، ص٣٩٥، ملتقطاً.

﴿ كَذٰلِكَ یُؤْفَكُ: یونہی اوندھے ہوتے ہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح کفارِ قریش حق سے پھر گئے اسی طرح وہ لوگ اوندھے ہوتے اور دلائل قائم ہونے کے باوجود حق سے پھر جاتے ہیں جو اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں اور اس کے رسول کے معجزات کا انکار کرتے ہیں اور ان میں غور و فکر کر کے حق کو طلب نہیں کرتے (لہٰذا اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں کے جھٹلانے سے غمزدہ اور افسردہ نہ ہوں)۔ (1)

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین ٹھہراؤ بنائی اور آسمان چھت اور تمہاری تصویر کی تو تمہاری صورتیں اچھی بنائیں اور تمہیں ستھری چیزیں روزی دیں یہ ہے اللّٰہ تمہارا رب تو بڑی برکت والا ہے اللّٰہ رب سارے جہان کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت اور تمہاری صورتیں بنائیں تو تمہاری صورتیں اچھی بنائیں اور تمہیں پاکیزہ چیزیں روزی دیں۔ یہ ہے اللّٰہ تمہارا رب۔ تو وہ اللّٰہ بڑی برکت والا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا: اللّٰہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا۔﴾ یہاں سے اللّٰہ تعالیٰ کے موجود ہونے اور اس کی قدرت کے مزید دلائل بیان فرمائے گئے ہیں، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اللّٰہ وہی ہے جس نے تمہاری مَصلحت اور ضروریات کے لیے زمین کو ایسا بنایا جس پر ٹھہرنا ممکن ہوا اور اس

1 ......روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ٦٣، ٨/٢٠٤، مدارك، غافر، تحت الآیة: ٦٣، ص ١٠٦٤، ملتقطاً.

نے آسمان کو گنبد کی طرح بلند فرما کر اسے تمہارے اوپر مضبوط چھت بنایا تا کہ تمہیں ایک مستقل چھت مُیَسَّر ہو اور اس نے تمہاری صورتیں بنائیں تو بہت اچھی صورتیں بنائیں کہ تمہیں جانوروں کی طرح اوندھا چلنے والا نہیں بنایا بلکہ تمہیں سیدھے قد والا، خوبصورت اور مُتَناسِب اَعضاء والا بنایا اور اس نے تمہیں کھانے پینے کی ستھری اور لذیذ چیزیں روزی کے طور پر دیں اور جس کی یہ عظیم قدرت اور شان ہے وہ اللہ ہی تمہارا رب ہے اور وہی تمہاری عبادت کا حق دار ہے، تو وہ اللہ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہان کا رب ہے اور رب ہونے میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ (1)

هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی زندہ ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اُسے پوجو نرے اُسی کے بندے ہوکر سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا رب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اس کی عبادت کرو، خالص اسی کے بندے ہوکر، تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

﴿هُوَ الْحَیُّ: وہی زندہ ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہی ذاتی طور پر زندہ ہے جبکہ اسے موت آنا اور اس کا فنا ہو جانا محال ہے اور ذات، صفات اور اَفعال میں چونکہ اس کا کوئی مقابل نہیں اِس لئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود ہی نہیں، لہٰذا اے لوگو! تم اخلاص کے ساتھ صرف اسی کی عبادت کرو اور یوں کہو کہ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو سارے جہاں کا رب ہے۔ (2)

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ

1 ......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیة: ٦٤، ٩/٥٣٠، روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ٦٤، ٨/٢٠٥-٢٠٦، ملتقطاً.

2 ......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیة: ٦٥، ٩/٥٣٠، روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ٦٥، ٨/٢٠٦، ملتقطاً.

الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ٘ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں منع کیا گیا ہوں کہ انھیں پوجوں جنھیں تم اللّٰہ کے سوا پوجتے ہو جبکہ میرے پاس روشن دلیلیں میرے رب کی طرف سے آئیں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ ربُّ العالَمین کے حضور گردن رکھوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ، مجھے منع کیا گیا ہے کہ ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللّٰہ کے سوا پوجتے ہو جبکہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے روشن دلیلیں آئی ہیں اور مجھے حکم ہے کہ رب العالمین کے حضور گردن رکھوں۔

﴿قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ: تم فرماؤ مجھے منع کیا گیا ہے۔﴾ شانِ نزول: کفارِ مکہ نے جہالت اور گمراہی کی بنا پر اپنے باطل دین کی طرف حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دعوت دی تھی اور آپ سے بت پرستی کی درخواست کی تھی، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا: اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں سے فرما دیں کہ مجھے بتوں کی پوجا کرنے سے منع کیا گیا ہے اور بے شک میرے پاس میرے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اس کی وحدانیّت پر دلالت کرنے والی روشن دلیلیں آچکی ہیں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں ربُّ العالَمین کے حضور گردن جھکا کر رکھوں اور اخلاص کے ساتھ اسی کے دین پر قائم رہوں۔ (1)

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پُھٹک سے پھر تمہیں نکالتا ہے

1 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٦٦، ٤ /٧٧، مدارك، غافر، تحت الآية: ٦٦، ص١٠٦٤، روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٦٦، ٨/٢٠٦-٢٠٧، ملتقطاً.

بچہ پھر تمہیں باقی رکھتا ہے کہ اپنی جوانی کو پہنچو پھر اس لیے کہ بوڑھے ہو اور تم میں کوئی پہلے ہی اٹھا لیا جاتا ہے اور اس لیے کہ تم ایک مقرر وعدہ تک پہنچو اور اس لیے کہ سمجھو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک سے پھر تمہیں بچے کی صورت میں نکالتا ہے پھر (تمہیں باقی رکھتا ہے) تاکہ اپنی جوانی کو پہنچو پھر اس لیے کہ بوڑھے ہو اور تم میں کوئی پہلے ہی اٹھا لیا جاتا ہے اور اس لیے کہ تم ایک مقررہ وعدہ تک پہنچو اور اس لیے کہ سمجھو۔

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ: وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا۔﴾ یعنی اے لوگو! اللہ وہی ہے جس نے تمہاری اصل اور تمہارے جدِّ اعلیٰ، حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مٹی سے بنایا پھر حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد تمہیں نسل در نسل پہلے منی کے قطرے سے، پھر جمے ہوئے خون سے بنایا، پھر ایک مخصوص مدت کے بعد وہ تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ سے بچے کی صورت میں نکالتا ہے، پھر تمہیں باقی رکھتا ہے تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تمہاری قوت کامل ہو، پھر تمہیں باقی رکھتا ہے تاکہ بالآخر تم بڑھاپے کی عمر کو پہنچو اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم میں سے کوئی بڑھاپے یا جوانی کو پہنچنے سے پہلے ہی موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ تمہارے ساتھ یہ اس لئے کیا کہ تم زندگی گزارو اور اس لیے کیا کہ تم زندگی کے محدود وقت تک پہنچو اور اس لیے کیا کہ تم اپنے بدلتے احوال میں موجود اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیّت کے دلائل کو سمجھو اور ایمان لاؤ۔[1]

هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے کہ جِلاتا ہے اور مارتا ہے پھر جب کوئی حکم فرماتا ہے تو اس سے یہی کہتا ہے کہ ہو جا جبھی وہ ہو جاتا ہے۔

1 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٦٧، ٤/٧٧-٧٨، روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٦٧، ٨/٢٠٧-٢٠٨، جلالين، غافر، تحت الآية: ٦٧، ص٣٩٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے کہ زندگی دیتا ہے اور مارتا ہے پھر جب کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس سے یہی کہتا ہے کہ ہوجا جبھی وہ ہوجاتا ہے۔

﴿ هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ: وہی ہے کہ زندگی دیتا ہے اور مارتا ہے۔﴾ یعنی اللہ وہی ہے جس کی یہ شان ہے کہ وہی حقیقی طور پر مُردوں کو زندہ کرتا اور زندوں کو موت دیتا ہے اور اس کی قدرت کے کمال کا یہ حال ہے کہ اسے کسی چیز کو وجود عطا کرنے میں نہ کوئی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، نہ کسی مشقت کا سامنا ہوتا ہے اور نہ ہی کسی سامان کی حاجت ہوتی ہے بلکہ اَشیاء کا وجود اس کے ارادہ کا تابع ہے کہ جیسے ہی اس نے کسی چیز کا ارادہ فرمایا وہ چیز حکمِ الٰہی کے مطابق وجود میں آجاتی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِؕ-اَنّٰى یُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے اُنھیں نہ دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں کہاں پھیرے جاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں کہاں وہ پھیرے جاتے ہیں۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان لوگوں کی طرف دیکھیں جو قرآنِ مجید کی واضح آیات کو باطل کرنے کے لئے ان میں جھگڑا کرتے ہیں حالانکہ وہ آیتیں ایمان قبول کر لینے کا باعث ہیں اور آیتوں میں جھگڑا کرنے سے انتہائی سختی کے ساتھ روکتی ہیں اور اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ان کے خراب احوال اور کمزور آراء پر تعجب فرمائیے کہ یہ کس طرح قرآن مجید کی آیات اور ان کی تصدیق کرنے سے انہیں جھٹلانے کی طرف پھر رہے ہیں حالانکہ بے شمار ایسے دلائل موجود ہیں جن کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایمان قبول کر کے قرآنی آیات کے سامنے سرِ تسلیم خم کر لیں۔

یاد رہے کہ اس سورت میں 4 مقامات پر قرآنِ کریم کی آیات میں جھگڑا کرنے والوں کا ذکر ہوا، اس کی ایک وجہ تو یہ ہوسکتی ہے کہ ہر مقام پر جھگڑا کرنے والے مختلف لوگوں کا ذکر ہوا اور ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ جن آیات میں جھگڑا

کیا گیا وہ مختلف ہوں اور ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ (اس معاملے کی اہمیت کی وجہ سے) تاکید کے طور پر اس کا چار بار ذکر کیا گیا ہو، نیز بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں جھگڑا کرنے والوں سے مشرکین مراد ہیں اور بعض کے نزدیک وہ لوگ مراد ہیں جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں۔[1]

اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَ بِمَاۤ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ﵗ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جنہوں نے جھٹلائی کتاب اور جو ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ بھیجا وہ عنقریب جان جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جنہوں نے کتاب کو اور اسے جھٹلایا جو ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ بھیجا، تو وہ عنقریب جان جائیں گے۔

﴿اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ: وہ جنہوں نے کتاب کو جھٹلایا۔﴾ یعنی جن کافروں نے قرآنِ کریم کو جھٹلایا اور جو اللّٰہ تعالٰی نے اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ بھیجا اسے بھی جھٹلایا تو عنقریب وہ اپنے جھٹلانے کا انجام جان جائیں گے۔

یاد رہے کہ اللّٰہ تعالٰی نے اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ جو چیز بھیجی، اس سے مراد یا تو وہ کتابیں ہیں جو پہلے رسول لائے یا وہ حق عقائد ہیں جو تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے پہنچائے جیسے اللّٰہ تعالٰی کی وحدانیت اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا۔[2]

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِی الْحَمِیْمِ ۙ۬ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ

1 ……روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٦٩، ٨/٢١٠، طبرى، غافر، تحت الآية: ٦٩، ١١/٧٦، ملتقطاً.

2 ……ابو سعود، غافر، تحت الآية: ٧٠، ٤/٤٩٧، جلالين، غافر، تحت الآية: ٧٠، ص٣٩٥، ملتقطاً.

شَيْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٤﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿٧٥﴾ ج اُدْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب اُن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں گھسیٹے جائیں گے۔ کھولتے پانی میں پھر آگ میں دہکائے جائیں گے۔ پھر ان سے فرمایا جائے گا کہاں گئے وہ جو تم شریک بتاتے تھے۔ اللہ کے مقابل کہیں گے وہ تو ہم سے گم گئے بلکہ ہم پہلے کچھ پوجتے ہی نہ تھے اللہ یونہی گمراہ کرتا ہے کافروں کو۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو تم زمین میں باطل پر خوش ہوتے تھے اور اس کا بدلہ ہے جو تم اتراتے تھے۔ جاؤ جہنم کے دروازوں میں اس میں ہمیشہ رہنے تو کیا ہی برا ٹھکانا مغروروں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی، وہ گھسیٹے جائیں گے۔ کھولتے پانی میں، پھر آگ میں دہکائے جائیں گے۔ پھر ان سے فرمایا جائے گا کہاں گئے وہ جنہیں تم شریک بناتے تھے۔ اللہ کے مقابل، کہیں گے وہ تو ہم سے گم گئے بلکہ ہم پہلے کچھ پوجتے ہی نہ تھے اللہ یونہی گمراہ کرتا ہے کافروں کو۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو تم زمین میں باطل پر خوش ہوتے تھے اور اس کا بدلہ ہے جو تم اِتراتے تھے۔ جاؤ جہنم کے دروازوں میں، اس میں ہمیشہ رہنا ہے، تو مغروروں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ: جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 5 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جھٹلانے والے کافر اس وقت اپنا انجام جان جائیں گے جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی اور وہ ان زنجیروں سے کھولتے پانی میں گھسیٹے جائیں گے، پھر وہ لوگ آگ میں دہکائے جائیں گے اور وہ آگ باہر سے بھی انہیں گھیرے ہوگی اور ان کے اندر بھی بھری ہوگی، پھر ڈانٹتے ہوئے ان سے فرمایا جائے گا: وہ بت کہاں

گئے جنہیں تم دنیا میں اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے اور اللہ تعالیٰ کی بجائے ان کی عبادت کیا کرتے تھے۔ کفار کہیں گے: وہ تو ہماری نگاہوں سے غائب ہو گئے اور ہمیں کہیں نظر ہی نہیں آتے، بلکہ ہم پر تو یہ واضح ہوا ہے کہ ہم دنیا میں کچھ پوجتے ہی نہ تھے۔ کفار بتوں کی پوجا کرنے کا انکار کر جائیں گے، پھر بت حاضر کئے جائیں گے اور کفار سے فرمایا جائے گا کہ تم اور تمہارے یہ معبود سب جہنم کا ایندھن ہو۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جہنمیوں کا یہ کہنا کہ ہم پہلے کچھ پوجتے ہی نہ تھے، اس کے یہ معنی ہیں کہ اب ہمیں ظاہر ہو گیا کہ جنہیں ہم پوجتے تھے وہ کچھ نہ تھے کہ کوئی نفع یا نقصان پہنچا سکتے۔ مزید ارشاد فرمایا کہ جس طرح ان کے بت گم ہو گئے اسی طرح اللہ تعالیٰ کافروں کو حق سے گمراہ کرتا ہے۔ اے کافرو! جس عذاب میں تم مبتلا ہو، یہ اس کا بدلہ ہے جو تم زمین میں شرک، بت پرستی اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے پر خوش ہوتے تھے اور اس کا بدلہ ہے جو تم نعمتوں پر اِتراتے تھے۔ جاؤ جہنم کے دروازوں میں! تمہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے، تو جہنم ان لوگوں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے جنہوں نے تکبر کیا اور حق کو قبول نہ کیا۔[1]

فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعۡضَ الَّذِیۡ نَعِدُهُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیۡنَا یُرۡجَعُوۡنَ ﴿۷۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم صبر کرو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو اگر ہم تمہیں دکھادیں کچھ وہ چیز جس کا اُنھیں وعدہ دیا جاتا ہے یا تمہیں پہلے ہی وفات دیں بہرحال اُنھیں ہماری ہی طرف پھرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے، تو اگر ہم تمہیں اس (عذاب) کا کچھ حصہ دکھا دیں جس کی ہم انہیں وعید سنا رہے ہیں یا تمہیں (پہلے ہی) وفات دیں بہرحال انہیں ہماری ہی طرف پھرنا ہے۔

﴿فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ: تو تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی

[1] ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ۷۱-۷۶، ۴/۷۸، جلالين، غافر، تحت الآية: ۷۱-۷۶، ص۳۹۵-۳۹۶، مدارك، غافر، تحت الآية: ۷۱-۷۶، ص۱۰۶۵، ملتقطاً.

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کفار کے جھگڑوں اور دیگر چیزوں سے آپ کو جو اَذِیَّت پہنچی ہے اس پر صبر فرمائیں، بیشک اللہ تعالیٰ نے کفار کو عذاب دینے کا جو وعدہ فرمایا وہ سچا ہے، اور اس عذاب کا کچھ حصہ اگر ہم آپ کی وفات سے پہلے دنیا میں ہی آپ کو دکھا دیں تو وہ آپ ملاحظہ فرمائیں اور اگر ہم انہیں عذاب دینے سے پہلے ہی آپ کو وفات دے دیں تو آپ آخرت میں کافروں کے عذاب کو ضرور دیکھ لیں گے کیونکہ قیامت کے دن انہیں بہر حال ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا اور شدید عذاب میں گرفتار ہونا ہے۔[1]

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی کافروں کے عذاب کا کچھ حصہ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دکھایا جیسا کہ جنگِ بدر کے دن کافر مارے گئے اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْكَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْكَ ؕ وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِیَ بِالْحَقِّ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ ع ۸/۱۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے تم سے پہلے کتنے ہی رسول بھیجے کہ جن میں کسی کا احوال تم سے بیان فرمایا اور کسی کا احوال نہ بیان فرمایا اور کسی رسول کو نہیں پہنچتا کہ کوئی نشانی لے آئے بے حکم خدا کے پھر جب اللہ کا حکم آئے گا سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور باطل والوں کا وہاں خسارہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول بھیجے کہ جن میں کسی کے احوال تم سے بیان فرمائے اور کسی کے احوال نہ بیان فرمائے اور کسی رسول کیلئے ممکن نہیں کہ اللہ کے اِذن کے بغیر کوئی نشانی لے آئے پھر جب اللہ کا حکم آئے گا تو سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور باطل والوں کو وہاں خسارہ ہوگا۔

---

1 ......روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ۷۷، ۸/۲۱۴، جلالین، غافر، تحت الآیة: ۷۷، ص۳۹۶، ملتقطاً۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول بھیجے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک ہم نے آپ کی بعثت سے پہلے بہت سے رسول مختلف امتوں کی طرف بھیجے اور ان میں سے کسی کے احوال آپ سے اس قرآن میں صراحت کے ساتھ بیان فرمائے اور کسی کے احوال قرآنِ مجید میں تفصیل اور صراحت کے ساتھ بیان نہ فرمائے۔ اِن تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللّٰہ تعالیٰ نے نشانی اور معجزات عطا فرمائے، اس کے باوجود ان کی قوموں نے ان سے جھگڑا کیا اور انہیں جھٹلایا اور اس پر ان حضرات نے صبر کیا۔ گزشتہ رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس تذکرہ سے مقصود نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دینا ہے کہ جس طرح کے واقعات قوم کی طرف سے آپ کو پیش آرہے ہیں اور جیسی ایذائیں آپ کو پہنچ رہی ہیں پہلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ بھی یہی حالات گزر چکے ہیں اور جیسے انہوں نے صبر کیا اسی طرح آپ بھی صبر فرمائیں۔[1]

﴿وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ: اور کسی رسول کیلئے ممکن نہیں کہ اللّٰہ کے اِذن کے بغیر کوئی نشانی لے آئے۔﴾ یعنی کفار کے من مانے معجزے کا ظاہر نہ ہونا ایسی چیز نہیں کہ جس کی وجہ سے نبوت پر اعتراض کیا جاسکے کیونکہ کسی رسول کیلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کے اِذن کے بغیر کوئی نشانی اور معجزہ لے آئے، لہٰذا اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کافروں کے مطالبے کے مطابق آپ کا معجزات نہ دکھانا قابلِ اعتراض نہیں۔ پھر وعید بیان کرتے ہوئے اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب کفار پر عذاب نازل کرنے کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ کا حکم آئے گا تو اللّٰہ تعالیٰ کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی تکذیب کرنے والوں کے درمیان سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور جب اللّٰہ تعالیٰ کا حکم آئے گا تو اللّٰہ تعالیٰ کی آیتوں میں ناحق جھگڑنے اور من چاہے معجزات ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے نبوت پر اعتراض کرنے والوں کو خسارہ ہوگا۔[2]

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾

---

1 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٧٨، ٧٨/٤، مدارك، غافر، تحت الآية: ٧٨، ص١٠٦٦، روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٧٨، ٢١٧/٨، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، المؤمن، تحت الآية: ٧٨، ٥٣٣/٩، ابو سعود، المؤمن، تحت الآية: ٧٨، ٤٩٩/٤، خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٧٨، ٧٨/٤-٧٩، ملتقطاً.

وَ لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَ عَلَیْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ ﳓ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿٨١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے کہ کسی پر سوار ہو اور کسی کا گوشت کھاؤ۔ اور تمہارے لیے ان میں کتنے ہی فائدے ہیں اور اس لیے کہ تم ان کی پیٹھ پر اپنے دل کی مرادوں کو پہنچو اور اُن پر اور کشتیوں پر سوار ہوتے ہو۔ اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تو اللہ کی کونسی نشانی کا انکار کرو گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے کہ کسی پر تم سواری کرو اور کسی کا گوشت کھاؤ۔ اور تمہارے لیے ان میں کتنے ہی فائدے ہیں اور اس لیے کہ تم ان کی پیٹھ پر اپنے دل کی مرادوں کو پہنچو اور ان پر اور کشتیوں پر سوار ہوتے ہو۔ اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تو اللہ کی کونسی نشانی کا انکار کرو گے۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ: اللہ ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کافروں کے لئے وعید بیان ہوئی اور اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیّت پر دلالت کرنے والی اَشیاء بیان کی جارہی ہیں، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے تاکہ ان میں سے کسی پر تم سواری کرو اور کسی کا گوشت کھاؤ اور تمہارے لیے ان چوپایوں میں سواری اور گوشت کھانے کے علاوہ بھی کتنے ہی فائدے ہیں کہ تم ان کا دودھ اور اُون وغیرہ اپنے کام میں لاتے ہو اور ان کی نسل سے نفع اٹھاتے ہو اور وہ چوپائے اس لئے بنائے تاکہ تم اپنے سفروں میں اپنے وزنی سامان ان کی پیٹھوں پر لاد کر ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جاؤ اور تم خشکی کے سفروں میں ان چوپایوں پر اور دریائی سفروں میں کشتیوں پر سوار ہوتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی وہ نشانیاں دکھاتا ہے جو اس کی قدرت اور وحدانیّت پر دلالت کرتی ہیں اور وہ نشانیاں ایسی ظاہر و باہر

ہیں کہ ان کے انکار کی کوئی صورت ہی نہیں تو تم اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی کون سی نشانی کا انکار کرو گے۔ (1)

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ۝۸۲

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا اُنھوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے اُن سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا وہ ان سے بہت تھے اور ان کی قوت اور زمین میں نشانیاں اُن سے زیادہ تو ان کے کیا کام آیا جو اُنھوں نے کمایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے ان سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا، وہ ان سے تعداد میں زیادہ اور قوت اور زمین میں نشانیوں کے اعتبار سے زیادہ قوی تھے تو ان کے کیا کام آیا جو انہوں نے کمایا؟

﴿ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ: کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا کفارِ قریش نے زمین میں سفر نہ کیا تاکہ وہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا، وہ لوگ ان کفارِ قریش سے تعداد میں بھی کثیر تھے اور ان کی جسمانی طاقت بھی ان سے زیادہ تھی اور زمین میں محل اور عمارتوں کے اعتبار سے بھی وہ ان سے زیادہ قوی تھے تو انہوں نے جو کمایا وہ ان کے کیا کام آیا؟ معنی یہ ہیں کہ اگر یہ لوگ (عاد اور ثمود وغیرہ کی) زمین میں سفر کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ سرکش منکروں کا کیا انجام ہوا اور وہ کس طرح ہلاک و برباد ہوئے اور ان کی تعداد، ان کی طاقت اور ان کے مال کچھ بھی ان کے کام نہ آ سکے۔ (2)

1 ......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیة: ٧٩-٨١، ٩/٥٣٤، خازن، حم المؤمن، تحت الآیة: ٧٩-٨١، ٤/٧٩، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ٨٢، ٨/٢١٩-٢٢٠، خازن، حم المؤمن، تحت الآیة: ٨٢، ٤/٧٩، ملتقطاً.

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب ان کے پاس اُن کے رسول روشن دلیلیں لائے تو وہ اسی پر خوش رہے جو ان کے پاس دنیا کا علم تھا اور انھیں پر الٹ پڑا جس کی ہنسی بناتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لائے ،تو وہ اسی پر خوش رہے جو ان کے پاس (دنیا کا) علم تھا اور انہیں پر الٹ پڑا جس کی ہنسی بناتے تھے۔

﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ: تو جب ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لائے۔﴾ یعنی سابقہ لوگوں کا حال یہ تھا کہ جب ان کے پاس ان کے رسول عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روشن دلیلیں اور معجزات لے کر آئے ،تو وہ اپنے پاس موجود علم پر ہی خوش رہے اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے علم کی طرف مائل نہ ہوئے ،اسے حاصل کرنے اور اس سے نفع اٹھانے کی طرف متوجہ نہ ہوئے بلکہ اس کو حقیر جانا اور اس کی ہنسی بنائی اور اپنے علم کو پسند کرتے رہے۔

یہاں کافروں کے علم سے مراد ان کے دُنْیَوی علوم ہیں جیسے پیشوں ،صنعتوں ،ستارہ شناسی ،منطق اور فلسفہ وغیرہ کا علم ،یا اس سے مراد ان کے فاسد عقائد اور باطل شُبہات ہیں ،جیسے وہ کہتے تھے کہ ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا، قیامت قائم نہیں ہوگی ،اعمال کا حساب ہونے کی کوئی حقیقت نہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا وغیرہ اور یہ درحقیقت علم نہیں بلکہ جہالت ہے اور اس پر علم کا اطلاق اس معنی میں ہے کہ کافر اسے اپنے گمان میں علم سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں ایسا نہیں۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا گیا کہ رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مذاق اڑانے اور ان کے علوم کو حقیر جاننے کی بنا پر کافروں کا انجام یہ ہوا کہ وہ عذاب میں مبتلا کر دیئے گئے۔ [1]

دُنْیَوی علوم کے مقابلے میں دینی علوم کو کمتر خیال کرنا کفار کا طریقہ ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دُنْیَوی علوم کے مقابلے میں دینی علوم کو کم تر خیال کرنا اور دین کی بجائے دنیا کا علم

1 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآیة: ۸۳، ۷۹/٤، روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ۸۳، ۲۲۰/۸، ملتقطاً.

حاصل ہونے پر نازاں ہونا اور اسے اپنے لئے کافی سمجھنا کفار کا پسندیدہ لیکن خدا کی بارگاہ میں ناپسندیدہ طریقہ ہے اور سابقہ زمانوں میں بھی اس طرح ہوتا آیا ہے کہ منطق اور فلسفہ میں مہارت کا دعویٰ کرنے والے لوگ اپنے علم کی وجہ سے خود کو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے علم سے بے پرواہ سمجھا کرتے تھے اور کچھ ایسا ہی حال آج کے غیر مسلم یا ان کے اندھے مُقلِّد سائنس دانوں کا ہے کہ ان کے نزدیک قرآنِ مجید کے بیان کردہ حقائق سے زیادہ سائنسی خیالات سچے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، امین۔

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِیْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَاؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ۠ ﴿۸۵﴾

ع۹ ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب اُنھوں نے ہمارا عذاب دیکھا بولے ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور جو اس کے شریک کرتے تھے اُن سے منکر ہوئے۔ تو ان کے ایمان نے اُنھیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا اللہ کا دستور جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور وہاں کافر گھاٹے میں رہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو بولے، ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور جن چیزوں کو ہم اللہ کا شریک بناتے تھے ان کے منکر ہوئے۔ تو ان کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ کا دستور جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور وہاں کافر گھاٹے میں رہے۔

﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا: پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ پھر جب سابقہ جھٹلانے والی امتوں نے دنیا میں ہمارا شدید عذاب دیکھا تو کہنے لگے: ہم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس ایمان کے ذریعے ان کا انکار کرتے ہیں جنہیں اس کا شریک ٹھہراتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی بجائے جن بتوں کی پوجا

کرتے تھے ان سے بیزار ہوئے ،تو جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا اس وقت ان کا ایمان قبول کرنا ان کے کام نہ آیا اور اللّٰہ تعالیٰ کا جو دستور اس کے بندوں میں گزر چکا وہ یہی ہے کہ نزولِ عذاب کے وقت ایمان لانا نفع مند نہیں ہوتا اور اس وقت ایمان قبول نہیں کیا جاتا اور یہ بھی اللّٰہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے والوں پر عذاب نازل کرتا ہے اور جب کافروں نے عذاب دیکھا تو اس وقت ان کا نقصان اور خسارے میں رہنا اچھی طرح ظاہر ہو گیا۔[1]

1 ......روح البیان، المؤمن، تحت الآیۃ: ٨٤-٨٥، ٨/٢٢١، خازن، حم المؤمن، تحت الآیۃ: ٨٤-٨٥، ٤/٧٩، ملتقطاً.

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة

سورۂ حٰمٓ اَلسَّجدہ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ حٰمٓ اَلسَّجدہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں 6 رکوع، 54 آیتیں، 796 کلمے اور 3350 حروف ہیں۔[2]

”حٰمٓ اَلسَّجدہ“ نام رکھنے کی وجہ

اس سورت کا ایک نام ”حٰمٓ اَلسَّجدہ“ ہے اور حٰمٓ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی ابتداء حٰمٓ سے ہوئی اور ”اَلسَّجْدَہْ“ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی آیت نمبر 38 آیتِ سجدہ ہے اور ”حٰمٓ اَلسَّجدہ“ کہنے کی وجہ سے یہ سورت حٰمٓ سے شروع ہونے والی دیگر سورتوں سے ممتاز ہوگئی۔ دوسرا نام ”فُصِّلَتْ“ ہے، اور یہ نام اس کی آیت نمبر 3 میں مذکور کلمہ ”فُصِّلَتْ“ سے ماخوذ ہے۔

سورۂ حٰمٓ اَلسَّجدہ کی فضیلت

حضرت خلیل بن مُرَّہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سورۂ تَبٰرَکَ اور سورۂ حٰمٓ اَلسَّجدہ کی تلاوت کئے بغیر نیند نہیں فرماتے تھے۔[3]

سورۂ حٰمٓ اَلسَّجدہ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

---

1 ......خازن، تفسیر سورة فصلت، ٤/٧٩.

2 ......خازن، تفسیر سورة فصلت، ٤/٧٩.

3 ......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان ... الخ، فصل فی فضائل السور و الآیات، ذکر الحوامیم، ٢ / ٤٨٥، الحدیث: ٢٤٧٩.

کی رسالت، قرآنِ پاک کے اللہ تعالیٰ کی کتاب ہونے، مُردوں کو دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء وسزا ملنے کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔ نیز اس میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

(1)......اس کی ابتداء میں قرآنِ پاک کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے، عربی زبان میں ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت ووحدانیَّت کے دلائل کو تفصیل سے بیان کرنے والی ہے، خوشخبری دینے والی اور ڈر سنانے والی ہے۔

(2)......قرآنِ پاک کے بارے میں مشرکین کا موقف بیان کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ مشرکین قرآنِ پاک میں غور وفکر کرنے سے اِعراض کرتے ہیں، نیز حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ ایک بشر ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ نے اس وحی کے ساتھ خاص فرمالیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیَّت کا اعلان ہے، کافروں کی سزا اور نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کی جزا کی وضاحت ہے۔

(3)......کفر کرنے پر مشرکین کا رد کیا گیا، زمین وآسمان کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیَّت پر اِستدلال کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے کی وجہ سے ہلاک کی گئی سابقہ قوموں جیسا عذاب نازل ہونے سے کفارِ مکہ کو ڈرایا گیا۔

(4)......قیامت کے حساب کا خوف دلایا گیا اور یہ بتایا گیا کہ حشر کے دن انسان کے اَعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

(5)......اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی گئی، قرآنِ مجید کے ہدایت اور شفاء ہونے کے بارے میں بتایا گیا اور یہ واضح کر دیا گیا کہ جو نیک عمل کرے گا وہ اپنی جان کے لئے ہی کرے گا اور جو برے عمل کرے گا تو وہ خود ہی ان کی سزا پائے گا۔

(6)......اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور علم کے بارے میں بتایا گیا اور یہ بتایا کہ آسانی ملنے پر فخر وتکبر کرنا اور مصیبت وسختی آنے پر گریہ وزاری کرنا عمومی طور پر لوگوں کی فطرت ہے۔

سورۂ مومن کے ساتھ مناسبت

سورۂ حٰمٓ السَّجدہ کی اپنے سے ماقبل سورت ''مؤمن'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں کی

ابتداء میں قرآنِ مجید کا وصف بیان کیا گیا ہے اور دوسری مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں جھگڑنے والے مشرکین کی سرزنش کی گئی اور انہیں عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۚ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اُتارا ہے بڑے رحم والے مہربان کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حٰمٓ ۔ (یہ قرآن) بہت مہربان، نہایت رحم فرمانے والے کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔

﴿حٰمٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿تَنْزِیْلٌ: نازل کیا ہوا ہے۔﴾ اس آیت میں قرآنِ مجید کا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ یہ قرآنِ پاک اُس اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر نازل کیا ہوا ہے جو اپنے بندوں پر بہت مہربان اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ایک کتاب ہے جس کی آیتیں مُفصّل فرمائی گئیں عربی قرآن عقل والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ عربی قرآن ایک کتاب ہے جس کی آیتیں جاننے والوں کیلئے تفصیل سے بیان کی گئیں ہیں۔

﴿ كِتٰبٌ:ایک کتاب ہے۔﴾اس آیت میں قرآنِ کریم کے پانچ اَوصاف بیان کئے گئے ہیں،

(1)......**یہ کلام ایک کتاب ہے۔** کتاب اسے کہتے ہیں جو کئی مضامین کی جامع ہو اور قرآنِ کریم چونکہ اَوّلین وآخرین کے علوم کا جامع ہے اس لئے اسے کتاب فرمایا گیا۔

(2)......**اس کلام کی آیتیں تفصیل سے بیان کی گئیں ہیں۔** یعنی قرآنِ پاک کی آیتیں مختلف اَقسام کی ہیں جن میں احکام، مثالوں، وعظ ونصیحت، وعدہ اور وعید وغیرہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

(3)......**یہ کلام قرآن ہے۔** یہ ایسا کلام ہے جسے دنیا میں سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے اور اس کی آیتیں باہم مَربوط اور ملی ہوئی ہیں، نیز یہ بندوں کو خدا سے ملا دیتا ہے۔

(4)......**اس کلام کی زبان عربی ہے۔** اس سے معلوم ہوا کہ عربی زبان بہت فضیلت اور اہمیت کی حامل ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید کا ترجمہ قرآن نہیں لہٰذا نماز میں صرف ترجمہ پڑھ لینے سے نماز نہ ہوگی۔

(5)......قرآنِ مجید کا عربی میں ہونا ان لوگوں کے لئے ہے جن کی زبان عربی ہے تاکہ وہ اس کے معانی کو سمجھ سکیں۔ ایک تفسیر کے اعتبار سے اس آیت میں قرآنِ مجید کی پانچویں صفت یہ ہے کہ اس کی آیتیں عرب والوں کے لئے تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔ اہلِ عرب کا بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا کہ وہ ہم زبان ہونے کی وجہ سے اس کے معانی کو کسی واسطے کے بغیر سمجھ سکتے ہیں جبکہ دیگر زبانوں سے تعلق رکھنے والوں کو قرآنِ کریم کے معانی سمجھنے کے لئے واسطے کی حاجت ہے۔[1]

بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: خوشخبری دیتا اور ڈرسناتا تو اُن میں اکثر نے منہ پھیرا تو وہ سنتے ہی نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: خوشخبری دینے والا اور ڈرسنانے والا تو ان میں سے اکثر نے منہ پھیر لیا تو وہ سنتے ہی نہیں ہیں۔

1......تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیۃ: ٣، ٥٣٨/٩، جلالین مع صاوی، فصلت، تحت الآیۃ: ٣، ١٨٣٩/٥، روح البیان، حم السجدۃ، تحت الآیۃ: ٣، ٢٢٦/٨، ملتقطاً۔

﴿بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا: خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا۔﴾ یعنی قرآنِ مجید کا وصف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کو رضائے الٰہی کی خوشخبری دینے والا اور اس کے نافرمانوں کو عذاب کا ڈر سنانے والا ہے۔ ایسی عظمت وشان والی کتاب ملنے کے باوجود کفارِ مکہ میں سے اکثر نے اس سے منہ پھیرلیا اور عربی زبان میں ہونے کے باوجود اس میں غور وفکر نہ کیا اور وہ اسے توجہ سے سنتے ہیں اور نہ ہی اس کی ہدایت کو قبول کرتے ہیں۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ وَفِيْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ⑤

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے ہمارے دل غلاف میں ہیں اُس بات سے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور ہمارے کانوں میں ٹینٹ ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان روک ہے تو تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے کہا: ہمارے دل اُس بات سے پردوں میں ہیں جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک پردہ ہے تو تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کررہے ہیں۔

﴿وَقَالُوْا: اور انہوں نے کہا۔﴾ جب نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مشرکوں کو ایمان قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے کہا: آپ ہمیں توحید اور ایمان کی جو دعوت دے رہے ہیں ہم اس کو سمجھ ہی نہیں سکتے کیونکہ اس بات سے ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے جس کی وجہ سے بہرے ہیں اور آپ کی بات ہمارے سننے میں نہیں آتی۔ اس سے مشرکوں کی مراد یہ تھی کہ آپ ہم سے ایمان اور توحید کو قبول کرنے کی توقُّع نہ رکھئے، ہم کسی طرح ماننے والے نہیں اور نہ ماننے میں ہم اس شخص کی طرح ہیں جو نہ سمجھتا ہو، نہ سنتا ہو۔ مشرکوں نے مزید یہ کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان دینی مخالفت ہے، اس لئے ہم آپ کی بات ماننے والے نہیں، تو تم اپنے دین پر رہو، ہم اپنے دین پر قائم ہیں اور تم سے ہمارا کام بگاڑنے کی جو کوشش ہو سکے وہ کرو، ہم بھی تمہارے خلاف جو ہو سکے

گا کریں گے۔[1]

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْۤا اِلَیْهِ وَ اسْتَغْفِرُوْهُؕ-وَ وَیْلٌ لِّلْمُشْرِكِیْنَۙ(۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تمہیں جیسا ہوں مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اس کے حضور سیدھے رہو اور اس سے معافی مانگو اور خرابی ہے شرک والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں تمہارے جیسا ایک انسان ہی ہوں، میری طرف یہ وحی بھیجی جاتی ہے کہ (اے لوگو!) تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اس کی طرف سیدھے رہو اور اس سے معافی مانگو اور مشرکوں کیلئے خرابی ہے۔

﴾قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ: تم فرماؤ: میں تمہارے جیسا ایک انسان ہی ہوں۔﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے تمام مخلوق سے زیادہ مُعزّز اور دوعالَم کے سردار! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان لوگوں کی ہدایت اور نصیحت کے لئے تواضُع کے طور پر فرما دیں کہ میں آدمی ہونے میں ظاہری طور پر تم جیسا ہوں کہ میں دیکھا بھی جاتا ہوں، میری بات بھی سنی جاتی ہے اور میرے تمہارے درمیان میں بظاہر جنس کا بھی کوئی اختلاف نہیں ہے، تو تمہارا یہ کہنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ میری بات نہ تمہارے دل تک پہنچتی ہے، نہ تمہارے سننے میں آتی اور میرے تمہارے درمیان کوئی رکاوٹ ہے، اگر میری بجائے کوئی دوسری جنس کا فرد جیسے جن یا فرشتہ آتا تو تم کہہ سکتے تھے کہ نہ وہ ہمارے دیکھنے میں آتے ہیں، نہ ان کی بات سننے میں آتی ہے اور نہ ہم ان کے کلام کو سمجھ سکتے ہیں، ہمارے اور ان کے درمیان تو جنسی مخالفت ہی بڑی رکاوٹ ہے لیکن یہاں تو ایسا نہیں، کیونکہ میں بشری صورت میں جلوہ نما ہوا ہوں تو تمہیں مجھ سے مانوس ہونا چاہئے اور میرے کلام کو سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی بہت کوشش کرنی چاہئے کیونکہ میرا مرتبہ بہت بلند ہے اور میرا کلام بہت عالی

[1] ......روح البیان، حم السجدۃ، تحت الآیۃ: ٥، ٨/٢٢٧، خازن، فصلت، تحت الآیۃ: ٥، ٤/٨٠، مدارک، فصلت، تحت الآیۃ: ٥، ص١٠٦٨، ملتقطاً۔

ہے،اس لئے میں وہی کہتا ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے کہ اے لوگو! تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اس کی طرف سیدھے رہو، اس پر ایمان لاؤ، اس کی اطاعت اختیار کرو اور اس کی راہ سے نہ پھرو اور اس سے اپنے فاسد عقائد اور اعمال کی معافی مانگو اور یاد رکھو کہ مشرکوں کیلئے خرابی اور ہلاکت ہے۔[1]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بَشَرِیَّت

سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ظاہری لحاظ سے ’’**اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ**‘‘ فرمانا اس حکمت کی وجہ سے ہے کہ لوگ ان سے ہدایت اور نصیحت حاصل کریں، نیز آپ کا یہ فرمان تواضُع کے طور پر ہے اور جو کلمات تواضع کے لئے کہے جائیں وہ تواضع کرنے والے کا منصب بلند ہونے کی دلیل ہوتے ہیں، چھوٹوں کا ان کلمات کو اس کی شان میں کہنا یا اس سے برابری ڈھونڈھنا ترکِ ادب اور گستاخی ہوتا ہے، تو کسی اُمتی کو روا نہیں کہ وہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہم مثل ہونے کا دعویٰ کرے اور یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بَشَرِیَّت بھی سب سے اعلیٰ ہے، ہماری بشریت کو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں۔[2]

نوٹ: حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بشریت سے متعلق تفصیلی کلام سورۂ کہف کی آیت نمبر 110 کی تفسیر کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۷

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔

﴿**اَلَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ:** وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔﴾ آیت کے اس حصے کے بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال

---

1 ……ابو سعود، السجدة، تحت الآية: ٦، ٥/٥٠٢، خازن، فصلت، تحت الآية: ٦، ٤/٨٠، خزائن العرفان، حٰم السجدۃ، تحت الآیۃ: ٦، ص٨٧٨-٨٧٩، ملتقطاً۔

2 ……خزائن العرفان، حٰم السجدۃ، تحت الآیۃ: ٦، ص٨٧٩، ملخصاً۔

ہیں، ان میں سے تین قول درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور جمہور مفسرین کا قول یہ ہے کہ ’’یہاں زکوٰۃ سے مراد (اس کا حقیقی معنی نہیں بلکہ اس سے مراد) توحید کا معتقد ہونا اور ’’لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه‘‘ کہنا ہے۔ اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ مشرکین وہ لوگ ہیں جو توحید کا اقرار کر کے اپنے نفسوں کو شرک سے باز نہیں رکھتے۔

(2)......حضرت حسن اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا قول یہ ہے کہ یہاں زکوٰۃ نہ دینے سے مراد یہ ہے کہ مشرکین زکوٰۃ کے فرض ہونے پر ایمان نہیں لاتے اور اس کا اقرار نہیں کرتے۔

(3)......حضرت مجاہد اور حضرت ربیع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کا قول یہ ہے کہ (یہاں زکوٰۃ کا اصطلاحی معنی مراد نہیں بلکہ) زکوٰۃ سے مراد اپنے اعمال کا تزکیہ کرنا (اور ایمان قبول کر کے انہیں شرک کی نجاست سے پاک کرنا) ہے۔[1]

نوٹ: اس آیت کی تفسیر میں ان تین کے علاوہ مفسرین کے اور بھی اَقوال ہیں۔

امام عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ’’یہاں آیت میں زکوٰۃ ادا نہ کرنے کو آخرت کے انکار کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان کو مال بہت پیارا ہوتا ہے تو جب وہ مال کو راہِ خدا میں خرچ کرے گا تو یہ اس کی اِستقامت، اِستقلال، صدق اور نیت کے اخلاص کی مضبوط دلیل ہوگی۔ نیز اس آیت میں ضمنی طور ان مسلمانوں کو بھی خوف دلایا گیا ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ زکوٰۃ نہ دینا ایسا برا فعل ہے کہ اسے قرآنِ کریم میں مشرکین کے اَوصاف میں ذکر کیا گیا ہے۔[2]

﴿وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ: اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔﴾ آیت کے اس حصے میں مشرکوں کا ایک اور جرم بیان کیا گیا کہ وہ آخرت کے منکر ہیں کہ مرنے کے بعد اٹھنے اور اعمال کی جزا ملنے کے قائل نہیں۔[3]

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ۠ ﴿۸﴾

ع ١٥ ٨

---

1 ......البحر المحيط، فصلت، تحت الآية: ٧، ٧/٤٦٤.

2 ......مدارك، فصلت، تحت الآية: ٧، ص١٠٦٩، ملخصاً.

3 ......خازن، فصلت، تحت الآية: ٧، ٤/٨٠.

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لیے بے انتہا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کیلئے بے انتہا ثواب ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: **بیشک جو ایمان لائے۔**﴾ اس سے پہلی آیت میں کافروں کے لئے وعید بیان ہوئی اور اس آیت میں ایمان والوں کے لئے وعدہ کا ذکر ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کیلئے بے انتہا ثواب ہے جو مُنقطع نہ ہوگا۔

اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت بیماروں، اپاہجوں اوران بوڑھوں کے حق میں نازل ہوئی جو عمل اور طاعت کے قابل نہ رہے، انہیں اب بھی وہی اجر ملے گا جو تندرستی کے زمانے میں عمل کرنے پر ملا کرتا تھا۔[1]

مسلمانوں کے نیک اعمال کا ثواب بیماری اور بڑھاپے وغیرہ میں مُنقطع نہیں ہوتا

اس آیت سے معلوم ہوا کہ **اللہ** تعالیٰ (اپنے فضل وکرم سے) مسلمانوں کو ان کے نیک اعمال کا بے انتہا ثواب عطا فرماتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مسلمان تندرستی اور صحت کے اَیّام میں کوئی نیک عمل پابندی کے ساتھ کیا کرتا تھا، پھر بیماری، معذوری یا بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے وہ نیک عمل نہ کر سکا تو ان اَیّام میں عمل نہ کرنے کے باوجود اسے اسی نیک عمل کا ثواب ملتا رہے گا، یہ مضمون کثیر اَحادیث میں بھی بیان کیا گیا ہے، ان میں سے تین اَحادیث درج ذیل ہیں،

(1)......حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب کوئی بندہ بیمار ہوجائے یا کسی سفر پر جائے تو اسے اس کے ان نیک اعمال کا اجر ملتا رہے گا جو وہ صحت کے اَیّام میں اور حالتِ اِقامت میں کیا کرتا تھا۔[2]

(2)......حضرت **عبد اللہ** بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب بندہ عبادت کے اچھے راستے پر ہوتا ہے، پھر بیمار ہوجاتا ہے تو اس پر مقرر فرشتے سے کہا جاتا ہے: تم اس کی تندرستی کے زمانہ کے برابر اعمال لکھتے رہو یہاں تک کہ میں اسے شفا دے دوں یا اسے اپنے پاس بلالوں۔[3]

1 ......تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیۃ: ٨، ٥٤٣/٩.

2 ......بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب یکتب للمسافر مثل ما کان یعمل فی الاقامۃ، ٣٠٨/٢، الحدیث: ٢٩٩٦.

3 ......مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہما، ٦٤٨/٢، الحدیث: ٦٩١٢.

(3)......حضرت عتبہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مومن کا اپنی بیماری پر بے قرار ہونا تعجب خیز ہے، اگر اسے معلوم ہو جائے کہ اس کی بیماری میں کتنا ثواب ہے تو وہ یہ چاہے گا کہ ساری زندگی بیمار ہی رہے، پھر حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آسمان کی طرف سر اٹھا کر مسکرائے تو آپ سے عرض کی گئی: آپ آسمان کی طرف دیکھ کر کیوں مسکرائے؟ ارشاد فرمایا: ''مجھے دو فرشتوں کو دیکھ کر تعجب ہوا، وہ نماز پڑھنے کی ایک جگہ میں وہاں نماز پڑھنے والے کو ڈھونڈ رہے تھے، جب اس جگہ وہ نمازی نہیں ملا تو فرشتے واپس چلے گئے، پھر انہوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہم تیرے فلاں بندے کا نیک عمل دن رات لکھتے تھے، اب ہمیں معلوم ہوا کہ تو نے اسے اپنی (تقدیر کی) رسی سے باندھ لیا ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''تم میرے بندے کے اسی عمل کو لکھتے رہو جو وہ دن رات کیا کرتا تھا اور اس میں کوئی کمی نہ کرو اور میں نے جتنے دن اسے روک لیا ہے ان دنوں کا اجر میرے ذمہ کرم پر ہے اور جو عمل وہ کیا کرتا تھا اس کا اجر اسے ملتا رہے گا۔ [1]

قُلْ اَىِٕنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًاؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَۚ(۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا تم لوگ اس کا انکار رکھتے ہو جس نے دو دن میں زمین بنائی اور اس کے ہمسر ٹھہراتے ہو وہ ہے سارے جہان کا رب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: کیا تم اس (اللّٰہ) کے ساتھ کفر کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین بنائی اور تم اس کیلئے شریک ٹھہراتے ہو۔ وہ سارے جہانوں کا رب ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس سے پہلے آیت نمبر 6 میں بتایا گیا کہ لوگوں کا معبود صرف ایک ہے اور اب اس آیت سے یہ بتایا جا رہا ہے کہ معبود ہونے میں اللّٰہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: ابراهيم، ٢/١١، الحديث: ٢٣١٧.

وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں سے ارشاد فرما دیں کہ کیا تم اس عظمت وشان والے اللہ تعالٰی کی قدرت کا انکار کر کے اس کے ساتھ کفر کرتے ہو جس نے اپنی قدرت اور حکمت سے اتنی بڑی زمین کو صرف دو دن میں بنا دیا اور تم بتوں اور بے جان مورتیوں کو ایسی قدرت اور حکمت والے رب تعالٰی کا شریک ٹھہراتے ہو حالانکہ اس کا کوئی شریک ہونا ممکن ہی نہیں اور وہ سارے جہانوں کا رب ہے تو اس کی مخلوق میں سے کوئی اس کا شریک کس طرح ہو سکتا ہے۔ یاد رکھو کہ صرف اللہ تعالٰی ہی عبادت کا مستحق ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں کیونکہ سب اس کی مخلوق اور اس کی مِلکیّت ہیں۔ [1]

نوٹ: یاد رہے کہ زمین کو دو دن میں پیدا فرمانا حکمت کے پیشِ نظر ہے ورنہ اللہ تعالٰی کی قدرت ایسی ہے کہ وہ چاہتا تو ایک لمحے سے بھی کم میں پوری زمین بنا دیتا۔

وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍؕ سَوَآءً لِّلسَّآىٕلِيْنَ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس میں اس کے اوپر سے لنگر ڈالے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں اس کے بسنے والوں کی روزیاں مقرر کیں یہ سب ملا کر چار دن میں ٹھیک جواب پوچھنے والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے زمین میں اس کے اوپر سے پہاڑ رکھ دیئے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں بسنے والوں کی روزیاں مقرر کیں (یہ سب) چار دنوں میں (ہوا۔) سوال کرنے والوں کے لئے درست جواب ہے۔

﴿وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا: اور اس نے زمین میں اس کے اوپر سے پہاڑ رکھ دیئے۔﴾ یعنی اللہ تعالٰی ایسا قادر ہے کہ اس نے زمین میں اس کے اوپر سے پہاڑ رکھ دیئے اور دریا، نہریں، درخت، پھل اور طرح طرح کے حیوانات وغیرہ پیدا کر کے اس میں برکت رکھی اور زمین میں بسنے والے انسانوں اور دیگر جانداروں کے لئے ان کی روزیاں مقرر کر دیں، یہ سب کچھ چار دنوں میں ہوا اور جو لوگ زمین کی تخلیق کے بارے میں سوال کرنے والے ہیں ان

[1] ......تفسير كبير، فصلت، تحت الآية: ٩، ٩/٥٤٣-٥٤٤، روح البيان، حم السجدة، تحت الآية: ٩، ٨/٢٣٢، ملتقطاً.

کے لئے یہ پورے چار دن ہیں۔[1]

نوٹ: یاد رہے کہ یہاں چار دنوں میں وہ دو دن شامل ہیں جن میں زمین کو پیدا کیا گیا یعنی دو دن میں زمین کی پیدائش ہوئی اور دو دن میں پہاڑ وغیرہ دیگر چیزیں پیدا کی گئیں، یوں یہ مکمل چار دن ہوئے۔

ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًاؕ قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآىٕعِیْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں تھا تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی سے چاہے ناخوشی سے دونوں نے عرض کی کہ ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اس نے آسمان کی طرف قصد فرمایا اور آسمان دھواں تھا تو اللہ نے اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں خوشی یا ناخوشی سے آجاؤ۔ دونوں نے عرض کی: ہم خوشی کے ساتھ حاضر ہوئے۔

﴿ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ: پھر اس نے آسمان کی طرف قصد فرمایا۔﴾ اس آیت میں تین چیزیں بیان کی گئی ہیں،

(1)......زمین کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق آسمان کو پیدا کرنے کی طرف قصد فرمایا۔

آیت کے اس حصے سے بظاہر یہ لگتا ہے کہ پہلے زمین اور اس پر موجود دیگر چیزوں کی تخلیق ہوئی اور اس کے بعد آسمانوں کو پیدا کیا گیا جبکہ سورۂ نازعات کی آیت نمبر 27 تا 32 میں یہ مذکور ہے کہ پہلے آسمانوں کو پیدا کیا گیا اس کے بعد زمین کو پھیلایا گیا اور اس میں پہاڑ وغیرہ دیگر چیزیں پیدا کی گئیں، ان دونوں سورتوں کی آیات میں بیان کی گئی چیزیں بظاہر ایک دوسرے کے مخالف نظر آتی ہیں اور اس ظاہری اختلاف کو دور کرنے کے لئے مفسرین نے مختلف جوابات دیئے ہیں، ان میں سے ایک واضح جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دو دن زمین کو گول دائرے کی صورت میں پیدا فرمایا، پھر اس کے بعد آسمانوں کو پیدا فرمایا، پھر آسمان کو پیدا کرنے کے بعد زمین کو پھیلایا، تو تمام چیزوں کی تخلیق 6

[1]......خازن، فصلت، تحت الآية: ١٠، ٤/٨٠-٨١، روح البيان، حم السجدة، تحت الآية: ١٠، ٨/٢٣٣-٢٣٤، ملتقطاً.

دنوں میں ہوئی اور زمین کو پھیلانا اس کے بعد ہوا، لہٰذا ان آیتوں میں کوئی اختلاف نہیں۔[1]

(2)......آیت میں دوسری بات یہ بیان کی گئی کہ آسمان دھواں تھا۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ دھواں پانی کا بخار تھا اور اس کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے پانی میں حرکت پیدا فرمائی (اور موجیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں) تو اس سے جھاگ پیدا ہوئی اور اس جھاگ سے دھواں نکلا، پھر جھاگ تو پانی کی سطح پر باقی رہی اور اس سے خشکی پیدا کی گئی اور اس خشکی سے زمین کو بنایا گیا، جبکہ دھواں بلند ہوا اور اس سے آسمانوں کو پیدا کیا گیا۔[2]

(3)......اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین دونوں سے فرمایا کہ تم خوشی یا ناخوشی سے آجاؤ۔ دونوں نے عرض کی: ہم خوشی کے ساتھ حاضر ہوئے۔ اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ اے آسمان اور زمین! میں نے تم میں جو مَنافع اور مَصالح پیدا فرمائے ہیں انہیں لے آؤ اور میری مخلوق کے لئے انہیں ظاہر کردو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے سورج، چاند اور ستاروں کو طلوع کردو اور اپنی ہواؤں اور بادلوں کو جاری کردو اور زمین سے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی نہروں کو رواں کردو اور اپنے درختوں اور پھلوں کو نکال دو اور یہ کام خوشی سے کرو یا ناخوشی سے (تمہیں بہرحال ایسا کرنا ہے) آسمان اور زمین نے عرض کی: ہم خوشی سے ایسا کرتے ہیں۔[3]

فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ اَوْحٰى فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَاؕ وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ ﳓ وَ حِفْظًاؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اُنھیں پورے سات آسمان کردیا دو دن میں اور ہر آسمان میں اسی کے کام کے احکام بھیجے اور

1 ......صاوی، فصلت، تحت الآیة: ١٢، ٥/١٨٤٣.

2 ......جمل، فصلت، تحت الآیة: ١٢، ٧/٩.

3 ......تفسیر قرطبی، فصلت، تحت الآیة: ١١، ٨/٢٤٩، الجزء الخامس عشر.

ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور نگہبانی کے لیے یہ اس عزت والے علم والے کا ٹھہرایا ہوا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اللہ نے انہیں دو دن میں سات آسمان بنا دیا اور ہر آسمان میں اس کے کام کے احکام بھیج دیئے اور ہم نے سب سے نیچے والے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور حفاظت کے لیے۔ یہ اس کا مقرر کیا ہوا ہے جو غالب، علم والا ہے۔

﴿فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ: تو اللہ نے انہیں دو دن میں سات آسمان بنا دیا۔﴾ اس آیت میں چار چیزیں بیان کی گئی ہیں،

(1)...... جب اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پیدا کرنے کا قصد فرمایا تو اس نے دو دن میں سات آسمان بنا دیئے۔ یہ کل چھ دن ہوئے جن میں کائنات کی تخلیق ہوئی۔

(2)...... اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں اس کے کام کے احکام بھیج دیئے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں وہاں کے رہنے والوں کو طاعت و عبادت اور امر و نہی کے احکام بھیج دیئے،

(3)...... اللہ تعالیٰ نے سب سے نیچے والے آسمان کو جو زمین سے قریب ہے چراغ کی طرح روشن ہونے والے ستاروں سے آراستہ کیا اور باتیں چرانے والے شیطانوں سے آسمان کی حفاظت کے لیے ستارے بنائے۔

(4)...... یہ بہترین نظام اس اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا ہے جو سب پر غالب اور اپنی مخلوق اور ان کی حرکات و سکنات کا علم رکھنے والا ہے۔[1]

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَؕ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓىٕكَةً فَاِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

---

1 ......خازن، فصلت، تحت الآية: ١٢، ٤/٨٢، مدارك، فصلت، تحت الآية: ١٢، ص ١٠٧٠-١٠٧١، جلالين، فصلت، تحت الآية: ١٢، ص ٣٩٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرماؤ کہ میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی۔ جب رسول اُن کے آگے پیچھے پھرتے تھے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو بولے ہمارا رب چاہتا تو فرشتے اُتارتا تو جو کچھ تم لے کر بھیجے گئے ہم اُسے نہیں مانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرماؤ کہ میں تمہیں ایک کڑک سے ڈراتا ہوں جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی۔ جب ان کے آگے اور ان کے پیچھے رسول ان کے پاس آئے (اور کہا) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو تو انہوں نے کہا: اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتوں کو اتارتا تو جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔

﴿ فَاِنْ اَعْرَضُوْا: پھر اگر وہ منہ پھیریں۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت کے بیان کے بعد بھی اگر کفارِ مکہ ایمان لانے سے اِعراض کریں تو آپ ان سے فرما دیں ''میں تمہیں ایسے ہَولناک اور ہلاک کر دینے والے عذاب سے ڈراتا ہوں جیسا قومِ عاد اور ثمود پر اس وقت آیا تھا جب ان قوموں کے رسول ہر طرف سے ان کے پاس آتے تھے اور ان کی ہدایت کی ہر تدبیر عمل میں لاتے اور انہیں ہر طرح نصیحت کرتے اور سمجھاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، تو ان کی قوم کے کافر ان کی نصیحتوں کے جواب میں یوں کہتے تھے کہ اگر ہمارا رب چاہتا تو ہماری نصیحت کے لئے تمہاری بجائے فرشتوں کو اتارتا اور تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو تو جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔ قومِ عاد اور ثمود کا یہ کہنا حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے تھا جنہوں نے ایمان کی دعوت دی۔ [1]

سورۂ حٰمٓ السَّجدہ کی آیات سن کر عتبہ بن ربیعہ کا حال

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ قریش کی ایک جماعت نے جن میں ابوجہل وغیرہ سردار بھی تھے یہ تجویز کیا کہ کوئی ایسا شخص نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کلام کرنے کے لئے بھیجا جائے جو شعر، جادو اور،

1 ......روح البیان، حم السجدة، تحت الآیة: ١٣-١٤، ٨/٢٤١-٢٤٢، مدارك، فصلت، تحت الآیة: ١٣-١٤، ص١٠٧١، ملتقطاً.

کہانت میں ماہر ہو، چنانچہ اس کے لئے عتبہ بن ربیعہ کا انتخاب ہوا اور عتبہ نے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہا: آپ بہتر ہیں یا ہاشم؟ آپ بہتر ہیں یا عبدالمطلب؟ آپ بہتر ہیں یا عبداللّٰہ؟ آپ کیوں ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں؟ کیوں ہمارے باپ دادا کو گمراہ بتاتے ہیں؟ اگر آپ کو حکومت کرنے کا شوق ہو تو ہم آپ کو بادشاہ مان لیتے ہیں اور آپ کے جھنڈے لہراتے ہیں، اگر عورتوں کا شوق ہو تو قریش کی جو لڑکیاں آپ پسند کریں ان میں سے دس لڑکیاں ہم آپ کے نکاح میں دے دیتے ہیں، اگر مال کی خواہش ہو تو ہم آپ کے لئے اتنا مال جمع کر دیں گے جو آپ کی نسلوں سے بھی بچ رہے گا۔ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یہ تمام گفتگو خاموشی سے سنتے رہے اور جب عتبہ اپنی تقریر کر کے خاموش ہوا تو حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہی سورت حٰمٓ اَلسَّجدہ پڑھی، جب آپ اس آیت ”فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ“ پر پہنچے تو عتبہ نے جلدی سے اپنا ہاتھ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دہنِ مبارک پر رکھ دیا اور آپ کو رشتے داری اور قرابت کا واسطہ دے کر قسم دلائی اور ڈر کر اپنے گھر بھاگ گیا۔ جب قریش کے لوگ اس کے مکان پر پہنچے تو اس نے تمام واقعہ بیان کر کے کہا کہ خدا کی قسم! محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) جو کہتے ہیں نہ وہ شعر ہے، نہ جادو ہے اور نہ کہانت کیونکہ میں ان چیزوں کو خوب جانتا ہوں اور میں نے ان کا کلام سنا، جب انہوں نے آیت ”فَاِنْ اَعْرَضُوْا“ پڑھی تو میں نے ان کے دہنِ مبارک پر ہاتھ رکھ دیا اور انہیں قسم دی کہ بس کریں اور تم جانتے ہی ہو کہ وہ جو کچھ فرماتے ہیں وہی ہو جاتا ہے، ان کی بات کبھی جھوٹی نہیں ہوتی، اس لئے مجھے یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ کہیں تم پر عذاب نازل نہ ہونے لگے۔ [1]

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْۤ اَیَّامٍ

1 ……بغوی، فصلت، تحت الآیۃ: ١٤، ٤/٩٧، ٩٨.

نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جو عاد تھے انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور بولے ہم سے زیادہ کس کا زور اور کیا اُنھوں نے نہ جانا کہ اللہ جس نے انہیں بنایا ان سے زیادہ قوی ہے اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ تو ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی سخت گرج کی ان کی شامت کے دنوں میں کہ ہم انہیں رسوائی کا عذاب چکھائیں دنیا کی زندگی میں اور بیشک آخرت کے عذاب میں سب سے بڑی رسوائی ہے اور ان کی مدد نہ ہوگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ جو عاد تھے انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور انہوں نے کہا: ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ اور کیا انہوں نے اس بات کو نہ دیکھا کہ وہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ قوت والا ہے اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ تو ہم نے ان پر (ان کے) منحوس دنوں میں ایک تیز آندھی بھیجی تا کہ دنیا کی زندگی میں ہم انہیں رسوائی کا عذاب چکھائیں اور بیشک آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کن ہے اور ان کی مدد نہ ہوگی۔

﴿فَاَمَّا عَادٌ: تو وہ جو عاد تھے۔﴾ اس سے پہلے قومِ عاد کا اِجمالی طور پر ذکر ہوا اور اب یہاں سے ان کا حال اور انجام کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قومِ عاد کے لوگ بڑے طاقتور اور شہ زور تھے لیکن اس کے ساتھ ناحق تکبر بھی کیا کرتے تھے، جب حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے اپنی قوت پر غرور کرتے ہوئے کہا: ہم سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں اور اگر عذاب آیا تو ہم اسے اپنی طاقت سے ہٹا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کیا یہ لوگ غافل ہیں اور ان لوگوں نے اس بات کا مشاہدہ نہیں کیا کہ جس اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ قوت والا اور قدرت والا ہے۔ مزید فرمایا گیا کہ قومِ عاد کا حال یہ تھا کہ وہ ہماری اُن آیتوں کا جان بوجھ کر انکار کرتے تھے جو ہم نے اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل فرمائیں تو ہم نے اُن پر اُن کی شامت کے دنوں میں بارش کے بغیر انتہائی ٹھنڈی

ایک تیز آندھی بھیجی تاکہ اس کے ذریعے ہم دنیا کی زندگی میں انہیں رسوا کر دینے والا عذاب چکھائیں اور بیشک انہیں آخرت میں جو عذاب دیا جائے گا وہ دنیا کے عذاب سے زیادہ رُسواکُن ہے اور وہاں ان کی کوئی بھی مدد نہ ہوگی۔ [(1)]

کوئی دن یا مہینہ حقیقی طور پر منحوس نہیں

یہاں آیت نمبر 16 میں منحوس دنوں کا ذکر ہوا، اس سلسلے میں یاد رہے کہ کوئی دن یا مہینہ حقیقی طور پر منحوس نہیں البتہ جس وقت، دن یا مہینے میں کوئی گناہ کیا جائے یا اس میں گناہگاروں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو تو وہ گناہ اور عذاب کے اعتبار سے گناہگار کے حق میں منحوس ہے، جیسا کہ حضرت علامہ اسماعیل حقی رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: زمانے کے اجزاء اپنی اصل حقیقت میں برابر ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں البتہ ان اجزاء میں جو نیکی یا گناہ واقع ہو اس میں فرق کی وجہ سے زمانے کے اَجزاء میں فرق ہوتا ہے، تو جمعہ کا دن نیک کام کرنے والے کے اعتبار سے سعادت مندی کا دن ہے اور گناہ کرنے والے کے اعتبار سے (اس کے حق میں) منحوس ہے۔ [(2)]

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''مسلمان مطیع (یعنی اطاعت گزار مسلمان) پر کوئی چیز نَحس (یعنی منحوس) نہیں اور کافروں کے لئے کچھ سعد (یعنی مبارک) نہیں، اور مسلمان عاصی کے لئے اس کا اسلام سعد ہے۔ طاعت بشرطِ قبول سعد ہے۔ مَعصِیَت بجائے خود نَحس ہے، اگر رحمت وشفاعت اس کی نحوست سے بچالیں بلکہ نحوست کو سعادت کر دیں (جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:) '' اُولٰٓىِٕكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ '' (ترجمہ: ایسوں کی برائیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا۔) (تو یہ الگ بات ہے) بلکہ کبھی گناہ یوں سعادت ہو جاتا ہے کہ بندہ اس پر خائف وترساں وتائب وکوشاں رہتا ہے، وہ دُھل گیا اور بہت سی حَسنات مل گئیں، باقی کواکب (یعنی ستاروں) میں کوئی سعادت ونحوست نہیں، اگر ان کو خود مؤثّر جانے مشرک ہے اور ان سے مدد مانگے تو حرام ہے، ورنہ ان کی رعایت ضرور خلافِ توکُّل ہے۔ [(3)]

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ارشاد فرماتے ہیں: ماہِ صفر کو لوگ منحوس

---

1 ......خازن، فصلت، تحت الآية: ١٥-١٦، ٤/٨٣، روح البيان، حم السجدة، تحت الآية: ١٥-١٦، ٨/٢٤٣-٢٤٤، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، حم السجدة، تحت الآية: ١٦، ٨/٢٤٤.

3 ......فتاویٰ رضویہ، ۲۱/ ۲۲۳-۲۲۴۔

جانتے ہیں اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے ،لڑکیوں کو رخصت نہیں کرتے اور بھی اس قسم کے کام کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور سفر کرنے سے گریز کرتے ہیں، خصوصاً ماہِ صفر کی ابتدائی تیرہ تاریخیں بہت زیادہ نَحس مانی جاتی ہیں اور ان کو ''تیرہ تیزی'' کہتے ہیں یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔حدیث میں فرمایا کہ ''صفر کوئی چیز نہیں۔'' یعنی لوگوں کا اسے منحوس سمجھنا غلط ہے، اسی طرح ذیقعدہ کے مہینہ کو بھی بہت لوگ برا جانتے ہیں اور اس کو خالی کا مہینہ کہتے ہیں یہ بھی غلط ہے اور ہر ماہ میں 3، 13، 23، 8، 18، 28 کو منحوس جانتے ہیں یہ بھی لَغْو بات ہے۔[1]

وَ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَیْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ نَجَّیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾

ع ۲ ۱۶

ترجمۂ کنزالایمان: اور رہے ثمود انھیں ہم نے راہ دکھائی تو انھوں نے سوجھنے پر اندھے ہونے کو پسند کیا تو انھیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے آلیا سزا اُن کے کئے کی۔ اور ہم نے انھیں بچالیا جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو ثمود تھے تو ہم نے ان کی رہنمائی کی تو انہوں نے ہدایت کی بجائے اندھے پن کو پسند کیا تو ان کے اعمال کے سبب انہیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے آلیا۔ اور ہم نے انہیں بچالیا جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔

﴿وَ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَیْنٰهُمْ: اور وہ جو ثمود تھے تو ہم نے ان کی رہنمائی کی۔﴾ اس سے پہلے قومِ ثمود کا اِجمالی تذکرہ ہوا اور اب یہاں سے ان کی عملی حالت اور انجام کی کچھ تفصیل بیان کی جارہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک قومِ ثمود کا معاملہ ہے تو ہم نے ان کی رہنمائی کی اور نیکی اور بدی کے طریقے ان پر ظاہر فرمائے لیکن انہوں نے ہدایت کی بجائے گمراہی کے اندھے پن کو پسند کیا اور ایمان کے مقابلے میں کفر اختیار کیا تو ان

[1] ......بہارِ شریعت، حصہ شانزدہم، متفرقات، ۳/۶۵۹۔

کے شرک، نبی کو جھٹلانے اور گناہوں کی وجہ سے انہیں ذلیل کر دینے والے عذاب کی کڑک نے آلیا اور وہ ہَولناک آواز کے عذاب سے ہلاک کر دیئے گئے اور ہم نے کڑک کے اس ذلیل کر دینے والے عذاب سے ان لوگوں کو بچالیا جو حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لائے اور وہ شرک اور خبیث اعمال کرنے سے ڈرتے تھے۔[1]

حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر آنے والے عذاب کی 3 کَیفِیّات

قرآنِ مجید میں حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر آنے والے عذاب کو بیان کرتے ہوئے ایک آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ[2]

ترجمۂ کنزالعرفان: تو انہیں زلزلے نے پکڑ لیا تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

اور دوسری آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

وَ اَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ[3]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ظالموں کو چنگھاڑ نے پکڑ لیا تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔

اور تیسری آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ[4]

ترجمۂ کنزالعرفان: تو ان کے اعمال کے سبب انہیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے آلیا۔

ان تینوں آیات میں باہم کوئی تعارض نہیں کیونکہ ان میں عذاب کی جدا جدا کَیفِیّات بیان ہوئی ہیں، یعنی تینوں اَسباب ہی وقوع پذیر ہوئے، لہٰذا قومِ ثمود کی ہلاکت کو ان میں کسی کی طرف بھی منسوب کیا جا سکتا ہے۔

وَ یَوْمَ یُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ﴿١٩﴾ حَتّٰۤى اِذَا

---

1 ......خازن، فصلت، تحت الآية: ١٧-١٨، ٤/٨٣، مدارك، فصلت، تحت الآية: ١٧-١٨، ص١٠٧٢، ملتقطاً.

2 ......اعراف:٧٨.

3 ......هود:٦٧.

4 ......حم السجده:١٧.

مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف ہانکے جائیں گے تو ان کے اگلوں کو روکیں گے یہاں تک کہ پچھلے آملیں۔ یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور اُن کے چمڑے سب اُن پر ان کے کئے کی گواہی دیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف ہانکے جائیں گے تو ان کے پہلوں کو روکا جائے گا حتّٰی کہ بعد والے ان سے آملیں۔ یہاں تک کہ جب وہ (سب) آگ کے پاس آجائیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں سب ان کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ: اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف ہانکے جائیں گے۔﴾ گزشتہ آیات میں کفار کے دُنْیَوی عذاب کا بیان ہوا اور اب یہاں سے کفار کا اُخروی عذاب بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کے سامنے اس وقت کا ذکر فرمائیں جب قیامت کے دن پہلے اور بعد والے تمام کافروں کو انتہائی ذلت کے ساتھ ہانک کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا اور ان میں سے جو کافر دوزخ کے کنارے پر پہنچ جائیں گے انہیں روک دیا جائے گا یہاں تک کہ پیچھے رہ جانے والے کفار ان کے پاس آجائیں، اور جب یہ کافر جہنم کے کنارے پہنچ جانے والے کافروں کے پاس پہنچیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں سب اللہ تعالٰی کے حکم سے بول اٹھیں گے اور انہوں نے ان اعضا سے دنیا میں جو جو عمل کئے ہوں گے وہ سب بتا دیں گے۔ (1)

---

1 ...... تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیۃ: ١٩-٢٠، ٩/٥٥٥، روح البیان، حم السجدۃ، تحت الآیۃ: ١٩-٢٠، ٨/٢٤٧، مدارک، فصلت، تحت الآیۃ: ١٩-٢٠، ص١٠٧٣، ملتقطاً.

وَ قَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَیْنَاؕ-قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَّ هُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (٢١)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے تم نے ہم پر کیوں گواہی دی وہ کہیں گی ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی اور اس نے تمہیں پہلی بار بنایا اور اُسی کی طرف تمہیں پھرنا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ کہیں گی: ہمیں اس اللہ نے بولنے کی قوت بخشی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت دی ہے اور اس نے تمہیں پہلی مرتبہ بنایا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

﴿وَ قَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ: اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے۔﴾ جب کفار کے اَعضا ان کے خلاف گواہی دیں گے اور ان کے اعمال بتادیں گے تو وہ حیران ہوکر اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ کھالیں کہیں گی: ہمارا بولنا کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ ہمیں بولنے پر اس اللہ تعالیٰ نے قدرت اور قوت دی ہے جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت دی ہے، اس لئے اس کی دی ہوئی قوت سے ہم نے تمہارے تمام برے اعمال کو کچھ چھپائے بغیر بیان کر دیا اور اس اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ تمہیں پہلی بار بنانے اور تمہیں دوبارہ زندہ کرکے اپنی سزا کی طرف لوٹانے پر قدرت رکھتا ہے اور ایسے قادر رب تعالیٰ کا ہمیں بولنے کی طاقت دے دینا کوئی عجیب بات نہیں۔[1]

آیت میں ان لوگوں کے شبہ کا بھی جواب دیدیا جو یہ سوچیں کہ اَعضاء کیسے بولیں گے؟ تو فرمایا کہ اعضاء کو بولنے کی طاقت وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ دے گا جس نے سب کو بولنے کی طاقت دی تو جو زبان جیسے ایک چھوٹے سے عضو کو بولنے کی طاقت دے سکتا ہے وہ دیگر اعضاء کو بھی بولنے کی طاقت دے سکتا ہے۔

وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ یَّشْهَدَ عَلَیْكُمْ سَمْعُكُمْ وَ لَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَ لَا

1 ......مدارك، فصلت، تحت الآية: ٢١، ص١٠٧٣، روح البيان، حم السجدة، تحت الآية: ٢١، ٨/٢٤٨، ملتقطاً.

جُلُوْدُكُمْ وَ لٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَعْلَمُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم اس سے کہاں چھپ کر جاتے کہ تم پر گواہی دیں تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں لیکن تم تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اللہ تمہارے بہت سے کام نہیں جانتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم اس بات سے نہیں چھپ سکتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں لیکن تم تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اللہ تمہارے بہت سے کام نہیں جانتا۔

﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ: اور تم اس بات سے نہیں چھپ سکتے تھے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافروں کو کہا جائے گا کہ اے کافرو! تم چھپ کر گناہ کرتے تھے لیکن اس بات سے نہیں چھپ سکتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں اور تمہیں تو اس کا گمان بھی نہ تھا کیونکہ تم تو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزا ملنے کے سرے ہی سے قائل نہ تھے اور تم تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے وہ کام نہیں جانتا جو تم چھپا کر کرتے ہو۔ (1)

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں: ''کفار یوں کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ظاہر کی باتیں جانتا ہے اور جو ہمارے دلوں میں ہے اسے نہیں جانتا۔ (2)

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ بَیْتُ اللہ کے پاس دو قرشی اور ایک ثقفی یا دو ثقفی اور ایک قرشی جمع ہوئے، یہ بہت موٹے اور جسیم تھے اور ان کے دلوں میں سمجھ بوجھ بہت کم تھی، ان میں سے ایک نے کہا: کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری باتیں سن رہا ہے؟ دوسرے نے کہا: اگر ہم زور سے باتیں کریں گے تو وہ سنے گا اور اگر آہستہ باتیں کریں گے تو وہ نہیں سنے گا۔ ایک اور نے کہا: اگر وہ ہماری زور سے کی ہوئی باتیں سن سکتا ہے تو وہ ہماری آہستہ سے کی ہوئی باتیں بھی سن سکتا ہے۔ تب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (3)

1 ......خازن، فصلت، تحت الآیۃ: ۲۲، ۴/۸۴، مدارك، فصلت، تحت الآیۃ: ۲۲، ص۱۰۷۳، ملتقطاً۔

2 ......خازن، فصلت، تحت الآیۃ: ۲۲، ۴/۸۴۔

3 ......صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ حم السجدۃ، باب وذلکم ظنّکم الذی ظننتم بربّکم...الخ، ۳/۳۱۹، الحدیث: ۴۸۱۷۔

وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ ہے تمہارا وہ گمان جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا اور اس نے تمہیں ہلاک کردیا تو اب رہ گئے ہارے ہوؤں میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ تمہارا وہ گمان تھا جو تم نے اپنے رب پر کیا اسی گمان نے تمہیں ہلاک کردیا تو اب نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگئے۔

﴿وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ: اور یہ تمہارا وہ گمان تھا جو تم نے اپنے رب پر کیا۔﴾ یعنی اے خدا کے دشمنو! اللہ تعالیٰ کی طرف نہ جاننے کی نسبت کرنا تمہارا وہ گمان تھا جو تم نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر کیا ورنہ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ تمام کُلِّیّات اور جُزئیّات کا علم رکھتا ہے اور ظاہری و باطنی کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے اور اے کافرو! اسی برے گمان نے تمہیں جہنم میں ڈال دیا تو اس کی وجہ سے اب تم کامل نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگئے۔[1]

اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہئے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں برا گمان رکھنا کافروں کا طریقہ ہے اور برا گمان رکھنے والا ان لوگوں میں سے ہوگا جو ہلاک ہونے والے اور نقصان اٹھانے والے ہیں، برے گمان کی مثال یہ ہے کہ سچی توبہ کرکے بندہ یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف نہیں فرمائے گا، اپنی اولاد کو اس لئے قتل کردے کہ پتا نہیں، اللہ تعالیٰ اسے رزق دیتا ہے یا نہیں اور دعا کرنے کے بعد یہ گمان کرنا کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول کرتا بھی ہے یا نہیں وغیرہ۔ اچھے گمان کی مثال یہ ہے کہ سچی توبہ کے بعد یہ گمان کرنا کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالے گا اور اس کے گناہ بخش دے گا، رزق کے اسباب اختیار کرنے کے بعد یہ گمان کرنا کہ اللہ تعالیٰ اسے رزق عطا فرمائے گا اور دعا کرنے کے بعد اس کی

1 ......روح البیان، حم السجدۃ، تحت الآیۃ: ۲۳، ۸/۲۵۰، خازن، فصلت، تحت الآیۃ: ۲۳، ۴/۸۴، ملتقطاً.

قبولیت کی امید رکھنا وغیرہ ،لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں برا گمان رکھنے سے بچے اوراچھا گمان رکھے،ترغیب کے لئے یہاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ برا اوراچھا گمان رکھنے کے بارے میں 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں ،

(1)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے،رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:’’اللہ تعالیٰ کے ساتھ برا گمان رکھنا بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔‘‘[1] (یہ برے گمان کی خاص اَقسام کے اعتبار سے ہے۔)

(2)......حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے،سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا:’’تم میں سے کسی شخص کو ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہو۔‘‘[2]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے،تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ’’بے شک اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا ایک اچھی عبادت ہے۔‘‘[3]

(4)......ایک روایت میں ہے کہ حضرت واثلہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت یزید بن اسود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور ان سے پوچھا:تمہارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا گمان ہے؟انہوں نے کہا: جب میں اپنے گناہوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے اپنی ہلاکت قریب نظر آتی ہے لیکن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتا ہوں۔حضرت واثلہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: اَللّٰہُ اَکْبَر اور گھر والوں نے بھی کہا، اَللّٰہُ اَکْبَر۔حضرت واثلہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے’’میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں وہ میرے متعلق جو چاہے گمان کرے۔‘‘[4]

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ساتھ برا گمان رکھنے سے بچنے اوراچھا گمان رکھنے کی توفیق عطا فرمائے،اٰمین۔

امید اور خوف کے درمیان رہنے میں ہی سلامتی ہے

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا ضروری ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے عذاب

---

1 ......مسند الفردوس، باب الالف، ١/٣٦٤، الحدیث: ١٤٦٩.

2 ......مسلم، کتاب الجنّة وصفة نعیمها واهلها، باب الامر بحسن الظنّ باللّٰہ تعالی عند الموت، ص١٥٣٨، الحدیث: ٨١ (٢٨٧٧).

3 ......ترمذی، احادیث شتّی، ١٣٦-باب، ٥/٣٤٨، الحدیث: ٣٦٢٠.

4 ......شعب الایمان، الثانی عشر من شعب الایمان... الخ، ٢/٦، الحدیث: ١٠٠٦.

سے ہی بے خوف ہوجائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ نہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل مایوس ہوجائے اور نہ ہی اس کے عذاب اور اس کی سزا سے بے خوف ہوجائے بلکہ اسے چاہئے کہ امید اور خوف کے درمیان رہے کہ یہی سلامتی کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوجانے والوں کے بارے میں قرآنِ مجید میں ہے:

اِنَّهٗ لَا یَایْــٴَـسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہوجانے والوں کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف تباہ ہونے والے لوگ ہی بے خوف ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت سے امید رکھنے اور اپنے عذاب سے خوفزدہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

فَاِنْ یَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ یَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِیْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر وہ صبر کریں تو آگ ان کا ٹھکانا ہے اور اگر وہ منانا چاہیں تو کوئی ان کا منانا نہ مانے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اگر وہ (آگ پر) صبر کریں تو آگ ان کا ٹھکانہ ہے اور اگر وہ اللہ کو راضی کرنا چاہیں گے تو وہ ان میں سے نہیں ہوں گے جن سے اللہ راضی ہے۔

﴿فَاِنْ یَّصْبِرُوْا: پھر اگر وہ صبر کریں۔﴾ یعنی پھر اگر وہ جہنم میں عذاب پر صبر کریں اور فریاد کرنا، رونا دھونا بند کردیں تو بھی ان کا ٹھکانہ آگ ہی ہے اور یہ صبر بھی ان کے لئے کارآمد نہیں اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی دور کرنا چاہیں اور اس کے لئے کتنی ہی منت سماجت کرلیں تو بھی اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہ ہوگا اور انہیں کسی طرح عذاب سے رہائی نہیں ملے

1 ......سورۂ یوسف: ۸۷.

2 ......اعراف: ۹۹.

گی ،لہٰذا ان کے حق میں صبر کرنا اور فریاد کرنا دونوں برابر ہیں اور ان دونوں سے انہیں کوئی نفع نہ ہوگا۔ (1)

وَ قَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

ع ۱۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اُن پر کچھ ساتھی تعینات کئے اُنھوں نے اُنھیں بھلا کر دکھایا جو اُن کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے اور ان پر بات پوری ہوئی ان گروہوں کے ساتھ جو اُن سے پہلے گزر چکے جنّ اور آدمیوں کے بے شک وہ زیاں کار تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے کافروں کیلئے کچھ ساتھی مقرر کردیئے تو ان ساتھیوں نے کافروں کی نظر میں ان کے اگلے اور ان کے پچھلے (اعمال) کو خوبصورت بنا دیا اور ان پر بات ثابت ہوچکی ہے (یہ) جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں میں (شامل) ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ بیشک وہ نقصان اٹھانے والے تھے۔

﴿وَ قَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ: اور ہم نے کافروں کیلئے کچھ ساتھی مقرر کردیئے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کافروں کیلئے شیطانوں میں سے کچھ ساتھی مقرر کردیئے جنہوں نے ان کے لئے دنیا کی زیب وزینت ،اور نفس کی خواہشات کی پیروی کرنے کو خوبصورت بنا کر پیش کیا ،تو انہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دے دی اور شیطانوں نے انہیں یہ وسوسہ ڈالا کہ نہ مرنے کے بعد اٹھنا ہے، نہ حساب، نہ عذاب ،بس چین ہی چین ہے ،تو اس کی وجہ سے کفار آخرت کو جھٹلانے لگے۔ ان کافروں پر بھی اس عذاب کی بات پوری ہوگئی ہے جو ان سے پہلے گزرے ہوئے کافر جنوں اور انسانوں کے گروہوں پر ثابت ہوچکی ہے۔ بیشک وہ نقصان اٹھانے والے تھے ،اسی وجہ سے عذاب کے مستحق ہوئے۔ (2)

1 ......مدارك، فصلت، تحت الآية: ٢٤، ص١٠٧٣، روح البيان، حم السجدة، تحت الآية: ٢٤، ٨/٢٥٠، ملتقطاً.

2 ......خازن، فصلت، تحت الآية: ٢٥، ٤/٨٤، مدارك، فصلت، تحت الآية: ٢٥، ص١٠٧٣-١٠٧٤، روح البيان، حم السجدة، تحت الآية: ٢٥، ٨/٢٥١، ملتقطاً.

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿٢٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر بولے یہ قرآن نہ سنو اور اس میں بیہودہ غل کرو شاید یونہی تم غالب آؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں فضول شوروغل مچاؤ تاکہ تم غالب آجاؤ۔

﴿وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ: اور کافروں نے کہا: اس قرآن کو نہ سنو۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکینِ قریش کے بارے میں بیان کیا گیا کہ وہ قرآنِ پاک کی تاثیر سے اس قدر خوف زدہ تھے کہ لوگوں کو دل جمعی کے ساتھ قرآن پاک سننے نہیں دیتے تھے بلکہ ان کی عادت یہی تھی کہ جس وقت قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی تو شور مچانا شروع کر دیتے، سیٹیاں بجاتے، اور طرح طرح سے آوازیں بلند کرتے۔ مقصد صرف یہ تھا کہ لوگ قرآن پاک کی تلاوت نہ سن سکیں کیونکہ اگر انہوں نے اس کو دل جمعی سے سن لیا تو ایمان لے آئیں گے۔ اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ پاک کی تاثیر سے کفار بھی خوف زدہ تھے۔ حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مکہ مکرمہ میں تھے۔ جب قرآن پڑھتے تھے تو اپنی آواز بلند کرتے تھے جبکہ مشرکین لوگوں کو آپ سے دور بھگاتے تھے اور کہتے تھے کہ قرآن نہ سنو اور اس کی تلاوت کے وقت فضول شوروغل کرو تاکہ تم غالب آجاؤ۔ [1]

فَلَنُذِیْقَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِیْدًا ۙ وَّ لَنَجْزِیَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِیْهَا

1 ......درمنثور، فصلت، تحت الآیة: ٢٥، ٧/٣٢٠، ٣٢١.

دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو بے شک ضرور ہم کافروں کو سخت عذاب چکھائیں گے اور بے شک ہم اُن کے بُرے سے بُرے کام کا اُنہیں بدلہ دیں گے۔ یہ ہے اللہ کے دشمنوں کا بدلہ آگ اس میں اُنھیں ہمیشہ رہنا ہے سزا اس کی کہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بیشک ضرور ہم کافروں کو سخت عذاب چکھائیں گے اور بیشک ہم انہیں ان کے بُرے اعمال کا بدلہ دیں گے۔ یہ اللہ کے دشمنوں کا بدلہ آگ ہے۔ ان کیلئے اس میں ہمیشہ رہنے کا گھر ہے (یہ) اس بات کی سزا ہے کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

﴿فَلَنُذِیْقَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِیْدًا: تو بیشک ضرور ہم کافروں کو سخت عذاب چکھائیں گے۔﴾ کفارِ مکہ کے طرزِ عمل کو بیان کرنے کے بعد اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں شدید عذاب سے ڈرایا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے ہیں، اس وقت جو کافر فضول شور وغل کرنے کا کہتے اور کرتے ہیں انہیں اور تمام کافروں کو ہم ایسا سخت عذاب چکھائیں گے جس کی سختی کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا اور بیشک ہم انہیں ان کے برے اعمال کا بدلہ دیں گے اور کفر کا بدلہ سخت عذاب ہے۔ یہ عذاب اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا بدلہ ہے اور وہ جہنم کی آگ ہے۔ ان کیلئے جہنم میں ایک گھر ہے جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے اور اس سے کہیں اور منتقل نہ ہو سکیں گے اور یہ سخت عذاب اس بات کی سزا ہے کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے اور ان کی تلاوت ہوتی سن کر فضول شور وغل کیا کرتے تھے۔ (1)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآن کا دشمن، اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے کہ ان کافروں نے قرآن کی آواز روکنی چاہی تو انہیں اللہ تعالیٰ کا دشمن قرار دیا گیا۔

1 ……تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیۃ: ۲۷-۲۸، ۵۵۹/۹، روح البیان، حم السجدۃ، تحت الآیۃ: ۲۷-۲۸، ۲۵۲/۸-۲۵۳، ملتقطاً.

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَیْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِیَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِیْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر بولے اے ہمارے رب ہمیں دکھا وہ دونوں جن اور آدمی جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا کہ ہم انھیں اپنے پاؤں تلے ڈالیں کہ وہ ہر نیچے سے نیچے رہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافر (جہنم میں جا کر) کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں جنوں اور انسانوں کے وہ دونوں (گروہ) دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تا کہ (آج) ہم انہیں اپنے پاؤں کے نیچے (روند) ڈالیں تا کہ وہ (جہنم میں) سب سے نیچے والوں میں سے ہو جائیں۔

﴿وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور کافر کہیں گے۔﴾ یعنی جب کافروں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو وہ اس میں یوں عرض کریں گے: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ ہمیں شیطان جنوں اور انسانوں کے وہ دونوں گروہ دکھا جنہوں نے دنیا کی زیب و زینت کو خوبصورت بنا کر ہمارے سامنے پیش کیا اور وَسْوَسے ڈال کر ہمیں آخرت کو جھٹلانے کی طرف مائل کیا اور یوں ہمیں گمراہ کر دیا، تا کہ آج آگ کے اندر ہم ان سے انتقام لیتے ہوئے انہیں اپنے پاؤں کے نیچے روند ڈالیں اور وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہم سے زیادہ سخت عذاب والوں میں سے ہو جائیں اور ہمیں گمراہ کرنے کی سزا پائیں۔ (1)

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے اُن پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ

1 ......روح البيان، حم السجدة، تحت الآية: ٢٩، ٢٥٣/٨، خازن، فصلت، تحت الآية: ٢٩، ٨٥/٤، مدارك، فصلت، تحت الآية: ٢٩، ص١٠٧٤، ملتقطاً.

ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک جنہوں نے کہا: ہمارا رب **اللّٰہ** ہے پھر اس پر ثابت قدم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ: **بیشک جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللّٰہ ہے۔**﴾ اس سے پہلی آیات میں کافروں کے لئے وعیدیں بیان ہوئیں اور اب یہاں سے ایمان والوں کے لئے وعدہ کا بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے اللّٰہ تعالیٰ کے رب ہونے اور اس کی وحدانیّت کا اقرار کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا رب صرف اللّٰہ تعالیٰ ہے، پھر وہ اس اقرار اور اس کے تقاضوں پر ثابت قدم رہے، ان پر اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے اترتے ہیں اور انہیں یہ بشارت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم آخرت میں پیش آنے والے حالات سے نہ ڈرو اور اہل وعیال وغیرہ میں سے جو کچھ پیچھے چھوڑ آئے اس کا نہ غم کرو اور اس جنت پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے دنیا میں اللّٰہ تعالیٰ کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مُقدّس زبان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ (1)

اِستقامت کے معنی

اس آیت میں اِستقامت کا ذکر ہوا، اس مناسبت سے یہاں اِستقامت کے بارے میں دو اَحادیث اور خلفائے راشدین کے اَقوال ملاحظہ ہوں، چنانچہ

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت پڑھی "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا" پھر آپ نے فرمایا: لوگوں نے یہ کہا، یعنی ہمارا رب اللّٰہ ہے، پھر ان میں سے اکثر کافر ہو گئے۔ تو جو شخص اسی قول (کہ ہمارا رب اللّٰہ ہے) پر ڈٹا رہا حتّٰی کہ مر گیا، وہ ان لوگوں میں سے ہے جو اس قول پر ثابت قدم رہے۔ (2)

حضرت سفیان بن عبداللّٰہ ثقفی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

---

1 ......روح البيان، حم السجدة، تحت الآية: ٣٠، ٨/٢٥٤-٢٥٥.

2 ......ترمذی، كتاب التفسير، باب ومن سورة حم السجدة، ٥/١٦٨، الحديث: ٣٢٦١.

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات بتائیے کہ میں آپ کے بعد کسی اور سے (اس بارے میں) سوال نہ کروں۔ ارشاد فرمایا ’’تم کہو: میں اللہ تعالٰی پر ایمان لایا، پھر اس (اقرار) پر ثابت قدم رہو۔[(1)]

حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے دریافت کیا گیا: اِستقامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اِستقامت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اِستقامت یہ ہے کہ بندہ اَمر و نہی (یعنی احکامات پر عمل کرنے اور ممنوعات سے بچنے) پر قائم رہے اور لومڑی کی طرح حیلہ سازیاں کر کے راہِ فرار اختیار نہ کرے۔

حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اِستقامت یہ ہے کہ بندہ عمل میں اخلاص پیدا کرے۔

حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: اِستقامت یہ ہے کہ بندہ فرائض (کو پابندی کے ساتھ) ادا کرے۔[(2)]

ان اَحادیث اور اَقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالٰی کی وحدانیّت کے اقرار اور اخلاص کے ساتھ نیک اعمال کرنے پر ثابت قدم رہے۔

مؤمن کو دی جانے والی بشارت کا مقام

اس آیت میں فرشتوں کی طرف سے مومن کو بشارت دیئے جانے کا بھی ذکر ہوا، اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ موت کے وقت فرشتے اترتے ہیں اور مومن کو آخرت میں پیش آنے والے اَحوال یا ایمان سَلب ہونے کا خوف اور اہل وعیال کے چھوٹنے کا یا گناہوں کا غم نہ کرنے کا کہتے اور اسے جنت کی بشارت دیتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ جب مومن قبروں سے اٹھیں گے تو فرشتے انہیں یہ بشارت دیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مومن کو تین بار بشارت دی جاتی ہے ایک موت کے وقت، دوسری قبر میں اور تیسری قبروں سے اٹھنے کے وقت۔[(3)]

ایک قول یہ ہے کہ ایمان والوں پر فرشتے اترتے ہیں اور انہیں دینی اور دُنْیَوی جو مشکلات پیش آتی ہیں، ان میں اُن کی اس چیز کے ساتھ امداد کرتے ہیں جو ان کے سینوں کو کشادہ کر دے اور اِلہام کے ذریعے ان کے خوف اور غم

1 ……مسلم، کتاب الایمان، باب جامع اوصاف الاسلام، ص٤٠، الحدیث: ٦٢(٣٨).
2 ……خازن، فصلت، تحت الآیۃ: ٣٠، ٨٥/٤.
3 ……مدارك، فصلت، تحت الآیۃ: ٣٠، ص١٠٧٥، خازن، فصلت، تحت الآیۃ: ٣٠، ٨٥/٤، ملتقطاً.

کو اسی طرح دور کر دیتے ہیں۔ (1)

نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْۤ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ﴿۳۲﴾

ع ٤ / ١٨

ترجمۂ کنزالایمان: ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے لیے ہے اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لیے اس میں جو مانگو۔ مہمانی بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں اور تمہارے لیے جنت میں ہر وہ چیز ہے جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو۔ بخشنے والے، مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔

﴿نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ: ہم تمہارے دوست ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتے ایمان والوں کو جنت کی بشارت دینے کے ساتھ یہ کہیں گے کہ ہم تمہارے دوست ہیں، دنیا کی زندگی میں ہم تمہاری حفاظت کرتے تھے اور آخرت میں بھی تمہارے ساتھ رہیں گے اور جب تک تم جنت میں داخل نہ ہو جاؤ تب تک تم سے جدا نہ ہوں گے اور تمہارے لیے جنت میں ہر وہ کرامت، نعمت اور لذّت ہے جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو۔ یہ اس رب تعالیٰ کی طرف سے تمہاری مہمانی ہے جو بڑے بڑے گناہوں کو بخشنے والا، گناہوں کو اپنی رحمت سے نیکیوں میں تبدیل فرما دینے والا اور اطاعت گزار مومنوں پر خاص رحم فرمانے والا ہے۔ (2)

جنتی نعمتوں کے بارے میں ایک حدیثِ پاک

یہاں جنت کی نعمتوں کے بارے میں ایک حدیثِ پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جنتی اپنی مجلس میں ہوں گے کہ ان کے لیے جنت

---

1 ......روح المعانی، فصلت، تحت الآیۃ: ۳۰، ۱۲/۵۱۰۔

2 ......جلالین، فصلت، تحت الآیۃ: ۳۱-۳۲، ص۳۹۹، خازن، فصلت، تحت الآیۃ: ۳۱-۳۲، ۴/۸۵-۸۶، روح البیان، حم السجدۃ، تحت الآیۃ: ۳۱-۳۲، ۸/۲۵۶-۲۵۷، ملتقطاً۔

کے دروازے پر ایک نور ظاہر ہوگا۔وہ اپنا سر اٹھائیں گے تو کیا دیکھیں گے کہ ان کا رب عَزَّوَجَلَّ جلوہ فرما ہے۔اللہ تعالٰی ارشاد فرمائے گا ’’اے جنّتیو! مجھ سے مانگو۔ وہ عرض کریں گے: ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ہم سے راضی ہو جا۔اللہ تعالٰی ارشاد فرمائے گا ’’میری رضا نے ہی تو تمہیں میرے اس گھر میں اتارا ہے اور تمہیں یہ عزت دی ہے، تو تم مجھ سے (کچھ اور) مانگو۔جنتی عرض کریں گے: ہم تجھ سے مزید نعمتوں کا سوال کرتے ہیں۔تو انہیں سرخ یاقوت کے گھوڑے عطا کیے جائیں گے جن کی لگامیں سبز زَبَرْجَد اور سرخ یاقوت کی ہوں گی، وہ جنتی ان پر سوار ہوں گے اور وہ گھوڑے اپنے قدم حدِ نگاہ پر رکھیں گے۔اللہ تعالٰی درختوں کو حکم دے گا تو ان پر پھل آجائیں گے اور جنتیوں کے پاس حورِعین آئیں گی، جو کہیں گی: ہم نرم و نازک ہیں اور ہم سخت نہیں ہیں، ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں ہم پر موت نہیں آتی اور معزز لوگوں کی بیویاں ہیں۔اللہ تعالٰی کستوری کے ٹیلے کو حکم دے گا جو سفید اور مہکتا ہوگا، تو وہ ان پر خوشبو بکھیر دے گا جسے مثیرہ کہتے ہیں یہاں تک کہ فرشتے انہیں جنتِ عدن میں لے جائیں گے جو جنت کا وسط ہے۔فرشتے کہیں گے: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، لوگ حاضر ہوگئے ہیں، تو کہا جائے گا: صادقین کو خوش آمدید! اطاعت گزاروں کو خوش آمدید! تو ان کے لیے حجاب اٹھا دیا جائے گا، وہ اللہ تعالٰی کا دیدار کریں گے اور رحمٰن کے نور سے لطف اٹھائیں گے یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھیں گے، پھر اللہ تعالٰی ارشاد فرمائے گا ’’تم اپنے محلات کی طرف تحائف کے ساتھ واپس لوٹ جاؤ۔وہ اس حال میں واپس لوٹیں گے کہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے۔رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالٰی کے فرمان ’’نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ‘‘ کا یہی مفہوم ہے۔[1]

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں مسلمان ہوں۔

---

1 ......البعث و النشور للبیهقی ، باب قول الله عزّوجل : و للذین احسنوا الحسنی و زیادة ، ص٢٦٢، الحدیث: ٤٤٨، حلیة الاولیاء، ذکر طوائف من النساك والعباد، الفضل بن عیسی الرقاشی، ٦/٢٢٦.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے کہ بیشک میں مسلمان ہوں۔

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ: اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کے جو اَقوال ذکر فرمائے گئے، ان سے معلوم ہوتا تھا کہ کفار سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعوتِ حق سے بہت زیادہ منہ موڑتے ہیں، جیسے کافروں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا: ہمارے دل اس بات سے پردوں میں ہیں جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو۔[1] اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ہم آپ کی بات کو قبول نہیں کرتے اور نہ ہی آپ کی دی ہوئی دلیل کی طرف متوجہ ہوں گے۔ یونہی کافروں نے اپنی جہالت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ "اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں فضول شوروغل کرو۔[2] اور اب گویا کہ یہاں سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی جارہی ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کافروں نے اگرچہ آپ سے بہت دل آزاری والی باتیں کی ہیں لیکن آپ ان کی باتوں اور جاہلانہ حرکتوں کی پرواہ نہ فرمائیں اور مسلسل تبلیغ فرماتے رہیں کیونکہ دینِ حق کی دعوت دینا سب سے بڑی عبادت اور سب سے اہم اطاعت ہے اور اس سے زیادہ کسی کی بات اچھی نہیں جو اللہ تعالٰی کی توحید اور عبادت کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔[3]

یہاں دعوت دینے والے سے کون مراد ہے، اس کے بارے میں مفسرین کا ایک قول تو یہی ہے کہ اس سے مراد حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے وہ مومن مراد ہے جس نے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی دعوت کو قبول کیا اور دوسروں کو نیکی کی دعوت دی، اور حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ آیت مُؤَذِّنوں کے حق میں نازل ہوئی، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جو کوئی کسی طریقے پر بھی اللہ تعالٰی کی طرف دعوت دے، وہ اس آیت میں داخل ہے۔[4]

1 ……حم السجده: ٥.
2 ……حم السجده: ٢٦.
3 ……تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآية: ٣٣، ٩/٥٦٢، ملتقطاً.
4 ……خازن، فصلت، تحت الآية: ٣٣، ٤/٨٦.

اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کے مَراتب

یادرہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کے کئی مرتبے ہیں،

پہلامرتبہ: انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا دعوت دینا، کیونکہ یہ معجزات، حجتوں، دلیلوں اور تلوار سبھی طریقوں کے ساتھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ یہ مرتبہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی کے ساتھ خاص ہے۔

دوسرامرتبہ: علماءِ کرام کا دعوت دینا۔ یہ فقط حجتوں اور دلائل کے ساتھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں، اور علماء تین طرح کے ہوتے ہیں (1) اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت رکھنے والے، (2) اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت رکھنے والے، (3) اللہ تعالیٰ کے احکام کو جاننے والے۔

تیسرامرتبہ: مجاہدین کا دعوت دینا۔ یہ کفار کو تلوار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور ان سے جہاد کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ دین میں داخل ہوجائیں اور طاعت قبول کرلیں۔

چوتھامرتبہ: اذان دینے والوں کا ہے، کیونکہ یہ اذان دے کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت یعنی نماز کے لئے بلاتے ہیں۔[1]

مُبَلِّغ کے لئے باعمل ہونا ضروری ہے

اس آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ ’’اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے‘‘ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے دیئے ہوئے احکامات پر عمل کرنے کی دعوت دے رہا ہے وہ خود بھی اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار اور اس کے احکامات پر عمل کرنے والا ہو۔ یادرہے کہ بے عمل مُبَلِّغ اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی کا مُستحق ہوسکتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝٢ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بڑی سخت ناپسندیدہ بات ہے کہ تم وہ کہو جو نہ کرو۔

---

1 ......روح البيان، حم السجدة، تحت الآية: ٣٣، ٢٥٨/٨، تفسير كبير، فصلت، تحت الآية: ٣٣، ٥٦٣/٩، ملتقطاً.

2 ......الصف: ٢، ٣.

اور ارشاد فرماتا ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ(1)

ترجمۂ کنزالعرفان: کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

یونہی بے عمل مُبَلِّغ قیامت کے دن جہنم کے عذاب میں بھی مبتلا ہوسکتا ہے، جیسا کہ حضرت ولید بن عقبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جنت والوں میں سے کچھ لوگ جہنم والوں میں سے کچھ لوگوں کی طرف جائیں گے تو ان سے کہیں گے: اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم تو اسی وجہ سے جنت میں داخل ہو گئے جو تم ہمیں سکھاتے تھے لیکن تم کس وجہ سے جہنم میں داخل ہوئے؟ وہ کہیں گے: ہم جو (تمہیں) کہتے تھے وہ خود نہیں کرتے تھے۔(2)

حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر دوزخ میں جھونک دیا جائے گا، اس کی انتڑیاں اس کے پیٹ سے نکل کر بکھر جائیں گی اور وہ ان کے ساتھ اس طرح چکر کاٹ رہا ہوگا جس طرح گدھا چکی کے گرد چکر کاٹتا ہے۔ جہنمی اس کے گرد اکٹھے ہو جائیں گے اور کہیں گے: اے فلاں شخص! کیا بات ہے؟ کیا تم ہمیں نیکی کا حکم نہیں دیتے اور برائی سے نہیں روکتے تھے؟ وہ کہے گا: (کیوں نہیں!) میں تمہیں تو نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نیک عمل نہیں کرتا تھا اور میں تمہیں تو برے کاموں سے روکتا تھا لیکن خود برے کام کرتا تھا (اسی وجہ سے مجھے جہنم میں ڈال دیا گیا ہے)۔(3)

اور حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں معراج کی رات ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹ آگ سے بنی ہوئی قینچیوں کے ساتھ کاٹے جارہے تھے، میں نے کہا: اے جبریل! عَلَیْہِ السَّلَام، یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یہ آپ کی امت میں سے وہ لوگ ہیں جو خطیب (یعنی عالم، واعظ اور شاعر) تھے، یہ لوگوں کو تو نیک کام کرنے کا حکم دیتے لیکن اپنے آپ کو بھول جاتے

1 ......بقرہ: ٤٤.

2 ......معجم الکبیر، من اسمہ ولید، ولید بن عقبۃ بن ابی معیط... الخ، ٢٢/١٥٠، الحدیث: ٤٠٥.

3 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ النار وانّها مخلوقۃ، ٢/٣٩٦، الحدیث: ٣٢٦٧.

تھے حالانکہ یہ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے تھے، تو کیا انہیں عقل نہیں تھی۔ [1]

لہٰذا ہر مُبَلِّغ کو چاہئے کہ لوگوں کو نیک کاموں کا حکم دینے اور برے کاموں سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ خود بھی نیک کام کرے اور برے کاموں سے باز رہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رہے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو نیک اور باعمل مُبَلِّغ بننے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

کلام میں تاثیر پیدا ہونے کا ذریعہ

یاد رہے کہ کسی بھی مُبَلِّغ کے کلام میں تاثیر پیدا ہونے کا بنیادی ذریعہ اس کا باعمل ہونا ہے کیونکہ جو مُبَلِّغ خود باعمل ہے تو اس کے حال سے یہ ظاہر ہو رہا ہوتا ہے کہ اس کا کلام اس کی اپنی ذات پر اثر انداز ہو رہا ہے اور جو مُبَلِّغ خود بے عمل ہے تو اس کے حال سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ اس کا کلام اس کی اپنی ذات پر اثر نہیں کر رہا اور جب اس کے کلام کا یہ حال ہے تو وہ دوسروں پر کیسے اثر انداز ہوگا، اسی چیز کو بیان کرتے ہوئے علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جو شخص اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم کو پورا کرے اور اس کی منع کردہ چیزوں سے اِجتناب کرے اور نیک اعمال کے ساتھ مُتَّصِف ہو کر (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے تو اس کی بات مانی جائے گی اور اس کا کلام دلوں میں اثر بھی کرے گا اور جس کا حال اس کے برخلاف ہو تو نہ اس کی بات مانی جائے گی اور نہ ہی اس کا کلام دلوں میں اثر کرے گا کیونکہ جس کا کلام اس کی اپنی ذات پر اثر انداز نہیں ہو رہا تو اس کے علاوہ کسی اور پر بدرجہ اَولیٰ اثر نہیں کرے گا۔ [2]

لہٰذا اس اعتبار سے بھی ہر مُبَلِّغ کے لئے باعمل ہونا ضروری ہے تا کہ اس کے کلام میں اللہ تعالیٰ تاثیر پیدا فرما دے اور لوگ اس کی نصیحت و ہدایت سن کر راہِ راست پر آنا شروع ہو جائیں۔

مسلمان ہونے کا فقط زبان سے اقرار نہ ہو بلکہ دل میں اس کا اعتقاد بھی ہو

اس آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ ''اور کہے کہ بیشک میں مسلمان ہوں'' اس سے متعلق یاد رہے کہ یہ کہنا فقط زبان سے نہ ہو بلکہ دل سے دینِ اسلام کا اعتقاد رکھتے ہوئے کہے کہ بے شک میں مسلمان ہوں، کیونکہ سچا کہنا یہی ہے [3]۔ [4]

1 ......شرح السنہ، کتاب الرقاق، باب وعید من یأمر بالمعروف ولا یأتیہ، ٣٦٢/٧، الحدیث: ٤٠٥٤.

2 ......تفسیر صاوی، فصلت، تحت الآیۃ: ٣٣، ١٨٥١/٥.

3 ......خزائن العرفان، حم السجدۃ، تحت الآیۃ: ٣٣، ص٨٨٤، ملخصاً۔

4 ......نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی کتاب ''نیکی کی دعوت'' کا مطالعہ فرمائیں۔

وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُؕ-اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ(۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نیکی اور بدی برابر نہ ہو جائیں گی اے سننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی۔ برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کر دو تو تمہارے اور جس شخص کے درمیان دشمنی ہوگی تو اس وقت وہ ایسا ہو جائے گا کہ جیسے وہ گہرا دوست ہے۔

﴿وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُ: اور اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ نیکی اور گناہ برابر نہیں بلکہ نیکی خیر ہے اور گناہ شر (اور خیر و شر برابر نہیں ہو سکتے۔) دوسرا معنی یہ ہے کہ نیکیوں کے مَراتب برابر نہیں بلکہ بعض نیکیاں دوسری نیکیوں سے اعلیٰ ہیں، اسی طرح گناہوں کے مَراتب برابر نہیں بلکہ بعض گناہ دوسرے گناہوں سے بڑے ہیں تو لوگوں میں بڑے مرتبے والا وہ ہے جو بڑی بڑی نیکیاں کرتا ہے اور بدتر مرتبے والا وہ ہے جو بڑے بڑے گناہ کرتا ہے۔[1]

آیت "وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُ" سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......نیکی ہر حال میں ہی نیکی ہے خواہ وہ معاشرے کے رسم و رواج کے مطابق ہو یا نہ ہو اور برائی، برائی ہی ہے چاہے وہ رسم و رواج کے مطابق ہو۔

(2)......صحیح عقیدے والا اور برے عقیدے والا دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ: برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کر دو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ تم برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کر دو مثلاً

1......جلالین مع صاوی، فصلت، تحت الآیة: ٣٤، ٥/١٨٥٢.

غصے کو صبر سے، لوگوں کی جہالت کو حلم سے اور بدسلوکی کو عَفْو و درگزر سے کہ اگر تیرے ساتھ کوئی برائی کرے تو اسے معاف کردے، تو اس خصلت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دشمن دوستوں کی طرح تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔ **شانِ نزول:** کہا گیا ہے کہ یہ آیت ابوسفیان کے بارے میں نازل ہوئی کہ ان کی شدید عداوت کے باوجود نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے ساتھ نیک سلوک کیا اور ان کی صاحبزادی کو اپنی زَوجیَّت کا شرف عطا فرمایا، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابوسفیان تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سچے محبت کرنے والے اور آپ کے جاں نثار صحابی بن گئے۔ [1]

سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبارک اَخلاق

حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبارک اَخلاق میں برائی کو بھلائی سے ٹال دینے کی انتہائی عالی شان مثالیں موجود ہیں، ان میں سے یہاں دو واقعات ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت **عبداللّٰہ** بن عبید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب (غزوۂ اُحد میں) رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے والے مبارک دانت شہید ہوئے اور آپ کا چہرۂ انور لہولہان ہوگیا تو عرض کی گئی: یارسول **اللّٰہ**! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں کے خلاف دعا فرمائیں۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (کمال صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا ''بے شک **اللّٰہ** تعالیٰ نے مجھے طعنے دینے والا اور لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مجھے دعوت دینے والا اور رحمت فرمانے والا بنا کر بھیجا ہے، (پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعا فرمائی) اے **اللّٰہ**! عَزَّوَجَلَّ، میری قوم کو (دینِ اسلام کی) ہدایت دے کیونکہ وہ مجھے جانتے نہیں۔ [2]

حضرت علامہ قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس حدیثِ پاک پر غور کرو کہ اس میں کس قدر فضیلت، درجات، احسان، حُسنِ خُلق، بے انتہا صبر اور حلم جیسے اَوصاف جمع ہیں کیونکہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صرف ان سے خاموشی اختیار کرنے پر ہی اِکتفا نہیں فرمایا بلکہ ان (زخم دینے والوں) کو معاف بھی فرما دیا، پھر شفقت ومحبت فرماتے ہوئے ان کے لئے یہ دعا بھی فرمائی کہ اے **اللّٰہ**! عَزَّوَجَلَّ، ان کو ہدایت دے، پھر اس شفقت ورحمت کا

1......جلالين، فصلت، تحت الآية: ٣٤، ص٣٩٩، خازن، فصلت، تحت الآية: ٣٤، ٤/٨٦، ملتقطاً.

2......شعب الايمان،الرابع عشر من شعب الايمان...الخ،فصل فى حدب النبى صلى الله عليه وسلم على امّته...الخ، ٢/١٦٤، الحديث: ١٤٤٧.

سبب بھی بیان فرمادیا کہ یہ میری قوم ہے، پھر ان کی طرف سے عذر بیان فرمادیا کہ یہ ناسمجھ لوگ ہیں۔[1]

بد کریں ہر دم برائی تم کہو ان کا بھلا ہو

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں ایک مرتبہ حضورِ اَنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہمراہ چل رہا تھا اور آپ کے اوپر ایک نجرانی چادر تھی جس کے کنارے موٹے تھے، اتنے میں ایک اَعرابی ملا اور اس نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی چادر کو پکڑ کر بڑے زور سے کھینچا یہاں تک کہ میں نے حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کندھے پر زور سے چادر کھینچے جانے کی وجہ سے رگڑ کا نشان دیکھا۔ اس اَعرابی نے کہا: اے محمد! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) اللّٰہ تعالیٰ نے جو مال آپ کو دیا ہے وہ میرے ان اونٹوں پر لادو کیونکہ آپ نہ مجھے اپنے مال سے دیتے ہیں اور نہ ہی اپنے والد کے مال سے دیتے ہیں۔ سیّد العالمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خاموش رہے اور صرف اتنا فرمایا کہ مال تو اللّٰہ تعالیٰ کا ہی ہے اور میں تو اس کا بندہ ہوں، پھر ارشاد فرمایا کہ اے اَعرابی! کیا تم سے اس کا بدلہ لیا جائے جو تم نے میرے ساتھ سلوک کیا؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ ارشاد فرمایا ''کیوں نہیں؟ اَعرابی نے عرض کی: کیونکہ آپ کی یہ عادتِ کریمہ ہی نہیں کہ آپ برائی کا بدلہ برائی سے لیں۔ اس کی یہ بات سن کر سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسکرا دیئے اور ارشاد فرمایا: ''اس کے ایک اونٹ کو جَو سے اور دوسرے کو کھجور سے بھر دو۔[2]

دینِ اسلام کی شاہکار تعلیم

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دینِ اسلام میں مسلمانوں کو اَخلاقیات کی انتہائی اعلیٰ، جامع اور شاہکار تعلیم دی گئی ہے کہ برائی کو بھلائی سے ٹال دو جیسے کسی کی طرف سے تکلیف پہنچے تو اس پر صبر کرو، کوئی جہالت اور بیوقوفی کا برتاؤ کرے تو اس پر حِلم و بُردباری کا مظاہرہ کرو اور اپنے ساتھ بدسلوکی ہونے پر عَفْو و درگُزر سے کام لو، اسی سے متعلق یہاں دو اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ملاقات کی اور عرض کی کہ مجھے افضل اعمال کے بارے میں بتائیے۔ ارشاد فرمایا ''جو تجھے محروم کرے تم اسے عطا کرو، جو

1 ......الشفا، القسم الاول، الباب الثانی، فصل وامّا الحلم، ص١٠٦، الجزء الاول.

2 ......بخاری، کتاب الادب، باب التبسم و الضحک، ١٢٤/٤، الحدیث: ٦٠٨٨، الشفا، القسم الاول، الباب الثانی، فصل وامّا الحلم، ص١٠٨، الجزء الاول.

تم سے رشتہ داری توڑے تم اس کے ساتھ رشتہ داری جوڑو اور جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کردو۔[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’صدقہ مال میں کوئی کمی نہیں کرتا اور معاف کرنے سے اللّٰہ تعالیٰ بندے کی عزت ہی بڑھائے گا اور جو اللّٰہ تعالیٰ کے لئے عاجزی کرے تو اللّٰہ تعالیٰ اسے بلندی عطا فرمائے گا۔[2]

یعنی صدقے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ اللّٰہ تعالیٰ اس میں برکت وغیرہ کے ذریعے اضافہ کرتا ہے اور بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود کسی کا قصور معاف کرنے سے اللّٰہ تعالیٰ بندے کی عزت بڑھا دیتا ہے اور جو اللّٰہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے اللّٰہ تعالیٰ اسے دنیا اور آخرت میں بلندی عطا فرماتا ہے۔

وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ دولت صبر کرنے والوں کو ہی ملتی ہے اور یہ دولت بڑے نصیب والے کو ہی ملتی ہے۔

﴿وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا: اور یہ دولت صبر کرنے والوں کو ہی ملتی ہے۔﴾ یعنی برائیوں کو بھلائیوں سے ٹال دینے جیسی عظیم خصلت کی دولت ان لوگوں کو ہی ملتی ہے جو تکلیفوں اور مصیبتوں وغیرہ پر صبر کرتے ہیں اور یہ دولت اسے ہی ملتی ہے جو بڑے نصیب والا ہے۔[3]

اچھے اَخلاق والا ہونا بہت بڑی نعمت ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اچھے اَخلاق والا ہونا اللّٰہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس لئے ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اچھے اخلاق اپنانے کی کوشش کرے، ترغیب کے لئے یہاں اچھے اخلاق کے 4 فضائل ملاحظہ ہوں،

1......معجم الکبیر، ما اسند عقبۃ بن عامر... الخ، ابو امامۃ الباھلی عن عقبۃ بن عامر، ۲۷۰/۱۷، الحدیث: ۷۴۰.

2......مسلم، کتاب البرّ والصلۃ والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، ص۱۳۹۷، الحدیث: ۶۹(۲۵۸۸).

3......خازن، فصلت، تحت الآیۃ: ۳۵، ۸۶/۴، تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیۃ: ۳۵، ۵۶۵/۹، ملتقطاً.

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مومنوں میں زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جو اَخلاق کے اعتبار سے ان میں سب سے اچھا ہے۔ [1]

(2)......حضرت اسامہ بن شریک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ منیٰ کی مسجد میں تھے تو ان کے پاس کچھ دیہاتی لوگ آئے اور انہوں نے عرض کی: انسان کو عطا کی جانے والی بہترین چیز کون سی ہے؟ ارشاد فرمایا ’’اچھا خُلق۔ [2]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اچھا خلق خطا کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے سورج جمے ہوئے پانی کو پگھلا (کر اس کا جمنا ختم کر) دیتا ہے۔ [3]

(4)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللّٰہ تعالیٰ نے جس شخص کی صورت اور اَخلاق کو اچھا بنایا اور اسے اسلام (قبول کرنے) کی توفیق دی اسے وہ جنت میں داخل فرمادے گا۔ [4]

اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں کو اچھے اَخلاق والا اور باعمل بننے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِؕ-اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ(۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تجھے شیطان کا کوئی کونچا پہنچے تو اللّٰہ کی پناہ مانگ بے شک وہی سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تجھے شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللّٰہ کی پناہ مانگ۔ بیشک وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔

---

1 ......ابو داؤد، کتاب السنّة، باب الدليل على زيادة الايمان ونقصانه، ٤/٢٩٠، الحديث: ٤٦٨٢.

2 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ١/١١٧، الحديث: ٣٦٧.

3 ......شعب الايمان، السابع والخمسون من شعب الايمان... الخ، ٦/٢٤٧، الحديث: ٨٠٣٦.

4 ......جامع الاحاديث، قسم الاقوال، حرف الميم، الميم مع النون، ٧/١٩٤، الحديث: ٢١٨٣٦.

﴿وَ اِمَّا یَنۡزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ: اور اگر تجھے شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے۔﴾ یعنی اے انسان! اگر شیطان تجھے برائیوں پر ابھارے اور اس نیک خصلت سے اور اس کے علاوہ اور نیکیوں سے مُنْحَرِف کرنے کی کوشش کرے تو اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ اور اپنی نیکیوں پر قائم رہ اور شیطان کی راہ اختیار نہ کر، اللہ تعالیٰ تیری مدد فرمائے گا، بیشک وہی تمہارے پناہ طلب کرنے کو سننے والا اور تمہارے احوال کو جاننے والا ہے۔[1]

غصہ ختم کرنے کا ایک طریقہ

یاد رہے کہ غصہ آنے کا ایک سبب شیطان کا وسوسہ ڈالنا ہے اور جب کسی انسان کو غصہ آئے تو اسے چاہئے کہ ’’اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمُ ‘‘ پڑھ لے، اس سے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ غصہ ختم ہو جائے گا، جیسا کہ حضرت سلیمان بن صرد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب دو شخصوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا تو ان میں سے ایک کو شدید غصہ آ گیا، اس پر حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بے شک میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں، اگر وہ اسے پڑھ لیتا تو ضرور اس کا غصہ چلا جاتا (وہ کلمہ یہ ہے) ’’اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمُ ‘‘ اس شخص نے عرض کی: کیا آپ مجھے مجنون گمان کرتے ہیں؟ اس پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ اِمَّا یَنۡزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اگر تجھے شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ مانگ۔ بیشک وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔[2]

غصے پر قابو پانے کے دو فضائل

موضوع کی مناسبت سے یہاں غصے پر قابو پانے کے دو فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

---

1 ......جلالین، فصلت، تحت الآیة: ٣٦، ص٣٩٩، خازن، فصلت، تحت الآیة: ٣٦، ٨٦/٤، مدارك، فصلت، تحت الآیة: ٣٦، ص١٠٧٥-١٠٧٦، ملتقطاً.

2 ......مستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة حم السجدة، عمل دفع الغضب عن الغضبان، ٢٣٠/٣، الحديث: ٣٧٠١.

’’وہ شخص زورآور نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دے، زور آور وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔‘‘[1]

(2)......حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو شخص اپنے غصہ کے تقاضے کو پورا کرنے پر قادر ہو، اس کے باوجود وہ اپنے غصے کو ضبط کر لے تو قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ اس کو تمام مخلوق کے سامنے بلا کر فرمائے گا: تم حورِ عین میں سے جس حور کو چاہو لے لو۔‘‘[2]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں غصے سے بچائے اور غصہ آنے کی صورت میں اس پر قابو پانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

غصہ کرنے کے دینی اور دُنْیَوی نقصانات

یہاں حدیثِ پاک کی مناسبت سے غصہ کرنے کے دینی اور دُنْیَوی 6 نقصانات ملاحظہ ہوں،

(1)......غصہ کرنے والا صبر، عاجزی اور اِنکساری جیسے عظیم اوصاف سے محروم ہو جاتا ہے۔

(2)......عمومی طور پر غصہ اسی شخص کو آتا ہے جس میں تکبر، فخر اور غرور کا مادہ پایا جاتا ہے۔

(3)......غصے کی حالت میں انسان اللّٰہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت نہیں کر پاتا اور انہیں توڑ کر اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(4)......غصہ کرنے سے بندے کا بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے اور اگر بلڈ پریشر کا مریض غصہ کرے تو اسے فالج بھی ہو سکتا ہے اور اس کے دماغ کی رگ بھی پھٹ سکتی ہے اور یہ دونوں جان لیوا اَمراض میں سے ہیں۔

(5)......غصہ کرنے سے لڑائی جھگڑا ہوتا ہے اور بسا اوقات اس میں اتنا اضافہ ہو جاتا ہے جس سے رشتے داریاں ختم ہو جاتی ہیں اور بندہ مخلص دوستوں سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

(6)......غصے کی حالت میں بعض اوقات انسان ایسے کام کر جاتا ہے جو اس کے لئے مستقل پریشانی اور ڈپریشن کا سبب بن جاتے ہیں، جیسے غصے کی حالت میں بیوی کو طلاق دے دینا یا کسی کو قتل کر دینا وغیرہ۔

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں غصہ کرنے سے بچنے اور غصہ آ جانے کی صورت میں اسے دور کرنے کے اِقدامات کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ٤/١٣٠، الحدیث: ٦١١٤.

2 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب من کظم غیظاً، ٤/٣٢٥، الحدیث: ٤٧٧٧.

وَ مِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَ النَّهَارُ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ وَ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ(۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں رات اور دن اور سورج اور چاند سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور اللّٰہ کو سجدہ کرو جس نے اُنھیں پیدا کیا اگر تم اس کے بندے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رات اور دن اور سورج اور چاند سب اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور اس اللّٰہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

﴾وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ: اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔﴿ اس سے پہلے آیت نمبر 33 میں بیان ہوا کہ سب سے اچھی بات اللّٰہ تعالیٰ کی طرف بلانا ہے اور اب اس آیت سے اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت ،قدرت اور حکمت پر دلالت کرنے والی چیزوں کو بیان کیا جارہا ہے تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ اللّٰہ تعالیٰ کی طرف بلانا اس کی ذات وصفات پر دلالت کرنے والی چیزوں کو بیان کرنے کے ذریعے بھی ہوتا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ رات، دن، سورج اور چاند سب اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت، حکمت، اس کی رَبُوبیّت اور وحدانیّت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں، تو تم نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ ہی چاند کو کیونکہ یہ دونوں مخلوق ہیں اور اپنے خالق کے حکم سے مُسَخَّر ہیں اور جو اس طرح مُسَخَّر ہو وہ عبادت کا مستحق نہیں ہوسکتا اور تم اس اللّٰہ تعالیٰ کو سجدہ کرو جس نے رات، دن سورج اور چاند کو پیدا کیا ہے اور وہی سجدہ اور عبادت کا مستحق ہے، اگر تم اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو تو اس کے علاوہ کسی اور کو سجدہ نہ کرو۔ (1)

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ هُمْ

(1)......تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیة: ۳۷، ۹/۵۶۵-۵۶۶، خازن، فصلت، تحت الآیة: ۳۷، ۴/۸۶، روح البیان، حم السجدة، تحت الآیة: ۳۷، ۸/۲۶۵، ملتقطاً.

لَا یَسْــٴَـمُوْنَ۩ (٣٨)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اگر یہ تکبر کریں تو وہ جو تمہارے رب کے پاس ہیں رات دن اس کی پاکی بولتے ہیں اور اُکتاتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اگر یہ تکبر کریں تو وہ جو تمہارے رب کے پاس ہیں رات اور دن اس کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور وہ اکتاتے نہیں۔

﴿ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا: تو اگر یہ تکبر کریں۔﴾ یعنی اگر کفار اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے عظیم دلائل دیکھ لینے کے باوجود بھی غرور وتکبر کریں تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور ان کفار کے سورج اور چاند کی عبادت کرنے سے یہ نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور حمد وثنا کرنے والے ختم ہو جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ فرشتے دن رات اس کی پاکی بیان کرنے میں مصروف ہیں اور وہ پاکی بیان کرنے سے تھکتے بھی نہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کرنا لوگوں کیلئے باعثِ شرف ہے، نہ کہ خدا کو اس کا کوئی فائدہ ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ یہ آیت سجدہ ہے، اسے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْؕ اِنَّ الَّذِیْۤ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰىؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (٣٩)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تو زمین کو دیکھے بے قدر پڑی پھر ہم نے جب اس پر پانی اُتارا تر وتازہ ہوئی اور بڑھ چلی بے شک جس نے اُسے جلایا ضرور مُردے جلائے گا بے شک وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوراس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تو زمین کو بے قدر پڑی ہوئی دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو لہلہانے لگتی ہے اور بڑھ جاتی ہے۔ بیشک جس نے اس کو زندہ کیا وہ ضرور مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ بیشک وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً: اوراس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تو زمین کو بے قدر پڑی ہوئی دیکھتا ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے قادرِ مُطلَق ہونے اور خاص طور پر قیامت کے دن مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہونے کی ایک نشانی اور دلیل بیان کی جارہی ہے کہ تم لوگ زمین کو دیکھتے ہو کہ وہ خشک اور بنجر پڑی ہوتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس پر بارش ہوتی ہے تو وہ تروتازہ ہوکر لہلہانے لگتی ہے، تو جو ذات اس مردہ زمین میں زندگی پیدا کرکے اس سے پھل اور سبزیاں نکالنے پر قادر ہے بے شک وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کردے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ یُّلْقٰى فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْۤ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جو ہماری آیتوں میں ٹیڑھے چلتے ہیں ہم سے چھپے نہیں تو کیا جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ بھلا یا جو قیامت میں امان سے آئے گا جو جی میں آئے کرو بے شک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ جو ہماری آیتوں میں سیدھی راہ سے ہٹتے ہیں ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں تو کیا جسے آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت میں امان سے آئے گا۔ تم جو چاہو کرتے رہو، بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا: بیشک وہ جو ہماری آیتوں میں سیدھی راہ سے ہٹتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیتوں میں

بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلانا بہت بڑا منصب اور بہت اعلیٰ مرتبہ ہے، پھر بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیّت کے دلائل بیان کرکے بھی اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلایا جاتا ہے اور اب یہاں سے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں ٹیڑھی راہ چلنے والوں کو ڈانٹا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جو ہماری آیتوں میں سیدھی راہ سے ہٹتے ہیں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں، ہم انہیں اس کی سزا دیں گے، تو کیا وہ مُلحِد کافر جسے آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ سچے عقیدے والا مومن جو قیامت میں امان سے آئے گا، بے شک یہ مومن ہی بہتر ہے، اور جب تم نے جان لیا کہ آگ میں ڈالا جانے والا اور قیامت کے دن امان پانے والا دونوں آپس میں برابر نہیں تو اب تمہاری مرضی ہے کہ تم چاہے وہ کام کرو جن کی وجہ سے تمہیں جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے یا وہ کام کرو جن کی وجہ سے تمہیں قیامت کے دن امان نصیب ہو اور ان میں سے جس کام کو چاہو دوسرے پر ترجیح دو کیونکہ تمہارے کاموں کا نفع یا نقصان تمہیں ہی ہوگا اور یاد رکھو کہ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق جزا دے گا۔[1]

اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں اِلحاد کی مختلف صورتیں

مفسرین نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں اِلحاد کی مختلف صورتیں بیان فرمائی ہیں، ان میں سے 3 صورتیں درج ذیل ہیں،

(1)......قرآنِ مجید کی آیات کی تاویل بیان کرنے میں صحیح اور سیدھی راہ سے عدول اور اِنحراف کرتے ہوئے انہیں باطل معانی پر محمول کرنا۔

(2)......قرآنِ مجید کی آیات کے بارے میں ایسی باتیں کرنا یا انہیں سن کر ایسا کام کرنا جو ان کی شان کے لائق نہیں جیسے انہیں جادو یا شعر بتانا یا انہیں جھٹلانا یا آیات کو سن کر شور وغل کرنا وغیرہ۔

(3)......قرآنِ مجید میں بیان گئے توحید ورسالت کے دلائل پر اعتراضات کرنا اور ان سے منہ پھیر لینا۔[2]

---

1 ......تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیة: ٤٠، ٩/ ٥٦٨، روح البیان، حم السجدة، تحت الآیة: ٤٠، ٨/ ٢٦٨-٢٦٩، قرطبی، فصلت، تحت الآیة: ٤٠، ٨/ ٢٦٦، الجزء الخامس عشر، ملتقطاً.

2 ......روح المعانی، فصلت، تحت الآیة: ٤٠، ١٢/ ٥١٧.

اس آیت میں ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے جو قرآنِ مجید کی آیات کے اپنی مرضی کے مطابق معنی بیان کرتے ہیں اور قرآنِ پاک کے صحیح اور حقیقی معنی اور مفہوم سے ہٹ کر اپنی مرضی کی تاویلیں کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، امین۔

بناوٹی اور جاہل صوفیاء کے لئے درسِ عبرت

اس آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کے لئے بھی بڑی عبرت ہے جو زہد، تقویٰ اور پرہیز گاری کا اظہار کرتے ہیں، کشف کے اونچے مَراتب پر فائز ہونے اور اِلہام ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، لوگوں میں اپنی روحانیّت اور کرامتوں کا بڑے مُنَظّم طریقے سے چرچا کرتے اور مالدار افراد کو اپنی طرف مائل کرنے کوششیں کرتے ہیں، علماءِ کرام کو حقارت کی نظر سے دیکھتے، ان سے عداوت اور دشمنی رکھتے اور لوگوں کو ان سے مُتَنَفِّر کرتے ہیں، علم اور معرفت کی حقیقی دولت سے خالی ہوتے ہیں اور اپنی رائے سے قرآنِ مجید کی تفسیر بیان کرتے اور اَحادیث کی اپنی طرف سے تشریح کرتے ہیں، نیز قرآنِ مجید کی آیات کے اپنی طرف سے ایسے باطنی معنی بیان کرتے ہیں جن کا باطل ہونا بالکل واضح ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے درج ذیل حدیثِ پاک میں بھی بہت عبرت ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’آخری زمانے میں کچھ ایسے لوگ نکلیں گے جو دین کے ذریعے دنیا کمائیں گے، وہ لوگوں کیلئے بھیڑ کی نرم کھال کا لباس پہنیں گے، ان کی زبانیں چینی سے زیادہ میٹھی ہوں گی اور ان کے دل بھیڑیوں کے دلوں کی طرح ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’کیا وہ (میرے حِلم اور میری طرف سے ملنے والی مہلت سے) دھوکہ کھا رہے ہیں یا وہ (میری مخالفت کر کے) مجھ پر جرأت کر رہے ہیں، مجھے اپنی قسم! میں ان لوگوں پر ان میں سے ہی فتنہ مُسَلّط کر دوں گا جو ان میں سے دانشور و سمجھدار لوگوں کو حیران کر دے گا۔ (1)

حضرت ملا علی قاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: کہ آخری زمانے میں کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو لوگوں کے سامنے دین کے احکام پر عمل کر کے دنیا والوں کو دھوکہ دیں گے اور ان سے دنیا کا مال بٹوریں گے، لوگوں کو دکھانے کے لئے اون کا لباس پہن کر صوفی بنیں گے، ان کے ساتھ نرمی سے گفتگو کریں گے اور ان کے سامنے عاجزی و اِنکساری کا اظہار کریں گے تاکہ لوگ انہیں عابد و زاہد، دنیا سے کنارہ کشی کرنے والا اور

1 ......ترمذی، کتاب الزھد، ٦٠-باب، ١٨١/٤، الحدیث: ٢٤١٢.

آخرت کی طرف رغبت رکھنے والا سمجھیں، لوگ ان کے مرید بنیں اور ان کے حالات دیکھ کر ان کے معتقد بن جائیں۔ ان کی زبانیں تو چینی سے زیادہ میٹھی ہوں گی لیکن ان کے دل دنیا اور منصب کی محبت میں، پرہیزگاروں (اور خدا ترس علماء) سے عداوت اور بغض رکھنے میں، جانوروں جیسی صفات اور شہوات کے غالب ہونے میں بھیڑیوں کی طرح سخت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ کیا یہ جانتے نہیں کہ میں انہیں ڈھیل دے رہا ہوں اور یہ میرے عذاب سے بے خوف ہو کر دھوکا کھا رہے ہیں، کیا یہ میری ناراضی اور میرے عذاب سے ڈرتے نہیں اور کیا یہ لوگوں کے سامنے نیک اعمال کر کے انہیں دھوکہ دے کر میری مخالفت پر جرأت کر رہے ہیں، مجھے اپنی ذات وصفات کی قسم! میں ان لوگوں پر ان میں سے ہی بعض افراد کو بعض پر غلبہ دے کر ایسا فتنہ مُسَلّط کر دوں گا جسے دیکھ کر ان میں سے دانشور و سمجھدار شخص بھی حیران رہ جائے گا اور وہ اسے دور کرنے پر قادر نہ ہو گا اور نہ ہی اس سے خلاصی پا سکے گا اور نہ ہی اس سے کہیں فرار ہو سکے گا۔ [1]

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنا خوف نصیب کرے اور اپنی بگڑی حالت سدھارنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جو ذکر سے منکر ہوئے جب وہ ان کے پاس آیا اُن کی خرابی کا کچھ حال نہ پوچھ اور بے شک وہ عزت والی کتاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جنہوں نے ذکر کا انکار کیا جب وہ ان کے پاس آیا (ان کیلئے خرابی ہے) اور بیشک وہ عزت والی کتاب ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ: بیشک جنہوں نے ذکر کا انکار کیا۔﴾ یعنی جن لوگوں کے پاس قرآنِ کریم آیا اور انہوں نے اس کا انکار کیا اور اس پر اعتراضات کئے تو انہیں ان کے کفر کی سزا دی جائے گی اور عنقریب انہیں جہنم کی آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔ [2]

---

1 ......مرقاة المفاتيح، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، الفصل الثاني، ٩/١٨٢-١٨٣، تحت الحديث: ٥٣٢٣.

2 ......خازن، فصلت، تحت الآية: ٤١، ٤/٨٧، مدارك، فصلت، تحت الآية: ٤١، ص١٠٧٧، روح البيان، حم السجدة، تحت الآية: ٤١، ٨/٢٦٩، ملتقطاً.

﴿وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ: اور بیشک وہ عزت والی کتاب ہے۔﴾ عزیز کے دو معنی ہیں، (1) غالب اور قاہر، (2) جس کی نظیر نہ پائی جاسکتی ہو۔ قرآنِ مجید اپنے دلائل کی قوت سے ہر ایک پر غالب ہے اور بے مثل بھی ہے کیونکہ اوّلین و آخرین اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں اور ساری مخلوق مل کر بھی اس کی ایک سورت جیسی کوئی سورت نہیں بنا سکتی۔ [1]

لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے اُتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: باطل اس کے سامنے اور اس کے پیچھے (کسی طرف) سے بھی اس کے پاس نہیں آسکتا۔ (وہ قرآن) اس کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جو حکمت والا، تعریف کے لائق ہے۔

﴿لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ: باطل اس کے سامنے اور اس کے پیچھے سے بھی اس کے پاس نہیں آسکتا۔﴾ یعنی قرآنِ مجید باطل کی رسائی سے دور ہے اور کسی طرح اور کسی جہت سے بھی باطل اس تک راہ نہیں پا سکتا، یہ فرق، تبدیلی اور کمی و زیادتی سے محفوظ ہے اور شیطان اس میں تَصَرُّف کرنے کی قدرت نہیں رکھتا، جس چیز کے حق ہونے کا قرآنِ مجید حکم فرما دے اسے کوئی باطل نہیں کر سکتا اور جس کے باطل ہونے کا قرآنِ کریم حکم فرما دے اسے کوئی حق قرار نہیں دے سکتا اور قرآنِ عظیم اس رب تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جو حکمت والا اور تعریف کے لائق ہے۔ [2]

مَا یُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّ ذُوْ عِقَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۴۳﴾

---

1 ......تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیة: ٤١، ٩/٥٦٨، خازن، فصلت، تحت الآیة: ٤١، ٤/٨٧، ملتقطاً.

2 ......خازن، فصلت، تحت الآیة: ٤٢، ٤/٨٧، تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیة: ٤٢، ٩/٥٦٨، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تم سے نہ فرمایا جائے مگر وہی جو تم سے اگلے رسولوں کو فرمایا گیا کہ بے شک تمہارا رب بخشش والا اور دردناک عذاب والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب!) آپ کو وہی بات کہی جاتی ہے جو تم سے پہلے رسولوں سے کہی گئی تھی۔ بیشک تمہارا رب بخشش والا اور دردناک عذاب والا ہے۔

﴿مَا یُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ: آپ کو وہی بات کہی جاتی ہے جو تم سے پہلے رسولوں سے کہی گئی تھی۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کافروں کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر صبر فرمائیں اور تسلی رکھیں کیونکہ جس طرح آپ کو کافروں نے جادوگر اور کاہن وغیرہ کہا اسی طرح آپ سے پہلے تشریف لانے والے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی ان کی قوموں کے کفار نے جادوگر وغیرہ کہا تھا اور آپ کی طرح انہیں بھی جھٹلایا گیا تھا، بے شک جو توبہ کرے اور ایمان لائے اسے اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے اور جو جھٹلانے پر ہی قائم رہے تو اسے اللہ تعالیٰ دردناک عذاب دینے والا ہے، اس لئے آپ اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد فرما دیں اور اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کا جو حکم فرمایا ہے آپ اس میں مشغول رہیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی بات کہی جاتی ہے جو آپ سے پہلے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہی گئی تھی کہ اپنی قوم کی جاہلانہ حرکتوں پر صبر فرمائیں۔ بیشک آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے اور ان پر ایمان لانے والوں کے لئے بخشش والا اور اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دشمنوں اور تکذیب کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب والا ہے۔[1]

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِیٌّ

قراءۃ حفص بتسھیل الھمزۃ الثانیۃ ۱۲

1 ......تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیة: ٤٣، ٥٦٩/٩، خازن، فصلت، تحت الآیة: ٤٣، ٨٧/٤، روح البیان، حم السجدة، تحت الآیة: ٤٣، ٢٧١/٨، ملتقطاً.

وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾

ع ۵ ۱۲/۱۹

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم اُسے عجمی زبان کا قرآن کرتے تو ضرور کہتے کہ اس کی آیتیں کیوں نہ کھولی گئیں کیا کتاب عجمی اور نبی عربی تم فرماؤ وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے اور وہ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ٹینٹ ہے اور وہ ان پر اندھا پن ہے گویا وہ دُور جگہ سے پکارے جاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم اسے عربی کے علاوہ کسی اور زبان کا قرآن کردیتے تو کفار ضرور کہتے: اس کی آیتیں کیوں نہ واضح کی گئیں؟ کیا کتاب عجمی ہے اور نبی عربی ہے؟ تم فرماؤ: وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے اور وہ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ ان پر اندھا پن ہے۔ گویا انہیں دور کی جگہ سے پکارا جارہا ہے۔

﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا: اور اگر ہم اسے عربی کے علاوہ کسی اور زبان کا قرآن کردیتے۔﴾ کافروں نے قرآنِ مجید پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یہ قرآن عجمی زبان میں کیوں نہ اترا؟ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا کہ ’’اگر ہم قرآنِ کریم کو عربی کی بجائے عجمی زبان میں نازل کردیتے تو کفار ضرور کہتے: اس کتاب کی آیتیں عربی زبان میں کیوں بیان نہیں کی گئیں تا کہ ہم انہیں سمجھ سکتے اور کتاب نبی کی زبان کے خلاف کیوں اتری؟ حاصل یہ ہے کہ قرآنِ پاک عجمی زبان میں ہوتا تو یہ کافر اعتراض کرتے اور عربی میں آیا ہے تو بھی اعتراض کررہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ اعتراض نہ ماننے کا ایک بہانہ ہے کیونکہ جو شخص حق کا طلبگار ہے اس کی شان کے لائق نہیں کہ وہ ایسے اعتراض کرے۔

مزید ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ارشاد فرمادیں کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے کہ یہ انہیں حق کی راہ بتاتا ہے، گمراہی سے بچاتا ہے، جہالت اور شک وغیرہ قلبی اَمراض سے شفا دیتا ہے اور جسمانی اَمراض کے لئے بھی اس کا پڑھ کر دم کرنا مرض دور کرنے کے لئے مُؤثّر ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے کہ وہ قرآنِ پاک کو اس کے حق کے مطابق سننے کی نعمت سے محروم ہیں اور وہ ان پر اندھا پن

ہے کہ وہ شکوک وشبہات کی ظلمتوں میں گرفتار ہیں اور وہ اپنی قبول نہ کرنے والی رَوِش سے اس حالت کو پہنچ گئے ہیں جیسے کسی کو دور سے پکارا جائے تو وہ پکارنے والے کی بات نہ سنے، نہ سمجھے۔[1]

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِیْهِؕ-وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْؕ-وَ اِنَّهُمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ(۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر ایک بات تمہارے رب کی طرف سے گزر نہ چکی ہوتی تو جبھی اُن کا فیصلہ ہوجاتا اور بے شک وہ ضرور اس کی طرف سے ایک دھوکہ ڈالنے والے شک میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر تمہارے رب کی طرف سے بات پہلے نہ گزر چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کردیا جاتا اور بیشک وہ ضرور قرآن کی طرف سے ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح آپ کی قوم کے لوگ قرآنِ مجید میں اختلاف کررہے ہیں اس طرح پہلے بھی ہوچکا ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کتاب عطا فرمائی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور بعض افراد نے اس کو مانا اور بعض نے نہ مانا، بعض نے اس کی تصدیق کی اور بعض نے اسے جھٹلایا اور اگر آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ نے حساب اور جزا کو روزِ قیامت تک مُؤخَّر نہ فرمادیا ہوتا تو ان کافروں کے درمیان فیصلہ کردیا جاتا اور دنیا ہی میں انہیں اس اختلاف کرنے کی سزا دے دی جاتی اور بیشک جو لوگ قرآنِ مجید کو جھٹلا رہے ہیں وہ ضرور اس قرآن کی طرف سے ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں، اس لئے آپ ان کی باتوں کی پرواہ نہ فرمائیں۔[2]

---

1 ......خازن، فصلت، تحت الآیة: ٤٤، ٤/٨٨، مدارك، فصلت، تحت الآیة: ٤٤، ص١٠٧٧، ملتقطاً.

2 ......خازن، فصلت، تحت الآیة: ٤٥، ٤/٨٨، تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیة: ٤٥، ٩/٥٧٠، ملتقطاً.

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝٤٦

ترجمۂ کنزالایمان: جو نیکی کرے وہ اپنے بھلے کو اور جو برائی کرے تو اپنے برے کو اور تمہارا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو نیکی کرتا ہے وہ اپنی ذات کیلئے ہی کرتا ہے اور جو برائی کرتا ہے تو اپنے خلاف ہی کرتا ہے اور تمہارا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ: جو نیکی کرتا ہے وہ اپنی ذات کیلئے ہی کرتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کافروں کے اِعراض کرنے کی وجہ سے خود پر بوجھ محسوس نہ فرمائیں کیونکہ ان میں سے جو شخص قرآنِ مجید پر ایمان لائے اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کرے تو وہ اپنی ذات کے فائدے کے لئے ہی کرے گا اور جو کفر کرے تو اس کا نقصان بھی اسے ہی ہوگا اور اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور ان کے ساتھ وہی معاملہ فرماتا ہے جس کے وہ حق دار ہیں۔[1]

1 ......تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیة: ٤٦، ٩/٥٧٠، روح البیان، حم السجدة، تحت الآیة: ٤٦، ٨/٢٧٤، ملتقطاً.

	قرآن مجید	کلامِ الٰہی	
نمبرشمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
1	كنز الإيمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
2	كنز العرفان	شیخ الحدیث والتفسیر ابو الصالح مفتی محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب التفسیر وعلوم القرآن

1	تفسیرِ طبری	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	تاویلات اھل السنّة	امام ابو منصور محمد بن منصور ماتریدی، متوفی ۳۳۳ھ	پشاور
3	تفسیرِ سمرقندی	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ
4	تفسیرِ بغوی	امام ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۴ھ
5	تفسیرِ کبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
6	تفسیرِ قرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
7	تفسیرِ بیضاوی	ناصر الدین عبد اللہ بن ابو عمر بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفی ۶۸۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	تفسیرِ مدارك	امام عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
9	تفسیرِ خازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	مطبعہ میمنیہ، مصر ۱۳۱۷ھ
10	البحرُ المحیط	ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ۷۴۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
11	تفسیر ابن کثیر	ابو فداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی، متوفی ۷۷۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
12	تفسیرِ جلالین	امام جلال الدین محلی، متوفی ۸۶۴ھ وامام جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ کراچی
13	تفسیرِ دُرِّ منثور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ

14	تناسق الدرر	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
15	تفسیرِ ابو سعود	علامہ ابوسعود محمد بن مصطفیٰ عمادی، متوفی ۹۸۲ھ	دارالفکر، بیروت
16	تفسیراتِ احمدیہ	شیخ احمد بن ابی سعید ملّا جیون جونپوری، متوفی ۱۱۳۰ھ	پشاور
17	روحُ البیان	شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ
18	تفسیرِ جمل	علامہ شیخ سلیمان جمل، متوفی ۱۲۰۴ھ	باب المدینہ کراچی
19	تفسیرِ صاوی	احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ
20	روح المعانی	ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
21	خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب الحدیث و متعلقاته

1	کتاب الجامع	حافظ معمر بن راشد ازدی، متوفی ۱۵۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
2	مصنف ابن ابی شیبه	حافظ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی، متوفی ۲۳۵ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
3	مسندِ امام احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
4	دارمی	امام حافظ عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ	دارالکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ
5	بخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
6	مسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دارابن حزم، بیروت ۱۴۱۹ھ
7	ابن ماجه	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	ابوداؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
9	ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
10	مکارم الاخلاق	حافظ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد قُرشی، متوفی ۲۸۱ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
11	مسند البزار	امام ابوبکر احمد عمرو بن عبدالخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ ۱۴۲۴ھ

12	سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
13	مسند ابی یعلی	امام ابویعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی، متوفی ۳۰۷ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
14	نوادر الاصول	امام ابوعبداللہ محمد بن علی الحکیم ترمذی، متوفی ۳۲۰ھ	مکتبۃ الامام بخاری، قاہرہ
15	مکارم الاخلاق	ابوبکر محمد بن جعفر بن سہل خرائطی، متوفی ۳۲۷ھ	مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۲۷ھ
16	معجم الکبیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
17	معجم الاوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
18	مستدرك	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
19	حلیة الاولیاء	حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
20	مسند الشهاب	قاضی ابوعبداللہ محمد بن سلامہ قضاعی، متوفی ۴۵۴ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۰۵ھ
21	شعب الايمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
22	الدعوات الكبير	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	غراس، کویت ۱۴۲۹ھ
23	شرح السنّة	امام ابومحمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
24	مسند الفردوس	ابومنصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار دیلمی، متوفی ۵۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
25	تاریخ دمشق=ابن عساکر	امام ابوقاسم علی بن حسن شافعی، متوفی ۵۷۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ
26	مشكاة المصابيح	علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
27	مجمع الزوائد	حافظ نورالدین علی بن ابوبکر ہیثمی، متوفی ۸۰۷ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
28	المطالب العالية	حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
29	جامع الاحاديث	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
30	كنز العمال	علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

کتب شروح الحدیث

1	التمهید	امام یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبدالبر قرطبی، متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
2	مرقاۃ المفاتیح	علی بن سلطان محمد ہروی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
3	التیسیر شرح جامع صغیر	علامہ محمد عبدالرءُوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	مکتبۃ الامام الشافعی، ریاض ۱۴۰۸ھ

کتب الفقہ

1	ھدایہ	امام برہان الدین علی بن ابی بکر مَرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت
2	مدخل	ابوعبداللہ محمد بن محمد عبدری مالکی المعروف بابن الحاج، متوفی ۷۳۷ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ
3	درّ مختار	علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
4	عالمگیری	علامہ ہمام مولانا شیخ نظام، متوفی ۱۱۶۱ھ و جماعۃ من علماء الہند	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
5	ردّ المحتار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
6	فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
7	فتاویٰ افریقہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	نوری کتب خانہ، لاہور ۲۰۰۳ء
8	بہارِ شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
9	وقار الفتاویٰ	مفتی وقار الدین قادری رضوی، متوفی ۱۴۱۳ھ	بزم وقار الدین، باب المدینہ کراچی

کتب التصوف

1	الزھد الکبیر	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
2	البعث والنشور	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	مرکز الخدمات والابحاث الثقافیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
3	احیاء علوم الدین	امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر، بیروت ۲۰۰۰ء

کتب السیرۃ والطبقات

1	الطبقات الکبری	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد، متوفی ۲۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ

2	الشفا	قاضی ابوالفضل عیاض مالکی، متوفی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
3	القول البدیع	حافظ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی، متوفی ۹۰۲ھ	مؤسسۃ الریان، بیروت ۱۴۲۲ھ
4	مدارج النبوت	شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
5	شرح الزرقانی علی المواھب	محمد بن عبدالباقی بن یوسف زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
6	سیرتِ مصطفٰی	مولانا عبدالمصطفٰی اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

الكتب المتفرقة

1	مکتوبات شیخ مع اخبار الاخیار	شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	گمبٹ ضلع خیر پور
2	فضائل دعا	مصنف: رَئِیْسُ الْمُتَکَلِّمِین مولانا نقی علی خان، متوفی ۱۲۹۷ھ شارح: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
3	سوانح کربلا	صدرالافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
4	جاء الحق	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	قادری پبلشرز، لاہور ۲۰۰۳ء
5	بائبل		لاہور

ضِمنی فہرست

عنوان	صفحہ

دنیا وآخرت

موت

قیامت

عذابِ الٰہی

جنت

عنوان	صفحہ

نماز

پردہ

حقوق العباد

ایذاءِ مسلم

واقعات

فضائل ومناقب

حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

علم و علماء

نیکی کی دعوت اور اصلاح کا طریقہ

متفرقات

چار مفید چیزوں پر مشتمل لفظی ترجمہ
لفظ بہ لفظ ترجمہ
مکمل با محاورہ ترجمہ
مختصر حواشی
آیات کے عنوانات
معرفۃ القرآن
علیٰ
کنز العرفان
جلد دوم
پارہ 6..تا..10

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

قرآن سیکھنے، پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والے کی مثال

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ”قرآن سیکھو اور اسے پڑھا کرو کیونکہ جو قرآن سیکھے پھر اس کی قراءت کرے اور اس پر عمل کرے، اس کی مثال چمڑے کے اُس تھیلے کی سی ہے جس میں مُشک بھرا ہو جس کی خوشبو ہر جگہ مہک رہی ہو اور جو اسے سیکھے، پھر سویا رہے (یعنی اس کی تلاوت نہ کرے یا اس پر عمل نہ کرے) اور اس کے سینے میں قرآن ہو تو وہ اُس تھیلے کی طرح ہے جس میں مُشک ڈال کر اس کا منہ بند کر دیا گیا۔

(سنن ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل سورۃ البقرۃ وآیۃ الکرسی، ۴/۴۰۱، الحدیث: ۲۸۸۵)

ISBN 978-969-631-700-1
0126165

MC 1286

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 1284
Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net